

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

تذکرۃ الاطہار

(امامہ علیہ السلام)

مؤلف

حضرت علامہ محمد باقر عظیمی مدظلہ العالی

ترجمہ

علامہ سید صفدر حسین نجفی طہار

ناشر

امامیہ پبلی کیشنز

تذکرۃ الاطهارؑ

سبیل سکینہ

حیدرآباد الیف آباد، پرنٹ نمبر ۸۶۱

مؤلف

حضرت آیت اللہ علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ

ترجمہ

علامہ صفدر حسین نجفی علیہ الرحمہ

ناشر

امامیہ پبلی کیشنز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	تذکرۃ الاطہار
مؤلف	شیخ مفید علیہ الرحمہ
مترجم	علامہ سید صفدر حسین نجفی علیہ الرحمہ
پرٹرز	معراج دین پرنٹرز لاہور
تعداد	550

ملنے کا پتہ

العصر اسلامک بک سنٹر

35 - حیدر روڈ اسلامپورہ لاہور پاکستان

فون نمبر 7158717 - 042:7119027

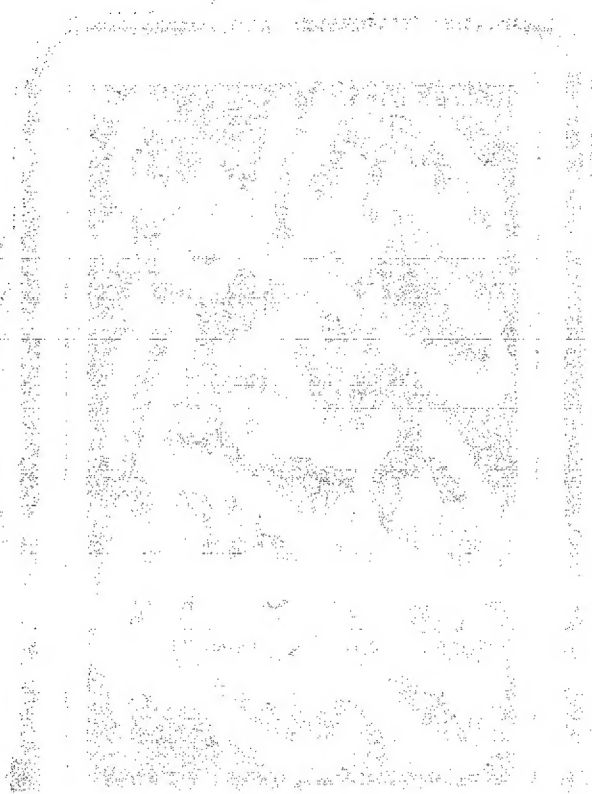


حسن علی بک ڈپو

بڑا امام بارگاہ کھارادر

کراچی پوسٹ کوان 7400 فون 2433055

E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com





حیدر آباد لطیف آباد، پرنٹ نمبر ۸-۷۱

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۹۲	جنگ خندق	۱۸	مدت امامت
۷۰	جنگ بنی قریظہ	"	شہادت امیر المؤمنین
۷۳	غزوہ وادی رمل	۱۹	شہادت کی پیشگوئی
۷۵	غزوہ بنی مصطلق	۲۲	سبب شہادت
"	صلح حدیبیہ	۲۶	دفن کی تفصیل اور قبر مطہر
۷۷	جنگ خیبر	۲۸	فضائل و مناقب
۸۲	فتح مکہ	۳۰	آپ امت محمدیہ کے اعلم ہیں
۸۶	جنگ حنین	۳۲	فضیلت بلا شرکت غیر
۸۹	تقسیم اموال مشرکین	۳۴	محبت علی ایمان کی علامت
۹۳	محاصرہ طائف	"	آپ اور آپ کے شیعہ کامران ہیں
۹۴	جنگ تبوک	۳۵	پاکیزگی ولادت کی علامت
۹۷	شجاعت عمرو بن معدیکرب	۳۶	لقب امیر المؤمنین
۱۰۰	وادی الرمل اور بہادر	۳۷	مناقب انجناٹ
۱۰۲	واقعہ مباہلہ	۳۹	حجرت
۱۰۴	حجۃ الوداع	۴۱	مصلحت امت
۱۱۱	رسول خدا کا وصال	۴۶	واقعہ سورۃ برائت
۱۲۱	حضرت علی کے اہم فیصلے	۴۸	جنگ بدر
۱۲۳	فیصلے زمانہ نبی کریم	۵۲	جنگ احد

صفحہ نمبر	عنوان
۲۰۸	کلیل کو اس کی شہادت کی خبر دینا
"	قنبرہ کو اس کی شہادت کی خبر دینا
۲۱۰	روایت ابوالحکم
"	برابر بن عاذب کو خبر دینا اور شہادت امام حسینؑ کا ثبوت
۲۱۱	فوق العادت امور - (باب خیر کا اکھاڑنا)
۲۱۲	پتھر کا اکھاڑنا اور راہب کا اسلام قبول کرنا
۲۱۵	جنات سے مقابلہ
۲۱۸	آفتاب کا دومرتبہ پلٹنا
۲۲۰	مچھلیوں کا اسلام کرنا
۲۲۱	اڑدھ کا کلام کرنا
۲۲۲	دروغ گو کے لیے بددعا کرنا
۲۲۳	تذکرہ اولاد امیر المومنینؑ
۲۲۴	کتاب الارشاد (جز دوم)
۲۲۹	تذکرہ امام حسنؑ
۲۳۵	شہادت امام حسنؑ
۲۳۸	تذکرہ اولاد حسنؑ
۲۳۹	زید بن حسنؑ
۲۴۰	امامی اور زیدی
"	حسن بن حسن ثقی
۲۴۳	حضرت امام حسینؑ
۲۴۵	امام حسینؑ کا زمانہ خاموشی
	بیعت یزید سے انکار اور {
۲۴۴	مدینہ منورہ سے خروج {
۲۵۰	مکہ میں درود - اہل کوفہ کے خطوط کی آمد

صفحہ نمبر	عنوان
۱۲۵	فیصلے زمانہ حکومت حضرت ابوبکرؓ
۱۲۸	فیصلے زمانہ حکومت حضرت عمرؓ
۱۳۱	مفید مشورہ
۱۳۳	فیصلے زمانہ حکومت حضرت عثمانؓ
۱۳۴	زمانہ حکومت حضرت علیؓ
۱۴۱	عقیدہ توحید
۱۴۳	فضیلت علم و علماء
۱۴۸	مدت دنیا و تقویٰ
۱۵۰	علامت شیعہ
۱۵۱	سلسلہ بیعت اور خطبات علیؓ
۱۸۲	مجلس شوریٰ کے متعلق کلام
۱۸۳	خطبہ شفقہ
۱۸۵	مدینہ میں خطبہ
۱۸۸	ارشادات (وعظ و نصیحت)
۱۹۱	صفت انسان
۱۹۳	ذات امیر المومنینؑ معجزہ ہے
۱۹۸	امیر المومنینؑ کا غیب کی خبر دینا
۲۰۰	حضرت اولینؑ قریٰ کا بیعت کرنا
۲۰۲	جندب بن عبد اللہ کی روایت
۲۰۳	اپنی شہادت کی خبر دینا
	دوسرے کے حالات کی خبر دینا - تفصیل شہادت
۲۰۴	میثم تمارؓ
۲۰۴	حمیری کو اس کی شہادت کی خبر دینا
۲۰۴	مزرع بن عبد اللہ کی روایت

صفحہ نمبر	عنوان
۳۴۶	آپ کے بھائیوں کا تذکرہ اور { ان کے کچھ واقعات
۳۵۰	ابو جعفر کی اولاد
۳۵۱	امام جعفر صادقؑ
۳۵۹	امام صادق کے مختصر حالات و اشارات
۳۶۱	شامی مناظر اور آپ
۳۶۵	ابن ابو عرجا اور ابو شاکر (زندگی) کے سوالات
۳۶۷	اللہ کی مغفرت واجب ہے
۳۶۸	نفی تشبیہ
"	عدل
"	تکمیل سعادت
۳۶۹	دین خدا اور امام کی معرفت
"	توبہ میں جلدی کرو
"	سید حمیری کا واقعہ
۳۷۱	امام صادق کی اولاد اور ان کے حالات
"	اسماعیل بن جعفرؑ
۳۷۲	عبداللہ بن جعفرؑ
۳۷۳	اسحق بن جعفرؑ
"	محمد بن جعفرؑ
۳۷۵	علی بن جعفرؑ اور عباس بن جعفرؑ
۳۷۷	امام موسیٰ کاظمؑ کے حالات زندگی
۳۸۱	ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ کے کچھ دلائل اور { معجزات کا ذکر

صفحہ نمبر	عنوان
۲۵۲	خطوط اہل کوفہ کا جواب اور { مسلم بن عقیل کا کوفہ جانا
۲۵۵	عبید اللہ بن زیاد کا کوفہ آنا
۲۵۶	معتل کی جاسوسی
۲۵۸	حضرت بانی اور ابن زیاد
۲۶۲	حضرت مسلم بن عقیل { لڑائی اور شہادت
۲۷۱	شہادت حضرت بانی بن عروہ
۲۷۳	سفر امام حسینؑ مکہ سے عراق
۲۷۶	قیس بن مسہر کی گرفتاری اور شہادت
۲۷۸	حضرت مسلم کی شہادت کی خبر پہنچنا
۲۸۱	حر ریاحی اور امام حسینؑ
۲۸۵	امام حسینؑ کا کربلا میں درود
۲۸۸	پانی کی بندش
۲۹۰	نوحرم اور شب عاشورہ
۲۹۶	روز عاشورہ
۳۱۷	شہادت امام حسینؑ کی خبر کا مدینہ پہنچنا
۳۱۹	شہداء بنی ہاشم در کربلا
۳۲۱	زیارت کی فضیلت امام حسینؑ
۳۲۵	حسین بن علیؑ کی اولاد کا تذکرہ
۳۲۶	امام زین العابدینؑ کے حالات
۳۲۸	مختصر حالات جناب علی بن زین العابدینؑ
۳۳۶	علی بن الحسینؑ کی اولاد
۳۳۷	امام محمد باقرؑ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۴۱	امام حسن عسکریؑ کے فضائل	۳۸۸	آپؑ کے فضائل و مناقب کا ذکر
۳۴۹	امام حسن عسکریؑ کی وفات	۳۹۱	آپؑ کی وفات کا سبب
۳۵۱	امام منتظر مہدیؑ کے حالات	۳۹۶	آپؑ کی اولاد کا تذکرہ
۳۵۲	ہر زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے	۳۹۸	حضرت امام علیؑ رضا کے حالات
۳۵۳	امام مہدیؑ کی امامت پر دلائل	۳۹۹	آپؑ کی امامت پر دلائل و نصوص
۳۵۶	آپؑ کے دیدار سے مشرف ہونے والے	۴۰۵	آپؑ کی ولیعہدی کا واقعہ
۳۵۸	آپؑ کے فضائل و دلائل	۴۱۲	امام علی رضاؑ کی وفات اور اس کے سبب
۳۶۵	ظہور امام مہدیؑ (علامات و حوادث)	۴۱۵	امام محمد تقیؑ کے حالات
۳۶۱	ظہور امام مہدیؑ کا سال اور دن	۴۱۸	امام محمد تقیؑ کے مختصر فضائل
۳۶۲	امام آخر الزمانؑ سے کوئی تک	۴۲۷	امام محمد تقیؑ کی وفات اور اس کا سبب
۳۶۳	آپؑ کی مدت حکومت	۴۲۸	امام علی نقیؑ کے حالات
۳۶۴	آنجنابؑ کا حلیہ مبارک	۴۳۰	حضرت امام علی نقیؑ کے مختصر فضائل
۳۶۵	آپؑ کی سیرت و روش	۴۳۷	امام حسن عسکریؑ کے حالات

عرضِ ناشر

شیخ مفید علیہ الرحمہ چوتھے صدی ہجری کے ایک عظیم مقتدی علمی شخصیت ہیں۔ ان کے تلامذہ کے بے یی کافی ہے کہ ایک روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے دونوں بچوں کے انگلیاں پکڑے ہوئے تشریف لائے ہیں اور انہیں آپ کے حوالے کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ”شیخ انہیں دینی تعلیم دو“ بیدار ہونے پر شیخ مفید انتہائی پریشان تھے۔ خواب کے کچھ تعبیر سمجھ میں نہ آتی تھی۔ دن چڑھا تو سادات کے ایک ممتاز گھرانے کے فاطمہ نامی خاتون اپنے دونوں بچوں کے انگلیاں پکڑے آئیں اور انہیں تعلیم دینے کے غرض سے آپ کے حوالے کیا۔ یہ دونوں بچے وہ تھے جو بعد میں آسمان علم کے آفتاب و مابتا بنے۔ سید رضی علم الہدیٰ جو اپنے دور کے سب سے بڑے فقیہ تھے اور سید شریفی رضی جو سادات بغداد کے سربراہ ہوتے اور علوم اسلامیہ کے عظیم اشراف کتاب فرموداتے علی علیہ السلام ”منج البلاغہ“ کے جامع تھے۔

شیخ مفید کے باقیات علمی میں سے ایک یہ کتاب ”الارشاد“ بھی ہے۔ جس کا اردو ترجمہ ہم پہلے بار پیش کرنے کے سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ آئمہ ہدیٰ کے حالات کے بارے میں اولین کتابوں میں سے ایک ہے اور آئمہ اثنا عشر کے تعارف اور ان کے تاریخ پر مبنی ہے۔ کتاب کے پہلے نصف حصے میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے حالات زندگی ہیں اور آپ کے کمالات و فضائل کا تفصیلی تذکرہ ہے جب کہ دوسرے نصف حصے میں باقی گیارہ آئمہ کے کوائف جاتے ہیں۔ اس مستند کتاب کا ترجمہ رحیمہ حوزہ علمیہ جامع المنظر جناب حجت الاسلام سید سعید حسینی نجفی نے کیا ہے جو پہلے بھی بہت سے علمی کتب کے ترجمے کیلئے ہیں۔ ہمارے آئمہ کے بارے میں یہ کہنا چاہیے کہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ کے راسخ کوروش کرنے کے لیے یہ تہذیبی و تاریخی

والسلام

احادیث پبلیکیشنز

”اسی سال شیعوں کے عالم اور ارفیقیوں کے رہتہاتے وفات پائی جو بہت سی کتب کے مصنف، مفید اور ابن معلم کے نقیب سے مشہور اور علم کلام اور مناظرہ کے ماہر تھے۔“

ابن ابی لیلی نے کہا کہ شیخ مفید بہت زیادہ حدیثات کرنے والے عظیم فتوح و فتوح کے مالک، بازو و
کے سخت پابند اور کھردرا لباس پہننے والے تھے۔ ایک اور صاحب کا کہنا ہے کہ عہد الدولہ بعض اوقات آپ
کو زیارت کے لیے آیا کرتا تھا۔ آپ متوسط قد، کمزور جسم اور گندمی رنگ کے تھے آپ کی عمر چھتر سال تھی۔
آپ نے دو سو سے زیادہ کتب تصنیف کیں۔ آپ کا جنازہ دیکھنے کے قابل تھا جس میں اسی ہزار شیعوں
اور رافضیوں نے شرکت کی۔ اور خدا نے ہمیں راہل سنت کو اس سے چھٹکارا دلایا۔“ دیا فی کا کلام ختم
یا فی آپ کے دینی، دنیوی، علمی اور علمی مناقب و فضائل کا انکار کرتے نہیں کہ سکا لیکن اپنا عناد اور شدت بعض کو
بھی نہیں چھپا سکا اور اس کا آخری جملہ اس کے تعصب کا آئینہ دار ہے۔

آپ کی عظمت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام تعالیٰ فرجہ وسیلہ اللہ مخرجہ کے ان تین خطوط سے ہویدا ہے
 یو تین سال کے دوران آپ کے پاس آئے۔
 خط کی ابتداء کیوں ہوتی ہے۔

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ رسولی الرشید الشیخہ الرفیعہ ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان ادام اللہ اعترازا
 ”سچے بھائی ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا آپ کے اعزاز و احترام کو دوام بخشنے
 بعض کتب میں ہے کہ شیخ مفید کی قبر پر لکھے گئے مرثیے کے اشعار میں سے حسب ذیل اشعار حضرت حجتہ عجل اللہ فرجہ
 کے ہیں۔

يوم على آل النبی عظیم
فالعادل والتوحید فیک منهم

لا صوت التناعي بفقدك ات
ان كنت قد غبت في رحلت النوى

الفائت المددی بنہ - کدما تلیت علیک من الدروس علوم
ترجمہ: آپ کے چل بسنے کی خبر دینے والا اپنی آواز کو بلند کر کے (دھم رکھے) کہ یہ دن آل رسول پر بہت گراں
ہے۔ اگرچہ آپ قبر میں غائب کئے گئے ہیں پھر بھی عدل و قیادت آپ کے ساتھ ہے اور قائم ہدیٰ خوش ہوتے تھے
جب بھی آپ کے ائمہ مختلف علوم کے درس ہوتے تھے۔

وفات

آپ کی وفات ۴ رمضان المبارک ۱۲۱۲ھ ہجری مطابق ۱۲۲۱ھ عیسوی شنب جمعہ میں ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے شاگرد
رشد علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ یہ وسیع و عریض میدان تنگ ہو گیا
پہلے آپ کو گھریں دفن کیا گیا اور کئی سال بعد کاظمین میں، امام محمد تقی علیہ السلام کے قدموں میں شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد
بن قزوینی کے پہلو میں منتقل کر دیا گیا۔



کافروں سے جہاد فرماتے رہے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حضورؐ کو دشمنانِ دین سے بچاتے رہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دنیا سے اعلیٰ علیین کی طرف اٹھایا اس وقت امیر المومنینؑ کی عمر تیس برس تھی۔

وفاتِ پیغمبرؐ کے روز ہی امت نے آپؐ کی امامت سے اختلاف شروع کر دیا لیکن آپؐ کے شیعہ یعنی تمام نبی ہاشم حضرت سلمان، عمار، ابوذر، مقداد، زبیر بن عوف، ثابتؓ، ذوالشہادین، ابوالویب انصاری، ابوسعید خدری، ادران جیسے جلیل القدر مہاجر و انصار اصحابِ آپؐ کی امامت کے حامی و قائل رہے۔ اُن کا ایمان تھا کہ رسول اللہؐ کے بعد آپؐ ہی خلیفہ اور سب لوگوں کے امام ہیں کیونکہ فضیلت، رائے اور کمال میں آپؐ سب سے بہتر و افضل ہیں۔ آپؐ نے تمام لوگوں سے پہلے ایمان کی طرف سبقت کی اور احکامِ دین کے جاننے میں فائق، جہاد کرنے میں مقدم، پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ میں بہت زیادہ ممتاز و قریب درشتہ ہیں آنحضرتؐ سے نہایت خاص و قریب تھے کہ کوئی بھی رشتہ دار اور اس خصوصیت میں آپؐ کا شریک نہیں اور پھر خدا کی طرف سے قرآن میں آپؐ کی ولایت پر نص و ارشاد الہی موجود ہے۔

الْمَأْمُورُ بِالْعَمَلِ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔

”پس تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

اور یہ بات آشکار و واضح ہے کہ جنابِ امیرؑ کے علاوہ کسی اور نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ نہیں دی اور لغت میں نہایت سے کہ دلی کے معنی بلا اختلاف اولیٰ بالتصرف یعنی زیادہ حق تصرف رکھنے والے کے ہیں لہذا امیر المومنینؑ حکمِ قرآن لوگوں کے نفسوں پر زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ قرآن کی نص صریح کی بنا پر ان کے ولی ہیں اس لیے آپؐ کی اطاعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرح واجب ہے۔ نبی کریمؐ اور آپؐ کی ولایت تمام مخلوق پر اس آیت مذکورہ میں صاف اور واضح دلیل دیرہاں کے ساتھ ثابت ہے۔

آپؐ کی ولایت نبی کریمؐ کی اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو آپؐ نے دعوتِ ذوالعشرہ کے روز ارشاد فرمائی۔ رسول خداؐ نے اپنے گھر میں خاص طور پر اولادِ عبدالمطلب کو عذابِ خدا سے ڈرانے کے لیے جمع کیا اور فرمایا

”وَمَنْ بَوَّازَ رَوْعًا وَهُوَ الْإِمْرُ بِحُكْمٍ أَخِي وَوَصِيٍّ وَوَرِثَةٍ دَارَتْ وَخَلِيفَتِي مَنْ بَعْدِي؟“

”کہ جو اس امر رسالت میں میری مدد کرے گا وہی میرا بھائی، میرا وصی، میرا وریثہ، میرا وارث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔“ تو ان سب میں سے آپؐ کے سامنے صرف امیر المومنینؑ علیؑ کھڑے ہوئے جو سب سے کم عمر تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ میں آپؐ کی مدد کروں گا اور آپؐ کا ہاتھ پٹاؤں گا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا علیؑ بیٹھ جاؤ تمہیں میرے بھائی میرے وصی میرے وریثہ، میرے وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ خلیفہ کے تقرر میں آپؐ کا یہ واضح ارشاد موجود ہے۔

اسی سلسلہ میں نبی کریمؐ کی دوسری حدیث موجود ہے جو آپؐ نے روزِ غدیرِ خم، ارشاد فرمائی جب کہ آنحضرتؐ

القدّام الممدوحی نہ کہ کدما تلیت علیک من الداروس علوم
ترجمہ :- آپ کے چل بسنے کی خبر دینے والا اپنی آواز کو بلند نہ کرے (مدغم رکھے) کہ یہ دن آل رسول پر بہت گراں
ہے۔ اگرچہ آپ قبر میں غائب کئے گئے ہیں پھر بھی عدل و تواجد آپ کے ساتھ ہے اور قائم مہدیؑ خوش ہوتے تھے
جب بھی آپ کے سامنے مختلف علوم کے درس ہوتے تھے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۲ رمضان المبارک ۳۱۲ھ ہجری مطابق ۱۰۲۲ء عیسوی شنب جمعہ میں ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے شاگرد
رشید علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ یہ وسیع و عریض میدان تنگ ہو گیا
پہلے آپ کو گھر میں دفن کیا گیا اور کئی سال بعد کاظمین میں، امام محمد تقی علیہ السلام کے قدموں میں شیخ الرافع جعفر بن محمد
بن قولیہ کے پہلو میں منتقل کر دیا گیا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله. اللهم من مہرقتہ وهدی الیہ من سبیل طاعتہ وصلواتہ علی خیرتہ
 مر برینہ محمد سید انبیائہ وصفر بنہ وعلی الائمة الراشدین من عترتہ وسلم تسلیما۔
 خدا کی توفیق و مدد سے آپ کے حسب فرمائش یہ کتاب تحریر کی جا رہی ہے جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔
 آئمہ صحنہ علیہم السلام کی زندگی، مشاہدہ مقدسہ کا ذکر
 اولاد آئمہ علیہم السلام کا تعارف
 اور ان کے مختصر لیکن مفید حالات و واقعات

یہ سب کچھ اس طرح ضبط تحریر میں لایا جائے گا کہ آپ ایک راقف کار کی طرح مطلع ہو سکیں، عام زبان و نحو اور اصل
 حقائق و عقائد سے آشنائی حاصل کر سکیں، شکوک و شبہات اور واضح دینیات میں ایسا زاد و رما جہاں انصاف و ہدایت
 کی طرح حق و حقیقت پر اعتماد کر سکیں۔ آپ کے حسب خواہش اس کتاب میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے اللہ پرست
 پھر یہ ہے اور اسی سے رشد و ہدایت کی طرف رہبری چاہتا ہوں۔

(محمد بن محمد بن نعمان)



”جُزْءِ اَوَّل“ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے حالات زندگی

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، آئمہ مومنین میں پہلے امام، دایان امور مسلمین میں پہلے ولی اور اللہ کے رسول صادق و امین حضرت محمد بن عبد اللہؐ خاتم النبیین صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ الطاہرین کے بعد دین میں اللہ کی طرف سے پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ آنحضرتؐ کے بھائی، ابن عم، امر رسالت میں آپ کے وزیر و مددگار، آپ کی دختر نیک اختر بنوئی سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے شوہر ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد ہیں اور سید لا و صیاء ہیں آپ کی ذات گرامی پر بہترین درود و سلام ہو۔ آپ کی کینیت ابوالحسن ہے مکہ میں خانہ کعبہ کے اندر ۱۲ رجب المرجب سنہ عام الفیل جمعۃ المبارک کو پیدا ہوئے۔ اللہ جل جلالہ کی طرف سے کمال عزت و اکرام اور آپ کی قدر و منزلت میں بلندی و عظمت کی یہ دلیل ہے کہ بیت اللہ خانہ کعبہ میں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کے سوا کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا۔ آپ کی والدہ گرامی کا اسم مبارک فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہا ہے۔ رسول خداؐ کے یسے یہ مخدومہ و محترمہ ماں کی مثل تھیں کیونکہ آپ نے ان ہی کی گود میں پرورش پائی رسول خداؐ ان کی اس نیکی و احسان پر شکریہ ادا کرتے تھے وہ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں اور آپ کے ساتھ ہجرت کرتے والوں میں سے تھیں جب جناب فاطمہ بنت اسد نے وفات پائی تو آنحضرتؐ نے اپنی قمیض کا کفن دیا اور ان کی قبر میں خود جا کر بیٹھے تاکہ حشرات الارض دور رہیں اور فشار قبر سے محفوظ رہیں۔ اور انہیں ان کے بیٹے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے اقرار کی تلقین کی تاکہ آپ دفن ہونے کے بعد قبر میں منکر و نیکر کے سوالات کا جواب دیں۔ اس نبی کی خدا کے ہاں بلندی مرتبہ کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بھی اس عظیم فضیلت کے ساتھ انہیں مخصوص فرمایا۔

ایک اور بات جو بہت ہی شہور ہے وہ یہ ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے تمام بھائی نجیب الطرفین ہاشمی ہیں یعنی ماں اور باپ دونوں طرف سے سلسلہ نسب حضرت ہاشم تک پہنچتا ہے۔ اور پھر آغوش رسالت میں پرورش پاتا اور آپ ہی سے ادب و آداب سیکھنا دوسرا شرط ہے۔ اہل بیتؑ اور اصحابؓ میں سے آپ وہ پہلے شخص ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ مرد دل میں سیت سے پہلے مرد ہیں جنہیں آنحضرتؐ نے دعوت اسلام دی اور انہیں نبیؐ نے قبول کی اور لیک کہا۔ ہمیشہ دین کی نصرت، مشرکین سے جہاد اور ایمان کی حفاظت میں مصروف رہے سرکش لوگوں کو قتل کیا۔ قرآن و سنت کی نشر و اشاعت، عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے اور نیکی و احسان کا حکم فرماتے دے رسول اللہؐ کے ساتھ بعثت کے بعد تیس سال گزارے۔ ہجرت سے پہلے مکہ میں تیرا سال شریک مصائب و آلام ہے اور آپ کے اکثر بوجھ وداشت کرتے رہے، ہجرت کے بعد دس سال مدینہ میں مشرکین سے دفاع اور آپ کے دربر و

کافروں سے جہاد فرماتے رہے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حضورؐ کو دشمنانِ دین سے بچاتے رہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دنیا سے اعلیٰ علیین کی طرف اٹھالیا اس وقت امیر المومنینؑ کی عمر تینتیس برس تھی۔

دعاتِ پیغمبرؐ کے روز ہی امت نے آپؐ کی امامت سے اختلاف شروع کر دیا لیکن آپؐ کے شیعہ یعنی تمام بنی ہاشم حضرت سلمانؓ، عمارؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ذوالشہادینؓ، ابوالویبؓ، انصاریؓ، ابوسعیدؓ، خدریؓ، ادراسؓ جیسے جلیل القدر مہاجر و انصار اصحابِ آپؐ کی امامت کے حامی و قائل رہے۔ اُن کا ایمان تھا کہ رسول اللہؐ کے بعد آپؐ ہی خلیفہ اور سب لوگوں کے امام ہیں کیونکہ فضیلت، رائے اور کمال میں آپؐ سب سے بہتر و افضل ہیں۔ آپؐ نے تمام لوگوں سے پہلے ایمان کی طرف بسطت کی اور احکامِ دین کے جاننے میں فائق، جہاد کرنے میں مقدم، پرہیزگاری اور نہ بد تقویٰ میں بہت زیادہ متاثر و قریب ورشتہ میں آنحضرتؐ سے نہایت خاص و قریب تھے کہ کوئی بھی رشتہ دار اور اس خصوصیت میں آپؐ کا شریک نہیں اور پھر خدا کی طرف سے قرآن میں آپؐ کی ولایت پر نص و ارشاد الہی موجود ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ و الذین آمنوا الذین یتیمروا الصلوٰۃ و یؤتوا الزکوٰۃ و هم راکعون۔
”پس تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

اور یہ بات آشکار و واضح ہے کہ جنابِ امیرؑ کے علاوہ کسی اور نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ نہیں دی اور لغت میں ثابت ہے کہ ولی کے معنی بلا اختلاف ادلی یا تصرف یعنی زیادہ حق تصرف رکھنے والے کے ہیں لہذا امیر المومنینؑ حکمِ قرآن لوگوں کے نفسوں پر زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ قرآن کی نص صریح کی بنا پر ان کے ولی ہیں اس لیے آپؐ کی اطاعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرح واجب ہے۔ نبی کریمؐ اور آپؐ کی ولایت تمام مخلوق پر اس آیت مذکورہ میں صاف اور واضح دلیلِ دیرپا ان کے ساتھ ثابت ہے۔

آپؐ کی ولایت نبی کریمؐ کی اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو آپؐ نے دعوتِ دوا العشرہ کے روز ارشاد فرمائی۔
رسول خداؐ نے اپنے گھر میں خاص طور پر اولادِ عبدالمطلب کو عذابِ خدا سے ڈرانے کے لیے جمع کیا اور فرمایا

”ومن یؤثر فؤادہ عن الامر یرحمن اخی ووصی ووصیہ ووارثی وخلیقتی من بعدی؟“

”جو شخص اس امر رسالت میں میری مدد کرے گا وہی میرا بھائی، میرا وصی، میرا وصی، میرا وارث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔“

تو ان سب میں سے آپؐ کے ساتھ صرف امیر المومنینؑ علیؑ کھڑے ہوئے جو سب سے کم عمر تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ

میں آپؐ کی مدد کروں گا اور آپؐ کا ہاتھ بٹاؤں گا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا علیؑ بیٹھ جاؤ تمہی میرے بھائی میرے وصی

میرے وزیر، میرے وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ خلیفہ کے تقرر میں آپؐ کا یہ واضح ارشاد

موجود ہے۔

اسی سلسلے میں نبی کریمؐ کی دوسری حدیث موجود ہے جو آپؐ نے روزِ غدیرِ خم، ارشاد فرمائی جب کہ آنحضرتؐ

خطاب سننے کے لیے تمام امت وہاں جمع تھی آپ نے ارشاد فرمایا اَلَسْتُ اَوَّلٰی بِكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ؟ کیا میں تم پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا، تو سب نے یک زبان کہا رہے شک خدا گواہ ہے آپ حق رکھتے ہیں، تو آپ نے اپنی گفتگو میں بلا فاصلہ فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَوْلَىٰ شَأْنُهُ مَوْلَاَهُ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علی مولا ہیں۔

آپؐ نے جناب امیرؓ کی اطاعت و ولایت کا فرض ان پر اسی طرح واجب قرار دیا جس طرح آپؐ کی اپنی اطاعت و ولایت ان سب پر فرض و واجب تھی جس کا آپؐ تھے پہلے ان سے اقرار لے لیا تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تھا یہ بھی آپؐ (امیرؓ کی امت و خلافت پر نص صریح ہے۔

اسی طرح رسول خداؐ کی وہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو آپؐ نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے جناب امیرؓ علیہ السلام سے ارشاد فرمائی۔

آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔
 ”اَلَا اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی اَلَا اَنْتَ بِعَدْلِ“
 ترجمہ ”تمہاری میرے ساتھ وہی منزلت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں“
 اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپؐ نے جناب امیرؓ کے لیے وزارت اور مودت و محبت سے مختص ہونے کا اعلان فرمایا۔ لوگوں پر آپؐ کی فضیلت کو واضح کرتے ہوئے اپنی زندگی اور وفات کے بعد آپؐ کی خلافت کو واجب قرار دیا کیونکہ قرآن حکیم حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ سے یہی منزلت بیان فرماتا ہے۔
 حضرت موسیٰؑ کے متعلق خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”وَاَجْعَلْ لِّيْ دَرَجَةً مِّنْ اٰیٰتِیْ هَارُوْنَ اَخِیْ اَشَدُّ دَرَجَةً وَاَشْرُكُهُ فِیْ اَمْرِیْ لَیْسَ یَخْلَفُكَ وَتَدَّ كَوْلُكَ كَثِیْرًا اِنَّكَ كُنْتَ بِمَنْزِلَتِیْ“
 ترجمہ ”میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر قرار دے اور اس کے درجہ میری کر کو مضبوط کر اور اسے میرے امر میں شریک کر دے تاکہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں اور تیرا زیادہ ذکر کریں بے شک تو ہمیں ہمیشہ سے دیکھ رہا ہے۔
 تو حضرت موسیٰؑ کی اس درخواست پر خداوند کریمؑ نے جواب دیا۔

”قَدْ اَوْصِیْتَ سُوْدُكَ یَا مُوْسٰی“
 ترجمہ ”اے موسیٰؑ تیرا مطالبہ پورا کیا جائے گا“
 اس سے حضرت ہارونؑ کا حضرت موسیٰؑ کی نبوت میں شریک ہونا امر رسالت کے پہنچانے میں وزیر ہونا اور ان کا پشت پناہ ہونا ثابت ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت موسیٰؑ کے حضرت ہارونؑ کو خلیفہ بناتے کے سلسلہ میں ارشاد ہے۔

”أخلفني في قومي وأصلحهم ولا تتبع سبيل المفسدين“

میری قوم میں تم میرے خلیفہ ہو، اصلاح کرتے رہو اور مفسدین لوگوں کے راستے کی پیروی نہ کرتا،

لہذا حضرت ہارون کے لیے حضرت موسیٰ کی خلافت تشریف حکم (قرآن حکیم) سے ثابت ہو گئی۔ چونکہ سرکار رسالت نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لیے سوائے نبوت کے وہ تمام متنازل اپنے ساتھ قرار دیں جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھیں لہذا حضرت علی علیہ السلام کے لیے بھی رسول اکرم کی وزارت، نصرت، تفسیلت اور محبت ثابت ہو گئی۔ زندگی میں خلافت تو اس ارشاد سے وفات سے ثابت ہے اور زمانہ رسالت کے بعد لاتبی بعدی، واقع و دلیل ہے۔ ایسے دلائل خلافت جناب امیر مہر بہشت زیادہ ہیں جن کے بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی۔ الحمد للہ ہم نے اپنی دوسری کتب میں اس سلسلہ میں مفصل بحث کی ہے۔

۹۔ مدت امامت

نبی اکرم کے بعد آپ کی امامت کا زمانہ تین سال ہے۔ جن میں سے چوبیس سال اور چھ ماہ آپ ظاہر امتوع التصرف ہے اور تھقیہ و وقت گزاری پر عمل پیرا ہے۔ اور باقی پانچ سال چھ ماہ ناکثین ربیعت توڑنے والے (قاسطین) ظلم کرنے والے اور مارقین (حق سے نکل جاتے والے) جیسے منافق لوگوں سے جہاد کرتے رہے اور گمراہ لوگوں کے اٹھائے ہوئے قتلوں میں بری طرح جکڑے رہے اسی طرح جیسا کہ جناب رسالت مآب اپنی نبوت کے تیرہ برس احکام نبوت جاری کرتے سے محروم و عائلہ، (شعب ابوطالب میں) محسوس رہے، دمکھ سے نکالے اور دھکیلے گئے کہ کفار سے جہاد کر سکتے تھے اور نہ مومنین سے منہالم کو دور رکھ سکتے تھے پھر سب نے ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد دس سال تک مشرکین سے جہاد کرتے رہے اور منافقین سے برسر پیکار رہے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے انہیں اپنے پاس بلا لیا اور باغات بہشت میں سکونت بخشی۔

شہادت امیر المؤمنین

آپ کی وفات شب جمعہ قبل از صبح صادق اکیس رمضان المبارک پانچویں صبحی میں ہوئی مسجد کوفہ میں آپ پر ابن لبیع مرادی لعین نے تلوار سے قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ شہید ہوئے انیس ماہ رمضان کی رات آپ مگر سے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز صبح کے لیے بیدار کرنے لگے وہ دنوں ابتداء شب سے آپ کی گھات میں تھا جب آپ

سبحی میں اس لعین کے پاس سے گذرے جو اپنے ارادہ کو لوگوں سے چھپائے ہوئے سونے والوں میں مکاری سے پڑا یہ ظاہر کئے ہوئے تھا کہ وہ سودا ہے، تو اس نے اچانک آپ پر حملہ کر دیا آپ کے وسط سر میں زہر میں بھی ہوئی تلوار کا دار لگا آپ انیس کا دن، بیس کی رات اور دن اور اکیسویں کی رات کی پہلی تہائی تک زندہ رہے پھر آپ شہید ہو کر اس دنیا سے چلے گئے اور مظلومیت کے عالم میں اپنے خدا سے جا ملے۔

آپ کو اس بات کا پہلے ہی سے علم تھا اور آپ لوگوں کو خبر دیتے رہتے تھے۔ آپ کے غسل و کفن کی ذمہ داری آپ کے حکم کے مطابق آپ کے دونوں فرزندوں حضرت حسن اور حسین علیہما السلام نے پوری کی۔ شہزادے آپ کا تابوت کو قبر سے مقام غری نجف کی طرف لے گئے اور وہیں آپ کو دفن کیا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے بیٹوں نے قبر کا نشان طے دیا چونکہ آپ کو اپنے بعد بتواریک حکومت کا پورا علم تھا اور ان کی عداوت اور ان کی بدکرداری اور برائی متوں کی وجہ سے ان کے انجام کار کا پتہ تھا اگر وہ قبر کا نشان پاتے ہیں کامیاب ہو جاتے۔ تو ان سے ہر اقدام ممکن تھا۔

لہذا آپ کی قبر مطہر تھی و پوشیدہ رہی یہاں تک کہ صادق آل محمد و جعفرین علیہما السلام نے دور تو جیسا یہ میں نشاندہی فرمائی جبکہ آپ حیرہ میں ابو جعفر (منصور) کے پاس آئے آپ نے زیارت کی توثیق حضرت کو پیشہ چل گیا پھر انہوں نے زیارت کا سلسلہ شروع کیا آپ پر اور آپ کی ذریت طاہرہ پر سلام ہو۔ آپ کا سن مبارک شہادت کے وقت تیرہ گھنٹہ سال تھا (عرض مترجم۔ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر حملہ حالت نماز میں ہوا جس سے آپ کی شہادت ہوئی شاید سرکارِ علامہ نے اختصار کی بنا پر اس کا ذکر نہیں فرمایا)

شہادت کی پیش گوئی

ابن ماجہ ان اخبار کے "جو آپ نے اپنی شہادت کے متعلق اس کے وقوع سے قبل بیان فرمائیں اور آپ کو اس حادثہ کا پہلے سے علم ہوتا معلوم ہوتا ہے" وہ تجربے جیسے علی بن منذر طریق نے ابو الفضل عجدی سے، انہوں نے قطر سے، انہوں نے ابو طفیل عامر ابن وائل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا انہوں نے کہا کہ حضرت امیر المؤمنین نے لوگوں کو بیعت کے لیے جمع کیا تو ان میں عبد الرحمن ابن طلحہ ملاوی بھی آیا جسے آپ نے دو یا تین مرتبہ واپس بھیج دیا پھر اس نے بیعت کی تو آپ نے اس کے بیعت کرنے کے موقع پر فرمایا "اے کس چیز سے اس امت کے بدترین کردار رکھا ہے پس تم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ یہ اس سے ضرور خطاب ہوگی اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنی ریش مبارک اور سر پر رکھا اور جب ابن طلحہ واپس چلا گیا تو آپ نے بطور تمثیل یہ اٹھکا رکھے۔

اشدد حیا زینک للموت فان الموت لا قبیك
ولا تجزع من الموت اذا حل بوا دیک
كما اضحکك الدهر کذاک الدهر یبکیک

تو ترجمہ اپنی کمزورت کے لیے مضبوطی سے باندھ لے کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرتے والی ہے۔
اور جب موت تیری وادی (زندگی) میں آئے تو اس سے نہ گھبرانا۔
جس طرح زمانہ نے تجھے ہنسایا ہے اس طرح وہ تجھے رُلائے گا۔

۲۔ روایت کی ہے حسن بن محبوب نے ابو حمزہ ثمالی سے اس نے ابواسحاق سیسی سے اس نے اصمغ بن نباتہ سے وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے پاس ابن ملجم آیا اور اس نے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ آپؐ کی بیعت کی پھر وہ واپس ملا تو امیر المومنینؑ نے اس کو بلا یا اور اس سے عہد و میثاق لیا اور اسے تاکید کی کہ وہ دھوکہ نہیں دے گا اور بیعت نہیں توڑے گا تو اس نے یہ عہد کیا پھر وہ پشت پھیر کر چلا تو آپؐ نے دوبارہ بلا یا اور اس سے تاکید کے ساتھ وعدہ لیا کہ وہ دھوکا نہیں دے گا اور بیعت نہیں توڑے گا تو اس نے وعدہ کیا پھر وہ پلٹا تو آپؐ نے تیسری دفعہ اس کو بلا یا اور اس سے پختہ عہد و پیمان لیا کہ وہ نہیں بدے گا اور بیعت نہیں توڑے گا تو ابن ملجم نے کہا خدا کی قسم اے امیر المومنینؑ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ نے میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو تو امیر المومنینؑ نے قہقہہ لگایا۔

۳۔ امام حسینؑ کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کوئی چھوٹا سا عذر کرنے والا اپنے قبیلہ مراد سے ہے۔
جانب ابن ملجم جو کچھ تو کہتا ہے خدا کی قسم اسے پورا نہیں کرے گا۔

۳۔ جعفر بن سلیمان ضبعی نے علی بن زیاد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے پاس ابن ملجم نعین سواری مانگنے کے لیے آیا اور کہنے لگا امیر المومنینؑ مجھے سواری دیجیے تو آپؐ نے اس کی طروت دیکھا اور فرمایا تو عبد الرحمن ابن ملجم مرادی ہے اس نے کہا جی ہاں پھر آپؐ نے فرمایا تو عبد الرحمن ابن ملجم مرادی ہے اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا۔ اے غزو ان اس کو اشقر سرخ وزر درنگ گھوڑے پر سوار کرو۔ تو وہ اشقر رنگ کا گھوڑا لے آیا ابن ملجم اس پر سوار ہوا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا میں اس پر بخشش کرنا چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کوئی معمولی سا عذر پیش کرنے والا قبیلہ مراد سے ہے آگاہ

راوی کہتا ہے کہ جب اس سے ہوا جو کچھ ہوا اور اس نے امیر المومنینؑ پر تلوار کی ضرب لگائی تو اس کو کپڑا لیا گیا جب کہ وہ مسجد سے نکل چکا تھا۔ اسے امیر المومنینؑ کے پاس لائے تو آپؐ نے اس سے کہا۔ خدا کی قسم میں نے تجھ پر احسان کئے جو میں کر سکتا تھا حالانکہ میں جانتا تھا کہ تو میرا قاتل ہے لیکن میں تیرے ساتھ وہ سلوک اس لیے کرتا تھا تاکہ میں اللہ کو تیرے خلاف اپنا معین و مددگار بناؤں۔
۴۔ اور ان خبروں میں سے جو آپؐ نے اپنے اہل خانہ اور اصحاب کو اپنی شہادت کے متعلق پہلے سے بیان فرمائیں ایک وجہ ہے جسے ابو زید حوالہ نے اہل بیت سے روایت کی ہے اور اس نے قبیلہ کندہ کے بزرگوں سے نقل کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے ان بزرگوں سے بیسے سے زیادہ مرتبہ سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے منبر پر علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس امت کے بدترین کو انکو کے اوپر سے خضاب کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھتے تھے۔

۵۔ علی بن حنظلہ نے اصبح بن نباتہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ امیر المومنینؑ نے ہمیں اسی ماہ میں خطبہ دیا جس میں آپؐ شہید ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ ہینہ آیا ہے جو ہینوں کا سردار ہے اور سال کی ابتدا ہے اور اس میں شیطان (دیا سلطان) کی چکی گردش کرے گی اور یاد رکھو کہ اس سال تم ایک صف میں حج کرو گے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ میں تم میں نہیں ہوں گا راوی کہتا ہے کہ آپؐ تو اپنی موت کی خبر دے رہے تھے لیکن ہم نہ سمجھے۔

۶۔ فضل بن دکین نے جہان بن عباس سے انہوں نے عثمان بن مغیرہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب ماہ رمضان آیا تو آپؐ ایک رات کا کھانا امام حسنؑ، ایک رات امام حسینؑ اور ایک رات عبداللہ بن عباسؑ (بعض نسخوں میں عبداللہ بن جعفرؑ) ہنے اور قرین قیاس یہی ہے (مترجم) کے ہاں تناول فرماتے تھے۔ آپؐ تین نقول سے زیادہ نہ کھاتے۔ ایک رات آپؐ سے اتنا کم کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ جب امر خدا میرے پاس آئے تو میرا پیٹ خالی ہو۔ اس کے بعد ایک یا دو ہی راتیں گزری تھیں کہ آپؐ کے رات کے آخری حصہ میں ضرب لگی۔

۷۔ اسماعیل بن زیادہ نے روایت کی ہے کہ حجر سے حضرت امیرؑ کی خادمہ اور آپؐ کی بیٹی فاطمہ کی پرورش کرنے والی عورت ام مویٰ نے بیان کیا کہ کہیں نے آپؐ کو کہتے ہوئے سنا، آپؐ اپنی بیٹی ام کلثومؑ سے فرما رہے تھے۔ اے بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ میں بہت کم وقت تمہارے پاس رہوں گا۔ شہزادی نے عرض کی بابا جان آپؐ یہ کیسے فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپؐ میرے چہرے سے گرد و غبار صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے تھے اے علی جو کچھ تم پر فرض تھا وہ سب تم نے ادا کر دیا ہے اب اور کچھ نہیں رہا۔ راوی کہتی ہیں کہ اس کے تیسرے ہی روز آپؐ کے ضرب لگی (خواب سنا) تو بی بی نے بیچج ماری اس پر آپؐ نے فرمایا اے بیٹی! ایسا نہ کر کیونکہ میں رسول اللہؐ کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں اے علی! ہمارے پاس آؤ۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

۸۔ عمار و صفی نے ابو صالح خثعمی سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عالم خواب میں نبی اکرمؐ کو دیکھا تو میں نے آپؐ کی امت کی دی ہوئی تکلیفوں اور کجروی کی آپؐ سے شکایت کی اور رونے لگا آپؐ نے فرمایا اے علی کہ یہ نہ کر واد پر لڑ کر دیکھو۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو دو مرد تھے جنہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور ان کے سروں پر پتھر مارے جا رہے تھے۔ ابو صالح کہتے ہیں دوسرے دن میں صبح کو آپؐ کی طرف روانہ ہوا جیسا کہ میں ہر روز جایا کرتا تھا تو جب میں قصا بول کے پاس پہنچا تو میں نے لوگوں سے ملاقات کی وہ سب کہہ رہے تھے کہ امیر المومنینؑ شہید ہو گئے۔

۹۔ عبداللہ بن موسیٰ نے حسن بن دینار سے انہوں نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس رات کی صبح آپؐ شہید ہوئے وہ رات آپؐ نے بیداری میں گذاری اور اپنی عادت کے مطابق نماز تہجد کے لیے مسجد کی طرف تشریف لے گئے آپؐ کی بیٹی بی بی ام کلثومؑ رحمۃ اللہ علیہا نے عرض کی کہ بابا جان! کیا بات ہے کہ آپؐ ساری رات بیدار رہے ہیں آپؐ نے خبر دی کہ صبح میں شہید کر دیا جاؤں گا۔ اسی اثنا میں ابن نباح آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کو نماز کی اطلاع دی

پس آپ تھوڑا سا چل کر پلٹے تو میں نے کہا جعدہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دے تو آپ نے فرمایا تم جعدہ کو کہو کہ نماز پڑھا دے اور ساتھ ہی کہا موت سے کوئی چارہ نہیں اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وہ ملعون جو ساری رات آپ کی تاک میں بیدار رہا تھا جب شب آخر ہوئی تو وہ سو گیا تھا امیر المومنینؑ نے اسے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور نماز کے لیے کہا تو اس نے اٹھ کر حلقہ کر دیا۔ (یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی مترجم)

۱۰۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے یہ رات بیداری میں گزاری بار بار آپ باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف کی طرف دیکھ کر فرماتے کہ خدا کی قسم نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ میں کبھی جھٹلایا گیا ہوں یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا پھر آپ اپنے بستر کی طرف پلٹ آئے اور جب صبح طلوع ہوئی تو آپ نے اپنا کمر بند مضبوطی سے باندھا اور گھر سے یہ کہتے ہوئے برآمد ہوئے۔

» ایسی خبر کو مضبوطی سے باندھ لے کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرتے والی ہے۔ اور جب موت تیری دادی (زندگی) میں آرائے تو نہ گمراہاتا۔

جب اپنے گھر کے صحن میں پہنچے تو عرفایاں آپ کے سامنے آکر پہنچنے لگیں گھروالے انہیں ہٹاتے گئے تو آپ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو یہ تو جہنم خاں ہیں پھر آپ کے ضرب لگی۔

سبب شہادت

مجملہ ان اخبار کے جو آپ کی شہادت کے اسباب میں وارد ہوئے ہیں ایک وہ روایت ہے جس کو اہل بیروت و اندلس کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جن میں ابو مخنف، اسماعیل بن راشد ابو ہاشم رفاعی اور ابو عمرو ثقفی وغیرہ ہیں وہ یہ کہ خوارزم میں سے کچھ لوگ مکہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے حکام کا تذکرہ کیا اور ان پر اور ان کے کردار پر مختلف عجیب لگائے اہل نہروان میں سے اپنے ساتھیوں کو یاد کر کے ان کے لیے رحمت کی دعا مانگی پھر انہیں میں سے کچھ لوگوں نے باہمی گفتگو کی اور فیصلہ کیا کہ ہم اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کر دیں اور اس وقت کے گمراہ رہنماؤں کے پاس جا کر ایسا موقع تلاش کریں جب کہ وہ غافل ہوں تو ان سے نہروان میں مارے جانے والے شہید بھائیوں کا بدلہ لیں اور اس طرح شہروں اور لوگوں کو خدا کے لیے ان سے راحت و آرام پہنچائیں۔ احتمال۔ حج پر انہوں نے ایک دوسرے سے ہمدردیاں لیا۔ عبد الرحمن بن ملجم کہتے لگائیں علیؑ کی ذمہ داری لیتا ہوں برک بن عبد اللہ تمہیں نے کہا میں معاویہ کے لیے کافی ہوں اور عمرو بن بکر تمہیں نے کہا میں تمہارے لیے عمرو بن عاص سے نہ مل لوں گا۔ انہوں نے اس معاملہ میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے سے عہد کیا اور طے کیا کہ انیس ماہ رمضان کی رات کو یہ کام سرانجام دینے کے لیے پھر وہ یہی ارادہ لیتے

ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ پس ابن بلعم جس کا شمار قبیلہ کندہ میں تھا کوفہ کی طرف آیا وہاں اپنے ساتھیوں سے ملا لیکن ان سے اپنے معاملے کو افشا کے خوف سے چھپائے رکھا۔ اسی حال میں ایک دن وہ اپنے ایک ساتھی سے ملنے گیا جو قبیلہ تیم رباب سے تھا وہاں اس کا سامنا قطام بنت انضرہ تمیم سے ہو گیا جس کے باپ اور بھائی کو امیر المومنین نے جنگ نہروان میں قتل کر دیا تھا۔ جب ابن بلعم کی نگاہ اس پر پڑی تو فریفتہ ہو گیا اور اس پر مرثا اس سے خواہش نکاح کی۔ وہ کہنے لگی مجھے کیا حق ہر دو کے کہنے لگا جو تو چاہے گی۔ تو اس نے کہا میرا فیصلہ تو تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علی ابن ابی طالب کا قتل کرنا ہے۔ جو اب میں ملعون نے کہا جو کچھ تو نے مانگا ہے وہ تو تیرے لیے سب کچھ حاضر ہے لیکن میں علی ابن ابی طالب کو قتل کیسے کر سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگی کہ کوئی ایسا وقت تلاش کر وجوب وہ بے خبریوں پس اگر تو نے انہیں قتل کر دیا تو مجھے سکون ملے گا اور پھر میرے ساتھ عیش و عشرت کرنا اور اگر تو مار گیا تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے پس اس عین نے کہا خدا کی قسم کوئی اور حاجت مجھے اس شہر میں نہیں لے آئی کہ جس سے میں بھاگ نکلا تھا اور اس کے رہتے والوں سے مومن نہیں تھا مگر وہی جس کا تو نے سوال کیا ہے یعنی علی ابن ابی طالب کو قتل کرنا۔ پس جو کچھ تو نے مانگا ہے تجھے ملے گا۔ وہ کہنے لگی میں کچھ لوگ تلاش کروں گی جو اس سلسلہ میں تیری مدد کرینگے اور تجھے تقویت بخشن گے۔ پھر اس نے قبیلہ تیم رباب سے وردان بن مجالد کو بلا کر ساری بات بتائی اور ابن بلعم کا ساتھ دینے کے لیے کہا اس نے حامی بھری۔

ابن بلعم وہاں سے نکل کر قبیلہ اشجج کے ایک شخص شیب بن بجرہ نامی کے پاس آیا اس سے کہنے لگا اے شیب! کیا دنیا و آخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے استفسار پر کہنے لگا کہ علی ابن ابی طالب کے قتل کرنے میں میری مدد کرو شیب بھی تو ارجح کا عقیدہ رکھتا تھا تاہم کہتے لگا اے ابن بلعم تجھ پر دوتے والیاں روئیں تو ایک بھاری اور دشوار معاملہ کی بات کر رہا ہے تیری کیا سادہ۔ تو ابن بلعم نے کہا کہ ہم مسجد اعظم میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور جب وہ نماز فجر کے لیے وہاں آئیں تو اچانک حملہ کر دیں اگر ہم نے قتل کر دیا تو راحت پائیں گے اور اپنا بدلہ لے لیں گے اس نے اپنی بات جاری رکھی اور مسلسل آمادہ کرتا رہا یہاں تک اس نے بات قبول کر لی۔ پس وہ اسے ساتھ لے کر مسجد اعظم میں قطام کے پاس پہنچا جو مسجد میں ایک خیمہ نصب کئے اعتکاف کی صورت میں ٹھہری ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے بتلایا کہ اس شخص کے قتل کرنے پر ہم دونوں اتفاق کر چکے ہیں۔ قطام نے دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں اس کام کو علی جامہ پہنانے لگو تو میرے پاس یہاں آنا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے پلٹ آئے اور کچھ دن رکے رہے اور دوبارہ وہ دونوں اس کے پاس بدھ کی رات انیس ماہ رمضان ۱۱ھ ہجری ایک تیسرے شخص کو ساتھ لے کر آئے تو اس ملعونہ نے ریشی کپڑا منگوایا اور ان کے سینوں پر اسے باندھ دیا انہوں نے اپنی تلواریں گلے میں لٹکائیں اور جا کر اس دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے کہ جس سے امیر المومنین نماز کے لیے آیا کرتے تھے۔ اور وہ اس سے پہلے اشعث بن قیس کو بھی اپنا راز بتا چکے تھے کہ وہ امیر المومنین کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ ان سے متفق ہو چکا تھا لہذا وہ بھی اس رات ان کی مدد کے لیے آگیا۔ ادھر حنا بن حمر بن حدیج نے یہ رات مسجد

دفن کی تفصیل اور قبر مہل

ان اخبار میں سے رجاء امیر المومنین کی قبر کی جگہ اور آپ کے حالات دفن کے بارے میں ہیں، ایک وہ خبر ہے جسے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہوئے کیا ہے کہ ہمیں حیان بن علی عنزی نے بتایا کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب کے غلام نے بتایا کہ امیر المومنین نے جناب حسن و حسین کو آخری وقت وصیت کی کہ میری وفات کے بعد مجھے تابوت میں رکھ کر گھر سے اس طرح لے چلنا کہ تابوت کے پچھلے حصہ کو خود اٹھانا اور اگلا حصہ ہمیں اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی (خود بخود اٹھے گا) پھر مجھے غریبین (دعوت الشرف) میں لے جانا وہاں ہمیں ایک سفید رنگ کا چمکتا ہوا پتھر نظر آئے گا اسی جگہ قبر کھودنا تو ہمیں ایک (ساکھو کے درخت کی) تختی ملے گی تم مجھے وہیں دفن کر دینا۔ راوی نے بتایا کہ جب آپ وفات پا گئے تو ہم آپ کو سولے چلے ہم نے تابوت کا پچھلا حصہ اٹھا رکھا تھا اور اگلے حصہ کی ذمہ داری ہم پر تھی ہم صرف گنگناہٹ اور سرسراہٹ کی آواز سن رہے تھے (اگلی طرف کو رشتوں اور ظہر نہ آئے والی مخلوق نے اٹھا رکھا تھا) یہاں تک کہ ہم مقام غریبین میں پہنچے تو وہاں ہم نے ایک سفید چمکتا ہوا نورانی پتھر دیکھا اس جگہ کو کھودا تو وہاں ایک لکڑی کی تختی ملی جس پر تحریر تھا کہ یہ وہ ہے جسے نو رختے علی ابن ابی طالب کے لیے ذخیرہ کیلئے، (تیار شدہ قبر ملی) چنانچہ ہم نے آپ کو وہاں دفن کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں امیر المومنین کی اس عزت و منزلت کو دیکھ کر سکون و راحت میسر ہوئی۔ پھر ہم پلٹے تو ہمیں شیعوں کا ایک گروہ ملا جو نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکتا تھا ہم نے انہیں (قبر کے سلسلہ میں) امیر المومنین کو جو عزت خدا کے ہاں حاصل ہوئی بتائی تو انہوں نے خواہش کی ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس معاملہ کو اپنی آنکھوں سے تمہاری طرح جاکر دیکھیں تو ہم نے بتایا کہ امیر المومنین کی وصیت کے مطابق قبر کا نشان ملادیا گیا ہے لیکن وہ لوگ اس کے باوجود گئے اور جیب واپس پلٹے تو کہتے لگے کہ ہم نے کافی تلاش کیا لیکن ہمیں کوئی نشان نہیں ملا۔

محمد بن عمار نے روایت کی کہ مجھے میرے باپ نے جابر بن یزید صفی کے حوالہ سے بتایا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد الباقر بن علی علیہما السلام سے دریافت کیا کہ جناب امیر المومنین کو کس جگہ دفن کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا غریبین کی طرف صبح صادق سے پہلے دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر میں اولاد حضرت علی سے حسن و حسین علیہما السلام محمدؐ اور عبداللہ بن جعفرؑ آکرے۔

یعقوب بن یزید نے ابن ابی عمیر سے اور اس نے اپنے آدمیوں سے روایت کی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے حضرت علیؑ کو کہاں دفن کیا تو آپ نے فرمایا ہم آپ کو رات کے وقت مسجد اشعث کی راہ پر لے چلے اور کوفہ کی پشت کی طرف غریبین کے مقام پر پہنچے تو وہاں آپ کو دفن کر دیا۔

محمد بن زکریا نے روایت کی کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے ابن عائشہ کے حوالے سے بتایا اس نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن حاتم نے کہا کہ ہم ایک دن ہارون رشید کے ساتھ شکار کی تلاش میں کوفہ سے نکلے اور غریبین اور ثویہ کی طرف جا نکلے وہاں ہرن نظر

آئے تو ہم نے عقاب اور شکاری کے پھوٹے جوتے کچھ دیر چکڑ دیتے رہے پھر ان ہرنوں نے ایک ٹیلہ کی پناہ لی اور اس پر جا کر رک گئے تو عقاب ایک طرف اتر گئے اور کتے واپس پلٹ آئے ہارون رشید کو اس سے حیرانی ہوئی پھر ہرن ٹیلے سے نیچے اترے تو عقاب اور کتے ان پر بھٹے جس سے ہرن دوبارہ ٹیلہ کی طرف پلٹ گئے تو عقاب اور کتے ان کا تعاقب چھوڑ کر پلٹ آئے انہوں نے ایسا تین مرتبہ کیا۔ تو ہارون رشید نے ہم سے کہا کہ جلد اُچی جاؤ اور جو کوئی تمہیں ملے اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس ہم بنی اسد کے ایک بزرگ شخص کو اس کے پاس لائے تو ہارون نے اس سے کہا کہ اس ٹیلہ کے متعلق مجھے بتاؤ۔ اس نے کہا کہ اگر جان کی امان دو تو میں بتاتا ہوں ہارون نے کہا تیرے لیے اللہ کا عہد و پیمان ہے (اللہ گواہ ہے) کہ میں تجھے کوئی اذیت و تکلیف نہیں پہنچاؤں گا تو اس نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے اباؤ اجداد سے بیان کیا ہے کہ اس ٹیلہ پر علی ابن ابی طالب کی قبر مبارک ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے جو بھی اس کی پناہ لے وہ مامون و محفوظ ہو جاتا ہے پس ہارون سواری سے اتر اس سے پانی منگوایا، وضو کیا اور اس ٹیلہ کے پاس نماز پڑھی۔ اپنی پیشانی اور چہرہ کو خاک پر رگڑتا، اور گریہ کرتا رہا۔ پھر وہاں سے ہم واپس آ گئے۔

محمد بن عائشہ کہتا ہے کہ میرا دل اس واقعہ کو قبول نہیں کرتا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد میں حج کی خاطر مکہ گیا تو وہاں ہارون رشید کے شتریان یا سرکودیکھا جب ہم طواف کر چکے تو وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھ سے ایک رات ہارون رشید نے کہا جب کہ ہم نے مکہ سے آتے ہوئے کو قہ میں قیام کیا ہوا تھا اے یاسر جاؤ عیسیٰ بن جعفر کو سوار ہونے کے لیے کہو وہ دونوں اور میں بھی ان کے ساتھ سوار ہوئے اور غریبین میں جا کر اترے عیسیٰ تو پڑ کر سو گیا لیکن ہارون رشید ٹیلہ کے پاس آیا وہاں نماز پڑھتا رہا جب دو رکعت نماز پڑھ لیتا دعا مانگتا، گریہ کرتا ٹیلے پر اپنی پیشانی رگڑتا اور پھر کہتا اے چچا زاد بھائی (یہ عرب کا رواج ہے کہ ایک خاندان کے لوگ آپس میں یا ابن عم چچا زاد بھائی کہہ کر پکارتے ہیں) خدا کی قسم میں آپ کی تعینیت و دین میں بیعت اور مرتبہ کو جانتا ہوں۔ خدا کی قسم میرے مقام سے جہاں میں بیٹھا ہوں جب کہ آپ آپ ہی ہیں۔ لیکن آپ کی اولاد مجھے اذیت دیتی ہے اور میرے خلاف خروج کرتی ہے۔ پھر کھڑا ہو جاتا پھر نماز پڑھتا اپنے اسی کلام کو دہراتا، دعا مانگتا اور گریہ کرتا رہا یہاں تک کہ جب سحری کا وقت ہوا تو مجھ سے کہا اے یاسر عیسیٰ کو میدان کر و میں سے جگایا تو ہارون نے کہا اے عیسیٰ اٹھ اور اپنے عاتدائی بھائی کی قبر کے پاس نماز پڑھو تو اس نے پوچھا کہ یہ کون سا چچا زاد بھائی ہے۔ تو ہارون نے کہا علی ابن ابی طالب کی قبر ہے۔ پس عیسیٰ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ طلوع فجر ہوئی پس میں نے کہا ہارون کو (امیر المؤمنین) صبح ہو چکی اسی وقت ہم سوار ہوئے اور کو قہ پلٹ آئے۔



فضائل و مناقب

وجاہ ابی المومنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب کے واقعات، حکمت آمیز اور وعظ و نصیحت پر مشتمل محفوظ کلام، اور روایت شدہ معجزات و اہم فیصلے اور ادلہ و بیانات میں سے چند ایک تحریریں (ان میں کچھ وہ تحریریں ہیں جو آپ کے اللہ اور اس کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لانے کے سلسلہ میں آئی ہیں اور یہ کہ اس میں آپ نے تمام مکلف لوگوں پر سبقت حاصل کی ہے۔

ابو الجحیش ظفر بن محمد ملجی نے مجھے خبر دی کہ ہمیں ابو بکر محمد بن احمد بن ابو ثعلج نے بتایا کہ ہمیں ابو الحسن احمد بن قاسم برقی نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمن بن صالح آنزدی نے کہا کہ ہمیں سعید بن خنیس نے بتلایا کہ ہمیں السدین عبیدہ نے بتلایا کہ ہمیں عقیف بن قیس سے انہوں نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں مکہ میں عباس بن عبد المطلبؑ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ابھی نبی کریمؐ نے اپنی رسالت لوگوں پر ظاہر نہیں کی تھی۔ کہ ایک جوان آیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا جب کہ سورج نصف النہار کے حلقہ میں داخل ہو چکا تھا در ذال شروع ہو چکا تھا اس نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور نماز پڑھنے لگا پھر ایک نو عمر لڑکا آیا وہ اس کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا بعد میں ایک عورت آئی اور ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ جوان نے رکوع کیا تو لڑکے کے اور عورت نے بھی رکوع کیا پھر جوان نے سر اٹھایا باقی دونوں نے بھی ایسے ہی کیا۔ پھر جوان سجدہ میں چلا گیا اور وہ دونوں بھی سجدہ میں چلے گئے میں نے کہا اے عباس یہ تو ایک عجیب معاملہ دیکھ رہا ہوں۔ عباس نے کیا ہاں واقعاً یہ غلیظ معاملہ ہے۔ کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ جوان کون ہے! یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلبؑ میرا بھتیجا ہے اس لڑکے کو جانتے ہو یہ میرا بھتیجا علی ابن ابی طالبؑ ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلدہ ہے میرے اس (جوان) بھتیجے نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کے رب نے جو کہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اسے اس دین کا حکم دیا ہے جس پر وہ ہے اور خدا کی قسم پشت زمین پر اس دین پر ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ابو حفص عمر بن محمد صیرفی نے مجھے خبر دی اس نے کہا کہ مجھے محمد بن احمد بن ابو ثعلج نے احمد بن محمد بن قاسم برقی سے انہوں نے ابو صالح ہبل بن صالح جنہیں ایک سو سال ہو چکا ہے سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے ابو عمر عاصم بن عبد الصمد سے سنا جنہوں نے انس بن مالک سے سنا وہ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھ پر در علیؑ پر ملائکہ نے سات سال صلوات و درود پڑھا۔ کیونکہ اس وقت تک آسمان تک میری اور علیؑ کے علاوہ کسی کی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی نہیں پہنچی تھی۔

انہیں اسناد کے ساتھ احمد بن قاسم برقی سے منقول ہے کہ اسحاق نے ہم سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں نور بن

قیس نے بتایا کہ ہمیں سلیمان بن علی ہاشمی ابو خاطر نے کہا کہ میں نے معاذہ عدویہ سے سنا جو کہتی ہے میں نے حضرت علی ابن ابی طالب سے سنا وہ منبر بصرہ پر یہ فرما رہے تھے۔ میں صدیق اکبر ہوں میں ابو بکر سے پہلے ایمان لایا اور اس سے پہلے میں نے اسلام قبول کیا۔

ابو نصر محمد بن حسین مرقی شیروانی نے مجھے خبر دی کہ ہمیں ابو بکر محمد بن ابی طلحہ نے بتلایا کہ ہمیں ابو محمد نو نلی نے محمد بن عبدالحمد سے، اس نے عمرو بن عبد العزیز قیقی سے روایت کی جس نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن خیام نے ابو عبد اللہ نو نلی بنی ہاشم سے، اس نے ابو سیدہ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ میں اور عمارؓ حج کے لیے چلے تو دراستہ میں ابو ذرؓ کے ہاں تین دن ٹھہرے جب ہم چلنے لگے تو میں نے ان سے کہا اے ابو ذرؓ! لوگوں میں اس وقت سوائے مجھ کو اسی کے اور کچھ نہیں دیکھ رہے آپ کی اس بات سے میں کیا رائے ہے! تو انہوں نے کیا کہ اللہ کی کتاب اور علی ابن ابی طالب کو تمام لو۔ میں رسول اللہؐ کے متعلق گواہی دیتا ہوں آپ نے فرمایا علیؑ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن سب سے پہلے مصافحہ کریں گے وہی صدیق اکبر و فاروق بین الحق والباطل دحق والباطل ہیں تمیز و فرق کرتے والے (اور مومنین کے یعویب و امیر ہیں اور مال ظالموں کا رہنما و سردار ہے۔

شیخ مفید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اخبار اور شواہد بہت ہی زیادہ ہیں اور انہیں میں سے ذوالشہادۃین جناب خزیمہ بن ثابت انصاری کا کلام ہے۔

مجھے ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرزبانی نے محمد بن عباس سے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمارے سلسلے محمد بن یزید نخعی نے ابن عاصم سے نقل کرتے ہوئے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے یہ اشعار پڑھے۔

ما كنت احسب هذا الامر منصرفاً	عن هاشم ثم منها عن ابي الحسن
اليسر اول من صلي بقبلتهم	واعرف الناس بالاشهاد والمدن
واخر الذل من عهدنا بالنبي و من	جريد عون لذي الغسل والكنن
من ذية ما فيهم لا يمترون به	دليس في القوم ما فيه من الحسن
ماذا الذر ددكم عنه قنعلمه	ها ان بيده لكم من اعز الدين

ترجمہ: میں یہ گمان ہی نہیں کرتا کہ امر خلافت بنی ہاشم اور پھر خاص کر ابو الحسن علیؑ سے ہٹ کر کسی اور طرف جائے۔

کیا انہوں نے ان کے قید کی طرف متحرک کے ناز پڑھی ان میں سے سب سے پہلے شخص اور آثار و شہن کے سبب سے زیادہ عارف و جانتے والے نہیں ہیں۔

کیا یہ وہ نہیں ہیں جنہوں نے نبی کریمؐ سے آخری ملاقات کی اور نبی کریمؐ کو غسل و کفن دینے میں حضرت جبریلؑ جن کے لیے موعود تھے۔

علی میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو ان سب میں ہیں کہیں ہیں وہ شک و شبہ نہیں کر سکتے لیکن جو اچھائیاں اور محاسن علی میں ہیں وہ ہماری قوم میں نہیں۔

وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے علی سے منہ پھیرتے ہو ہمیں بھی بتاؤ!
یاد رکھو تمہاری یہ بیعت سب سے بڑا نقصان و خسارہ ہے۔

آپ امت محمدیہ کے علم ہیں

آپ علم ہیں تمام لوگوں سے افضل ہیں اس سلسلہ میں بہت سی خبریں ہیں۔

مجھے ابوالحسن محمد بن جعفر قمی نحوی نے خبر دی کہ مجھے محمد بن قاسم حمار بنی ہزار نے بتایا کہ ہمیں ہشام بن یونس ہاشمی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں عائشہ بن حبیب سے اس نے ابوصباح کثافی سے جس نے محمد بن عبدالرحمن سلمی سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے نقل کیا وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”عَلَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَعْلَمُ أَهْلِي وَأَقْصَا هُمْ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ رَمْنًا بَعْدِي“

ترجمہ: علی ابن ابوطالب میری امت میں سب سے بڑے عالم ہیں اور میرے بعد لوگ جس بارے میں اختلاف کریں گے اس میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

مجھے ابوبکر محمد بن عمرو جعابی نے خبر دی اس نے کہا ہمیں احمد بن عیسیٰ ابو جعفر علی نے بتلایا کہ ہمیں اسماعیل بن عبداللہ بن خالد نے بیان کیا کہ ہمیں عبید اللہ بن عمرو نے بتایا کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حمزہ بن ابوسعید قدری سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے کیا میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا۔

”أَنَا مَوْلَى نَبِيِّهِ أَعْلَمُ وَأَعْلَمُ بِأَهْلِي مَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَقْتَبِسْهُ مِنْ عَلِيٍّ“

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ تو جو بھی علم حاصل کرنا چاہے وہ اسے علی سے حاصل کرے۔

ابوبکر محمد بن عمرو جعابی نے مجھے خبر دی کہ ہم سے یوسف بن حکم حناط نے بیان کیا کہ ہمیں داود بن رشید نے بتایا کہ ہمیں سلمہ بن صالح انحر نے عبدالملک بن عبدالرحمن سے اس نے اشعث بن طلحہ سے نقل کیا کہ میں نے حسن عری سے سنا جو یہ حدیث بیان کر رہے تھے مرہ سے جنہوں نے عبداللہ ابن مسعود سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے حضرت علی کو بلایا اور ان سے قنوت میں باتیں کرتے رہے پس جب علی ہمارے پاس آئے تو ہم نے پوچھا کہ آپ کو رسول اللہ نے کیا پسو کی تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے ہزار باب کا تعلیم دی کہ ہر باب سے ہزار باب میرے پیسے اور کھل گئے۔

ابوبکر محمد بن منظر ہزار نے مجھے خبر دی اس نے کیا ہمیں ابومالک کثیر بن یحییٰ نے بتایا کہ ہم سے ابوجعفر محمد

بن ابوسری نے ذکر کیا ہیں احمد بن عبد اللہ بن یونس نے سعد کثانی سے اس نے اصبت بن ثباتہ سے نقل کیا کہ جب امیر المؤمنین علی بیعت خلافت کی گئی تو آپ رسول اللہ کا عمامہ یا ندھے رسول خدا کی ردا زیب تن کے مسجد میں آئے اور روتی افر و تر منبر ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بجالائے، وعظ و نصیحت کی، عذاب خدا سے ڈرایا پھر ذرا جم کر بیٹھ گئے اپنی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا اور نیچے کی طرف لے گئے پھر فرمایا۔

یا معشر الناس سلونی قبل ان تفقدونی سلونی فان عندی علم الاولین و
الآخرین اما و الله لو تخی لی الو سادة لحکمت بین اهل التوراة بتوراتهم
و بین اهل الانجیل بانجیلهم و بین اهل الزبور بزبورهم و بین اهل
الفرقان بفرقانهم حتی ینهی کل کتاب من هذه الکتب ویقول یارب ان
علیاً قضی بقضائک و الله انی لاعلم بالقرآن و تاویلہ من کل مدع علمہ
ولولایة فی کتاب الله تعالی لاخیرتکم بها لیکرن الی یوم القیمة

ثم قال

(سلونی قبل ان تفقدونی فی ذالذی خلق الحبة و برئ النسمه لو سئلتمونی عن
آیة لاخیرتکم بوقت نزولها و فیہم نزلت و انبأ تکم بنا نسخها من منسوخها
و خاصها من عامها و محکمها من متشابہها و مکیمها من مدنیها و الله
ما من فئة تضل او تهدی الا و اننا اعرف قائدھا و سائقھا و ناعقھا الی
یوم القیمة)

ترجمہ۔ (اے لوگو مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے تم نہ پاؤ مجھ سے سوال کرو کہو کہ میرے پاس اولین و آخرین تمام کا علم ہے
یاد رکھو خدا کی قسم اگر میرے لیے مسند پچھا دی جائے تو میں اہل تورات کے درمیان تورات کے مطابق اہل انجیل کے درمیان انجیل
سے اہل زبور کے درمیان زبور سے اور اہل قرآن کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلے کروں گا یہاں تک کہ ان کتب میں سے ہر کتاب
نہروے اور کہے کہ اے رب بے شک علی نے تیرے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے خدا کی قسم میں قرآن اور اس کی تاویل کو ہر اس شخص
سے بہتر جانتا ہوں جو اس کا دعویٰ کرے اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں قیامت تک ہوتے چلتے تمام واقعات
کی خبر دیتا)

اور پھر اپنے فرمایا

(مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافہ اور ذی روح مخلوق کو پیدا کیا
اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے متعلق سوال کرو تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس وقت نازل ہوئی اور کن کے بارے میں اتری۔

اس میں آیت کے نسخہ کی اس کے نسخہ سے اس کے خاص کی عام سے، حکم کی متشابہ سے اور کی کی مدنی سے خبروں کا یعنی بتاؤں گا کہ کون سی آیت نسخہ سے کون سی نسخہ، کون سی خاص ہے، کون سی عام، حکم کو کسی ہے اور متشابہ کو کسی اور کون سی کی ہے اور کون سی مدنی ہے۔ اللہ کی قسم کوئی گروہ ایسا نہیں خواہ گمراہ کرتا ہو یا ہدایت کرنے والا گمراہ میں قیامت تک کے لیے جانتا ہوں کہ کون اس کی قیامت کرتے والا ہے کون اسے چلا رہا ہے اور کون اس کی طرف بلائے والا ہے) اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جن سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

فضیلت بلا شریکت غیر

جناب امیر المومنین کی فضیلت کے سلسلہ میں کچھ روایات درج ذیل ہیں۔

ابو بکر محمد بن مفضل بزاز نے مجھے خبر دی کہ ہم سے عمر بن عبداللہ بن عمران نے بیان کیا کہ ہمیں احمد بن بشیر نے بتایا کہ عبداللہ بن موسیٰ نے تیس سے اس نے ابو ہریرہ سے یہی نقل کیا اس نے کہا کہ میں ابوسعید خدری کے پاس آیا تو میں نے پوچھا کہ آپ جنگ بدر میں موجود تھے؟ اس نے کہا ہاں! پھر انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب فاطمہ علیہا السلام سے کہتے ہوئے سنا جب کہ وہ مخطمہ ایک دن آپ کی خدمت میں روتی ہوئی تشریف لائیں اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! مجھے قریش کی عورتیں علی کے قہر و فائدہ کا طعنہ دیتی ہیں تو نبی اگر تم سے ان سے فرمایا اے فاطمہ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں تمہاری شادی اس شخص سے کی ہے جس نے سب سے پہلے حکم خدا کے سامنے تسلیم تم کیا اور علم میں سب سے بڑھ کر ہے خدا نے اہل زمین کی طرف ایک دفعہ نظر رحمت کی توان میں سے تیرے باپ کو چنا اور اُسے نبی بنا دیا اور ان پر دوسری دفعہ نظر کی توان میں سے تیرے شوہر کو منتخب کیا تو اسے وحی قرار دیا اور اللہ نے میری طرف وحی کی کہ میں تیرا نکاح اس سے کر دوں اے فاطمہ! کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ کے ہاں تیری عزت و کرامت کی وجہ سے تیری شادی اس سے ہوئی جو ان میں سے زیادہ عظیم علم و بردباری والا ہے اور زیادہ علم والا ہے اور سب سے پہلے تمہیں تسلیم کرنے والا ہے پس جناب فاطمہ! سننے لگیں اور خوش ہو گئیں پھر جناب رسالت مآب نے ان سے فرمایا اے فاطمہ! علی کے لیے آٹھ ایسی مضبوط اور قطعی خصوصیات ہیں کہ ایسی اولین و آخرین میں کسی کے لیے نہیں قرار دی گئیں وہ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اور میرا عزیز و گویا ہے اس کے بیٹے ہیں اور اس کا بھائی اور پردوں کے ساتھ مردن ہو کر جنت میں ملا کر کے ساتھ جہاں چاہتا ہے اُترتا ہے اور اس کے پاس اولین و آخرین کا علم ہے اور وہ پہلا شخص ہے جو محمد پر ایمان لایا اور اس کی سب سے آخری شخص سے ملاقات ہوئی اور وہ میرا وصی و کادار ہے۔

شیخ مفید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ابوجعفر محمد بن عباس رازی کی کتاب میں دیکھا ہے کہ کتاب سے محمد بن

خالصتے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے ابراہیم بن عبد اللہ نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے محمد بن سلیمان دیلمی نے جابر بن یزید سے عدی بن حکم سے عبد اللہ بن عباس سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا ہم اہل بیت کے لیے سات ایسی مخصوص توہیات ہیں کہ جن سے ایک توہی بھی دوسرے لوگوں میں نہیں پائی جاتی ہم میں سے بنی اکر مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم میں سے ہی وصی اور آنحضرت کے بعد بہترین اس امت کے علی بن ابی طالب ہم میں سے ہیں حمزہ اللہ کے شیر اور اس کے رسول کے شیر اور شہیدوں کے سردار، ہم میں سے ہیں جعفر بن ابی طالب جو کوہ پر دل کے ساتھ مرتدین ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں ان کے ذریعہ اڑتے رہتے ہیں اور ہم میں سے ہیں اس امت کے دو سبط دواسے اور خوانان جنت کے سردار حسن اور حسین اور ہم میں سے ہیں قائم آل محمد کہ جن سے خدا نے اپنے نبی کو عزت بخشی ہے اور ہم میں سے ہیں وہ جن کی مدد و نصرت کی جائے گی۔ اور ولایت کی ہے محمد بن امین نے ابو حازم مولیٰ ابن عباس سے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی تم سے جھگڑا کیا جائے تو تم سات غویہوں کے ساتھ ان سے جھگڑنا کیونکر دلی تجویز کیا کسی بن نہیں ہیں تم مومنین ہیں سے پہلے ہو میرے ساتھ ایمان لاتے دے ان سے زیادہ عظیم جہاد کرتے دے ہو اللہ کے ایام (دولوں) کو زیادہ جانتے دے اللہ کے عہد و میثاق کو زیادہ پورا کرتے دے رعیت پر ان سے زیادہ مہربانی کرتے دے، زیادہ مساویانہ تقسیم کرتے دے اور اللہ کے ہاں زیادہ غویہوں دے ہو، اور اس قسم کے افعال اور ان کے مظاہم اس سے زیادہ مشہور ہیں عامہ اور خاصہ کے نزدیک کہ ان کی تشریح میں طول دیا جائے اور اگر کوئی چیز تہہ ہو سوائے اس کے کہ جس کا ذکر منتشر ہے اور اس کی روایت مشہور ہے جو کہ حدیث طائر (پرندہ) ہے اور نبی اکرم کا فرمانا کہ صدایا انتنبی باحب خلقک الیک یا کل معی من هذا الطائر فجامد امیر المؤمنین میرے پاس اپنی مخلوق میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اسے آتا کہ وہ میرے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھائے اور امیر المؤمنین تشریف لے آئے تو کافی تھا کہ چونکہ آپ اللہ کے ہاں تمام مخلوق میں سے زیادہ محبوب اور اس کے ہاں زیادہ عظیم ثواب کے حامل اور ان سے زیادہ قرب رکھنے والے اور اعلیٰ درجہ افضل تھے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کے قول میں وجہ کہ ان سے امیر المؤمنین کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ نوع بشر میں بہترین ہیں اس میں کافر کے علاوہ کوئی شک نہیں کر سکتا) واضح حجت ہے کہ اس سلسلہ میں جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جابر نے اس کی اسناد ایک روایت کی طرف دی ہے جو اسانید متصلہ کے ساتھ آئی ہے اور اہل نقل کے ہاں مشہور ہے کہ مختلف دلیلیں اس سلسلہ میں کہ امیر المؤمنین رسول اللہ کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرتی ہیں اگر ہم ان کو ثابت کرنا چاہیں تو اس کے لیے ہمیں ایک الگ کتاب پیش کرنا ہوگی جو کچھ ہم نے اس عنوان میں تحریر کیا ہے وہ ہمارے مقصد اختصاصاً کو پورا کر رہا ہے۔ اس کتاب کے لحاظ سے بھی کافی ہے۔



ابو بکر محمد بن عمر جو ابن جعابی حافظ کے نام سے مشہور ہے اس نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن سہل بن حسن نے بتایا کہ ہمیں

احمد بن عمرو دہقان نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا اسماعیل بن معلم نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا اعمش نے عدی بن ثابت سے
 زر بن حبیش سے وہ کتاب ہے کہ میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کو میسرور دیکھا پس میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا قسم ہے اس
 ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا کہ نبی اکرم کی طرہ سے میرے ساتھ یہ عہد ہے کہ تجھ سے محبت نہیں
 کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا اگر منافی اور تجھے ضروری ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرزبانی نے وہ کتاب ہے ہم
 سے بیان کیا عبد اللہ بن عبد العزیز بغوی نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن عمرو ابیری نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان
 کیا جعفر بن سلیمان نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا نصر بن حمید نے ابو جارود سے اس نے عمارت ہمدانی سے وہ کتاب ہے کہ میں
 نے امیر المؤمنین کو دیکھا وہ ایک دن آئے اور میسرور شریف نے گئے پس اللہ کی حمد و ثناء کی آدراں کے بعد فرمایا ایک فیصلہ ہے
 جو اللہ نے نبی کی زبان سے کہا ہے کہ تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا اگر منافی اور وہ خائب نامراد
 ہے جو اقراء و بہتان باندھے ۔ تجھے نیروی محمد بن مظفر تاز نے وہ کتاب ہے کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے وہ کتاب ہے
 ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بربر ہی نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا خلف بن صالح نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا وکیح
 نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا اعمش نے عدی بن ثابت سے زر بن حبیش سے امیر المؤمنین سے کہ نبی اکرم نے مجھ سے عہد کیا
 کہ تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا اگر منافی ۔

آپ اور آپ کے شیعہ کامران ہیں

مجھے ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرز باقی نے خبر دیا کہ مجھ سے علی بن محمد بن حافظ عید اللہ نے ذکر کیا کہ بیان کیا علی بن حسین بن عبید کوئی نے وہ کتاب ہے ہم سے بیان کیا اسماعیل بن ابان نے سعد بن طالب سے جابر بن یزید سے حضرت محمد بن علی باقر سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبر اکرم سے علی بن ابی طالب کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علیؑ اور اس کے شیعہ ہی فائز و کامیاب ہیں۔

مجھے خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عمران نے وہ کتب مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد قزوینی نے وہ کتب مجھ سے بیان کیا

محمد بن ہرون بن عیسیٰ ہاشمی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا کہ تمیم بن محمد بن علا نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا عبد الرزاق نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا جیحی بن علا نے سعد بن طریف سے اسبغ بن نباتہ سے علی سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی ایک چھڑی ہے یا قوت مخرج کی کہ جس کو نہیں پاسکتے مگر ہم اور ہمارے شیعہ اور باقی لوگ اس سے دور ہیں۔

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا علی بن محمد بن عبد اللہ حافظ نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا علی بن حسین بن عبید کو فی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا اسمعیل بن ابان نے عمرو بن حریث سے داؤد بن سلیل سے انس بن مالک سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

”میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا رازوی کہتے ہیں پھر حضور اکرم حضرت علی کی طرف تفتت ہوئے اور فرمایا۔

”وہ تمہارے شیعہ ہیں اور تم ان کے امام ہو،“

مجھے خبر دی ابو عبد اللہ نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا احمد بن عیسیٰ کرخی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا ابو العیناء محمد بن قاسم نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا محمد بن عائشہ نے اسماعیل بن عمرو بجلی سے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا عمرو بن موسیٰ نے زبید بن علی بن حسین سے انہوں نے اپنے والد کو امی سے وہ اپنے ہدیہ گزار حضرت علی سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کی خدمت میں شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حد کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا ”اے علی پہلے ہمارا شخاص جو جنت میں داخل ہوں گے تم اور حسن و حسین ہیں ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہوگی اور ہماری ذریت کے پیچھے ہمارے محب ہوں گے اور ہمارے شیعہ اور پیروکار ہمارے دائیں بائیں ہوں گے،“

پاکیزگی ولادت کی علامت

آپ کی ولایت کا اقرار ولادت کی پاکیزگی اور آپ کی دشمنی بخاشر ت ولادت کی علامت ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اخبار ہیں مجھے خبر دی ابو جیش مظہر بن محمد بلخی نے وہ کہتا ہے کہ میں بیان کیا ابو بکر محمد بن احمد بن ابو طلح نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد طوسی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا احمد بن عبد المنعم نے وہ کہتا ہے کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد قزازی نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد کو امی سے انہوں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ کو بنی امیاء سے کہتے ہوئے نہیں دیکھا، تمہیں عطیہ بخشش نہ دیں تو خوش خبری نہ سناؤں؛ تو آپ نے عرض کیا کہ ہاں اے اللہ کے رسول مجھے خوشخبری سنائیے تو آپ نے فرمایا کہ،

”بے شک میں اور تم (بک طینت سے پیدا ہوئے ہیں) پس اس طینت (مٹی) میں سے کچھ بچ گیا تھا

تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں کو پیدا کیا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو سب لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا سوائے ہمارے شیعوں کے کہ وہ اپنے باپوں کے نام سے پکارے جائیں گے کیونکہ ان کی ولادت پاکیزہ ہے۔

مجھے خبر دی ابو جحیش مظفر بن محمد بن احمد بن ابی طلحہ سے اس نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن مسلم کوئی نہ اس نے بیان کیا کہ ہم سے عبید اللہ بن کثیر نے روایت کیا کہ ہم سے ذکر کیا جعفر بن محمد بن حسین زہری نے اس نے کیا ہمیں بتایا عبید اللہ بن موسیٰ نے اسرائیل سے اس نے ابو حصین سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سب لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا سوائے ہمارے شیعوں کے کہ انہیں ان کے باپ کے نام سے ان کی ولادتوں میں پاکیزگی کی وجہ سے پکارا جائے گا۔

ہم سے ابو القاسم جعفر بن محمد قمی نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے ابو علی محمد بن ہمام بن سہیل انسکانی نے بیان کیا کہ محمد بن جعفر بن محمد بن مالک نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن نعمت سلوی نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے ہم سے عبد اللہ بن قاسم نے عبد اللہ بن جہلم سے اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ بن حزام انصاری سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم انصار کا ایک گروہ ایک دن رسول اکرم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے ہم سے فرمایا۔

اے گروہ انصار اپنی اولاد کا امتحان علی کی محبت سے کرو پس جو اس سے محبت کرے تو جان لو کہ وہ حلال زادہ ہے اور جو اس سے بغض رکھے تو جان لو کہ وہ حرام زادہ ہے ۛ

لقب امیر المؤمنین

وہ اخبار جن میں ہے کہ رسول اللہ نے اپنی زندگی ہی میں علی کو امیر المؤمنین کے لقب سے نوازا تھا۔

مجھے خبر دی ابو جحیش مظفر بن محمد بلخی نے اس نے کہا مجھے بتایا ابو بکر محمد بن احمد بن ابی طلحہ نے کہ مجھے خبر دی حسین بن ابیہ نے محمد بن غالب سے اس نے علی بن حسین سے اس نے محبوب سے جن نے ابو حمزہ ثمالی سے اس نے ابو اسحاق سیسی سے اس نے بشیر غفاری سے اس نے انس بن مالک سے انس کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا۔

جب ام حبیبہ بنت ابی سفیان کی رات ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لایا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے انس! ابھی ابھی اس دروازے سے امیر المؤمنین اور خیر الوصیین (ادعیاء میں سے بہترین) داخل ہوگا جو سب لوگوں سے پہلے ایمان لایا جس کا علم سب سے زیادہ ہے اور جس میں علم و بردباری سب سے زیادہ ہے تو میں نے (دل میں) کہا کہ خدایا ایسا شخص میری قوم میں سے قرار دے انس کہتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ علی بن ابی طالب اس دروازہ

سے داخل ہوئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرما رہے تھے پس رسول اللہ نے امیر المومنینؓ کے چہرہ پر پانی چھڑکا کہ جس سے امیر المومنینؓ کی آنکھیں پر نہ گئیں تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ کیا میرے متعلق کوئی واقعہ پیش آیا ہے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا تم خیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میری طرف سے ادا کرو گے تا میری ذمہ داری پوری کر دو گے تم مجھے غسل دو گے مجھے میری لحد میں پھنساؤ گے اور لوگوں کی باتیں میری طرف سے سنو گے اور میرے بعد ان کے لیے بیان کرو گے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کیا آپ تبلیغ نہیں کر چکے فرمایا ہاں لیکن میرے بعد تم ان کے لیے وہ چیزیں بیان کرو گے کہ جن میں انہیں اختلاف ہو گا۔

مجھے خبر دی جیش مظفر بن محمد نے محمد بن احمد بن ابوشیخ سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے ہم سے عبد اللہ بن داہر نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابو داہر یحییٰ احمری مرقی نے اعمش سے عبا یہ اسدی سے جہنا بن عباس سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ام سلمہؓ سے فرمایا کہ میری بات سن لو اور اس کی گواہی دو یہ علیؓ امیر المومنینؓ اور سید الوصیینؓ ہیں اور اسی اسناد کے ساتھ محمد بن ابوشیخ سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے عیسیٰ بن یان نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سفیان ثوری نے ابو الجحاف سے معاویہ بن ثعلبہ سے وہ کہتا ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ وصیت کیجیے تو وہ کہتے ہیں وصیت کر چکا ہوں عرض کیا گیا کس سے، فرمایا امیر المومنینؓ سے کسی نے کہا عثمان سے فرماتے لگے نہیں بلکہ حقیقی امیر المومنینؓ علیؓ ابن ابی طالبؓ سے کیونکہ وہی زمین کا قوام اور اصل ہیں اور اس امت کے عالم ربانی ہیں اگر تم نے اسے کھو دیا تو زمین اور جو کچھ اس پر ہے وہ ہمیں اصنی معلوم ہو گا۔ (گویا کہ تمہیں معرفت ہی نہیں)

بریدہ بن خضیب اسلمی کی ایک خبر ہے جو کہ کئی سندوں کے ساتھ مشہور و معروف ہے جس کی تشریح قول اختیار کرے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا جب کہ ہم سات افراد تھے جن میں ابو بکرؓ، عمرؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ تھے اور میں ساتواں تھا آپؐ نے فرمایا تم سب علیؓ کو امیر المومنینؓ کہہ کر سلام کرو ہم نے اسی طرح سلام کیا اور رسول خداؐ ہم میں موجود تھے اسی طرح اور بہت ساری اخبار موجود ہیں جن سے کتاب کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے خدا ہی درستی کی توفیق دینے والا ہے۔

مناقب آنجناب

اور آپ کے وہ مناقب جو اپنی شہرت اور متواتر نقل ہونے اور علماء کے ان پر اجماع کرنے کی وجہ سے اس سے مستثنیٰ ہیں کہ ان کے اخبار کے اسناد ذکر کیے جائیں تو وہ بہت سے ہیں کہ جن کے شرح و بسط سے کتاب لمویل ہو جائے گی اور ان میں سے بعض کو ذکر کرنا کفایت کرتا ہے اس سے کہ تمام کو ذکر کیا جائے اس عرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جس کے لیے کتاب لکھی گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ، پس ان میں سے یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے مخصوص اہل خاندان اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ابتداء و دعوت اسلام میں جمع کر کے ان کے سامنے ایمان کو پیش کیا اہل کفر و سرکشی کے خلاف ان سے مدد چاہی ان کے لیے اس پر دنیا

میں تدر و منزلت اور شرف و ثواب جنت کے ضامن ہوئے پس کسی نے آپ کی آواز پر لبیک نہ کہا سوائے امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اس کی وجہ سے آپ کو تھقی بھائی ہونے اور وزارت و دعایت و درانت و خلافت کی سند عطا کی اور اس کے ساتھ آپ کے لیے جنت بھی واجب و ثابت قرار دی اور یہ سب کچھ حدیث دار (گھر دانی حدیث) ہے کہ جس کی صحت پر ناقدین ائمہ کا اجماع ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد حضرت عبدالطلب کے گھر میں کو ابو طالب جمع کیا تھا اور اس وقت چالیس مرد تھے۔ راویوں نے اس سے ایک کم اور ایک زیادہ بھی کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لیے کھانا تیار کیا جائے بکری کی دان اور گنم کی ایک کد (تقریباً چودہ چھٹانک) کے ساتھ اور ایک صاع (تقریباً سو اتین سیر) دودھ بھی ان کے لیے مہیا کیا جائے حالانکہ ان میں سے ایک ایک مرد ایک ہی نشرت میں ایک بکری کا بچہ کھا جاتا اور رسول رطل پینے کی چیز پی جاتا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پینے کی تھوڑی سی مقدار اس پوری جماعت کے لیے تیار کر کے ایک معجزہ دکھانا چاہا ان کے اس کھانے پینے سے میر و میراب نہ رنے کے ساتھ کہ جس سے ایک آدمی بھی میر و میراب نہیں ہو سکتا تھا پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ کھانا پیتا ان کے سامنے پیش کیا جائے تو ساری جماعت نے اس تھوڑے سے کھانے سے کھایا اور سیر ہو گئے لیکن ان میں سے کھانے پینے کے باوجود فرق نہ ہوا۔ (یعنی کھانا ویسے کا ویسے رہا)

آپ نے انہیں اس سے حیران کر دیا اپنی نبوت کا واقعہ معجزہ دکھایا اور اللہ کی اس بڑبڑان سے اپنی صداقت کی نشانی پیش کی پھر ان سے فرمایا جب کہ وہ کھانے سے سیر اور دودھ پینے سے سیراب ہو گئے، اے اولاد عبدالطلب خدا نے مجھے ساری مخلوق کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے لیے خاص طور پر پس اس کا ارشاد ہے کہ و انذر عشیرتک الا قرابین اور ڈرا اپنے قریب ترین قبیلہ کو تو میں تمہیں دو کلموں کی طرف دعوت دیتا ہوں جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں لیکن میزان عدل میں بڑے وزنی ہیں کہ جن کے ذریعہ تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے تمام امتیں ان کی وجہ سے تمہاری مطیع فرمانبردار ہو جائیں گی ان کی وجہ سے تمہارا جنت میں داخلہ ہو گا، اور جہنم کی آگ سے نجات پا جاؤ گے اور وہ ہیں لا الہ الا اللہ و اسی رسول اللہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو جو بھی اس امر کی طرف میری دعوت کو قبول کرے اور اس پر اور اس کے قیام پر میری مدد کرے اور میرا ہاتھ بٹائے تو وہ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا تو ان میں سے کسی نے بھی (آپ کی اس پیشکش کو) قبول نہ کیا تو امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ ان سب میں سے میں اکیلا آپ کے سامنے اٹھا جب کہ اس وقت میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔

اور میری پٹلیاں زیادہ پتلی تھیں اور میری آنکھوں میں میل تھی (ظاہراً یہ آخری دو حملے راویوں کی طرف سے بڑھائے ہوئے ہیں، مترجم) تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں اس امر رسالت پر آپ کی مدد کروں گا آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا تو آپ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ، پھر آپ نے اسی گفتگو کا اس قوم کے سامنے اعادہ فرمایا، لیکن وہ خاموش رہے میں پھر کھڑا

ہو گیا اور میں نے اپنے پہلے قول کی طرح بات کی تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پھر آپ نے اسی گفتگو کو اللہ کے سامنے تیسری مرتبہ دوہرایا لیکن ان میں سے کسی نے بھی ایک نکتہ نہ کہا تو میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں اس امر میں آپ کی مدد کروں گا اور آپ کا بوجھ اٹھاؤں گا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، تم ہی میرے بھائی، میرے دھی، میرے وزیر، میرے وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو چنا پھر وہ لوگ کھڑے ہو گئے، جب کہ وہ جناب ابوطالب سے کہہ رہے تھے، اے ابوطالب! آج کا دن آپ کو مبارک ہو آپ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہو جائیں کیونکہ اس نے تمہارے بیٹے تمہارا میر قرار دیا ہے۔

یہ ایک واقعہ منقبت علیہ ہے کہ جن کے ساتھ امیر المومنین مخصوص ہیں اس میں مہاجرین اولین، انصار اور کوئی بھی اہل اسلام میں سے آپ کا شریک نہیں اور آپ کے غیر کے لیے اس کے برابر کی کوئی فضیلت نہیں ملی اور نہ ہی کسی حالت میں کوئی اس کے قریب جاسکتا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے وزیر عہد سے نبی اکرم کو تبلیغ رسالت، اظہار دعوت اور اسلام کے پھیلانے پر قدرت حاصل ہوئی اگر حضرت علی نہ ہوتے نہ مذہب ثابت ہوتا نہ شریعت کو استقرار ملتا اور نہ دعوت اسلام ظاہر ہوتی چنانچہ انجانی ہی اسلام کے ناصر و مددگار اور رسول کے وزیر تھے جو اللہ کی طرف سے اسلام کی طرف جلاتے تھے اور نبی ہادی کی مدد و نصرت کی ضمانت دینے کی بنا پر نبوت کے سلسلہ میں جو آنحضرت کا ارادہ تھا وہ مکمل ہوا اور اس میں وہ فضیلت ہے کہ پہلا جس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور تمام فضائل قدرو و منزلت میں اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔

ہجرت

جب قوم قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا تو آپ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ مخالفت کی وجہ سے ظاہر نکاح ہر جانا ممکن نہ تھا آپ نے اپنے جانے کو حیدر راز میں رکھنا چاہا تاکہ یہ خبر پوشیدہ رہے اور آپ سلامتی کے ساتھ ان میں سے نکل جائیں۔ آپ نے سارا معاملہ حضرت علی کو بتایا اور اسے پوشیدہ رکھنے کے لیے کہا نیز فرمایا کہ میرے بستر پر لیٹ کر میری اس طرح حفاظت کرو کہ دشمن یہ نہ سمجھے کہ علی سویا ہوا ہے بلکہ وہ سمجھیں کہ بستر پر نبی اکرم ہی سوئے ہوئے ہیں جیسا کہ آپ ہمیشہ گزشتہ زمانے میں سویا کرتے تھے پس امیر المومنین نے اپنا نفس اللہ کو ہبہ کیا اور اسے اللہ کی اطاعت میں بیچ ڈالا اور اس کے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ کی حفاظت میں اس کو لگا دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کے کمر سے نجات پالیں آپ کی سلامتی و بقا کی تکمیل ہو اس سے آپ کے دین و مذہب کی طرف دعوت دینے کو قائم کرتے اور شریعت کو ظاہر کرنے کی غرض و قیامت منظم ہو جائے پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو گئے اور وہ قوم آئی کہ جنہوں

نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے پر اتفاق کیا ہوا تھا انہوں نے آپؐ کو گھیرے میں لے لیا وہ ہتھیاروں سے پس
 صبح کے نمودار ہونے کے منتظر تھے کہ ظاہر بظاہر آپؐ کو قتل کر دیں، تاکہ آپؐ کا خون رائیگاں جائے اور اس کا مطالعہ نہ ہو
 سکے غی ہاشم کعبہ دیکھ لینے کی وجہ سے کہ آپؐ کے قاتل تمام قبائل کے لوگ ہیں اور وہ ان سے بدلہ لے سکیں گے کیونکہ ہر گروہ آپؐ
 کے قتل میں شریک ہے اور ہر گروہ بیٹھ جائے گا اس سے کہ وہ اپنی قوم سے جنگ کرے یا اپنے خاندان سے علیحدگی اختیار کرے
 (تو آپؐ کا بستر رسولؐ پر ہونا) سبب بنا کہ رسول اکرمؐ کو نجات ملی اور آپؐ کا خون محفوظ رہا اور آپؐ اپنے رب کے حکم کی شراعت
 کے لیے زندہ و سلامت رہے اور اگر امیر المؤمنینؑ نہ ہوتے اور جو کچھ آپؐ نے کیا نہ کرتے تو رسول اللہؐ تبلیغ اور پیغام کی ادائیگی
 کو مکمل نہ کر سکتے اور نہ ہی آپؐ کی عمر کا دوام و بقا ہوتا اس طرح خدا کے والے دشمن آپؐ پر کامیابی حاصل کر لیتے۔

قوم نے صبح کی اور اچانک آپؐ پر حملہ کیا تو آپؐ ان پر بھپٹ پڑے اور جب انہوں نے آپؐ کو پہچان لیا تو وہ
 منتشر ہو گئے اور واپس چلے گئے اور نبی اکرمؐ کے متعلق ان کے حیلے سب بیکار ہو گئے اور جو تدبیر انہوں نے آپؐ کے قتل کے سلسلہ
 میں بنائی تھی وہ ٹوٹ گئی اور ان کے گمان اور ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا اسی سے ایمان منظم ہوا اور شیطان کی رموائی ہوئی اور اہل
 کفر و عدوان ذلیل و خوار ہوئے اس منقبت میں اہل اسلام میں کوئی شخص بھی امیر المؤمنینؑ کا شریک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس
 کی نظیر و پیش کہ سنا ہے نہ ہی صحیح اعتبار سے اس کے قریب کی فضیلت کسی کو مل سکی۔ امیر المؤمنینؑ کی شان میں بستر رسولؐ
 پر سونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ“

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو رضائے الہی کو چاہتے ہوئے اپنا نفس بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں

پر بہت مہربان ہے،

مناقب میں ہے کہ جناب نبی اکرمؐ قریش کی امانتوں کے امین تھے جب کفار مکہ نے آپؐ کو فوری طور پر
 مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم اور خاندان میں کوئی ایسا نہ ملا کہ جسے آپؐ
 پر ایمان مقرر کرتے جو آپؐ کی امانت و سپردگی میں تمہیں سوائے امیر المؤمنینؑ کے پس آپؐ کو ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا
 یا نشین مقرر کیا امانتوں کو ان کے مالکوں کی طرف واپس کرنے اور جو قرض آپؐ کے ذمہ تھے ان کو ان کے مستحقین تک پہنچانے
 میں اور آپؐ کی اولاد و خاندان کی عورتوں اور ازاواج بے غیر کو اکٹھا کر کے ان کو ہجرت کرانے پر اور آپؐ کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا
 جو آپؐ کا قائم مقام ہوتا لہذا آپؐ نے علیؑ کی امانت پر وثوق آپؐ کی عظیم بہادر دی اور شجاعت

پر بھروسہ آپؐ کے اہل خانہ اور مخصوص افراد کی حفاظت پر آپؐ کی قوت و طاقت پر اعتماد کیا
 آپؐ کو اہل خانہ اور اہل حرم کے متعلق ان کے قابل و وثوق ہونے پر اور آپؐ کی پرہیزگاری اور عصمت کی بنا پر آپؐ کو سکون
 و اطمینان تھا کہ وہ اس سلسلہ میں امین ہیں پس حضرت علیؑ نے ان امور کو بہترین طریقہ سے انجام دیا اور ہر امانت اس

کے وارث کو پٹا دے، ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہل حرم کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ بیدل چل کر ہجرت فرمائی جب کہ دشمنوں سے ان کی حفاظت اور جھگڑا کرتے والوں کے مقابلے ان کی نگہبانی کر رہے تھے اور چلنے میں ان سے ترمی برستے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں پوری حفاظت و حراست و نرمی، مہربانی اور حسن تدبیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہیں پہنچا دیا پس نبی اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں آجائے کے بعد اپنے گھر میں رکھا اور اپنے ہاں جگہ دی اور انہیں اپنے اہل حرم و اہل خانہ کے ساتھ ٹھہرایا، اپنی ذات سے انہیں الگ نہ سمجھا اور اپنے باطنی امور اور اسرار ان سے نہ پھیلے یہ وہ منقبت و فضیلت ہے کہ جس میں آپؐ حضورؐ کے تمام خاندان اور اصحاب میں مفرد ہیں اور اس میں حضورؐ کے پیروکاروں اور فرمانبرداروں میں سے کوئی بھی شریک نہیں اور مخلوق میں سے کسی شخص کو اس کے علاوہ بھی کوئی ایسی فضیلت نہیں ملی جو وقت آزمائش اس کے برابر ہو یا منزل امتحان میں اس کے قریب قریب ہو یہ ان مناقب کے علاوہ ہے کہ جنہیں ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ جن کی فضیلت ظاہر اور جن کا شرف عقلاء کے دلوں پر چھایا ہوا ہے۔

مصلح امت

مناقب میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مخصوص کیا تھا ان کو تباہیوں کی تلافی کے لیے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وامر کی مخالفت میں لوگوں سمجھوتہ تھیں اور ان چیزوں کی اصلاح کے لیے جس کو دوسرے فاسد کر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کی وجہ سے ہی اسباب درستی منظم ہوئے اور آپؐ کی برکت اور آپؐ کی کوشش کی سعادت اور حسن تدبیر اور توفیق لازمی کی وجہ سے مسلمانوں کے امور نظم و نسق میں آئے اور آپؐ کے ذریعہ ہی دین کا ستون قائم ہوا کیا آپؐ دیکھتے نہیں کہ نبی اکرمؐ نے خالد بن ولید کو بنی چنہبہ کی طرف بھیجا کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دے آپؐ نے اسے جنگ کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا اس نے آپؐ کے حکم کی مخالفت کی آپؐ کے ہمد و بیان کو نظر انداز کیا دین سے عداوت برتا اور اُس نے جا کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اسلام پر قائم تھے اور ان کے ہمد و بیان کو توڑ دیا حالانکہ وہ اہل ایمان تھے اس نے زمانہ جاہلیت کی حمیت پر عمل کیا اور اہل کفر و عدوان کے طریقہ پر چلا اس کا کہ دار اسلام کے لیے باعث عیب بنا اور وہ لوگ جو پہلے اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے وہ صرف خالد کی وجہ سے نبی کریمؐ سے منہ پھیرنے لگے تھے قریب تھا کہ اس کے کردار سے دین کے سلسلہ میں نظام تدبیر باطل ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تباہی کی تلافی اور اس کی خرابی کی اصلاح اور اپنی شریعت سے اس عار کو دور کرنے کے لیے امیر المومنین کا سہارا لیا اور انہیں روانہ کیا تاکہ وہ قوم کو دین کی طرف واپس لائیں ان کے کینوں کو ختم اور ایمان پر ثبات قدم رہنے کے لیے نرمی اختیار کریں۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے مقتولین کی میت ادا کریں اور جو مرنے والوں کے زندہ و دشمن ہیں ان کو راضی کریں۔ پس اس سلسلہ میں امیر المومنینؓ نے نہایت احسن اقدام کیا جسے سب نے پسند کیا آپؐ نے ان کی امداد ضرورت سے

زیادہ کی اور فرمایا کہ میں نے تمہارے مقتولین کی دیت تو افکار دی ہے علاوہ ان میں تمہیں یہ اور مال دے رہا ہوں تاکہ تمہارے لوگ پیسے کئے ہیں انہیں فائدہ پہنچا سکے۔ یہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے راضی رہے اور تم بھی رسولؐ کے فضل و کرم سے راضی ہو جاؤ۔

رسولؐ خدا نے مدینہ میں خالد کی بدسلوکی سے اظہارِ بے زاری فرمایا۔ رسولؐ خدا کا خالد سے اظہارِ برائت اور امیر المومنینؓ کا ان مطلوبوں سے ہرباتی و شفقت کرنا بگڑے ہوئے حالاتِ ستوار گیا اور اس کا بھیلایا ہوا فساد ختم ہو اگر وہ صحابہ میں سے حضرت امیر المومنینؓ کے علاوہ یہ کام اور کسی نے نہ کیا بلکہ رسولؐ خدا آپ کے علاوہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپنے کے لیے راضی نہ تھے۔ یہ ایسی مشقیت و فضیلت ہے جس کی مثال نہیں (امت کے بگڑے ہوئے حالات میں مصلح کا تعارف کر رہے ہیں) یہ فضیلت ہر اس شخص کی فضیلت کو مات کر دیتی ہے جس کا امیر المومنینؓ کے علاوہ کسی اور میں آج تک دعویٰ کیا جاتا ہے خواہ وہ فضیلت ان میں تھی ہو یا باطل۔ امیر المومنینؓ کا اس میں کوئی شریک نہیں ورنہ کسی اور کو اس جیسی فضیلت ملی۔

ان ہی جیسے مناقب میں سے ہے کہ نبی اکرمؐ نے جب مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے عرض کیا کہ آپ کی خبریں قریش کو معلوم نہ ہوں تاکہ اچانک مکہ میں داخل ہوں۔ لیکن حاطب بن بلتعتر نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کو فتح کرنے کے عزم سے آگاہ کر کے یہ ایک خط لکھ کر اسے ایک سیاہ عورت کے حوالہ کیا یہ عورت مدینہ میں بھیک مانگنے اور خیرات حاصل کرنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ اس عورت کے لیے اس نے انعام مقرر کیا تاکہ وہ ان لوگوں تک دیئے ہوئے خط پہنچائے

اور عام شاہراہ سے ہٹ کر جائے۔ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ صورتِ حال سے آگاہ کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ میرے اصحاب سے بعض نے اہل مکہ کو خط لکھا ہے اور اور انہیں ہماری خبر دی ہے میں نے خدا سے سوال کیا تھا کہ وہ ہماری خبر کو ان سے پوشیدہ رکھے اور وہ خط ایک سیاہ رنگ کی عورت کے پاس ہے جو شاہراہ سے ہٹ کر جا رہی ہے پس اپنی تلوار لو اور اس کو راستہ میں جا کر پکڑ لو اس سے خط لے کر اسے چھوڑ دو اور وہ خط میرے پاس لے آؤ پھر آپ نے زبیر بن عوام کو بلایا اور اس سے کہا کہ تو بھی علیؓ کے ساتھ اس طرف جا پس وہ

دونوں عام راستہ سے ہٹ کر روانہ ہوئے اور اس عورت کو پالیا زبیر نے اس کی طرف بے وقت کی اور اس سے اس خط کے متعلق سوال کیا جو اس کے پاس تھا اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور رونے لگی تو زبیر نے کہا ابوالحسنؓ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے پس ہمیں رسول اللہؐ کی طرف پلٹ جانا چاہئے تاکہ ہم آپ کو بتا سکیں کہ وہ عورت بے قصور ہے تو امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھے خبر دی ہے کہ اس کے پاس خط موجود ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں وہ خط اس سے لے آؤں اور تم کہتے ہو کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے آپ نے تلوار نیام سے نکالی اور اس کی طرف بڑھے اور فرمایا خدا کی قسم اگر تو نے خط نکال کے نہ دیا تو میں تیری تلاشی لوں گا اور پھر تیری گردن اڑا دوں گا تو وہ عورت کہنے لگی، اگر اس سے چارہ کار نہیں تو اسے فرزند ابوطالبؓ آپ اپنے چہرے کو دوسری طرف کر لیں آپ نے اس سے منہ موڑ لیا تو اس نے

اینا دو پڑھایا اور اپنے بالوں کی چوٹی سے خط نکالا امیر المومنینؑ نے وہ خط لے لیا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے پس آپؐ نے حکم دیا کہ نادہ کی جائے کہ سب لوگ نماز جماعت میں آئیں منادی ہوئی تو سب لوگ جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسجد ان سے بھر گئی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خط اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور فرمایا اے لوگو! میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ وہ ہماری تحریریں قریش سے مخفی رکھے لیکن تم میں سے ایک شخص نے اہل مکہ کو خط لکھا ہے اور انہیں ہمارے حالات کی خبر دی ہے پس خط لکھنے والا کھڑا ہو جائے ورنہ وحی خداوندی اسے رسوا کر دے گی پس کوئی شخص کھڑا نہ ہو تو رسول اللہؐ نے اپنی بات کا اعادہ کیا اور فرمایا خط لکھنے والا کھڑا ہو جائے ورنہ وحی اس کو رسوا کرے گی۔ مخاطب بن بلتہ کھڑا ہو گیا اور اس طرح کانپ رہا تھا جس طرح کجھور کی شاخیں سخت آندھی کے وقت حرکت کرتی ہیں اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! وہ خط لکھنے والا میں ہوں، میں نے اپنے اسلام لانے کے بعد نفاق اپنے میں پیدا نہیں کیا اور تم ہی مجھے اپنے یقین کے بعد شک عارض ہوا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر کسی چیز نے تجھے اس خط کے لکھنے پر مجبور کیا اس نے عرض

کیا کہ کہیں میرے کچھ اہل خاندان ہیں کہ جن کا وہاں کوئی قوم قبیلہ نہیں پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں ان کا ہم پر غلبہ ہو جائے تو میرا یہ خط رکاوٹ بنے گا ان کے یہ میرے اہل خاندان سے اور میرا ان پر احسان ہو گا اور یہ میں نے اس لیے نہیں کیا کہ مجھے اپنے درمی میں کوئی شک تھا عمر بن خطابؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کے قتل کا حکم دے دیں کیونکہ اس نے منافقت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہے ہو سکتا ہے کہ خاندان پر نظر رحمت کرے اور انہیں بخش دے اس کو مسجد سے نکال دو، راوی کہتا ہے لوگ اس کو پیچھے سے دھکے دے رہے تھے یہاں تک کہ اسے انہوں نے مسجد سے نکال دیا اور وہ بار بار حضرت علیؓ کی طرف دیکھتا رہا تا کہ آپؓ اس پر رحم فرمائیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو واپس لے آؤ اور اس سے فرمایا کہ میں نے تجھے اور تیرے گناہ کو معاف کر دیا ہے اپنے رب سے استغفار کرو اور اس تم کا جرم بھرنے کو نہ یہ مذکورہ بالا نصیحت بھی گذشتہ مناقب کے ساتھ ملتی ہے اور اس میں ہے کہ امیر المومنینؑ کے ذریعے ہی رسول اللہ کی مکہ میں داخل ہونے کی تدبیر پوری ہوئی اور حضرت علیؓ نے ہی قوم کے بوجھ کی کفایت کی جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے تھے کہ مکہ والوں آپ کے ارادے کی خبر نہ ہوتا کہ اچانک آپ ان کے پاس پہنچ جائیں اور عورتوں سے خط برآمد کرنے میں امیر المومنینؑ کے علاوہ آپ کو کسی پر مجبور نہ تھا آپ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اس میں مخلص نہیں سمجھا اور نہ کسی پر اعتماد کیا ہے اور حضرت علیؓ سے ہی آپ کی ہم کی کفایت ہوئی آپ اپنی مراد کو پہنچے آپ کی تدبیر کامیاب ہوئی مسلمانوں کے معاملات درست ہوئے اور دین کا ظہور ہوا تیر کو حضرت کے ساتھ بھیجنے میں کوئی اس کی خاص فضیلت نہیں ہے کیونکہ اسی نے کسی ہم کو نہیں کیا تہی جا کر اس نے کوئی کام انجام دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بھیجا تھا چونکہ وہ اپنی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلبؓ کی طرف سے نبی ہاشم میں شمار ہوتا تھا آپ نے چاہا کہ اس کام کو وہ اپنے ہاتھ میں لے کر جس کا آپ نے اپنے خاندان کے مخصوص افراد کو راز دار بنایا تھا نہ میر بہادر تھا اور اس میں آگے

بڑھنے کی جرات بھی تھی علاوہ ازیں اس کے اور امیر المومنینؑ کے درمیان نسبتی رشتہ بھی تھا تو آپ جانتے تھے کہ زبیر حضرت علیؑ کا اس معاملہ میں تعاون کرے گا جس میں اسے بھی لگایا تھا کیونکہ اس کام کی تکمیل دونوں کے لیے مفید تھی اور اس کی برگشت ان دونوں کی طرف ہے جس سے یہ دونوں مخصوص ہیں ان امور میں سے جو نبی ہاشم کے لیے عمویت رکھتے ہیں وہ اچھے ہوں یا بُرے اور پھر زبیرؓ تو امیر المومنینؑ کے تابع ہو کر گیا تھا اور اس سے ایسی بات بھی ہوئی جو درست رائے سے موافق نہیں تھی تو امیر المومنینؑ نے اسے اس کا تدارک فرما دیا تھا اور ہماری اس تشریح سے اس وقت کی روشنی میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ منقبت و فضیلت مخصوص ہے امیر المومنینؑ کے ساتھ جس میں دوسرا آپ کا شریک نہیں ہے اور نہ کسی فضیلت میں کوئی دوسرا آپ کے قریب ہے چہ جائیکہ آپ کا ہم پلہ ہو اللہ ہی لائق حمد و ثناء ہے۔

مناقب میں سے یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے فتح مکہ کے حوالہ سے عیدین عبادہ کو دے کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ آپ کے آگے آگے علم لے کر مکہ میں داخل ہو پس سعدؓ نے علم لیا اور کہنے لگا۔

”الیوم یوم الملحمة الیوم تسمى الحزمة“

آج فتنوں کے زیادہ گشت گرتے کا دن ہے آج قابل احترام لوگوں کے قید ہونے کا دن ہے۔

کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ سنتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کیا کہہ رہا ہے خدا کی قسم میں خوف ہے کہ کہیں آج وہ قریش پر حملہ نہ کر دیں پس آپ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا اے علیؓ سعدؓ سے علم لے لو اور تم خود علم لے کر مکہ میں داخل ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کے ذریعہ تدارک فرمایا اس درست تدبیر کا جو سعدؓ کے اچانک داخل ہونے اور مکہ کی طرف قدم بڑھانے سے قوت ہو سکتی تھی آپؐ یہ بھی جانتے تھے کہ انصار راضی نہیں ہوں گے کہ ان کے سردار سے کوئی شخص چاکر علم لے کر اسے اس مقام سے محروم کر دے مگر وہ شخص کہ جس کی حالت، عظمت، جلال و قدر و منزلت اور اطاعت و تعظیم جیسی ہو اور وہ ایسا شخص ہو کہ سعدؓ کو علم دینے اور اپنا مقام چھوڑنے میں دیر نہ کرے اب اگر بارگاہ رسالت میں آپ کے علاوہ اور اس کی صلاحیت رکھتا تو آپ یہ علم اس کو دیتے یا اس کا بھی تذکرہ ہوتا کہ وہ بھی صلاحیت رکھتا تھا ان امور کی جن کا قیام امیر المومنینؑ سے ہوا اور جو حکام تو امور و اقبیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کی تعظیم و تجلیل کی اور ان کو اہل قرار دیا ان امور کا جن کے وہ اہل تھے اصلاح امور میں سے اور ان چیزوں کا تدارک کرنا آپ کے ذریعہ جو دوسرے لوگوں کے کردار سے قوت ہو جاتی تھیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں (ان امور سے) آپ کے حق میں لازمی فیصلہ کرنا پڑتا ہے اس منقبت میں کہ جس میں آپ دوسروں سے جدا ہو جاتے ہیں اور جس کے شرف سے آپ کو تمام دوسرے لوگوں سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ جن پر تمام اہل سیر و تواریخ کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو اہل بیت کی طرف بھیجا کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی بھیجی کہ جن میں راعی بن

عازب رحمۃ اللہ علیہ تھے خالد وہاں ان کے پاس چھ ماہ تک رہا اور انہیں دعوت دیتا رہا لیکن ان میں سے ایک نے بھی اسلام قبول نہ کیا یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُری لگی تو آپ نے امیر المؤمنینؓ کو بلا کر انہیں حکم دیا کہ خالد بن ولید اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں ان کو واپس بھیج دو اور فرمایا اگر کوئی ان میں سے جو خالد کے ساتھ ہیں تمہارے ساتھ رہنا چاہے تو اس کو رہنے دینا براہ کھتے ہیں میں ان میں سے تھا جو آپ کے ساتھ وہیں رہ گئے چنانچہ جب ہم یمن کے بالکل ابتدائی حصہ میں پہنچے اور انہیں اہل یمن کو ہمارے آنے کی خبر ملی تو وہ سب آپ کے پاس جمع ہو گئے اور علی بن ابی طالبؓ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر ہمارے سامنے آگے بڑھے اور خدا کی حمد و ثناء کی پھر ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا تو ہمدان کا سارا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا اور یہ خبر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا خط پڑھا تو بہت ہی خوش ہوئے اور سجدہ شکر کے یہ کہہ چکے تھے پھر سر اٹھایا اور فرمایا

”ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو“

پھر قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کے بعد پے درپے اہل یمن اسلام لانے لگے اور یہ بھی امیر المؤمنینؓ کی ایک حقیقت ہے کہ ایسی منقبت اصحاب میں سے کسی کو حاصل نہیں اور نہ ہی اس کے قریب قریب اور نہ یہ اس طرح کہ جب آپ کو اطلاع ملی اس معاملہ میں کہ جس کے لیے آپ نے خالد کو بھیجا تھا اور آپ کو خدا کا خوف ہوا اور آپ کو کوئی نہ ملا جو اس کی تلافی کرنا سوائے امیر المؤمنینؓ کے، ہمدان کے ذمہ لگایا اور انہوں نے احسن طریق پر قیام کیا اور قتلائے اپنی عادت کے مطابق ان کے لیے توفیق جاری کی جو مناسب تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہیں ترجیح دینے کے اور آپ کی برکت و نرمی و حسن تدبیر اور اللہ کی اطاعت میں خلوص و تبت کی بنا پر ہدایت حاصل کی جن لوگوں نے آپ کی وجہ سے ہدایت حاصل کی اور اسلام کو قبول کیا اور دین کی آبادی ہوئی زبان میں قوت آئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقصد و مراد میں کامیاب ہوئے معاملہ منظم ہوا کہ جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی اور آپ بہت خوش و مسرور ہوئے یہ تمام معاملہ اہل اسلام کی خوشی کا باعث بنا اور یہ بات ثابت ہے کہ اطاعت کی عظمت تب ہے جب اس سے منفعات عظیم ہو جیسا کہ مصیبت بڑی وہ ہے جس سے ضرر زیادہ ہو اسی لیے تو انبیاء کو سب سے زیادہ اور عظیم ثواب ملتا ہے چونکہ ان سے نفع عظیم حاصل ہوتا ہے ان کی دعوت کی وجہ سے جو باقی لوگوں کی نسبت زیادہ عظیم ہوتی ہے۔

اور اسی کی طرح ہے جو کچھ خیر کے دن ہوا تھا کہ شکست کھائی جس نے کھائی حالانکہ اس نے علم اٹھا کر اپنے آپ کو مقام بلند بدلتا بت کرنا چاہا تھا اور اس کے شکست کھا جانے سے وہ قنایا ہوا کہ جو صاحبان عقل سے مخفی نہیں ہے پھر آپ نے علم اس کے بعد اس کے ساتھ کو دیا تو وہ بھی شکست اسی طرح شکست کھا گیا جس طرح پہلے نے کھائی تھی اور اس میں اسلام اور اس کی شان کے لیے خوف تھا ان دو اشخاص کے شکست کھانے کی بنا پر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ چیز بڑی عظیم معلوم ہوئی اور آپ نے اس کا کڑا سنا یا پھر آپ نے اعلان کیا۔

”لَا عَظِيمَ الرَّايَةَ عَزَّارِ جَلَّ جَبَّهَةُ اللَّهِ، رَسُوْلُهُ وَيُحِبُّ اللَّهُ، رَسُوْلُهُ كَوَارٍ غَيْرُ فَرَا سِرٍّ لَا
يَرْجِعُ حَتَّى يَفْعَلَ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ“

دکریے تنگ کی علم اس شخص کو دوں گا کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں اور وہ
اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے بار بار حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں وہ پلٹے نہیں آئے گا جب تنگ
اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے دے گا

پس وہ علم جناب امیر المومنین کو عطا فرمایا اور آپ کے ہاتھوں فتح ہوئی اور آپ کے ظاہر کلام نے یہ برکت کی کہ دو بھاگنے والے
اشخاص اس صفت سے خالی تھے جو آپ نے حضرت امیر المومنین کے لیے ثابت کی بھیا کہ بھاگنے کی وجہ سے کڑا اور ثابت
قدم ہونے کی صفت سے خارج تھے اور امیر المومنین کا تلافی کرنا غیر میں اس کوتاہی کی جو آپ کے غیر سے ہو چکی تھی یہ دلیل
ہے کہ آپ مفرد تھے اس فضیلت میں اور کوئی ایک بھی اس میں آپ کا شریک نہیں تھا اور اسی سلسلہ میں حسان بن
ثابت انصاری کہتا ہے۔

”وَمَا كَانَ عَلَىٰ رَأْسِهِ دَالْعَيْنِ يَبْتَغِي دَوَاءَ فَلَمَّا لَمْ يَجِسْ مَدَاوِيًا
مُضَاهَا رَسُوْلُ اللَّهِ مِنْهُ يَنْغَلِي ذُبُرًا مَرْقِيًا وَبُورًا مَرَاقِيًا
وَقَالَ سَاسَطَى الْوَايَةِ الْيَوْمَ صَارِمًا كَمِيًا مَحِبًّا لِلَّهِ هُوَ الْيَا
حُبُّ الْهَى وَالْآلَهُ يَحِبُّ بِهِ يَقْتَحِرُ اللَّهُ الْحَصُونَ الْوَاوِيًا
فَاصْفَى بِهَادُونَ الدُّوَلَةَ كُلَّهَا عَلِيًّا وَسِبْهًا، الْوَنَابِرَ الْهَمُوَ أَخِيًّا“

ترجمہ: اور علیؑ کی آنکھیں ناخوش تھیں اور وہ علاج کی تلاش میں تھے اور جب انہیں کوئی معالج نہ مل سکا تو اللہ کے رسولؐ
نے انہیں لعاب دہن سے شفا بخشی پس بابرکت تھا علاج کیا ہوا اور علاج کرتے والا اور فرمایا کہ آج علم اس کو دوں گا جو
بہادر و ذرہ پوش ہو گا جو میرے معبود سے محبت کرتا ہے اور معبود بھی اس سے محبت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ قتل و سخت
قلعوں کو فتح کرے گا پس انتخاب کیا اس کے لیے ساری مخلوق کو چھوڑ کر اسی کو اور اسے وزیر اور بھائی قرار دیا۔

واقعہ سورۃ براءت

اور اسی طرح ہے وہ واقعہ بھی جو قصہ سورۃ براءت میں آیا ہے کہ یہ سورہ آپؐ نے ابوبکر کے بیرو کی تاکہ اس کے ساتھ
شریکین کے معاہدہ کو ختم کیا۔ اُسے جب وہ تھوڑا سا دور گیا تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض
کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ سے فرمایا ہے کہ آپ کی طرف سے پیغام رسالت نہیں پہنچا سکتا مگر

آپ خود یا وہ مرد جو آپ سے ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ در میرے ناقد
 عضباء پر سوار ہو جاؤ اور ابوبکرؓ سے جا ملو سورہ برایت اس سے ہے کہ مکہ جاؤ اور اس کے ذریعہ مشرکین کے معاہدہ کو ختم کر دو ابوبکرؓ
 کو مختار قرار دو کہ وہ آپ کے ساتھ مکہ جائے یا میری طرف پلٹے آئے پس امیر المؤمنینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقد پر سوار ہوئے
 اور چل دیئے یہاں تک کہ ابوبکرؓ سے جا ملے ابوبکرؓ نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے آجانے کی وجہ سے گھبرا گیا اور آپ کے سامنے آکر
 کہتے لگا اے ابوالحسن! آپ کیسے آئے ہیں کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے یا کسی اور مقصد سے آئے ہیں تو امیر المؤمنینؓ نے فرمایا
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے سورہ برایت کی آیتیں لے کر میں ان کے ذریعہ مشرکین کے
 معاہدہ کو ختم کروں اور مجھے آپ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں مختار قرار دوں اس میں کہ میرے ساتھ چلو یا آپ کے پاس واپس
 چلے جاؤ تو ابوبکرؓ نے کہا میں واپس آپ کے پاس جاؤں گا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پلٹ آیا جب دوبار رسالت
 میں داخل ہوا تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے ایک ایسے امر کا اہل قرار دیا کہ جس کی وجہ سے میری طرف لوگوں کی گردنیں
 اٹھتی تھیں پس جب میں اس کی طرف گیا تو آپ نے مجھے واپس بلانے کا حکم کیا ہو گیا ہے کیا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے
 تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیلؑ امیر سے پاس اللہ کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ یہ کام ادا نہیں کر
 سکتا مگر میں خود یا وہ مرد جو مجھ سے ہو، اور علیؑ مجھ سے ہے اور میری طرف سے ادا نہیں کر سکتا مگر علیؑ میرے کچھ ایک مشہور
 حدیث میں آیا ہے اور معاہدہ کو ختم کرنا مخصوص تھا اس شخص کے ساتھ جس سے معاہدہ ہو یا وہ جو اسکے قائم مقام ہو اطاعت کے
 فرض ہوتے اور جلالت قدس و شرف تمام میں جس کے کہ دار میں شک نہ ہو جس کی بات پر کوئی اعتراض نہ کر سکے اور جو معاہدہ
 کرنے والے کے نفس کی طرح ہو جس کا امر اس کا امر ہو واجب وہ کوئی حکم کرے تو وہ حکم جاری و مستقر ہو اس میں اعتراض سے مامون
 ہو اور اس معاہدہ کے ختم کرنے میں اسلام کی قوت یونین کی تکمیل اور مسلمانوں کے معاملہ کی مصلحت اور مکہ کا فتح ہونا اور معاملات
 کی درستگی تھی پس اللہ نے چاہا کہ یہ کام ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو جس کا نام اُنچا ہو اس کا ذکر بلند ہو اور اس کی فضیلت سے متینہ
 کیا جائے اس کی قدر و منزلت کی بلندی کی طرف رہبری کی جائے اور اس کو اس کے غیر سے جدا کر کے پیش کیا جائے اور
 اور وہ امیر المؤمنینؓ ہی تھے قوم میں سے کسی میں ایسی فضیلت نہیں تھی جو اس فضیلت کے قریب ہوتی جس کو ہم نے
 بیان کیا ہے اور اس میں آپ کا کوئی شریک نہیں تھا جیسا کہ ہم نے واضح کیا ہے اس قسم کی مثالیں بہت ہیں اگر ہم ان
 سب کو بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی اور خطاب میں وسعت پیدا ہوگی جو کچھ ہم نے لکھ دیا ہے اس میں
 صاحبان عقل کے لیے کفایت ہے۔

جنگ بدر

باقی رہا وہ جہاد کہ جس سے اسلام کے اصول ثابت ہوئے اور اس کے ثبوت سے ملت کے شرائع اور احکام مستقر و مضبوط ہوئے تو اس میں بھی امیر المؤمنین کو تخصص حاصل تھا جس کا ذکر لوگوں میں مشہور اور اس کی خبر خاص وعام میں پھیلی ہوئی ہے اس میں نہ علماء کو اختلاف ہے اور نہ اس کی محنت میں باہم لوگوں کو نزاع ہے اس میں شک نہیں کر سکتے مگر ایسے نادان جو کہ اخباریں غور و فکر نہیں کرتے اور نہ کسی ایک نے اس کا انکار کیا جس نے آثار میں فکر و نظر کی ہے مگر وہ جو عناد رکھتا اور بہتان باندھتا ہوئے جنگ وعار سے شرم نہ آتی، یوں ہی جہاد میں سے ایک تو وہ ہے جو جنگ بدر میں ہوا کہ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے یہ پہلی جنگ تھی کہ جس میں امتحان لیا گیا اور جس کے ثبوت سے مسلمان بہادروں کے دل دھڑکنے لگے اور وہ اس کے دُور سے پیچھے رہنے کا ارادہ رکھتے تھے اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے تھے جیسا کہ اس کا بیان حکم بتیان میں آیا ہے جہاں فرمایا ہے ان کے واقعہ کی خبر دیتے ہوئے شرح و بیان کے ساتھ۔

”کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ بِحَادِ لَوْنِكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَانَمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ“

جیسا کہ تیرے رب نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر (مدینہ) سے نکالا اور بے شک مومنین کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرتا تھا اور وہ حق میں تجھ سے جھگڑا کرتے تھے بعد اس کے کہ وہ واضح ہو چکا تھا گویا وہ موت کی طرف چلائے جا رہے تھے اور وہ اُسے دیکھ رہے تھے۔

ان آیات کے ساتھ جو اس سے متصل ہیں خدا کے اس قول تک،

”وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرَأَى النَّاسُ وَيْعَذِّبُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ“

”اور تم نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو اپنے گھروں سے ناپسندیدگی اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نکلے ہیں اور جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر آمال رکھتا ہے۔“

بلکہ آخر سورہ تک کیونکہ ان کے حالات کی خبریں ان آیات میں ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اگرچہ ان کے الفاظ مختلف ہیں لیکن ان کے معانی اور مقابہم متفق ہیں، اس جنگ کی خبروں میں سے ایک خبر یہ ہے کہ مشرکین مقام بدر میں جمع ہوئے وہ جنگ کرتے پر مصر تھے اور مال کی کثرت، تعداد کی زیادتی اور تیاری افراد کی بہتات کو ظاہر کرتے تھے اور مسلمان

اس وقت تعداد میں کم ان میں سے کچھ لوگ وہاں مجبوراً ناپسندیدگی اور اضطراب کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور قریش انہیں میدان میں آنے کا چیلنج کرتے انہیں میدان میں نکلنے کے لیے دعوت دیتے تھے اور جنگ کرتے کے لیے اپنے ہم پلہ لوگوں کو بلاتے تھے اور انصار تو ان کے مقابلے کے لیے تیار ہوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ ”قوم! اپنے مد مقابل لوگوں کو بلا رہے ہو، پھر آپؐ نے امیر المومنین علیؑ کو حکم دیا ان کی طرف نکلنے کا اور جناب حمزہ بن عبد المطلبؓ کو اور عبیدہ بن حارث رضوان اللہ علیہما کو بلا دیا کہ وہ میدان میں جائیں جب انہوں نے آپؐ کے سامنے صفت بندی کی تو وہ انہیں نہ پہچان سکے چونکہ انہوں نے خود پہن رکھے تھے پس انہوں نے سوال کیا کہ تم کون ہو جب انہوں نے اپنا نام نسب بتایا تو وہ کہنے لگے کہ بہترین ہم پلہ ہیں اور ان کے درمیان جنگ شروع ہوئی طیبہ امیر المومنینؑ کی قیادت میں آیا تو آپؐ نے اسے ہلت نہ دی اور قتل کر دیا تنبیہ جناب حمزہ کے مقابلہ آیا تو اسے جناب حمزہ نے قتل کر دیا اور شیبہ جناب عبیدہ کے مقابل ہو ان میں تلواروں کا مقابلہ ہوا ایک ضرب عبیدہ کی ران پر لگی تو جناب امیرؑ نے انہیں شیبہ پر ایک ضرب لگا کر نکالا اور اس کو آپؐ نے قتل کر دیا اور اس میں حمزہ بھی آپؐ کے ساتھ شریک تھے تو یہ تینوں قتل پہلے کمزوری تھی جو مشرکین کو لاحق ہوئی اور پہلی ذلت تھی جو انہوں نے برداشت کی پہلا خوف تھا جس کا رعب انہیں مسلمانوں کی طرف سے عارض ہوا اور اس سے مسلمانوں کی نصرت کی علامات ظاہر ہو گئیں پھر امیر المومنینؑ عاص بن سعید بن حاص کے مقابلے میں نکلے جب کہ دوسرے لوگ اس سے پہلو تھی کر رہے تھے اور آپؐ نے اسے ہلت نہ دی اور قتل کر دیا اور آپؐ کے مقابلہ میں حنظلہ بن ابوسفیان آیا تو اس کو بھی آپؐ نے قتل کر دیا، طعیمہ بن عدی نکلا تو اسے بھی آپؐ نے ہی قتل کیا اور اس کے بعد نوفل بن خویلد کو قتل کیا اور وہ تیسارے قریش میں سے تھا حضرت یسے کے بعد دیکھے ان میں سے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے آدھے مقتولین کو امیر المومنینؑ نے قتل کیا اور وہ قتل ہونے والے شرم و تھکے کہ جن میں سے نصف کو تمام مسلمان بولہ میں حاضر تھے انہوں نے تین ہزار لاکھ متوہین (علامت دار) کے ساتھ قتل کر قتل کیا اور اس جنگ کی فتح آپؐ کے ہاتھوں ہوئی اور یہ معاملہ ختم ہوا نبی کریمؐ کے کھکھریوں کی ایک مٹھی لے کر ان کے چہروں پر پھینکنے سے اور آپؐ نے فرمایا کہ شاصت الوہوہ یہ چہرے قیح ہوں، پس ان میں سے کوئی نہ دہا کہ یہ کہ اس نے شکست کھاتے ہوئے پشت پھیری، اللہ نے مومنین کے لیے جنگ کی کفایت کی امیر المومنینؑ اور اور آل رسولؐ میں سے خاص افراد کے ساتھ جو آپؐ کے شریک کار تھے دین کی نصرت میں اور جن کی تائید اللہ تعالیٰ نے کی ہے لاکھ کرام کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

”وَكُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا“

اور اللہ نے مومنین کے لیے قتل اور جنگ کی کفایت کی، اور اللہ صاحب قوت اور غالب ہے۔ اور عامہ اور خاص کے راویوں نے لی کہ ان لوگوں کے نام ثبت کیے کہ جن کو جنگ بدر میں تنہا علیؑ امیر المومنینؑ نے مشرکین میں سے قتل کیا اور اس پر ان کا اتفاق و اتحاد ہے پس جن کے انہوں نے نام ذکر کیے ہیں ان میں سے،

۱۔ ولید بن عقبہ ہے، جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ بہادر، جری، مضبوط اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے والا تھا جس سے مرد میدان ڈرتے تھے۔

۲۔ عاص بن سکید، وہ عظیم خونخاک شخص تھا کہ جس سے بہادر خوف کھاتے تھے اور یہ وہ تھا کہ جس سے عمر بن خطاب بھاگ کھڑا ہوا تھا اور اس کا واقعہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے مشہور ہے انشا اللہ بعد میں اسے بیان کریں گے۔

۳۔ طعیمر بن عدی بن نوفل اور یہ گمراہوں کا سرغنہ تھا ۴۔ نوفل بن غیلہ اور یہ رسول اللہ کی دشمنی میں سب قریش سے زیادہ سخت تھا قریش اسے آگے رکھتے اس کی تعظیم، اطاعت و قربان داری کرتے اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابوبکر اور طلحہ کو ہجرت سے پہلے مکہ میں ملا کر مضبوطی سے ایک ہی رستی میں باندھ دیا تھا اور انہیں رات تک عذاب و تکلیف دیتا رہا تھا یہاں تک کہ ان کے معاملہ میں اس کی منت و سماعت کی گئی اور جب رسول اللہ کو پتہ چلا کہ یہ بھی جنگ بدر میں آیا ہوا ہے تو آپ نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ اس کے معاملہ کی کفایت کرے پس عرض کیا خدا یا میری اس سے کفایت کرنا اور اس کے شر سے محفوظ رکھنا، اس نوفل بن غیلہ کو امیر المومنین نے ہی قتل کیا تھا۔

۵۔ زمعہ بن اسود، ۶۔ عقیل بن اسود، ۷۔ حارث بن زمعہ، ۸۔ نصر بن حارث بن عبدالدار، ۹۔ عمیر بن عثمان بن کعب

بن تیم، جو طلحہ بن عبید اللہ کا چچا تھا، ۱۰۔ عثمان، ۱۱۔ مالک (۱۰ اور ۱۱) یہ دونوں عبید اللہ طلحہ بن عبید اللہ کے بھائی تھے

۱۲۔ مسعود بن ابوامیہ بن مغیرہ، ۱۳۔ قیس بن فاکر بن مغیرہ، ۱۴۔ خدیفہ بن ابوحدیفہ بن مغیرہ، ۱۵۔ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ

۱۶۔ خطلہ بن ابوسقیان، ۱۷۔ عمرو بن مخزوم، ۱۸۔ ابو منذر بن البرقاعہ، ۱۹۔ منیب بن حجاج سہمی، ۲۰۔ عاص بن منیب

۲۱۔ علقمہ بن کلدہ، ۲۲۔ ابوالعاص بن قیس بن عدی، ۲۳۔ معویہ بن مغیرہ بن ابوالعاص ۲۴۔ لودان بن ربیعہ، ۲۵۔ عبداللہ بن

منذر بن ابورفاعہ، ۲۶۔ مسعود بن امیر بن مغیرہ، ۲۷۔ حاجب بن سائب بن عویمر، ۲۸۔ اوس بن مغیرہ بن لودان،

۲۹۔ زید بن طیس، ۳۰۔ عاصم بن ابو عوف، ۳۱۔ سعید بن وہب حلیف دہمقم، ۳۲۔ معویہ بن عبدالقیس،

۳۳۔ عبداللہ بن جمیل بن زبیر بن حارث بن اسد، ۳۴۔ سائب بن مالک، ۳۵۔ ابوالحکم بن انیس اور ۳۶۔ ہشام

بن ابوامیہ بن مغیرہ،

یہ چھتیس مرد ہیں، علاوہ ان کے جن کے متعلق اختلاف ہے یا جن میں امیر المومنین کسی کے شریک ہیں اور یہ بدر میں اسے جانے والوں کے آدھے سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ان مختصر روایات میں سے جو اس کی تشریح کرتی ہیں جس کو ہم بیان کر چکے ہیں وہ روایت ہے جسے شعبہ نے ابواسحاق سے حارث بن مضرب سے روایت کیا ہے کہ میں نے علی بن ابیطالب سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم جنگ بدر میں حاضر ہوئے تو ہم میں مقداد بن اسود کے علاوہ کوئی گھوڑے پر سوار نہیں تھا اور ہم نے بدر کی رات دیکھی اور ہم میں کوئی شخص نہ تھا جو نہ سو یا ہو سوائے رسول اللہ کے کہ وہ جناب درخت سے ٹیک لگائے ہوئے صبح تک نماز اور دعا پڑھتے

ہے اور علی بن ہاشم نے محمد بن عبید اللہ بن الوراق سے اس کے باپ سے اس کے دادا الوراق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے صبح کی بدر کے دن تو قریش نے صف بندی کی، ان کے آگے عقبہ بن ربیعہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید تھے پس عقبہ نے پیکار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اے محمد! قریش میں سے ہمارے ہم پلہ میدان میں نکالو پس جلدی سے انصار کے نوجوانوں میں سے تین شخص ان کی طرف گئے تو عقبہ نے کہا کہ تم کون ہو تو انہوں نے اپنا نام ولسب بتایا تو وہ عین کہنے لگا کہ ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں، ہم تو اپنے قبیلہ و خاندان والوں کو پناہ دیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ تم اپنی جگہوں پر پلٹ آؤ، پھر فرمایا، اٹھو اے علی، اٹھو اے حمزہ، اٹھو اے عبیدہ جنگ کرو اس حق پر کہ جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے جب وہ اپنے باطل کے ساتھ آئے ہیں تاکہ وہ خدا کے نور کو خاموش کریں پس یہ حضرات کھڑے ہو گئے اور اس قوم کے مقابلہ میں صف بستہ ہوئے اور ان پر خود تھے کہ جن کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے تو عقبہ کہتے لگا، بات کرو، اگر تم ہمارے کفو ہو ہم پلٹے ہوئے تو تم تم سے جنگ کریں گے تو جناب حمزہ نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں اللہ اور اس کے رسول کا شیعہ تو عقبہ کہتے لگا شریف و کیم کفو ہو اور امیر المؤمنین نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب، بن عبد المطلب ہوں اور عبیدہ نے کہا کہ میں عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب ہوں تو عقبہ نے اپنے بیٹے ولید سے کہا کھڑا ہو یا اے ولید! پس امیر المؤمنین اس کے مقابلہ میں گئے آپ اور ولید اس جماعت میں سن میں سب سے چھوٹے تھے، ایں انہوں نے تلواروں کا مقابلہ کیا، ولید کا دارا امیر المؤمنین پر خطا ہوا اور اس نے امیر المؤمنین کی ضرب کو اپنے بائیں ہاتھ پر روکا تو ضرب نے اس کا ہاتھ جدا کر دیا روایت ہے کہ آپ بدر کا اور ولید کو قتل کرنے کا ذکر فرماتے تو اپنی بات میں فرماتے کہ گویا میں اس کے بائیں ہاتھ میں انگلی کی چمک دیکھ رہا ہوں پھر میں نے اس پر دو راوا کیا تو اسے پھٹا دیا اور اس کا لباس صلا تو میں نے اس میں مخلوق کی خوشبو محسوس کی تو میں سمجھ گیا کہ اس کی شادی تازہ ہوئی ہے پھر عقبہ حمزہ کے مقابلہ میں آیا تو جناب حمزہ نے اسے قتل کر دیا، اور اب عبیدہ چلے اور وہ سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے شیبہ کی طرف، پس ان کی تلواریں ٹکرائیں، پس شیبہ کی تلوار کا کنارہ جناب عبیدہ کی پٹلی کے جوڑ پر لگا اور پٹلی کو کاٹ گیا اور جناب حمزہ اور امیر المؤمنین نے اس سے آکر چھڑایا اور شیبہ کو ان دونوں نے قتل کر دیا عبیدہ کو اس جگہ سے اٹھا کر لایا گیا اور وہ مقام صفراء میں فوت ہو گئے۔

عقبہ و شیبہ اور ولید کے قتل کے متعلق ہند بنت عقبہ کہتی ہے کہ

ایا عین جودی بد مہ سرب علی حید خندف لہ یتقلب
تدا عا لہ رھطہ عند و بنو ہاشم و بنو المطلب
یذ یقونہ حد اسیا فھم یعادنہ بعد ما قد شجب
”اے آنکھ سخاوت کر بہنے والے آنسو کی قبیلہ خندف کے بہترین شخص پر جو پلٹ کے نہیں آیا اس کی

طرف صبح کے وقت اس کی اپنی قوم متوجہ ہوئی بنو ہاشم اور بنو مطلب وہ اسے اپنی تلواروں کی دھاروں کا مزہ چکھا رہے تھے اور اس کا لباس ہلکا رہے تھے بعد اس کے کہ وہ مرجکا تھا،

حسین بن محمد نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے عثمان نے بیان کیا کہ ہم سے ابو اسماعیل عیسیٰ بن بکارت نے بیان کیا جابر سے ابو جعفر (امام باقرؑ) سے وہ فرماتے ہیں امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے بدر کے دن قوم کی جراثیم سے تعجب ہوا جب کہ میں نے ولید بن عقبہ کو قتل کیا اور جناب حمزہؑ نے عقبہ کو اور میں ان کے ساتھ شریک ہوا شبیر کے قتل میں اپنا تک میری طرف متعلقہ بن ابوسفیان بڑھا اور جب میرے قریب آیا تو میں نے اس پر تلوار سے دار کیا تو اس کی دونوں آنکھیں بہہ گئیں اور زمین پر مقول ہو کر گر پڑا اور روایت کی ہے ابو بکر ہذلی نے زہری سے مانع بن کیسان سے کہ عثمان بن عفان جب سعید بن عاص کے قریب سے گزرا تو کہنے لگا میرے ساتھ امیر المومنینؑ، عمر بن خطابؓ کے پاس چلوا ان کے پاس پہل کر باتیں کریں گے پس وہ دونوں گئے تو راوی کہتا ہے کہ عثمان تو اپنی ایسی بیٹھک کی طرف چلا گیا جسے چاہتا تھا اور میں قوم کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ پس عمر نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا مجھے کیا ہو گیا ہے میں تیرے متعلق سمجھتا ہوں کہ گویا تیرے دل میں میرے خلاف کچھ ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں اس کا قاتل ہوتا اور اگر میں نے قتل کیا ہوتا تو میں ایک کافر کے قتل سے عذر نہ کرتا، لیکن میں تو بدر کے دن اس کے قریب سے گذرا پس میں نے اسے دیکھا کہ وہ جنگ کے لیے زمین اس طرح کھودتا تھا جیسے پہل اپنے سنگ سے کھودتا ہے اور اس کی باجھوں سے بھاگ نکل رہا تھا شل چھپکلی کے جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے اس سے ڈر لگا اور میں ایک طرف مڑ گیا، تو وہ مجھ سے کہنے لگا، کہاں اے خطاب کے پوت اور علیؑ نے اس پر حملہ کر کے اسے پالیا خدا کی قسم، میں اپنی جگہ پر ہی تھا کہ علیؑ نے اس کو قتل کر دیا، راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ اس مجلس میں موجود تھے تو فرمایا، خدا یا مجھے معاف کرنا شرک ان چیزوں کے ساتھ جو اس میں ہیں چلا گیا اور اسلام نے گذشتہ چیزوں کو مٹا دیا اب تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو لوگوں کو میرے خلاف ابھارتا ہے تو عمرؓ کا کیا، پس سعید نے کہا، یاد رکھو، مجھے خوشی نہ ہوتی اگر میرے باپ کا قاتل اس کے چچا زاد بھائی علیؑ ابن ابی طالب کے علاوہ کوئی اور ہوتا پھر لوگ اور باتیں کرنے لگے محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے یزید بن رومان سے اس نے عروہ بن زبیر سے کہ حضرت علیؑ بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن نوفل کی طرف بڑھے پس اس کو نیزہ مارا اور اس سے فرمایا خدا کی قسم اب تو آج کے بعد اللہ کے معاملہ میں ہم سے جھگڑا نہیں کر سکے گا اور روایت کی ہے عبد الرزاق نے معمر سے اس نے زہری سے وہ کہتا ہے کہ جب رسول اللہؐ کو پتہ چلا تو فل بن خویلد کے بد میں آئے لکا تو فرمایا، خدا یا، میری طرف سے نوفل کی کفایت کرنا پس جب قریش کی فوج چھٹ گئی تو اس کو علیؑ ابن ابی طالب نے دیکھا کہ وہ حیران و پریشان تھا ہمیں، جانتا تھا کہ وہ کیا کرے پس آپ نے اس کا قصد کیا اور اس پر تلوار ماری جو اس کی چمڑے کی ڈھال میں پھنس گئی آپ نے تلوار کو اس سے کھینچا پھر اس کی پٹنڈی پر ماری اور اس کی نرہ کھلے حلقوں والی بھی پس تلوار نے اس کی پٹنڈی کاٹ دی پھر آپ نے اس پر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کسی کو قتل کا پتہ ہے تو آپ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے اس کو قتل کر دیا ہے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے ہٹ کر فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے میری دعا اس کے بارے میں قبول کر لی۔

جو کچھ امیر المومنین نے بدر میں کیا ہے اس کے متعلق اسید بن ابی ایاس شریکی قریش کو آپ کے خلاف اُبھارتے ہوئے کتاب ہے۔

فی کل مجمع غایۃ اخراکم
لنہ درکم الما تذکروا
ہذا ابن فاطمۃ الذی افناکم
اعطوہ خراجاً واتقوا تضریبہ
این الکھول واین کل دعامۃ
افناہم قعصاً وضرباً یفتری
جذع ابر علی المذاکی القرح
قد ینکر الحر الکاہم ویستحی
ذبحاً و قتل قعصۃ لم یدبح
فعل الذلیل و بیعة لم تربح
فی المعضلات واین زین الابطح
بالسیف یعمل حدہ لم یصفح

”ہر جمع ہونے کی جگہ تمہیں رسوا کیا ہے ایک تو جو ان تے جو غالب ہے کہہ مشق بہادریوں پر خدا تمہارا بھلا کرے کیا ابھی تک تم اس کا بُرا نہیں مناتے حالانکہ آزاد شریف آدمی تو اس کا بُرا مناتا ہے اور اسے شرم آتی ہے یہ فاطمہ (زینتِ اُسد) کا بیٹا ہے کہ جس نے تمہیں قتل و زبامہ دیا ہے ذبح کر کے اور قتل کر کے کہ جس سے مقتول فوراً مرجاتا ہے اس کو کوئی ذبح نہیں کر سکتا اس کو خراج دو اور اس کی ضرب سے بچو جس طرح ذلیل کرتا ہے اور بیعت کرو کہ جس میں کوئی نفع نہ ہو کہاں ہیں پختہ عمر و اے اور کہاں ہیں مشکلات میں سرواری کرینواتے اور کہاں ہیں مکہ کی زینت، ان کو تیزی سے اس نے قتل و زبامہ دیا اور ایسی تلوار کی ضرب سے جس کی دھار اپنا کام کرتی ہے اور وہ روگردانی نہیں کرتی“

جنگِ احد

پھر بدر کے بعد ہی جنگِ احد ہوئی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا علم امیر المومنین کے ہاتھ میں تھا جیسا کہ جنگِ بدر میں بھی آپ کے پاس تھا اس دن چھوٹا علم بھی آپ ہی کے پاس تھا دونوں علم والوں کو چھوڑ کر اور اس جنگ میں بھی فتح و کامیابی آپ کی وجہ سے ہوئی جس طرح کہ بدر میں ہوئی تھی آپ اس میں مخصوص تھے بہترین آزمائش، صبر اور ثبات قدمی کے ساتھ جب کہ دوسرے لوگوں کے قدم اکھڑ گئے تھے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں جو اہتمام کیا اور

تکلیف برداشت کی وہ اہل اسلام میں سے کسی نے نہیں جھیلی اللہ نے آپ کی تلوار سے اہل شرک ضلالت کے سرغنے قتل کیے اور آپ کی وجہ سے اللہ نے اپنے نبیؐ سے کرب و معیبت کو دور کیا جبرائیلؑ نے زمین و آسمان کے فرشتوں کے سامنے آپ کی صفینت کا خطبہ پڑھا اور نبی ہدایت نے آپ کے اس اختصاص کو واضح کیا جو عوام الناس سے پوشیدہ تھا۔

یحییٰ بن عمار نے روایت کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حسن بن موسیٰ بن رباح مولیٰ انصار نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو مختری قرشی نے بیان کیا کہ قریش کا بڑا اور چھوٹا علم دونوں نصی بن کلاب کے ہاتھ میں تھے پھر بڑا علم ہمیشہ عبدالمطلبؑ کی اولاد کے ہاتھ میں رہا ان میں سے جو بھی میدان جنگ میں ہوتا اسے اٹھاتا یہاں تک کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو مبعوث کیا تو قریش اور دوسرے لوگوں کا بڑا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا اور آپ نے اسے بنی ہاشم میں برقرار رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علم حضرت علیؑ ابن ابیطالب کو عطا فرمایا جنگ و دان میں اور پہلی جنگ ہنسہ بنی کینہ کے ساتھ کہ جس میں اسلام میں علم اٹھایا گیا پھر وہ علم ہر جنگ میں ہمیشہ حضرت علیؑ کے پاس رہا، جنگ بدر میں جو کہ بہت سخت جنگ تھی اور جنگ احد میں اور لواء (چھوٹا علم) اُس دن بنی عبدالمدار میں تھا پس وہ رسول اللہ نے مصعب بن عمیر کو عطا فرمایا تھا پھر مصعب شہید ہوا تو علم اس کے ہاتھ سے گر گیا تو تمام قبائل کی نظر اس کی طرف اٹھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے کر حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے حوالے کر دیا پس اس دن آپ کے پاس دونوں علم جمع ہو گئے اور وہ آج تک بنی ہاشم میں ہیں۔

مفضل بن عبد اللہ نے سماک سے عکرمہ سے اس نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کے لیے چار چیزیں ایسی ہیں جو کسی اور کے لیے نہیں ہیں وہ پہلے عربی و عجمی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، ان کے پاس ہر جنگ میں علم لشکر ہوتا تھا وہی ہیں جو کہ کھراس (آمد کے چشمہ کا نام) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور باقی سب لوگ بھاگ گئے اور علیؑ وہی ہیں، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں اتارا۔

زید بن وہب جہنی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے احمد بن عمار نے بیان کیا کہ ہم سے حافی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے شریک نے، عثمان بن متیرہ سے زید بن وہب سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے ایک دن عبد اللہ بن مسعود کو خوش و خرم پایا تو ان سے کہا کہ کاش آپ ہمیں اُحد کے دن کا واقعہ سناتے کہ وہ جنگ کیسے ہوئی تھی انہوں نے آمادہ ہوتے ہوئے بات شروع کی، یہاں تک کہ وہ جنگ کے تذکرہ تک پہنچے تو کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر ان کی طرف نکلو پس ہم تلکے اور ان کے لیے ایک طویل صفت کھینچی اور پہاڑ کے درے پر انصار میں سے پچاس آدمی کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اس جنگ سے نہ ہٹنا چاہیے ہم سب کے سب قتل ہو جائیں کیونکہ دشمن ہم پر اسی جگہ سے آسکتا ہے پس ابوسفیان مخزوم حبیب نے ان کے مقابلہ میں خالد بن ولید کو کھڑا کیا اور قریش کے علم عبدالمدار کی اولاد میں تھے اور شرکین کا علم طلحہ بن ابی طلحہ کے

پاس تھا اور اسے کیش الکبتیہ (شکر کا بیٹھا) کہا جاتا تھا، ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجرین کا علم علی بن ابی طالب کو دیا اور خود شریف لائے اور انصار کے علم کے نیچے کھڑے ہو گئے ابن مسعود کہتے ہیں پس ارسفیان اپنے بھٹے والوں کے پاس آیا اور کہنے لگا اے علم والو تمہیں معلوم ہے کہ قوم پر شکست ان کے علموں کی طرف سے ہی آتی ہے اور جنگ بدر میں شکست بھی تمہارے علم اٹھانے والوں کی طرف سے آئی تھی اگر تم سمجھتے ہو کہ تم ان کے اٹھانے سے کمزور ہو تو یہ ہمارے سپرد کرو، ہم ان کی تمہارے لیے کفایت کریں گے ابن مسعود کہتے ہیں کہ طلحہ بن ابولطحہ اس سے غصہ میں آگیا اور کہنے لگا کہ کیا تو ہم سے یہ بات کرتا ہے خدا کی قسم ہم آج ان سے تمہیں موت کے حوضوں سے میرا ب کریں گے راوی کہتا ہے طلحہ کو کیش الکبتیہ (بیٹھا) کہا جاتا تھا پس وہ آگے بڑھا اور علی بن ابی طالب بھی آگے بڑھا اور حضرت نے کہا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا میں طلحہ بن ابولطحہ کیش الکبتیہ ہوں وہ کہنے لگا تم کون ہو، فرمایا میں علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہوں پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے ان میں تلوار کی ضربوں کا تبادلہ ہوا، پس حضرت علیؑ نے اس کے سر کے اگلے حصے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کی آنکھ باہر آگئی پس اس نے ایسی چیخ ماری کہ ویسی چیخ کبھی نہیں سنی گئی تھی اور علم اس کے ہاتھ سے گر گیا تو علم اس کے بھائی نے اٹھالیا جسے مصعب کہتے تھے عاصم بن ثابتؓ نے اسے تیر مارا اور اس کو قتل کر دیا پھر علم اس کے دوسرے بھائی نے اٹھالیا کہ جسے عثمانؓ کہتے تھے اسے بھی عاصم نے تیر مار کر قتل کر دیا پس علم ان کے غلام نے اٹھالیا جسے مواب کہتے تھے اور وہ ڈرا سخت جان تھا علیؑ نے اس کے ہاتھ پر تلوار ماری اور اس کو کاٹ دیا تو اس نے بائیں ہاتھ سے علم اٹھا لیا حضرت نے اس کے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ دیا تو اس نے علم اپنے سینے پر لیا اور کٹے ہوئے دونوں ہاتھ اس پر جمع کر لیے علیؑ نے تلوار اس کے سر پر لگائی تو وہ چاروں شانے چت جاگرا، پس دشمن قوم شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی اور مسلمان مال غنیمت لوٹنے لگے اور جب وترے والوں نے دیکھا کہ باقی مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے ہیں تو کہنے لگے مال غنیمت تو یہ لے جائیں گے اور ہم باقی رہ جائیں گے تو وہ عبداللہ بن عمر بن حزم سے کہنے لگے جو کہ ان کا رئیس تھا ہم بھی مال غنیمت لینا چاہتے ہیں جیسا کہ باقی لوگ لے رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں سے نہ ہٹوں وہ کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم تمہیں دیا تھا لیکن انہیں یہ تو معلوم نہیں تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا اور وہ مال غنیمت کی طرف بھاگے اور سردار کو وہیں چھوڑ دیا اور وہ اس جگہ سے تڑپنا خالد بن ولیدؓ اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف سے آپ کو مارنے کے ارادہ سے آیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے سے اصحاب میں دیکھا تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ لو پکڑو اس کو کہ جسے تم تلاش کرتے ہو جانے نہ پائے چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اکٹھے ہو کر حملہ کر دیا وہ تلواروں نیزوں تیروں اور پتھروں سے آپ کو مارنے لگے اور اصحاب نبیؐ آپ کی حفاظت میں جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ستر آدمی شہید ہو گئے اور امیر المؤمنین ابو جعفر اور ہر بن ضعیف ثابت قدم رہے وہ دشمنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرتے تھے لیکن مشرکین کی کثرت

ان پر حملہ آور تھی جب رسول اللہؐ نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں اور امیر المومنینؑ کی طرف دیکھا اور آپؐ پر جو حملے ہوئے تھے ان کی وجہ سے غشی طاری تھی، تو فرمایا اے علیؑ لوگوں نے کیا کیا، آپؐ نے عرض کیا کہ انہوں نے عہد و پیمان کو توڑا اور وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے آپؐ نے ہنرت سے فرمایا کہ مجھے حملہ آوروں سے بچاؤ۔ پس امیر المومنینؑ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں دور بھگادیا اور دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو کفار نے دوسری طرف سے آپؐ پر حملہ کیا اور حضرت امیرؑ نے دوبارہ حملہ کر کے انہیں دور بھگادیا، ابو دجانہ اور سہل بن حنیف آنحضرتؐ کے قریب کھڑے تھے ان دونوں کے ہاتھوں میں تلوار تھی تاکہ وہ دشمن کو آپؐ سے دور رکھ سکیں اور آپؐ کے بھاگے ہوئے اصحاب میں سے بہودہ انفرادہ واپس لوٹ آئے کہ جن میں سے طلحہ بن عبید اللہ اور عامر بن ثابت تھے اور باقی پہاڑ پر تھے اور کسی نے مدینہ میں یہ آواز بلند کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے، اس سے دل اکھڑنے لگے اور شکست خوردہ لوگ حیران و پریشان تھے انہوں نے دائیں بائیں بھاگنا شروع کر دیا۔

ہندیت قیسہ نے وحشی کے بیٹے انعام مقرر کیا تھا اس پر کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امیر المومنینؑ یا حضرت حمزہؑ بن عبد المطلب کو قتل کر دے تو اس نے کہا کہ محمدؐ کے بیٹے تو میرے پاس کوئی جیل نہیں کیونکہ اس کے اصحاب اسے گھیرے رہتے ہیں علیؑ تو وہ ہے کہ جب جنگ کرتا ہے تو بھڑکے سے بھی زیادہ بیچ بچ کر قدم رکھتا ہے البتہ حمزہؑ کا مجھے خیال ہے وہ جب غصہ میں آتا ہے تو اسے اپنے سامنے بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا اور جناب حمزہؑ نے اس دن شتر مرغ کے پر کا نشان اپنے سینہ پر لگایا ہوا تھا پس وحشی ان کی گھات میں ایک درخت کے پاس آ بیٹھا جناب حمزہؑ نے بھی اسے دیکھ لیا اس پر تلوار کی ضرب لگائی لیکن وہ اس کے سر سے خطا کر گئی، وحشی کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہتھیار کو حرکت دی جب مجھے اس پر پوری قوت حاصل ہوئی تو میں نے وہ پھینکا اور وہ ان کی ران میں پیوست ہو گیا اور اندر دھنس گیا اور میں نے حمزہؑ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ جب وہ ٹھنڈا ہو گیا تو پھر میں اس کے پاس گیا اور اپنا ہتھیار اٹھایا اور سلمان مجھ سے اور اس سے شکست کھا جانے کی وجہ سے بے خبر تھے ہند آئی اور اس نے حمزہؑ کے شکم چاک کر کے، بکھر کاٹنے اور مثلاً کرنے کا حکم دیا پس اس کے ساتھیوں نے حمزہؑ کا نامک اور دونوں کان کاٹ لیے اور اس کو مثلاً کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف تھے اور انہیں پتہ نہیں تھا کہ حمزہؑ کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔

راوی حدیث کہتا ہے اور وہ ہے زید بن وہب، میں نے ابن مسعود سے کہا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ آپؐ کے پاس کوئی بھی باقی نہ رہا تھا سو اے علیؑ بن ابی طالب، ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کے زبان مسعود نے کہا کہ طلحہ بن عبید اللہ بھی ان سے ملا تھا تو میں نے ان سے کہا ابو بکرؓ و کہاں تھے کہنے لگے کہ وہ لوگوں سے ایک طرف چلے گئے تھے اور میں نے کہا حنظلان کہاں تھا، تو وہ کہنے لگے کہ بھاگ گئے تھے اور تین دن بعد پلٹے تھے۔ تو میں نے کہا اور آپؐ کہاں تھے تو انہوں نے کہا کہ میں بھی ایک طرف چلا گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپؐ کو یہ سب باتیں کس نے بتائی تھی تو انہوں نے کہا کہ عامر اور سہل بن حنیف نے تو میں نے ان سے کہا کہ اس دن علیؑ کا ثناء بقدم رہنا تو عجیب ہے تو وہ کہتے لگے کہ مجھے یہ عجیب

لگتا ہے اس پر تو ملائکہ نے تعجب کیا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جبرائیل نے اس دن کہا تھا جب وہ آسمان کی طرف بارہے تھے۔
 ”لَا سَيْفٌ إِلَّا ذُو الْقُعَارِ وَلَا فَتْحٌ إِلَّا عَلَى“

”تلوار ڈو القعار کے علاوہ نہیں اور جو ان علی کے سوا کوئی نہیں،“

ابن مسعود کہتے ہیں لوگوں نے یہ پکارا آسمان سے سُنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔

عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ (وہ کہتا ہے) جب لوگ احد کے دن رسول اللہ کو چھوڑ گئے تو علیؑ تلوار لگے میں شکائے ہوئے آئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا، فرمایا کیا وجہ تھی کہ تم دوسرے لوگوں کے ساتھ نہیں بھاگے تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف پلٹ جاتا ہوں آپ نے دشمن کی طرف اشارہ کیا جو پہاڑ سے اتر رہا تھا تو علیؑ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں مار بھگایا پھر آپ نے دوسرے گروہ کی طرف اشارہ کیا اور علیؑ نے انہیں بھی حملہ کر کے مار بھگایا پھر آپ نے تیسرے گروہ کی طرف اشارہ کیا اور علیؑ نے انہیں بھی مار بھگایا پھر جبرائیلؑ آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ شک ملائکہ نے تعجب کیا ہے اور ہم نے بھی ان کے ساتھ تعجب کیا ہے اور اپنی جان کے ذریعے علیؑ کی حق مواسات اور آپ کی نصرت و مدد کا تہا آپ نے فرمایا علیؑ کو اس سے کیا چیز روک سکتی ہے جب کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں پس جبرائیلؑ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اوپر آپ دونوں سے ہوں۔

علم بن ظہیر نے سدی نے سدی نے ابوالمالک سے اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ طلحہ بن ابی طلحہ اس دن نکلا اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو کر پکار کر کہنے لگا اے اصحاب محمدؐ تم گمان رکھتے ہو کہ خدا ہمیں تمہاری تلواروں سے تیزی کے ساتھ جہنم کی طرف اور تمہیں ہماری تلواروں سے جنت کی طرف لے جاتا ہے تو کون ہے جو میرے مقابلہ میں نکلے پس امیر المؤمنینؑ اس کے مقابلہ میں آئے اور فرمایا خدا کی قسم آج تجھ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک تجھے اپنی تلوار جہنم رسید نہ کر لوں پس ضریوں کا تبادلہ ہوا حضرت علیؑ نے اس کے دونوں پاؤں پر ضرب لگائی کہ جس سے وہ کٹ گئے اور وہ عین گر پڑا آپ کے سامنے تنکا ہو گیا اور کہتے لگا اے چچا زاد بھائی، میں آپ کو اللہ اور قرابت داری کی قسم دیتا ہوں تو آپ وہاں سے اپنے ٹھہرنے کی جگہ کی طرف پلٹ آئے مسلمانوں نے عرض کیا آپ نے اس کا کام تمام کر لیا تو فرمایا کہ اس نے مجھے اللہ اور قرابت داری کی قسم دی ہے اور خدا کی قسم وہ اس کے بعد کبھی زندہ نہیں رہ سکتا، چنانچہ طلحہ اسی جگہ ہی مر گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی بشارت دی گئی تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا یہ کیش کیش یعنی (شکر کا مینڈھا) تھا۔

اور محمد بن مروان نے عمارہ سے اس نے عکرمہ سے روایت کی کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُحد کے دن جب لوگ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو مجھے ایسی گھبراہٹ لاتی ہوئی جیسی کبھی لاتی نہیں ہوئی تھی اور مجھے اپنے آپ

پر قابو نہ رہا اور میں آنحضرتؐ کے آگے آگے تھا اور آپ کے سامنے میں تیغ زنی کر رہا تھا میں آپ کی تلاش میں واپس لوٹا اور آپ کو دیکھ نہ پایا تو میں نے دل میں کہا کہ رسول اللہؐ بھاگنے والے تو نہیں اور مقتولین میں بھی وہ مجھے نظر نہیں آئے مجھے گمان ہے کہ وہ ہمارے درمیان سے آسمان کی طرف اٹھایے گئے ہیں پس میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور دل میں کہا کہ میں آپ کی طرف سے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں قتل ہو جاؤں اور میں نے اس قوم پر حملہ کیا تو وہ بھاگ نکلے تو میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ وہ غشی کی حالت میں زمین پر پڑے تھے میں آپ کے سر ہانے کھڑا ہو گیا آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے علیؑ لوگوں نے کیا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ کافر (مکبر) ہو گئے انہوں نے دشمن سے پشت پھیر لی اور آپ کو تنہا چھوڑ گئے پس آپ نے ایک گروہ کی طرف دیکھا جو آپ کی طرف بڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا اے علیؑ اس گروہ کو مجھ سے دور کرو پس میں نے اپنی تلوار سے ان پر حملہ کیا میں دائیں بائیں تلوار چلاتا تھا یہاں تک کہ وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے تو مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تم اپنی مدح آسمان میں نہیں سن رہے ایک فرشتہ ہے جسے رضوان کہتے ہیں وہ پکار رہا ہے ۔

”لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ“

”ذو الفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ جوان نہیں“

تو میں خوشی سے رونے لگا اور خدا کی نعمت پر حمد الہی بجالایا،

حسن بن عرقہ نے عمارہ بن محمد سے اس نے سعد بن طریف سے اس نے ابو جعفر محمد بن علیؑ سے یہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ اُحد کے دن ایک فرشتہ نے آسمان میں یہ منادوی کی،

”لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ“

ذو الفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ جوان مرد نہیں،

اسی قسم کی روایت ابو ایوب بن محمد بن میمون نے عمر دین ثابت سے اس نے محمد بن عبید اللہ بن الوراق سے اس نے اپنے باپ سے ملاو سے کی ہے کہ ہم ہمیشہ رسول اکرمؐ کے اصحاب کو یہ کہتے ہوئے سنتے رہے ہیں کہ اُحد کے دن ایک منادوی ہوئی کہ آسمان سے کہ ”ذو الفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور جوان مرد بس علیؑ ہیں، اور سلام بن مسکین نے قتادہ سے اس نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کاش تم دیکھتے علیؑ کے مقام کو اُحد کے دن تو انہیں اس حالت میں پاتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کھڑے آپ سے تلوار کے ذریعہ دشمنوں کو ”دور کرتے تھے جب کہ آپ کے علاوہ سب لوگ پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے ۔

حسن بن محبوب نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے جمیل بن صالح نے ابو عبیدہ سے اس نے ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ سے یہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ اُحد کے دن کھانکے علمدار نو افراد تھے جن سے سب کو علیؑ بن ابی طالبؑ نے قتل کیا تھا اور قبیلہ مخزوم اڑ گیا کہ جسے اس دن حضرت علیؑ نے ذیل و خوار کیا ۔

فرمایا اعلیٰ نے حکم بن احنس سے مقابلہ کیا اور اس پر ایک وار کیا جس سے اس کا ایک پاؤں آدھی ران سے کٹ گیا تو وہ اس سے جہنم رسید ہوا،

جب مسلمانوں نے شکست کے بعد حملہ کیا تو امیر بن ابی حذیفہ بن مغیرہ آگے بڑھا اور وہ زلزلہ پہنچے ہوئے تھا اور وہ کہتا تھا یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے تو اس کے سامنے مسلمانوں میں سے ایک شخص آگیا جیسے امیر بن ابی حذیفہ نے قتل کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالب اس کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر تلوار ماری تو وہ تلوار اس کے خود میں گر گئی تو امیر نے تلوار ماری تو امیر المؤمنینؑ نے ڈھال پر اسے پچایا اور وہ ڈھال میں دھنس گئی حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اس کے خود سے کھینچی اور اس نے بھی اپنی تلوار آپ کی ڈھال سے چھڑائی پھر دونوں ایک دوسرے پر پیکے حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کی زلزلہ اس بغل کے نیچے سے پھٹی ہوئی ہے پس میں نے وہی تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا اور واپس آگیا اور جب صحابہ امیر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور امیر المؤمنینؑ ثابت قدم رہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم جانے والی قوم کے ساتھ نہیں گئے تو امیر المؤمنینؑ نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کو چھوڑ کے چلا جاتا، اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں یا اللہ تعالیٰ آپ سے یکے ہوئے نصرت کے وعدے کو پورا نہ کرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بشارت ہو تمہیں اے علیؑ کہ یہ شک خدا اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور وہ آئندہ ہماری اس طرح کی حالت نہیں پاسکیں گے پھر آپ نے ایک گروہ لشکر کو دیکھا جو آپ کی طرف بڑھ رہا تھا تو جناب امیرؑ سے فرمایا اے علیؑ، ان پر حملہ کرو تو امیر المؤمنینؑ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ہشام بن امیہ مخزومی کو قتل کیا اور باقی لوگ بھاگ گئے دوسرا گروہ لشکر آگے بڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرنا پسند ہے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے عمرو بن عبد اللہ حمی کو قتل کیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے پھر ایک اور گروہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر حضرت علیؑ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے بشر بن مالک عامری کو قتل کیا اور باقی لشکر بھاگ گیا اور پھر ان میں سے کوئی بھی پلٹ کر نہ آیا اور اب بھاگے ہوئے مسلمان بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹے آئے اور لشکر بھی مکہ کی طرف لوٹ گئے یہی مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال جناب فاطمہؑ نے کیا اس حالت میں کہ آپ کے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی تھا آپ نے اس سے پتا چمڑ مبارک دھویا اور امیر المؤمنینؑ بھی آپ سے آئے اور آپ کے ہاتھ کندھوں تک خون سے خضاب تھے آپ نے ذوالفقار جناب سعیدؑ کے حوالے کی اور فرمایا یہ تلوار لو، اس نے آج مجھ سے سچائی و فاکہی اور آپ نے یہ اشعار انشاء کیے،

افاطمہ ہا ک السیف غیر مہم فلست برعید ولا بدلیعہ
لعمری لقد اعدت فی نصر احمد وطاعۃ ماب بالعباد علیہ

اعطی د ماء العوم عنه فثأفه سغی آل عبد الدار کاس حمیم

» اے فاطمہ! لو یہ تلوار جس کی خدمت نہیں کی جاسکتی پس میں بردل اور قابلِ بلا مت نہیں ہوں مجھے میری جان کی قسم میں نے احمد مجتبیٰؑ کی نصرت اور اللہ کی اطاعت میں دھجوں بندوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے) کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی قوم کے خون اس تلوار سے دودھ کر دے کیونکہ اس نے تو آل عبد الدار کو موت کے پیالے پلا دیئے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

» اس کہنے کو اسے فاطمہ بے شک تیرے شوہر نے بونہی اس پر تھادہ ادا کر دیا، اور اللہ نے اس کی تلوار سے قریش کے سر غنوں کو قتل کیا ہے،

اہل سیرت شریکین میں سے احد کے مقتولین کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے اکثر امیر المؤمنینؑ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے پس عبد الملک بن ہشام نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے زید بن عبد اللہ نے محمد بن الحنفیہ سے بیان کیا کہ اُحد کے دن قریش کا علمدار طلحہ بن الوطمہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار تھا کہ جس کو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے قتل کر دیا چاہے آپؑ نے اس کے بیٹے ابو سعید بن طلحہؓ اس کے بھائی کلاہ بن الوطمہ کو قتل کیا (سعیدؓ بن محمد بن زہرہ بن عمارت بن اسد بن عبد العزی کو قتل کیا) ابو الحکم بن انیس بن شریق بن ثقفی کو قتل کیا ولید بن ابی صلیح بن عقیلہ اس کے بھائی امیر بن ابو حنیفہ بن میسرہ کو قتل کیا اور طاہ بن شریح بن ہشام بن امییر عمرو بن عبد اللہ محبی، بشیر بن مالک اور صواب دیوبی عبد الدار کا غلام تھا کو قتل کیا اور فتح آپؑ کی تھی صحابہ کے بھاگ جانے کے باوجود اپنی کرتے ہوئے ساتھ رہے، اور خداوندِ عالم کی طرف سے سب کی طرف عتاب و سرزنش آئی ان کے اس دن بھاگ جانے کی وجہ سے سوائے حضرت علیؑ کے یا انصار میں سے جو اشخاص آپؑ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور وہ اٹھ افراد تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ چار یا پانچ تھے اُحد کے دن جناب امیر المؤمنینؑ کا جنگ میں دشمنوں کو مارنے، شدائد کو برداشت کرنے اور بہترین کامیابی کے بارے میں حجاج بن علاطؓ سلی کہتا ہے،

لله ای مَذِیْبٌ عَن حَزْبِهِ اعفی ابن فاطمة المعتم المَحُولَا

حادث ید الی له بغافل طحنة ترکت طلیحة للجبین محبلا

وَسَدَدَتْ شِدَّةٌ بِاسْلَ فَكَشَفَتْهُمْ بِالسَّفْحِ اِذَا يَهْرُونَ اسفل اسفلَا

وَعَلَلَتْ سَيْفَكَ بِالْمَاءِ وَلَمْ تَكُنْ لَتَوْدَه حَرَّانَ حَتَّى يَنْهَلَا

» واللہ کیا کہنا اس شخص کا، کیسا تھا جو بار بار دشمنوں کو اپنی جماعت سے دُور چکا رہا تھا میری مراد ہے فاطمہؑ

دینت اسد کا لال جو بہترین چھاؤں اور کاموٹوں والا ہے تیرے دونوں ہاتھوں نے، جلدی سے اس پر نیزے مارے کی سخاوت کی اور طلحہ کو پشیمانی کے بلی بچھاڑ دیا اور تو نے ایک بہادر شیر کی طرح بھرپور حملہ کیا پس تو نے پہاڑ کے

نچلے حصے میں انہیں تتر بتر کر دیا جب وہ نچلے سے نچلے حصے کی طرف گر رہے تھے اور تو نے اپنی تلوار کو دشمنوں کے خون سے سیراب کیا اور تو اسے کبھی پیاسا واپس نہیں لاتا جب تک وہ پوری طرح سیراب نہ ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی طرف چلے اور آپ کا مقصد ان کا محاصرہ کرنا تھا تو آپ نے بنی عظمہ کے آخری حصہ پر وادی میں خیمہ نصب کیا جب رات تاریک ہو گئی تو بنی نضیر کے ایک شخص نے آپ کے تیر مارا جو خیمے میں آگیا جس پر آپ نے حکم دیا کہ خیمہ یہاں سے تبدیل کر کے پہاڑ کے دامن میں نصب کیا جائے اور اس کے گرد جہازین اور انصار نے خیمے نصب کر لیے جب رات زیادہ گند گئی تو لوگوں نے امیر المومنین کو غائب پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم علی کو نہیں دیکھ رہے آپ نے فرمایا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہاری کسی مصیحت کی انجام دہی میں لگا ہوا ہے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ اس یہودی کا سر لے کر آئے کہ جس نے آنحضرتؐ کے تیر مارا تھا اسے سرودھتے تھے پس حضرت علیؑ نے وہ سر آپ کے سامنے پھینک دیا تو بنی کیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ابو الحنفیٰ آپ نے یہ کام کیسے کیا تو آپ نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ یہ خبیث اتہائی جری اور بہادر ہے پس میں اس کی گھات میں بیٹھا اور میں نے کہا کہ اس کی جرات مندی اور بہادری سے بعید نہیں کہ یہ پھر نکلے اور جب رات تاریک ہو تو ہماری عقلت سے خاکہ اٹھائے پس وہ تلوار سونٹے ہوئے نو افراد (یہودی) کے ساتھ آگے بڑھا تو میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھ بیچ نکلے وہ یہاں قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں آپ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجیے مجھے امید ہے کہ میں ان کے مقابلے میں کامیابی حاصل کر لوں گا رسول اللہ نے آپ کے ساتھ دس افراد کو بھیجا کہ جن میں ابو دہانہ سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف تھے ان لوگوں نے انہیں پایا اس سے پہلے کہ وہ قلعہ میں پناہ لیتے اور انہیں قتل کر کے سر بنی کیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے آپ نے حکم دیا کہ یہ سر بنی عظمہ کے بعض کنوؤں میں پھینک دو اور یہ واقعہ بنی نضیر کے قلعوں کے قریب ہونے کا سبب بنا اور اسی رات کعب بن اشرف قتل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا سارا مال لے لیا اور یہ پہلا مال صافہ دشمن کا کل مال تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجازین اولین میں تقسیم کیا اور علیؑ کو حکم دیا چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اس میں سے حصہ تھا اسے جمع کیا اور اسے صدقہ قرار دیا اور وہ مال آنحضرتؐ کے پاس رہا پھر وہ امیر المومنین کے پاس رہا اور وہ آج تک اولاد جناب قاطرہ کے قبضہ میں ہے اور جو کارنامہ حضرت امیر المومنین نے اس جنگ میں کیا آپ کے یہودیوں کو قتل کرتے اور نو افراد کے سروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آنے کے متعلق حنان بن ثابت نے کہا ہے۔

لله ای مکر یہہ ابلیتھا بنی قریظۃ والنفس تطلم

اردی رئیسہم وآب بتسعة طورا بشلہم و طورا بید فم

اللہ ہی جانتا ہے کیسی سخت گھڑی تھی جو تو نے بنی قریظہ کے سلسلہ میں اپنے کو مصیبت میں ڈالا، لعین منتظر تھے اور ان کے رئیس کو قتل کیا اور نو افراد کو لے کر واپس آئے کبھی انہیں اوپر اٹھاتے اور کبھی

انہیں ٹھوکر مارتے تھے۔

جنگ خندق

جنگ احزاب دسے جنگ خندق بھی کہتے ہیں یہ جنگ نبی نصیر کے بعد ہوئی اور یہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت یہودیوں کا کہ جن میں سلا بن ابوالحقیق نصیری، عیسیٰ بن الخطیب، کنز بن ربیع، ہودہ بن قیس والبی اور ابو عمارۃ والبی، کچھ اور نبی والبر کے افراد کے ساتھ نکلے اور مکہ پہنچ گئے پس یہ ابوسفیان بخرب کے پاس گئے چونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی دشمنی و عداوت کا علم تھا اور جانتے تھے کہ وہ جنگ کرنے کیلئے جلدی تیار ہو جائے گا لہذا انہوں نے اس سے ان چیزوں کا ذکر کیا جو آپ سے انہیں پہنچی تھیں اور اس سے آپ کے خلاف جنگ میں مدد و تعاون کی خواہش کی تو ابوسفیان ان سے کہنے لگا میں تمہارے لیے ہوں جہاں چاہو پس قریش کے پاس چلو اور انہیں اس سے جنگ کرنے کی دعوت دو اور ان کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی ضمانت دو یہاں تک کہ اسے بڑے نکال پھینکو پس انہوں نے قریش کے مقبرہ قراہ کے پاس چکر لگایا اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی۔

اور ان سے کہا کہ ہمارے ہاتھ تمہارے ہاتھوں کے ساتھ ہیں اور ہم آخر وقت تک تمہارا ساتھ دیں گے تلاس کا قلعہ تمہارے پاس ہے اور اسے ختم کر دیں قریش نے ان سے کہا اے جماعت یہود تم پہلی کتاب والے ہو اور علم سابق والے ہو اور تم جانتے ہو اس دین کو جسے محمد نے لایا ہے اور جس دین پر ہم ہیں تو ہمارا دین اس کے دین سے بہتر ہے یا وہ ہم سے حق کے زیادہ لائق ہے تو یہودی کہتے گے بلکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے پس قریش خوش ہو گئے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے دعوت دی تو ابوسفیان قریش کے پاس آیا اور کہتے لگا کہ خدا نے تمہیں تمہارے دشمن پر تمکین و قدرت دی ہے اور یہ یہودی تمہارے ساتھ مل کر اس سے جنگ کریں گے اور تم سے جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ سب ختم نہ ہو جائیں یا ہم اس کو اور اس کے پیروکاروں کو ختم نہ کر لیں تو اس وقت قریش کے عزائم اور ارادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ لگنے میں قوی ہو گئے اس کے بعد یہودی وہاں سے نکل کر عطفان اور قیس جیلان کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کی دعوت دی اور ان کی نصرت اور اعانت کرنے کی ضمانت دی اور انہیں خبر دی کہ قریش بھی اس معاملہ میں ہمارے تابع ہیں اور ان سے بھی ان کا اتفاق ہو گیا اور قریش مکہ سے نکلے جب کہ اس وقت ان کا قائد ابوسفیان مضر بن حریص تھا اور عطفان نکلے اور ان کا قائد بنو فزارہ میں عینہ بن حصن تھا، بنو مرہ میں حراث بن عوف اور دبرہ بن طریف باقی ان قوم میں تھا جو ایشیج تھی اور ان کے ساتھ قریش بھی مل گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب جماعتوں کا اپنے خلاف اتحاد و اتفاق کرنا اور جنگ کرنے کا عزم سنا تو

آپؐ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور ان کی متفقہ رائے یہ تھی کہ مدینہ میں ہی قیام رکھا جائے اور وہ قوم اگر اُسے تو ان سے پہاڑوں کے
دروں پر جنگ کی جائے اور چٹاب سلمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خندق کا مشورہ دیا آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم
دے دیا اور اس میں خود بھی بنفس نفیس کام کیا اور سب مسلمانوں نے بھی کام کیا جب احزاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف
پڑھے تو مسلمانوں میں ان کی وجہ سے خوف و ہراس پیدا ہوا اور ان کی کثرت اور جمعیت سے وہ گھبرا گئے وہ خندق کے کنارے اتر
پڑے اور بیتس سے زیادہ راہیں قیام کیا ان کے درمیان اس عرصہ میں جنگ نہیں تھی سوائے تیر مارائی یا پتھر پھینکنے کے اور جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر مسلمانوں کی کمزوری اور ان سے جنگ کرنے میں ضعت دیکھا کفار کے ان کا محاصرہ کر لینے کی وجہ
سے تو عبیدہ بن حصن اور عمارت بن عوف ربوہ کو غطفان کے قائد تھے کی طرف کسی کو بھیجا کہ انہیں آپؐ کی طرف سے صلح کی دعوت
دے اور انہیں آپؐ سے روکے اور یہ کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر آپؐ سے جنگ کرنے کی بجائے واپس چلے جائیں اس شرط
پر کہ آپؐ انہیں مدینہ کے پھلوں کی ایک تہائی دیں گے پھر آپؐ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے عبیدہ اور عمارت کی طرف اپنی
پہنچنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو وہ دونوں کہتے لگے کہ اللہ کے رسولؐ اگر تو اس امر پر نہیں ضرور عمل کرتا ہے اس لیے کہ اللہ کی طرف سے
حکم اس سلسلہ میں آیا ہے جو آپؐ نے کیا ہے اور وحی آئی ہے تو پھر آپؐ پر ظاہر ہوا ہے، علی کیجئے اور اگر آپؐ خود پسند
کرتے ہیں کہ ہمارے لیے کچھ کریں تو ہماری اس سلسلہ میں رائے کچھ اور ہے آپؐ نے فرمایا میرے پاس وحی نہیں آئی لیکن میں
نے دیکھا کہ سارے عرب تمہیں ایک ہی کمان سے تیرا رتا چاہتے ہیں اور ہر طرف سے تمہاری جانب آئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ
کچھ کے ان کی قوت و طاقت کو توڑ دوں تو سعد بن معاذ نے کہا کہ جب ہم اور یہ قوم اللہ کا شریک قرار دیتے تھے اور بتوں کی
عبادت کرتے تھے نہ اللہ کو پہچانتے تھے اور نہ اس کی عبادت کرتے تھے تو اس وقت ہم انہیں یہ میوے ہمائی کرنے اور خرید
کرنے کے علاوہ نہیں کھانے دیتے تھے اور جب خدا نے ہمیں اسلام سے عزت بخشی ہے اور اس کے ساتھ ہمیں ہدایت کی ہے
اور آپؐ کے قدیمہ ہمیں معزز و محترم قرار دیا ہے ہم انہیں اپنا مال دیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں خدا کی قسم ہم انہیں نہیں دیں گے
مگر تلوار یہاں تک کہ خدا ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اب میں نے بیان لیا کہ جو کچھ تمہارا ہے پاس
ہے پس اسی نظریہ پر رہو جو تم رکھتے ہو اور اظہار ترجمہ یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بنی امیہ کی ٹیکسال میں بنی ہے ورنہ اپنی
بیحد دینے کے بعد مشورہ لینے کا کیا فائدہ، علاوہ از ہی جس چیز کے حسن و قبح کو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سمجھ سکتے تھے وہ عقل
کا کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور پھر وحی کے علاوہ آپؐ یہ فیصلہ کیسے کر سکتے تھے، بے شک اللہ اپنے نبی کو تمہارا ہرگز نہیں چھوڑے گا
جب تک اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرے پھر رسول اللہؐ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور انہیں دشمن سے جہاد کے
یہ دعوت دی اور انہیں شجاعت اور بہادری پر آمادہ کیا اور اللہ کی طرف سے نصرت کا وعدہ کیا پس قریش کے کچھ شاہ سوار ایک
دوسرے کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پکارنے لگے کہ جن میں عمرو بن عبد ود ابن ابوقیس بن عامر بن لوی بن غالب اور
عکرمہ بن ابوجہل اور حمیرہ بن ابی وہب (یہ دونوں خزومی تھے) اور قتادہ بن خطاب اور مرداس قہری تھے انہوں نے باس جنگ

پہنتے پھرا پتے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے یہاں تک کہ بنی کنانہ کے گھروں کے قریب سے گزرے تو کہتے لگے اے بنی کنانہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ پھر آگے بڑھے جب کہ ان کے گھوڑے تیزی دکھا رہے تھے یہاں تک کہ خندق پر آکر رک گئے جب اسے غور سے دیکھا تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ ایسا جلد ہے جسے عرب نہیں جانتے تھے پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ جگہ تلاش کی اور گھوڑوں کو مارا تو وہ پھلانگ گئے اور وہ انہیں شور و آواز دیکھ میں لے آئے جو خندق اور سلیم پہاڑ کے درمیان تھی امیر المؤمنینؑ مسلمانوں کے چٹا زاد کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ اس جگہ پر قبضہ کر لیا کہ جہاں سے وہ اندر گھس آئے تھے اور عمرو بن عبدود اس جماعت سے آگے تھا جو اس کے ساتھ تھی اور اس نے ایک نشان لگا رکھا تھا تاکہ اس کی پہچان ہو سکے جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ اور جو اس کے ساتھ تھے رک گئے اور کہنے لگا کہ کوئی مقابلہ کرنے والا ہے تو امیر المؤمنینؑ اس کے مقابلہ میں نکلے، عمرو آپ سے کہنے لگا اے بھتیجے! پس چلے جاؤ میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا تو امیر المؤمنینؑ نے اس سے فرمایا اے عمرو تو نے خدا سے عہد کر رکھا تھا کہ قریش میں سے جو شخص دو ہاتھوں میں سے ایک کی طرف بلائے تو اُسے ضرور پورا کرے گا وہ کہنے لگا ہاں تو وہ کیا باتیں ہیں فرمایا میں تجھے اللہ کے رسولؐ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہتے لگا اس کی بھئی ضرورت نہیں تو آپ نے فرمایا پھر میں تجھے جنگ کی دعوت دیتا ہوں وہ کہنے لگا واپس چلے جاؤ، کیونکہ تمہارے باپ اور میرے درمیان دوستی تھی اور میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں قتل کروں، امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں جب تک تو حق سے انکار کرے تو عمرو اس سے غصہ میں ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم مجھے قتل کرو گے کیا؟ اور اپنے گھوڑے سے اتر آیا، اس نے اپنے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور اس کے منہ پر ضرب لگائی جس سے وہ بھاگ کھڑا ہوا پھر حضرت علیؑ کی طرف تلوار سونپتے ہوئے بڑھا اور اس نے جلدی سے تلوار کا وار کیا اور اس کی تلوار حضرت علیؑ کی دھال میں پیوست ہو گئی، پس امیر المؤمنینؑ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا تو جب عکرمہ بن ابو جہل اور ہبیرہ بن ابو وہب اور قرار بن خطاب نے عمرو کو پھنسا دیا تو وہ شکست خوردہ اپنے گھوڑوں کے ساتھ مڑے یہاں تک کہ خندق میں گھس گئے وہ مڑ کر کسی چیز کو نہیں دیکھتے تھے اور امیر المؤمنینؑ اپنی پہلی جگہ پر واپس آگئے لیکن وہ لوگ جو آپ کے ساتھ خندق تک آئے تھے قریب تھا کہ ان کی روح نکل جائے اور حضرت یہ فرما رہے تھے،

و نصرت رب محمد بصواب

نصر الحجارۃ من سفاہۃ رایۃ

کالجذع بین دکادک و دوابی

فضربتہ و ترکتہ متجدلا

کنت المقطر برف اشوابی

وعففت عن الثوابہ ولوانی

ونبیہ یا معشر الاحزاب

لا تحسبن اللہ خاذل دینہ

دراپنی رائے کی ناطاقی کی وجہ سے اس نے پیچھ کی باتوں کی مدد کی اور اور میں نے درستی رائے کے ساتھ محمدؐ کے رب

کی مدد کی میں نے اسے ضرب لگائی اور اُسے پھاڑ کر چھوڑ دیا مثل کھجور کے تنے کے جو نا ہوا ہوا جگہ میں گرے

اور میں اس کے لباس کو اتارتے سے رک گیا اور اگر میں گر گیا ہوتا تو وہ میرے لباس کو اتارے جاتا اے گمراہ

احزاب! خدا کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ اپنے دین اور نبی کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔

محمد بن عمرو واقعہ کی روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے ابوعمرو سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابوجہل، بکر بن ابی وہب، نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ اور صرار بن خطاب جنگ احزاب کے دن خندق کی طرف آئے وہ اس کے گرد چکر لگا رہے تھے کہ کوئی تنگ جگہ تلاش کر کے اسے عبور کر سکیں یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچے جہاں انہوں نے اپنے گھوڑوں کو مجبور کیا تو انہوں نے خندق عبور کر لی پس وہ اپنے گھوڑوں کو خندق اور سلیج پہاڑ کے درمیان جولان دینے لگے اور مسلمان کھڑے ہوئے تھے ان میں سے کوئی بھی ان کی طرف نہیں بڑھتا تھا اور عمرو بن عبدود مقابلہ کے لیے پکارتے لگا اور وہ مسلمانوں پر طنز و تعریض کرتا اور کہتا تھا،

« ولقد بححت من النداء بجمعهم هل من مبأر؟ »

کہ ان کی جماعت کو پکار پکار کے میری آواز بیٹھ گئی ہے کہ کوئی مقابلہ میں آنے والا ہے ؟

اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب کھڑے ہو جاتے تاکہ اس کے مقابلہ میں جائیں، لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ٹھکارتے اس انتظار میں کہ کوئی اور حرکت میں آئے اور مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ وہ عمرو بن عبدود اور اس کے خوف سے اور ان کے خوف سے جو ان کے ساتھ تھے اور ان کی وجہ سے جو اس کے پیچھے تھے، « کان علی رؤوسهم الطير » گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے تھے اور جب عمرو کی بشارتہ طلبی کی پکار طویل ہو گئی اور بار بار امیر المومنین کھڑے ہو جاتے تو رسول اللہ نے ان سے کہا کہ میرے قریب آؤ اے علی! پس آپ قریب گئے تو آپ نے اپنا عامر سے اُتارا اور حضرت علی کے سر پر باندھا ان کو اپنی تلوار دی اور فرمایا اب جاؤ علی! پھر فرمایا خدا یا اس کی اعانت کر تاپس آپ تیزی سے عمرو کی طرف بڑھے، جاہل بن عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ آپ کے ساتھ گئے تاکہ دیکھیں کہ آپ کا اور عمرو کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اور جب امیر المومنین اس کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے اس سے کہا اے عمرو تو جاہلیت کے زمانہ میں کہا تھا کہ کوئی شخص تجھے تین چیزوں کی طرف نہیں بلائے گا مگر یہ کہ وہ بیند یا ان میں سے ایک تو قبول کرے گا، کہنے لگا ہاں تو آپ نے فرمایا، میں تجھے دعوت دیتا ہوں لا الہ الا اللہ ان محمد رسول اللہ قبول کرنے کی اور یہ کہ تو عالمین کے رب کے سامنے تسلیم خم کرے کہنے لگا کہ لے بیٹھے یہ مجھ سے ہٹاؤ تو امیر المومنین نے فرمایا یا مدد کھو یا یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر اس کو لے لو پھر آپ نے فرمایا تو دوسری بات بھی ہے، کہنے لگا وہ کیا فرمایا، واپس چلے جاؤ جہاں سے آئے ہو، کہنے لگا یہ بات تو قریش کی عورتیں بھی کہتی ہیں کہ اس نے فرمایا تو پھر ایک اور بات ہے، کہنے لگا کہ وہ کون سی، آپ نے فرمایا، گھوڑے سے اُترو اور مجھ سے جنگ کرو پس عمرو ہنسنے لگا کہ یہ وہ چیز ہے کہ مجھے گمان نہیں تھا کہ عرب میں سے کوئی شخص میرے متعلق یہ ارادہ رکھے گا لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارا رے جیسے کریم آدمی کو قتل کروں جب کہ تمہارا باپ میرا دوست تھا علی نے فرمایا لیکن میں دوست رکھتا ہوں کہ تجھے قتل کروں لہذا اُتر آؤ اگر جنگ کرنا چاہتے ہو پس عمرو غصہ میں آگیا اور گھوڑے سے اُتر آیا

اور اپنے گھوڑے کے منہ پر مارا یہاں تک کہ وہ بھاگ گیا پس جابر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان گرد و غبار اٹنے لگا اور وہ مجھے نظر نہیں آتے تھے اچانک اس غبار کے اندر سے میں نے تکبیر کی آواز سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا ہے اور پھر اس کے ساتھی بھاگ نکلے یہاں تک کہ ان کے گھوڑے خندق میں کود پڑے پھر اصحاب نئے دوڑ پڑے اور وہ دیکھ رہے تھے کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں پس انہوں نے نوفل بن عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ خندق کے اندر رہے اور اس کا گھوڑا اسے وہاں سے نکال نہیں سکتا تو وہ اسے پتھر مارنے لگے وہ کہنے لگا کہ جنگ کرنا یا مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی بھی خندق میں اتر آئے میں اس سے جنگ کر دوں گا پس امیر المؤمنینؑ اتر گئے اور آپؑ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا اور میرے چچاؑ آپؑ سے کارہ اور عاجز کر دیا اور اس کی زین کے اوپرخے حصہ پر تلوار ماری تو اس کی زہرہ گر کر گئی اور عکرمہ اور قمر بن خطاب بھاگ گئے جابر کہتے ہیں کہ کس قدر مشاہدہ ہے حضرت علیؑ کا عمرو کو قتل کرنا اس واقعہ سے جو خدا نے حضرت داؤدؑ کا واقعہ بیان فرمایا جہاں ارشاد ہوتا ہے

”فَهَزَمُوهُمْ بِأَذْنِ اللَّهِ وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ“

اور انہیں انہوں نے حکم خدا سے شکست دی اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔

قیس بن ریح نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا ابو ہریرہؓ نے ربیعہ سعدی سے کہ وہ کہتا ہے کہ میں حدیقہ بن یمان کے پاس آیا اور ان سے کہا اے ابو عبد اللہؑ جب ہم حضرت علیؑ کے مناقب بیان کرتے ہیں تو اہل بصرہ ہم سے کہتے ہیں کہ تم علیؑ کے بارے میں غلو کرتے ہو تو تمہارا کیا آپؑ ہیں ان کے متعلق کوئی حدیث بتائیں گے تو حدیقہ نے کہا کہ اے ربیعہ تم علیؑ کے بارے میں کیا مجھ سے سوال کرتے ہو پس تمہارے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اصحاب محمدؐ کے تمام اعمال اس دن سے لے کر جب اللہ نے آپؐ کو مبعوث کیا آج کے دن تک ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا عمل دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو علیؑ کا عمل ان سب کے اعمال سے بھاری ہو گا تو ربیعہ کہنے لگا کہ یہ تو وہ بات ہے کہ جس کے لیے نہ کھڑا ہو جاتا ہے اور نہ بیٹھا جاتا ہے (یہ کیسے مان لوں) تو حدیقہ نے کہا اے نادان لڑکے یہ کیسے قابل برداشت نہیں اور کہاں تھے ابو بکرؓ و عمرؓ و حدیقہ اور تمام اصحاب محمدؐ و ہر فرد کے دن جب وہ مقابلہ کے لیے بارہا تھاپیں تمام لوگ پیچھے ہٹے رہے سوائے علیؑ کے، وہی جناب اس کے مقابلہ میں گئے اور اسے اللہ نے ان کے ہاتھ سے قتل کیا وہ ذات جس کے قبضہ میں حدیقہ کی جان ہے کہے شک علیؑ کا اسی دن کا یہ عمل قیامت تک کے اصحاب محمدؐ کے عمل سے اجر کے لحاظ سے زیادہ عظیم ہے اور ہشام بن محمدؓ نے معروف بن خربوذ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے خندق کے دن فرمایا۔

أَعْلَى تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هَذَا

عَنْ وَعَنْهَا مَعْبُودٌ

وَمَصْعَمٌ فِي الرَّاسِ لَيْسَ بِنَابِي

صَافِي الْحَدِيدِ

الْيَوْمَ تَمْنَعُنِي الْفَارِ حَفِيظَتِي

أَرَدَيْتَ عَمْرًا إِلَّا طَعَنِي بِمَهْدِي

فصاحت حين تركته متجددا كالجدة بين دكاك وسواحي

وعففت عن الثوابه ولواتي كنت المقطر بزق الثوابي

» کیا مجھ پر شامسوار اسی طرح ہجوم کرتے ہیں میری اور ان کی خبر میرے ساتھیوں کو کہ دو آج بھاگنے سے میری غیرت مجھے روکتی ہے اور وہ تیز دھار تلوار جو سر سے اچھٹی تھیں، میں نے عمرو کو ہندی تلوار سے ہلاک کیا جب کہ اس نے سرکشی کی جو خاصہ لوہے کی آزمائش ہوئی اور کاٹنے والی ہے پس میں رک گیا جب اسے پھانڈ دیا مثل کھجور کے تنے کے نامسوار جگہ میں اور میں اس کے لباس سے رک گیا اور اگر میں گرا ہوتا تو وہ میرا لباس اتار لیتا،

یونس بن کثیر نے روایت کی ہے محمد بن اسحاق سے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب نے عمرو کو قتل کیا اور پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حالت میں بڑھے کہ آپ کا چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا تو آپ نے سے عمر بن خطاب نے کہا اے علی آپ نے اس کی زہ کیوں نہیں اتاری کیونکہ پورے عرب میں ایسی زہ نہیں ہے، امیر المومنین نے اس سے فرمایا مجھے شرم آتی تھی کہ آپ نے ہم قبیلہ کو رہنہ کروں۔

عمر بن ابی ازہری نے عمرو بن عبید سے اس نے حسن سے روایت کی ہے کہ علی نے جب عمرو بن عبدود کو قتل کر کے اس کا سر جدا کیا اور اس کو اٹھایا اور لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا دیا تو ابو بکر و عمر کھڑے ہو گئے اور ان دونوں نے علی کے سر کا لہو سرایا علی بن حکیم اسی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو بکر بن عیاش کو یہ کہتے سنا کہ علی نے ایک ایسی ضرب لگائی ہے کہ جس سے زیادہ عزت و وقار والی ضربت اسلام میں نہیں ہے یعنی عمرو بن عبدود والی ضربت اور آنجناب کو ایسی ضرب لگی کہ جس سے زیادہ منحوس اور بدبختی کی ضرب نہیں ہے یعنی ابن ملجم کی ضرب اور احزاب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

”اذ جاءكم من فوقكم ومن اسفل منكم واذا غارت الابصار وبلغت القلوب

الحناء وتظنون بالله الظنون ! هتالك ابتل المومنون وما لزلوا زلزالا

مشديدا ! واذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض ما

وعدنا الله ورسوله الا عروما (النبی)

فتوله و كفى الله المومنين و كان الله قويا

عزیدا“

» اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم پر بلندی کی طرف سے بھی آئے اور پستی کی طرف سے بھی اور جب مارے ڈر کے تمہاری آنکھیں کچ ہو گئیں اور تمہارے کیلچے متہ کو آگئے اور تم خدا کی طرف نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے اسی موقع پر مومنوں کی آزمائش کی گئی اور ان کو بہت ہی سختی کے ساتھ ہلا ڈالا گیا اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ منافق

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہتے گئے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے کچھ وعدہ نہیں کیا مگر تراویح کو کہ اس قول تک اور اللہ نے مومنوں کو طرائق کی تربیت ہی نہ آنے دی اور اللہ صاحب قوت اور صاحب غلبہ ہے۔

پس ناراضگی تو بیخ و سرزنش کا خطاب ان کی طرف متوجہ ہوا اور بالاتفاق اس سے چٹکانا کسی کو نہ ہوا سوائے امیر المومنینؑ کے کیونکہ فتح آپؐ کی ہوئی تھی اور آپؐ کے ہاتھوں پر ہوئی تھی اور آپؐ کا عمر و اور نوفل بن عبد اللہ کو قتل کرنا مشرکین کی شکست کا سبب بن گیا تھا اور رسول اللہؐ نے ان افراد کے قتل ہو جانے کے بعد فرمایا اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور یہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے۔ یوسف بن کلب نے سفیان بن زید سے قرہ وغیرہ سے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ اس آیت کو وہ یوں پڑھا کرتے تھے۔

”وَكُفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ بَعْلَى دُكَّانِ اللَّهِ قُوًى عَزِيزًا۔“

اور اللہ نے مومنوں کو (عالمی) کی وجہ سے (طرائق کی تربیت ہی نہ آنے دی اور اللہ صاحب قوت اور صاحب غلبہ ہے۔

اور عمرو بن عبدود کے قتل کے بارے میں حسان بن ثابت علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

امسى الفتى عمرو بن عبد لا يبتغى
بجنوب يثرب عادة لسه تنظر
ولقد وجدت سيوفنا مستهزئة
ولقد وجدت سيوفنا مستهزئة
ولقد رأيت عذاة بداء عصبه
ضربك ضرباً غير ضرب الحسد
اصبحت لا تدعى ليوم عظيمه
يا عمداً ولجسيم امر منك

اور شام کی جو آمد عمرو بن عبد نے کہ وہ یثرب و مدینہ کے خونی حصہ میں ایسی غارت گری چاہتا تھا کہ جیسی نہیں دیکھی گئی، الیترتے ہماری تلواریں کچھی ہوئی اور ہمارے گھوڑے ایسی حالت میں پائے کہ وہ کوتاہی نہیں کر رہے تھے اور تو نے جنگ بدر کے دن ایسی جماعت کو دیکھا کہ جہنوں نے تجھے ایسی ضرب لگائی کہ وہ ضرب عاجز شخص والی نہیں تھی، تو نے صبح کی ہے کہ اب تجھے کسی عظیم دن کے لیے اور بڑے اور اجنبی امر کے لیے نہیں پکارا جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ جب حسان بن ثابت کے یہ اشعار بنی عامر تک پہنچے تو ان میں سے ایک جوان نے ان کا جواب دیا، انصار کے ساتھ حسان بن ثابت کے افتخار کی تردید کرتے ہوئے، وہ کہتا ہے کہ

اشعار۔

كذبكم وبيت الله لا تقتلون
بست ابن عبد الله احمد في الرضا
ولم تقتلوا عمرو بن عبد بنائكم
ولكنه الكفو الهزبر الغنم قد

علي الذي في الفخر طال بناؤه
بیدر خرجتہ للبرائۃ فزدکم
فذلما اتاهم حمزة وعبيدة
فقالوا نعم اكفاء صدق فاقبلوا
فجال على جولة هاشمية
فليس لكم فخر علينا بغيرنا

اور اللہ کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے تم نے ہمیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ ہاشمیوں کی تلوار کے ساتھ فخر کرو، جنگ میں یہ مقام تم نے عبداللہ کے فرزند احمد کی تلوار کے ساتھ حاصل کیا ہے جو کہ علی کے ہاتھ میں تھی پس اپنے مقام پر رہو اور تم نے عمرو بن عبدود کو اپنی بہادری سے قتل نہیں کیا بلکہ اس کو کفو کریم تیسرے قتل کیا ہے اس علی نے کہ جس کا مقام و منزل اونچی ہے اور ہمارے خلاف زیادہ دعوے نہ کرو ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بدر میں تم مقابلہ کے لیے نکلے تو ہمیں شیوخ قریش نے علی الاطلاق واپس کر دیا اور تم واپس چلے گئے اور جب ان کے مقابلہ میں حمزہ، عبیدہ اور علی ہندی تلوار کو حرکت دیتے ہوئے آیا تو انہوں نے کہا جی ہاں یہ ہیں سچے ہم پلہ اور کفو واپس ان کی طرف بلدی سے بڑھے جب انہوں نے بغاوت کی اور تکبر کیا تو علیؑ نے ہاشمی یولان لگایا اور انہیں ہلاک کر دیا جب انہوں نے سرکشی کی اور تکبر کیا تو تمہارا ہم پر فخر کرتا ہمارے غیر کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارا تو کوئی فخر ہی نہیں جسے شمار یا ذکر کیا جاسکے۔

احمد بن عبدالعزیز نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے سلیمان بن ایوب نے ابوالحسن مدائنی نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالبؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو اس کی موت کی خبر اس کی بہن کو ملی اور وہ کہنے لگی کہ اس پر کس کو جرأت ہوئی تو لوگوں نے بتایا فرزند ابوطالبؑ کو تو وہ کہنے لگی اس کی موت نے کفو کریم کے ہاتھ سے تجاوز نہیں کیا اگر میں اس پر آنسو بہانا بھی چاہتی تو وہ اب خشک و ساکن ہو گئے ہیں اس نے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا اور اپنے ہم پلہ لوگوں سے میدان جنگ میں مقابل ہوا اور اس کو موت اس کی قوم کے کفو کریم کے ہاتھ سے آئی، اسے بنی عامر میں نے اس سے زیادہ قابل فخر ذکر نہیں سنا، پھر اس نے یہ اشعار انشاء کیے۔

لو كان قاتل عبد غير قاتله

لكن قاتل عبد لا يعاب به

اگر عمرو کا قاتل اس کے قاتل کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں رشتی دنیا تک اس پر گریہ کرتی رشتی لیکن عمرو کا قاتل تو وہ ہے جس میں کوئی عیب نہیں لگایا جاسکتا اور وہ ہمیشہ سے شہر کا عظیم شخص رہا ہے، وہ مزید اپنے بھائی کے قتل اور علی بن ابی طالبؑ کے ذکر میں کہتی ہے۔

اسدان في ضيق المكر تضاولا

و كلاهما كفر كريم باسل

فتحا لسا مہج النفوس كلاهما
وسط الدمار محائل و مقاتل
و كلاهما صفر القراع حفيظة
لم يثته عن ذاك شغل شاعل
واذهب على فضاظفرت بمثله
قول سديد ليس فيه تحامل
والثأر عندي يا علي فليتنى
ادركته والعقل مني كامل
زلت قریش بعد مقتل وائرس
فالذل مہلكها وخزي شامل

دو شیر تنگ میدان جنگ میں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے اور دونوں ہی مغز ہم قبیلہ اور بہادر ہیں دونوں ایک دوسرے کو وسط مدار میں قتل کرنا چاہتے تھے جلد سے اور جنگ کر کے اور دونوں میدان میں محاذ بن کر آئے تھے اور انہیں کوئی شغل اپنی طرف نہیں پھیر رہا تھا پس باؤ اسے علیؑ تم اس جیسے شخص پر کبھی کامیاب نہیں ہوئے، یہ بات درست ہے اس میں کوئی زیادتی نہیں اور خون کا بدلہ میرے پاس ہے اے علیؑ کاش میں اس کو پاسکتی اور میری عقل کامل ہے اس شاہسوار کے قتل سے قریش ذلیل ہو گئے اور ذات ابہیں ہلاک کر دے گی اور ہمیشہ کی رسوائی ان کے دامن گیر رہے گی اس کے بعد کہنے لگی خدا کی قسم قریش میرے بھائی کے خون کا بدلہ کبھی نہیں لے سکیں گے۔

جنگ بنی قریظہ

اور جب احزاب شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں سے پشت پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے قصد سے تیاری شروع کی اور امیر المومنینؑ کو قبیلہ خزرج کے تین سو جوانوں کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ کیا بنی قریظہ اپنے قلعوں سے اتر گئے ہیں تو جب آپ ان کی فصیل کے قریب گئے تو ان سے بُری بکواس بنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آکر انہیں بتایا آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو، بے شک خدا ان پر قدرت و تسلط دے گا جس ذات نے مجھے عمرو بن عبدود پر قدرت و تمکین بخشی وہ مجھے اب بھی بے آسرا نہیں چھوڑے گی پس ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ لوگ تمہارے پاس جمع ہو جائیں اور تمہیں اللہ کی طرف سے فتح کی بشارت ہو کیونکہ خدا نے مجھے ایک مہینہ کی راہ تک رعب اور دیدار سے نصرت دی ہے علیؑ فرماتے ہیں پس لوگ میرے پاس جمع ہو گئے اور میں چلا یہاں تک کہ ان کی فصیل کے قریب گیا اور انہوں نے میری طرف جھانک کر دیکھا جب انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو ان میں سے ایک چمچا کہ تمہارے پاس عمرو کا قاتل آگیا اور دوسرے نے کہا کہ عمرو کا قاتل تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور وہ ایک دوسرے سے پنج پیچ کر ہی کہنے لگے اور خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور میں نے ان میں سے ایک رجز پڑھنے والے کو سنا

قتل علی عمروا صاد علی صقرا
قصم علی ظهدا ابرم علی امرا
هتک علی سترا

علیؑ نے عمرو کو قتل کیا، بازو کو شکار کیا، علیؑ نے مکر توڑ دی، علیؑ نے معاملہ کو پختہ کر دیا، علیؑ نے پردہ چاک کر دیا۔ پس میں نے کہا محمدؐ ہے اس خدا کی جس نے اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کی بیخ کنی کی اور جب میں نے نبیؐ قریظہ کی طرف توجہ کی تو رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ کی برکت سے جاؤ کیونکہ خدا نے ان کی زمین اور گھروں کا تم سے وعدہ کیا ہے تو میں اللہ کی نصرت کی یقین کے ساتھ چلا یہاں تک کہ میں نے علم کو قلعہ کی بنیاد میں گاڑ دیا پس انہوں نے اپنے قلعوں میں میرا سامنا کیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے جب میں نے ان کا سب و شتم سنا تو مجھے ناگوار گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی یہ گالیاں نہیں پس میں نے چاہا کہ آپ کے پاس واپس جاؤں اپنا مکہ میں نہ آپ کو دیکھ کر آپ ظاہر ہوئے اور ان کی گالیاں سن رہے تھے تو آپ نے پکار کر فرمایا اے بدروں اور خزندہ روں کے بھائی جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن کو ڈرایا جا چکا ہے ان کی صحیح ٹوٹی ہوتی ہے تو وہ آپ سے کہنے لگے، اے ابوالقاسم! آپ تو تیرا ہاں تھے اور تیرا سب و شتم کرنے والے تھے تو رسول اکرمؐ کو شرم آگئی اور آپ پچھلے قدموں تھوڑے سے پیچھے ہٹ گئے پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کا خیمہ ان کے قلعوں کے سامنے نصب کر دیا گیا تو آپ نے ان کا محاصرہ کیئے ہوئے پچیس راتیں وہاں قیام کیا یہاں تک کہ انہوں نے التجا کی کہ ہم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اپنے قلعوں سے اترنے کے لیے تیار ہیں پس سعد نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال تقسیم کر دیئے جائیں تو نبی کریمؐ نے فرمایا، اے سعد تو نے ان میں وہ فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں پر اللہ کا فیصلہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے مرد اتار لیے جائیں اور وہ نو سو مرد تھے پس انہیں مدینہ میں لایا گیا اور ان کا مال تقسیم کر لیا گیا ان کے بچے اور عورتیں غلام اور کنیزی بنا لی گئیں اور جب قیدیوں کو مدینہ میں لایا گیا تو انہیں بنی جبار کے ایک گھر میں بند کر دیا گیا رسول اللہؐ اس جگہ کی طرف نکلے جہاں اب بازار ہے پس وہاں گڑھے کھودے گئے اور امیر المؤمنین تشریف لائے اور ان کے ساتھ باقی مسلمان بھی تھے اور امیر المؤمنین آگے بڑھے تاکہ ان کی گردنیں اڑا کر گڑھوں میں پھینک دیں پس وہ گروہ گروہ کے نکالے گئے اور ان میں جی بن اخطب اور کعب بن اسد بھی تھے اور وہ دونوں اس وقت اس قوم کے رئیس تھے تو یہودی کعب بن اسد سے کہنے لگے جب کہ مسلمان انہیں رسول اللہؐ کی طرف لیے جا رہے تھے اے کعب! آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے کیا سلوک کرے گا وہ کہنے لگا تمہاری عقل کہیں بھی ٹھکانے نہیں ہوتی کیا دیکھتے نہیں کہ بلاتے والا کرتا نہیں اور جو تم سے گیا پلٹ کر تمہیں آیا، خدا کی قسم قتل ہی قتل ہے اور یحییٰ بن اخطب کو لے کر آئے جب کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے جب اس کی نگاہ رسول اللہؐ پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم میں اپنے نفس کو آپ کی عداوت پر ملامت نہیں کرتا، لیکن خدا جس کی مدد ترک کر دے اس کی مدد نہیں ہو سکتی پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے لوگو! اللہ کا حکم جاری ہو کر رہتا ہے جو

لکھا گیا ہے مقدّر ہو چکا ہے اور قتل ہونا بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا گیا ہے پھر اسے امیر المومنین کے سامنے کھڑا کیا گیا اور وہ کہتے لگا باشرقت قتل شریف آدمی کے ہاتھ سے، پس امیر المومنین نے اس سے فرمایا کہ اچھے لوگ بروں کو قتل کرتے ہیں اور برے لوگ اچھوں کو قتل کرتے ہیں ہلاکت ہے اس کے لیے جسے بہترین و شریف قتل کریں اور سعادت ہے ان کے لیے جنہیں رفیل اور کافر قتل کریں، کہتے لگا آپ نے سچ فرمایا میرا لباس نہ اتارنا، آپ نے فرمایا اس پر عمل کرتا ہوں میرے لیے بہت آسان ہے تو وہ کہتے لگا کہ آپ نے میری پردہ پوشی کی خدا آپ کی پردہ پوشی کرے پھر اس نے اپنی گردن آگے بڑھا دی حضرت علیؑ نے اس کی گردن اڑا دی اور کسی نے اس کا لباس نہ اتارا، اس کے بعد امیر المومنین نے اس شخص سے کہا جو اسے لے کر آیا تھا کہ جی کو جیب موت کی طرف لایا جا رہا تھا تو وہ کیا کہتا تھا اس نے کہا وہ کہتا تھا ۔

لعمرك ما لام ابن اخطب نفسه ولكن من يخذل الله يخذل

تجاهد حتى بلغ النفس جهدها وحاول يبغى العز كل مقلتل

خدا کی قسم ابن اخطب اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتا، لیکن خدا جس کی مدد چھوڑ دے، اس نے کوشش کی یہاں تک کہ نفس کو اسی کوشش تک پہنچا دیا اور وہ ہر حرکت کرنے والے سے عزت کا طالب تھا تو امیر المومنین نے فرمایا،

لقد كان ذا جود وجد يكفراه فقيدها في الدنيا مع يعقل

فقداته بالسيف ضربة محفظ فضاء الى قعر الجحيم يعقل

فدا الكافرين، ومن يطعم لامر اله الخلق في الخلد ينزل

ترجمہ: "البتہ وہ تعزیب والا اور زیادہ کوشش کرنے والا تھا اپنے کفر میں پس وہ سختی سے کھینچ کر بیڑیوں میں لایا گیا تو میں نے عقبناک شخص کی طرح اس کی گردن پر تلوار ماری اور وہ جہنم کی تہ میں زنجیر پہنے ہوئے پہنچ گیا اور یہ ہے کافروں کی برگشت اور مخلوق کے مجہود کی اطاعت کرے وہ ٹکڑ بریں میں اترتا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عورتوں میں سے عمرہ بنت خنظلہ کا انتخاب کیا اور ان کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے آنحضرتؐ کو اس وقت پتھر مارا تھا جب آپؐ بیہوشیوں کے پاس مناظرہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے اس سے پہلے کہ وہ آپؐ سے اختلاف کرتے مگر خدا نے آپؐ کو اس پتھر سے محفوظ رکھا۔

یہاں پہنچی قرظہ پر قابو پانا تھا اب امیر المومنینؑ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و کلام، ان کے قتل کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ ہوا اور اللہ کا بنو قرظہ کے دلوں میں آپؐ کا رعب و دبیر پیدا کرنا یہ سب بھی گذشتہ فضائل کی طرح امیر المومنینؑ کی فضیلت ہے اور یہ منقبت بھی سابقہ مناقب سے شائبہ بہت رکھتی ہے ۔

غزوہ وادی رمل

اور وادی الرمل کی جنگ میں کہ جسے جنگ ذات سلاسل بھی کہتے ہیں امیر المومنینؑ سے وہ کچھ ہوا جسے علماء کرام نے محفوظا فقہائے تخریر اور اصحاب آثار نے اسے نقل کیا ہے اور تاملین اخبار نے اس کی روایت کی ہے جو کہ آپ کی دیگر جنگوں کے مناقب کے ساتھ منسلک ہے اور جہاد میں آپ کے باقی فضائل کی مثل ہے اور جن کے مفہوم میں آپ تمام لوگوں سے منفرد ہیں اور یہ اس طرح سے کہ اصحاب سیر نے ذکر کیا ہے کہ جناب نبی اکرمؐ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک درہاتی عرب آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا پھر وہ کہنے لگا میں آپ کو نصیحت کرتے آیا ہوں آپ نے فرمایا تیری وہ نصیحت اور خیر خواہی کیا ہے اس نے کہا کہ عرب کی ایک قوم نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ وہ مدینہ پر شب خون مارے اور ان کی پوری کیفیت بیان کی، راوی کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کو آپ نے حکم دیا کہ نماز جماعت کا اعلان کرو، پس مسلمان جمع ہو گئے، حضورؐ متبرک پر شریعت لے گئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! یہ اللہ کا اور تمہارا دشمن تمہارا سے پاس آیا ہے یہ گمان رکھتا ہے کہ مدینہ میں تم پر شب خون مارا جائے گا، تو کون ہے جو وادی کی ہم کو سرکسے پس ہمارے جہین میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میں ہوں اے اللہ کے رسولؐ آپ نے اس کو علم دیا اور اس کے ساتھ سات سو مرد کر دیئے اور اس سے فرمایا اللہ کا نام لے کر جاؤ وہ چلا گیا اور اس قوم کے پاس دن چڑھے پہنچ گیا تو انہوں نے کہا تو کون ہے وہ کہنے لگا میں اللہ کے رسولؐ کا قاصد ہوں تم لا الہ الا اللہ وحده ۵۰ ۵۱

شریک له وان عہد اعہدہ و رسولہ کا اقرار کرو ورتہ میں تلوار سے تمہیں ماروں گا وہ اس سے کہتے لگے اپنے ساتھی کے پاس پلٹ جاؤ ہم اتنی بڑی جماعت ہیں کہ جن کے مقابلہ کی تم میں طاقت نہیں پس وہ شخص واپس آ گیا اور رسول اللہؐ کے اطلاع دی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا کون ہے اس وادی کے لیے پھر ہمارے جہین میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اس کے لیے میں ہوں اے اللہ کے رسولؐ پس آپ نے علم اس کو دے دیا اور وہ چلا گیا اور پھر اس طرح لوٹ آیا جس طرح اس کا پہلا ساتھی، تو پھر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالبؓ کہاں ہیں، امیر المومنینؑ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسولؐ، آپ نے فرمایا کہ وادی کی طرف جاؤ عرض کیا بہت اچھا اور آپ کا ایک عمامہ تھا کہ جسے تمہیں باندھتے تھے جب تک نبی کریمؐ انہیں کسی سخت مہم پر نہ بھیجتے تو آپ جناب فاطمہؓ کے پاس گھر گئے اور ان سے وہ عمامہ طلب کیا تو وہ کہنے لگیں کہاں کا اطادہ ہے بابا آپ کو کہاں بھیج رہے ہیں آپ نے فرمایا وادی الرمل کی طرف، پس جناب سیدہ محبت علیؑ کی وجہ سے روتے لگیں رسول اللہؐ گھر میں داخل ہوئے جب کہ جناب سیدہ اسی حالت میں تھیں تو آپ نے فرمایا کیوں رو رہی ہو، کیا تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہارا رے شوہر مارے نہ جائیں انشاء اللہ ہرگز نہیں ہوگا تو حضرت علیؑ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسولؐ آپ جنت کا نین میرے لیے نہ کیجئے راوی کہتا ہے پھر حضرت علیؑ اس حالت میں نکلے کہ نبی اکرمؐ کا علم آپ کے ساتھ تھا پس آپ

چلے اور صحری کے وقت ان کے پاس جا پہنچے وہاں آپؐ نے قیام کیا یہاں تک کہ صبح صادق ہوئی، آپؐ نے نماز صبح اپنے احباب کو پڑھائی اور ان کی قطار بندی کی اور اپنی تلوار سے ٹیک لگا کر دشمن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں اللہ کے رسول کا تمہاری طرف قاصد ہوں تم کہو لا الہ الا اللہ و ان حمداً عبداً و رسوله ورتہ میں تلوار کے ساتھ تمہارے ساتھ لڑوں گا وہ کہنے لگے کہ تم بھی پلٹ جاؤ کہ جس طرح تمہارے دوست اسی طرح چلے گئے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں واپس نہ جاؤں گا جب تک تم اسلام کو قبول نہ کر لو یا اس تلوار سے تمہاری قبر بننے لگوں میں تو علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہوں تو وہ لوگ مضطرب ہو گئے جب انہوں نے آپؐ کو پہچان لیا پھر انہوں نے آپؐ سے جنگ کرنے کی جرات کی تو آپؐ نے ان سے جنگ چھیڑ دی اور ان کے چھریاں ساں اتر آئیں کر دیئے اور باقی مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان فتح مند ہوئے انہوں نے بہت سال غنیمت جمع کیا اور آپؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے۔

راوی نے جناب ام سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں اللہ کے نبیؐ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے کہ ان تب کھرا کہ اٹھ بیٹھے میں نے آپؐ سے عرض کیا اللہ آپؐ کو اپنی پناہ میں رکھنے والا ہے آپؐ نے فرمایا تو یہ صحیح کہتی ہے اللہ ہی مجھے اپنی پناہ میں رکھنے والا ہے لیکن یہ کہ میرا ٹیک مجھے خبر دے رہے ہیں کہ ٹی آ رہے ہیں پھر آپؐ باہر لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں حکم دیا کہ علیؓ کا استقبال کرو پس مسلمان ان کے لیے رسول اللہؐ کے ساتھ دو مضیق بنا کے کھڑے ہو گئے جب حضرت علیؓ کی نگاہ رسول اللہؐ پر پڑی تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور آپؐ کے قدموں پر اگرے اور ان کے بوسے لینے لگے آپؐ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ بے شک اللہ اور اس کا رسولؐ دونوں تم سے راضی ہیں امیر المؤمنینؓ خوشی سے روتے لگے اور اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور مسلمانوں نے مال غنیمت لے لیا اور جو حضرتؐ کے ساتھ گئے تھے ان میں سے کسی سے رسول اللہؐ نے پوچھا کہ تم نے اپنے امیرؐ کو کیسا دیکھا تو وہ کہنے لگے اور تو ہمیں ان میں کوئی اجنبی چیز نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ جب بھی ہمیں نماز پڑھاتے تھے تو اس میں سورۃ قل ہو اللہ احد کی قرائت کرتے تھے تو نبی کریمؐ نے فرمایا میں نے تقریباً ان سے اس کا سبب پوچھوں گا اور جب حضرت علیؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم سورۃ قل ہو اللہ احد کے علاوہ دوسری سورہ واجب نمازوں میں کیوں نہیں انہیں پڑھ کے سناتے تھے تو آپؐ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ مجھے اس سورۃ سے محبت ہے تو نبی کریمؐ نے فرمایا، اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے جس طرح تم اس سورۃ سے محبت کرتے ہو پھر ان سے فرمایا اے علیؓ اگر تجھے یہ خوف نہ ہو کہ تمہارے متعلق کچھ گروہ وہ کچھ کہیں گے جو تصاریعی علی بن مریمؑ کے حق میں کہتے ہیں تو میں تمہارے متعلق کچھ ایسی باتیں آج کہتا کہ تم کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو وہ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک اٹھا لیتے۔

اس جنگ کی فتح کا سہرا بھی امیر المؤمنینؓ کے سر ہے بعد اس کے کہ آپؐ کے غیر اس میں خرابی اور فساد پیدا کر چکے تھے اور آپؐ مخصوص ہوئے نبی اکرمؐ کی طرف سے اس جنگ میں ایسے فضائل کی مدح کے ساتھ جن میں سے آپؐ کے غیر کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اور بہت سے اصحاب میر نے ذکر کیا ہے کہ اسی جنگ میں نبی اکرمؐ پر وہ العلیات ضبحا کا سورہ نازل

ہوا اور وہ اپنے ضمن میں اُن حالات کو یہے ہوئے ہے جو کارنامے امیر المومنینؑ نے اس جنگ میں انجام دیئے۔

غزوہ بنی مُصَلِّق

پھر آپؐ کی آزمائش بنی مصطلق کے ذریعہ ہوئی کہ جو علماء کے درمیان مشہور ہے اور اس میں بھی فتح آپؐ کو ہوئی بعد اس کے کہ اولاد عبد المطلبؑ میں سے کچھ لوگ اس دن مصائب کا شکار ہوئے پس امیر المومنینؑ نے اس قوم کے دو مردوں کو قتل کیا جو کہ مالک اور اس کا بیٹا تھے اور بنی کریمؑ کو ان میں سے بہت سے قیدی ملے کہ جنہیں آپؐ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور انہی قیدیوں میں جویریہ بنت حارثہ بن ابوسفیانؓ بھی تھیں بنی مصطلق کے دن مسلمانوں کا شمار تھا یا منصور امت، اے منصور آگے بڑھو، جویریہ کو امیر المومنینؑ نے قید کیا اور انہیں بنی کریمؑ کی خدمت میں لے آئے پس اس کا باپ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا جب کہ باقی قوم اسلام لایچکی تھی اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ میری بیٹی کو قیدی نہ بنا یا جاوے کہ جو نیکو شریعت اور عزت و دعویت ہے، آپؐ نے فرمایا جاؤ اور اس کو اختیار دو وہ کہنے لگا کہ آپؐ نے نبیؐ کی اور اچھا سلوک کیا اور اس کا باپ اس کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے بیٹی اپنی قوم کو رسوا نہ کرنا وہ کہنے لگی کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو انتخاب کر چکی ہوں تو اس کا باپ اس سے کہنے لگا خدا تیرا راز انجام کرے اور اس نے کہا ہے پس رسول اللہؐ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنی ازواج میں داخل کر لیا۔

صلح حدیبیہ

پھر بنی مصطلق کے فوراً بعد ہی صلح حدیبیہ ہوئی اور اس دن علم امیر المومنینؑ کے پاس تھا جبکہ اس سے پہلی جنگوں میں بھی آپؐ کی پاس رہا تھا اور اس جنگ میں بھی آپؐ کی آزمائش (جب کہ قوم جنگ و جدال کے لیے صف بستہ تھی) ایسی تھی جس کی خبر مشہور اور اس کا ذکر عام ہے اور یہ اس بیعت کے بعد کا واقعہ ہے کہ جو آپؐ نے اصحاب سے لی تھی اور اُن سے صبر کا وعدہ بھی لیا تھا امیر المومنینؑ عورتوں سے رسول اللہؐ کے لیے بیعت لے رہے تھے اور اس دن اُن سے بیعت لینا اس طرح تھا کہ آپؐ نے عورتوں اور اپنے درمیان ایک کپڑا لٹا دیا تھا پھر اسے اپنے ہاتھ سے مس کیا تو عورتوں کا نبیؐ کی بیعت کرنا یہ تھا کہ وہ اس کپڑے کو مس کرتی تھیں اور رسول اللہؐ علیؑ والی طرف کے کپڑے کو مس کرتے تھے تو جب یہیں بن عمرؓ نے یہ عالم دیکھا کہ معاملہ ان کے خلاف جاری ہے تو نبی کریمؐ کی خدمت میں صلح کرنے کی گزارش کی، آپؐ پر وحی نازل ہوئی کہ صلح قبول کر لیں اور امیر المومنینؑ کو اس دن کاتب قرار دیں اور وہی اپنی تحریر سے عقد صلح کے متولی اور ذمہ دار ٹھہریں تو نبی کریمؐ نے فرمایا، لکھو، اے علیؑ! بسم اللہ الرحمن الرحیم تو ہل کہنے لگا، اے محمدؐ یہ تحریر ہمارے اور آپؐ کے درمیان ہو رہی ہے تو اس کی ابتداء اس سے کرو جسے ہم پہچانتے ہیں۔

اور لکھو بِاسْمِكَ اللّٰہم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنینؑ سے فرمایا، بٹا دو جو لکھا ہے اور بِاسْمِكَ اللّٰہم تیرے نام کے ساتھ اے اللہ لکھو تو امیر المؤمنینؑ نے عرض کیا اگر آپؐ کی اطاعت مقصود نہ ہوتی تو اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کوڑھ مٹاتا، پھر آپؐ نے اس کو مٹا کر بِاسْمِكَ اللّٰہم تحریر کیا تو آپؐ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہؐ ہیں بن عمرو کے ساتھ کیا ہے تو ہسین بن عمرو کہتے لگا اگر میں اس کو قبول کر لوں جو تحریر میں ہمارے درمیان ہو رہا ہے تو پھر تو میں نے آپؐ کی نبوت کا اقرار کر لیا پس برابر ہے کہ چاہے میں اپنے آپ پر اس سے راضی ہونے کی گواہی دوں یا اپنی زبان سے اسے کہوں، اس نام کو مٹا دو اور لکھو یہ وہ ہے کہ جس پر فیصلہ کیا ہے محمد بن عبد اللہؐ نے تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا او ذلیل! خدا کی قسم یہ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں تو ہسین کہتے لگا ان کا نام لکھو تاکہ شرط پوری ہو تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا ہلاکت ہو تیرے لیے لے ہسین اپنا عناد چھوڑ دے تو نبی کریمؐ نے فرمایا مٹا دو اسے لے علیؑ، تو آپؐ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ، میرا ہاتھ نہیں چلتا کہ وہ آپؐ کا نام نبوت کے ساتھ سے مٹا دے، آپؐ نے فرمایا میرا ہاتھ وہاں رکھ دو پس آپؐ نے ایسا کیا تو رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا اور امیر المؤمنینؑ سے فرمایا معتز یہ تمہیں بھی اسی قسم کی تحریر کی دعوت دی جائے گی اور تم باوجود دیکھی ہونے کے اسے قبول کر دو گے پھر امیر المؤمنینؑ نے تحریر کو مکمل کیا اور جب صلح تمام ہو گئی تو رسول اللہؐ نے اپنی قربانی کا اونٹ دہیں بٹھایا اس جنگ کی تدبیر کا نظام امیر المؤمنینؑ کی ذات سے متعلق تھا اور جو کچھ اس میں ہوا تھا بیعت لینا لوگوں کی جنگ کے لیے صاف بندی پھر صلح اور اس کی تحریر سب کچھ امیر المؤمنینؑ کے ذمہ تھا اور اس صلح سے جو اللہؐ نے اسباب پیدا کیے وہ تھا خونوں کا محفوظ رہنا اور امر اسلام کا صلاح پذیر ہونا لوگوں نے آپؐ کے لیے اس جنگ میں علاوہ ان چیزوں کے جو ہم نے ذکر کی ہیں دو اور فضیلتیں روایت کی ہیں جو آپؐ کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ بھی آپؐ کے عظیم فضائل و مناقب میں شامل ہیں روایت کی ہے ابراہیم بن عمرؓ نے اپنے اذیوں سے عبد اللہ بن سلامؓ کے غلام قائد کے حوالے سے وہ کہتا ہے کہ جب کہ رسول اللہؐ عمرہ صغیر کے لیے نکلے تو حجتہ میں نزول اجلال فرمایا اور وہاں پانی موجود نہ پایا تو آپؐ نے پانی لانے والے جانوروں کے ساتھ سعد بن مالکؓ کو بھیجا وہ تھوڑی دور جا کر پلٹ آیا اتنی جانوروں کے ساتھ اور کہتے لگا اے اللہ کے رسولؐ میں جانے کی قدرت نہیں رکھتا کیونکہ میرے قدم وٹن کے خوف سے رک گئے ہیں تو نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا بیٹھ جاؤ پھر آپؐ نے ایک دوسرا شخص بھیجا وہ ان جانوروں کو لے کر گیا یہاں تک کہ جب اس جگہ پر پہنچا جہاں پہلا پہنچا تھا تو وہ بھی پلٹ آیا تو رسول اللہؐ نے اس سے فرمایا تو کیوں پلٹ آیا کہتے لگا اے اللہ کے رسولؐ قسم ہے اس کی جس نے آپؐ کو برحق نبی بتایا ہے ڈر کی وجہ سے مجھ میں طاقت نہیں رہی کہ جاسکتا پس رسول اللہؐ نے حضرت امیر المؤمنینؑ کو بلایا اور انہی جانوروں کے ساتھ بھیجا اور ناشکی بھی ساتھ گئے اور انہیں اس میں شک ہی نہیں تھا کہ آنجنابؐ بھی واپس آجائیں گے چونکہ وہ ان اشخاص کا واپس آنا دیکھ چکے تھے جو آپؐ سے پہلے گئے تھے لیکن حضرت علیؑ ان جانوروں کے ساتھ گئے یہاں تک کہ آپؐ سیاہ پتھروں والی جگہ میں پہنچے اور وہاں سے پانی لیا اور انہیں نبی کریمؐ کی خدمت میں لے آئے جب کہ وہ جانور تیز چل رہے تھے جب آپؐ بارگاہ رسالتؐ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے مجیکر ہی اور انہیں دھانسنے خیر

سے توارا۔

اور اسی جنگ میں سہیل بن عمروؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لڑھا اور آپؐ سے کہتے لگا اے محمد ہمارے غلام آپؐ سے آئے ہیں انہیں ہماری طرفت والیں کر دو تو رسولؐ کو غصہ آگیا یہاں تک کہ غصے کے اتار آپؐ کے چہرے پر ظاہر ہوئے پھر آپؐ نے فرمایا اے گروہ قریش تم ان باتوں سے رک جاؤ ورنہ خدا تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجے گا کہ جس کے دل کا وہ امتحان لے چکا ہے جو دین کی خلاف ورزی پر تمہاری گردنیں اڑا دے گا تو جو لوگ حاضر تھے ان میں میں سے کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا وہ شخص ابو بکرؓ ہے فرمایا نہیں تو اس نے کہا پھر عمرؓ ہے فرمایا نہیں لیکن وہ ہے جو حجرے کے اندر جوتے کو بیوند لگا رہا ہے پس لوگ جلدی سے حجرہ کی جانب گئے یہ دیکھتے کے لیے کہ وہ مرد کون ہے پس وہ امیر المؤمنینؓ علی بن ابی طالبؓ تھے اور اسی حدیث نبویؐ کو راویوں کی ایک جماعت نے خود امیر المؤمنینؓ سے روایت کرتے ہوئے کیا کہ خود حضرت علیؓ نے یہ سارا قصہ واقعہ بیان کیا۔ اور پھر کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے سنا کہ جو شخص پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے سمجھے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

جس جوتے کو حضرت علیؓ درست کر رہے تھے وہ نبی کریمؐ کا جوتا تھا۔ تسمہ تھا جو ٹوٹ گیا تھا آپؐ نے اس کی جگہ پر رکھ کر درست کر دیا۔

اسماعیل بن علیؓ نے نائل بن نجیح سے، اس نے عمرو بن شمر سے اس نے جابر بن یزید سے جس نے ابو جعفر محمد بن علیؓ سے انہوں نے اپنے والد گرامیؓ سے روایت فرمائی کہ کہ نبی کریمؐ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تو آپؐ نے وہ جوتا حضرت علیؓ کو درست کرتے کے لیے دیا پھر آپؐ ایک جوتے کے ساتھ ایک یا دو قدم چلے اور اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں ایک شخص موجود ہے جو قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح میری معیت میں نزول قرآن پر اس نے جنگ کی ہے۔

تو ابو بکرؓ نے کہا میں وہ ہوں! اے اللہ کے رسولؐ فرمایا نہیں تو عمرؓ نے کہا پھر میں وہ ہوں فرمایا نہیں، پس لوگ کہ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے لگے تو رسولؐ نے فرمایا کہ وہ جوتے کو بیوند لگانے والا ہے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے وہ جوتاویل پر جنگ کرے گا جب میری سنت کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اسے پھینک دیا جائے گا اور کتاب خدا میں تحریرت کی جائے گی اور دین کے بارے میں وہ شخص گفتگو کرے گا جس کو اس کا حق نہیں ہو گا تو ان سے علیؓ دین خدا کو زندہ رکھنے کے لیے جنگ کریں گے۔

جنگ خیبر

پھر حدیبیہ کے فوراً بعد جنگ خیبر ہے اور کسی کو بھی اس میں شک نہیں کہ اسے امیر المؤمنینؓ نے فتح کیا ہے اور اس

جنگ میں آپ کو جو فضیلت حاصل ہوئی اس کی نقل پر تمام راویوں کا اجماع ہے اس جنگ میں کچھ مناقب میں آپ متفرد ہیں اور ان میں سے آپ کا کوئی شریک نہیں پس بیچلی بن محمد زدی نے سعد بن مسیح اور عبداللہ بن عبدالرحیم سے اس نے عبدالملک بن ہشام، محمد بن اسحاق اور دیگر اصحاب آثار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ خیمہ کے قریب پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ رک جاؤ پس لوگ رک گئے اور آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا کہ

اللهم رب السموات السبع وما اضللت و رب الارضين السبع وما اقللت و رب
الشیاطین وما احدثت اسئلتک خبر هذا القرية و خیر ما فیہ و اعوذ بک من
شرها و شر ما فیہا

پھر وہیں ایک درخت کے نیچے نزول اہلال فرمایا پس آپ نے قیام فرمایا اور ہم نے بھی باقی دن وہیں قیام کیا اور دوسرے دن جب دوسرا ہوئی تو رسول اللہ کے متادی نے متادی تو ہم جمع ہو گئے آپ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ شخص میرے پاس آیا ہے جب کہ میں سویا ہوا تھا اس نے میری تلوار نیام سے نکال لی اور کہنے لگا، اے محمد! آج کون ہے جو آپ کی مجھ سے حفاظت کرے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے میرا محافظ ہے تو اس نے تلوار اس کی نیام میں داخل کر دی اور بیٹھا ہوا ہے جس طرح تم اسے دیکھ رہے ہو کہ اب خاموشی بے حرکت ہے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ شاید اس کی عقل میں کوئی فتور ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا۔ اچھا اسے چھوڑ دو اور جاتے دیا اور اس کا تعاقب نہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس اور پچھرا تیں خیمہ کا محاصرہ کیا۔ آپ کا علم دھنڈا ان دنوں بھی امیر المؤمنین کے پاس رہا آشوب چشم نے آپ کو جنگ سے روکا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی یہودیوں سے قلعوں کے سامنے اور اطراف میں بھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔

ایک دن انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھولا اور وہ اس وقت اپنے گرد خندق کھود چکے تھے۔ مرحب بن یزید نے تلوار اور جنگ کے لیے لگاتار دلائے لگا۔ نبی کریم نے ابو بکر کو بلا کر فرمایا علم پکڑا اور چاؤ اس نے علم لیا اور مسلمان، مجاہدین کی جمعیت میں آگے بڑھا۔ کوشش کی لیکن کچھ نہ کر سکا اور لوٹ آیا ایسی حالت میں کہ وہ اپنے ساتھ جانے والے لشکر کو ملامت کرتا تھا اور ساتھ جانے والے اسے طعنہ دیتے تھے۔ جب دوسرا دن ہوا تو عمر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ علم و ساتھی لیکر تھوڑی دور گیا اور پلٹ آیا اگر وہ اپنے ساتھیوں کو اور ساتھی عمر کو نہ دل کہہ رہے تھے۔ نبی کریم نے فرمایا جھنڈا علم ان کے لائق ہی نہیں جنہوں نے اسے اٹھایا۔ علی ابن ابی طالب کو میرے پاس لاؤ۔ عرض کیا گیا ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا مجھے لا کر دکھاؤ۔ وہ ایک ایسا مرد ہے جو اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسے چاہتے ہیں وہ جھنڈے کو الی پکڑے گا جیسے جھنڈا پکڑنے کا حق ہے بھاگتے والا نہیں۔

پس لوگ حضرت علیؑ کو لے کر تہی کیم کی خدمت میں پہنچانے لگے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا اسے علیؑ کی شکایت ہے؟ جواب دیا: آشوب چشم ہے جس کی وجہ سے میں دیکھ نہیں سکتا اور سردی بھی ہے فرمایا۔ بٹھو! اپنا سر میری گود میں رکھو۔ علیؑ نے تعمیل حکم کی۔ آپؐ نے دعا مانگی اور لعاب دھن انگلی سے آپؑ کی آنکھوں اور سر کو لگایا جس سے آنکھیں کھل گئیں سردی جاتا رہا۔ آپؐ نے دعائیں کہا: اللہم قدہ العر و البدر خدا یا اسے گرمی و سردی سے محفوظ رکھ۔ پھر آپؑ کو سفید رنگ کا جھنڈا (علم) دیا اور ارشاد فرمایا علم پکڑو اور جاؤ۔ جبریلؑ تمہارے ساتھ نصرت و مدد تمہارے آگے آگے اور تمہارا رعب و دیدہ (دشمن قوم کے سینوں میں کچھرا ہوا ہے اور اسے علیؑ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہوا پایا ہے کہ جو ان کو ہلاک کرے گا اس کا نام ایلیا ہے پس جب ان سے ملاقات کرو تو کہو کہ میں علیؑ ہوں پس وہ انشاء اللہ سے یار و مددگار ہو جائیں گے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں وہ علم لے کر گیا یہاں تک کہ میں ان کے قلعہ کے پاس آیا اور مرحب قلعہ سے باہر نکلا اور اس پر خود اور ایک پتھر تھا جس کو اس نے سوراخ کیا ہوا تھا اور وہ خود کی طرح اس کے سر پر تھا۔

اور وہ جتر پڑھ رہا تھا۔

قد علمت خیبہ انی مرحب شنائی السلام بطل مجذب

خبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں مکمل ہتھیاروں والا تجربہ کار بہادر ہوں۔

تو میں نے کہا:۔

انا الذی سستی احمی حیدرۃ کلید غایات شدید قسوسۃ

اکیلاکم بالسیف کیل السند سۃ

میں وہ ہوں کہ میری مال نے میرا نام حیدر رکھا ہے مثل جنگل کے شیر کے ہوں سخت بہادر اور میں تلوار سے تمہارا ناپ تول کروں گا جیسے بڑا بیاد کرتا ہے، ضرر لیں گا تبادلہ ہوا تو میں نے جلدی سے ایک ایسی ضرب لگائی کہ جس نے پتھر اور خود اور اس کے سر کو ڈاڑھوں تک پھیر دیا پس وہ چاروں طرف سے چٹ کر ا۔

حدیث میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالبؑ ہوں تو ان کے ایک عالم نے کہا جو کچھ موسیٰ پر نازل ہوا اس کی قسم تم مخلوب ہوئے پس ان کے دلوں میں ایسا رعب طاری ہوا کہ جس کے ساتھ پھر وہ ملک نہ سکے اور جب آپؑ نے مرحب کو قتل کر دیا تو جو لوگ اس کے ساتھ آئے تھے وہ بھی واپس چلے گئے اور انہوں نے آپؑ کے سامنے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا پس امیر المومنینؑ دروازے کی طرف گئے اور ہنرمندی سے اس کو کھولی دیا اور اکثر لوگ خندق کے کنارے کھڑے تھے اور انہوں نے خندق پار نہیں کی تھی تو امیر المومنینؑ نے قلعہ کا دروازہ اٹھایا اور اس کو خندق پر بطور پل رکھ دیا یہاں تک کہ لوگوں نے خندق کو پار کیا اور قلعہ کو انہوں نے فتح کر لیا اور مال غنیمت حاصل کیا اور جب وہ قلعہ سے واپس لوٹ گئے تو دروازے کو آپؑ نے دائیں ہاتھ سے پکڑا اور زمین پر کئی ہاتھ دھرا سے پھینک دیا حالانکہ اس دروازے کو بیس آدمی بنیاد کئے

تھے جب امیر المومنین نے قلعہ فتح کر لیا مرجع کو قتل کر دیا اور مسلمانوں کو اللہ نے یہودیوں کا مال غنیمت دے دیا تو حسان بن ثابت انصاری نے رسول اللہ سے اجازت چاہی کہ وہ آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے، آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ کہو، راوی کہتا ہے کہ پس حسان نے یہ اشعار انشاء کر کے کہے۔

وكان على ارمم العين يبتغي دواء فلما لم يحس مداويا
شفاء رسول الله منده بتفلة فبورك مرقيا و بورك مرقيا
وقال ساعطى الراية اليوم صارما كنيا محبا للرسول مواليا
يحب الله والاله يحبه به يفتح الله الحصون الاوابيا
فاصف به دون البرية كلها عليا و سماء الوترير المواخيا

ترجمہ: اور علیؑ کی آنکھوں میں تکلیف تھی اور وہ دوا چاہتے تھے اور جب انہیں معالج نہ ملا تو رسولؐ کے لعاب دہن نے انہیں شفا بخشی پس برکت ہے اس کے لیے جس کا علاج ہوا اور جس نے علاج کیا اور فرمایا عنقریب علم آج کے دن اس بہادر کو دوں گا جو رسولؐ سے ولایت و محبت رکھتا ہے وہ میرے اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور خدا اس کے ذریعہ سخت قلعوں کو فتح کرے گا پس ساری مخلوق میں سے علیؑ کو اس کے لیے چنا اور اسے وزیر اور بھائی قرار دیا۔ اصحاب آثار نے حسن بن صالح سے اس نے ابو اسحاق سے اس نے ابن ابی عبد اللہ جدلی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں نے خیبر کا دروازہ کھولا تو اس کو ڈھال قرار دیا اور اس کے ساتھ میں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور جب اللہ نے انہیں مغلوب و ذلیل و خوار کر دیا تو میں نے دروازہ ان کے قلعہ میں بطور راستہ کے رکھ دیا پھر اسے ان کی خندق میں پھینک دیا تو ایک شخص کہتے لگا آپؐ کو تو اس کا بوجھ بہت محسوس ہوا ہو گا فرمایا وہ تو میری ڈھال کی طرح تھا جو اور مقامات پر میری ہاتھ میں ہوتی ہے اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سلمان جب خیبر سے واپس لوٹے تو انہوں نے دروازے کو اٹھانا چاہا تو اس کو زمین سے تراٹھا سکے مگر شتر مرد اور امیر المومنینؑ کے باب خیبر کو اٹھانے کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ

ان امرء حمل الرماح بخيبر يوم اليهود بقدرته لمؤيد

حمل الرماح رماح باب قدوصها والمسلمون و اهل خيبر حشد

فما به ولقد تكلف رده سبعون كلهم له يتشدد

ردوه بعد تكلف و مشقة و مقال بعضهم لبعض اس دوا

وہ شخص کہ جس نے خیبر میں یہودی کی جنگ کے موقع پر دروازے کا لاق اٹھایا وہ قدرت الہی سے موید تھا، قوموں کے دروازے کا لاق اس نے اٹھایا اور سلمان اور اہل خیبر راہل موجود تھے پھر اس کو پھینک دیا پس دروازہ کے اٹھنے کا تکلف سختی سے شتر آدمیوں نے کیا تو تکلف و مشقت کے بعد اسے پلٹا سکے اور وہ ایک دوسرے سے دُور لگاتے ہوئے کہتے تھے

کرا سے اُٹا دو۔ اٹا دو۔

اسی سلسلہ میں ایک شیعہ شاعر امیر المومنین کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے اور آپ کے دشمنوں کی ہجو کرتا ہے جیسا کہ ولایت کی ہے ابو محمد حسن بن محمد بن جہور نے اور وہ کہتا ہے میں نے اسے ابو عثمان مازنی کے سامنے پڑھا،

بعث النبی برایۃ منصورة

فمضى بها حتى اذا برزوا له

فاق النبی برایۃ مردودة

فبکی النبی له وانت بهما

فندا بهما فی فیلق و دعا له

فدوی الیہود الی القموص وقد کسا

وثنی بناس بعد هم فقر اهر

ساط لکاله یحب آل محمد

ترجمہ: نبی کریمؐ نے عمرو بن حنتمہ گہرے سیاہ قلم کو ایسا علم دے کر بھیجا جو اپنے دامن میں مدد و نصرت لیے ہوئے تھا۔

وہ اس پرچم کو لے چلا لیکن قلعہ قموص کے سامنے یہودی جب مقابلہ کے لیے تکلے تو مڑا ذرا اور پلٹ آیا۔

وہ نبی کریمؐ کے پاس روضہ پرچم لایا اسے اس سے ذرا برابر رنگ و عار کا خوف نہیں کہ تدا مت

و تدا مت محسوس کرتا۔

نبی خداؐ ار پڑے اس سے آپ کو افریت ہوئی پھر آپ نے اچھی بصیرت کے مالک اور آگے بڑھنے والے جوان

کو بلایا۔

وہ صبح کو جھنڈا لے کر ایک عظیم لشکر کے ساتھ چلا اور حضورؐ نے اس کے حق میں دعا کی کہ اسے کسی دشواری اور شکست

کا سامنا نہ ہو۔

اس نے یہودیوں کو قلعہ قموص میں اکٹھا کر دیا اور ان کے سردار لشکر کو تیز و ہار تلوار کا لباس پہنایا۔

وہ لوگوں کے ساتھ طران کے بعد اور چرند پرند کو ان کی بھائی دی۔ خدا یا ہرے خون میں آل محمدؐ کی محبت اور ان کے چاہتے

والوں کی محبت کی آمیزش کر دے۔

فتح مکہ

پھر جنگ خیبر کے بعد بھی کچھ جنگیں ہوئیں لیکن وہ گزشتہ جنگوں کی جگہ نہیں لیتیں کہ ہم ان کو ذکر کریں ان میں سے اکثر ایسی ہیں جن میں حضورؐ نے کسی کو بھیجا اور خود آپ اس میں تشریف نہیں لے گئے اور نہ ان میں وہ اہتمام تھا جو گزشتہ جنگوں میں تھا دشمن کی کمزوری اور مسلمانوں کے ایک دوسرے سے مستغنی ہونے کی وجہ سے لہذا ہم نے ان کو شمار کرنے سے اعراض کیا ہے اگرچہ ان سب میں بھی قوی یا علی طور پر امیر المومنینؓ کا کافی حصہ ہے پھر فتح مکہ ہوئی کہ جس سے اسلام مستحکم ہوا اور دین کو قدرت طاقت حاصل ہوئی اللہ نے اس فتح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کیا اور اس کا وعدہ پہلے ہو چکا تھا خدا کے اس ارشاد میں:

”اِذَا جَاءَكَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَبَرَأَ النَّاسُ مِنَ خُلُوفِ دِينِ اللَّهِ اِذَا جَاءَ“

رد اور جب اللہ کی نصرت و فتح آجائے اور لوگوں کو دیکھو کہ فوج و رفوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، اور

خدا کے اس قول میں جو اس سے طویل مدت پہلے آچکا تھا۔

”لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اَلَّذِي نَشَاءُ اللَّهُ اَمِينٌ مَحْلِقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمَقْصِرِينَ

لَا تَخَافُونَ“

انشاء اللہ ضرور تم مسجد الحرام میں داخل ہو گے اس کے ساتھ اپنے سر منڈواتے ہوئے اور تقصیر کر کے تمہیں خوف نہیں ہوگا آنکھیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تمہیں اور اس کی طرف گردنیں بھی ہوتی تھیں رسول اللہؐ نے اس میں تدبیر کی تھی کہ آپ کا مکہ کی طرف جانا پوشیدہ رہے اور اہل مکہ سے آپ کے اصل مقصد کے مستور رکھا جائے اللہ سے آپ نے عرض کیا کہ آپ کی خبر اہل مکہ پر دیر بعد کھلے، یہاں تک کہ آپ اچانک اس میں داخل ہو جائیں اور اس راز کے قابل اعتمادین کہ جن کے وہ سپرد کیا گیا تھا پوری جماعت میں سے امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالبؓ تھے۔ امیر المومنینؓ، رسول اللہؐ کی اس رائے میں شریک و شالی تھے پھر آپ نے یہ راز ایک جماعت تک بعد میں پہنچایا اور بعض حالات میں تو ایسا اہتمام کیا کہ امیر المومنینؓ فضیلت میں بھی ان تمام سے منفرد تھے کہ جس میں لوگوں میں سے کوئی بھی آپ کا شریک نہ تھا ان میں سے ایک یہ تھا کہ جب عاتب بن ابی بلتعنہ نے اہل مکہ کی طرف خط لکھ دیا اور وہ اہل مکہ میں سے تھا اور جنگ بدر میں رسول اللہؐ کی معیت میں تھا اور انہیں رسول اللہؐ کے اس راز کی خبر دی کہ آپ ان کی طرف آنے والے ہیں، تو رسول اللہؐ کے پاس وحی آئی اس کے متعلق جو اس نے کیا تھا یہ کہ عاتب اس قوم کی طرف خط بھیج چکا ہے تو اس کی تلافی رسول اللہؐ نے امیر المومنینؓ کے ذریعہ کی اور اگر امیر المومنینؓ کے ذریعہ اس کی تلافی نہ ہوتی تو وہ ساری تدبیر فاسد ہو جاتی کہ جس میں مسلمانوں کی نصرت و کامیابی تھی اور اس واقعہ کی خبر پہلے گزر چکی ہے لہذا ہمیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جب اہل یمنان مدینہ میں اس عہد و پیمان کی تجدید کرتے کے لیے آیا جو رسول اللہؐ اور قریش کے درمیان تھا جب بنو

کی طرف سے خزانہ کے ساتھ زیادتی ہوئی اور نبی بکر نے اس کے کچھ افراد قتل کر دیئے تو ابوسفیان نے چاہا کہ وہ تلافی کرے اس کی جو قوم سے زیادتی ہوئی ہے اور اسے ڈرتھا کہ رسول اللہ خزانہ کی مدد کریں گے اور وہ ڈرا اس سے جو یوم فتح ان پر وارد ہوا تو وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور آپؐ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپؐ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا پس وہ آپؐ سے اٹھ کر ابو بکر کے پاس گیا اور اس سے پوچھ گیا اور اس کو گمان تھا کہ وہ نبی کریمؐ سے جو اس کا مقصد ہے اس تک پہنچا دے گا اور اس سے سوال کیا کہ وہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ سے گفتگو کرے ابو بکر کہتے لگائیں یہ نہیں کر سکتا کیونکہ ابو بکر جانتا تھا کہ میرا سوال کرنا اس سلسلہ میں اسے فائدہ نہیں دے سکتا۔ پھر ابوسفیان نے عمر کے متعلق بھی وہی گمان کیا جو ابو بکر کے متعلق کیا تھا، اور اس سے گفتگو کی تو اس نے اسے سختی اور بد اخلاقی سے رد کر دیا اور قریب تھا کہ وہ نبی کریمؐ کی رائے کو فاسد کر دے پس ابوسفیان جناب امیر المومنینؓ کے گھر کی طرف آیا اجازت چاہی تو اس کو آپؐ نے اجازت دی اور گھر میں جناب فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ موجود تھے پس ابوسفیان کہنے لگا۔ اے علیؓ یقیناً آپؐ سے میری زیادہ قرابت و رشتہ داری ہے۔ میں آپؐ کے پاس آیا ہوں اب میں جیسے آیا ویسے ہی ناکام نہ جاؤں آپؐ میرے اس مقصد میں میری سفارش رسول اللہؐ سے کریں

جس کے لئے میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو آپؐ نے فرمایا افسوس تجھ پر اے ابوسفیان رسول اللہؐ ایک چیز کا عزم و ارادہ کر چکے ہیں ہم میں قدرت نہیں کہ اس میں ہم آپؐ سے گفتگو کریں پس ابوسفیان جناب فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا اے دختر محمدؐ کیا آپؐ سے ہو سکتا ہے کہ آپؐ اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پناہ گاہ بنیں اور وہ رہتی دنیا تک عرب کے سردار ہو جائیں تو آپؐ نے فرمایا میرے بیٹے اس حکم کو نہیں پہنچتے کہ وہ لوگوں کی پناہ بن سکیں اور کوئی بھی کسی کو رسول اللہؐ کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا پس ابوسفیان حیران و پریشان اور بے بسی ہو گیا پھر وہ امیر المومنینؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے ابو الحسنؓ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات مجھ پر مشتمل ہو چکے ہیں پس مجھے مخلصانہ رائے دیجئے تو اس سے امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو مجھے بے پردہ کر سکے لیکن تو بتی کہ تاں کہ سرور ہے پس تو کھڑا ہو جا اور لوگوں کو پناہ دے پھر اپنے علاقے میں چلا جا تو وہ کہنے لگا آپؐ سمجھے ہیں کہ یہ چیز تجھے سختی کر دے گی آپؐ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم مجھے اس کا گمان نہیں لیکن میں تیرے بے اس کے علاوہ کچھ نہیں پاتا تو ابوسفیان مسجد میں جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے لوگوں کو پناہ دی ہے پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چلا گیا اور جب قریش کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا کیا کر آئے ہو؟

وہ کہنے لگائیں محمدؐ کے پاس گیا اصرار سے بات چیت کی خدا کی قسم اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر ابو جہلؓ کے بیٹے کے پاس گیا تو اس میں کوئی اچھائی نظر نہ پائی پھر خطابؓ کے بیٹے سے ملا اسے سخت مزاج اور بد اخلاق پایا اس میں بھی کوئی اچھائی نہیں تھی پھر بنی علیؓ کے پاس گیا پس اسے ساری قوم سے زیادہ نرم مزاج پایا اور اس نے مجھے ایک چیز کا مشورہ دیا تو میں نے وہ کام کیا لیکن خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ مجھے فائدہ دے گا یا نہیں وہ کہنے لگے علیؓ نے تجھے کیا کہا کہنے لگا اس نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں کو پناہ دوں پس میں نے ایسا کیا انہوں نے کہا کیا محمدؐ نے اس کی اجازت دی؟

وہ کہنے لگا کہ ہمیں تو وہ کہنے لگے تیرے لیے ہلاکت ہو، خدا کی قسم اس شخص نے تجھے کچھ نہیں دیا سوائے اس کے کہ وہ تجھ سے کھلا کھیلے پس اس نے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا تو ابوسفیان کہنے لگا ہمیں خدا کی قسم اس کے علاوہ میرے لیے کوئی چارہ نہیں تھا اور جو کچھ امیر المومنین نے ابوسفیان کے ساتھ کیا تھا اس میں مسلمانوں کے تمام امور کے متعلق زیادہ درست رائے تھی اور صحیح ترین تدبیر تھی اور اس سے رسول اللہ کے لیے دشمن سے تمام مقصد پورا ہوا کیا دیکھتے نہیں کہ آپ نے ابوسفیان سے اُس وقت سچ بات کہی پھر اس سے کچھ ترسی بھی کی یہاں تک کہ وہ مدینہ سے چلا گیا اور وہ گمان کرتا تھا کہ اسے کچھ فائدہ ہوا ہے تو اس حالت میں اس کے پہلے جانے سے اس کی مکاری کا مواد ختم ہو گیا کہ جس سے وہ رسول اللہ کے معاملہ کو خراب کرنا چاہتا تھا اور یہ اس طرح کہ اگر وہ کالوس ہو کر جاتا جس طرح اسے پہلے دو اشخاص نے بالوں کی تھاتا تو قوم آنحضرت سے جنگ کرنے میں کوئی تیار قائم کر لیتی اور آپ سے بچاؤ کی طرف جو پہلے ان کے دلوں میں نہ آئی تھی علاوہ ابوسفیان کے ان کی طرف آنے کے ہو کچھ وہ لیک آیا تھا کیونکہ وہ مدینہ میں جو مقیم ہوا تھا تو یہ اس کی مکاری تھی اپنے مقصد کی تہیہ کیے کم کے پاس کسی کی سفارش کر کے پورا کرنے کی پس اس لیے کوئی نئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی جو نبی کریم کو قریش کا ارادہ کرنے سے روکتی یا آپ کو تاخیر میں ڈال دیتی کہ جس سے مقصد فوت ہو جاتا اور اللہ کی توفیق امیر المومنین کی رائے کے شامل حال تھی جو آپ نے اس معاملہ کی تدبیر ابوسفیان کے ساتھ کی تھی یہاں تک کہ نبی اکرم کے لیے فتح مکہ کا معاملہ جس طرح آپ چاہتے تھے، منظم اور درست ہو گیا۔

اور جب رسول اللہ نے سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ علم لے کر مکہ میں داخل ہو تو اس نے قوم قریش پر سختی کا اظہار کیا اور یہ کچھ اس کے دل میں ان کے خلاف غصہ تھا اس کو ظاہر کر دیا اور وہ یہ کہتے ہوئے مکہ میں داخل ہوا آج تو قتل اور اہل حرم کے قتل ہونے کا دن ہے حضرت عباس نے یہ سن لیا اور نبی کریم سے ذکر کیا کہ آپ نے نہیں سنا اے اللہ کے رسول جو کچھ سعد بن عبادہ کہہ رہا ہے میں مامون نہیں ہوں، وہ قریش پر حملہ نہ کر بیٹھے تو نبی کریم نے امیر المومنین سے فرمایا اے علیؑ سعد کے پاس پہنچو اور اس سے لے لو اور علم کو لے کر مکہ میں داخل ہو جاؤ میں امیر المومنین اس کے پاس گئے اور علم اس سے لے لیا اور سعد آپ کے اس سے علم لینے میں مانع نہ ہوا اور اس معاملہ میں جو سعد سے زیادتی ہوئی اس کی تلافی امیر المومنین کی وجہ سے ہوئی اور رسول اللہ نے مہاجرین اور انصار میں سوائے امیر المومنین کے کسی کو اس لائق نہ سمجھا کہ وہ جا کر انصار کے سردار سے علم لیتا اور اگر حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اس کا قصد کرتا تو سعد علم دینے سے انکار کر دیتا اور اس کے انکار سے تدبیر فاسد ہو جاتی اور انصار و مہاجرین میں اختلاف ہو جاتا کیونکہ سعد سوائے نبی کریم کسی ایک مسلمان یا باقی لوگوں کے سامنے جھکنے کے لیے تیار اور یہ بھی درست نہیں تھا کہ حضورؐ خود جا کر اس سے علم لیتے

بندایہ کام آپ نے اس کے سپرد کیا جو آپ کا قائم مقام اور آپ سے جدا نہیں تھا اور جو دین اسلام کا اقرار کرتا ہے و آپ کو حضرت علیؑ کی اطاعت سے بالا نہیں سمجھتا اور نہ ہی آپ کو تدبیر میں کم سمجھتا ہے۔

اس واقعہ میں حضرت علیؑ کے لیے وہ مقام فضیلت ہے جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی برابر

کرتے والا ہے۔ اللہ اور رسول اللہ کا امیر المؤمنین کو ہی بھیجنے میں مصلحت جانتا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت علی بڑے بڑے کاموں کے لیے منتخب میں بیعتہ جیسے جن کو نبوت کے لیے منتخب کر کے مبعوث کرنے میں کمال مصلحت تھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ تمام مخلوق میں سے افضل ہیں (نبی کریم کے بعد)

رسول اللہ نے مسلمانوں سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے یہ عہد لیا تھا کہ جیب تک ان سے کوئی نہ لٹے وہ کسی کو قتل نہ کریں اور جو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ جائے وہ مامون ہے سوائے چند افراد کے کہ جو آنحضرتؐ کو اذیت و تکلیف دیا کرتے تھے کہ جن میں قیس بن سائبہ بن خلل ابن ابی مرخ اور دو کینز بن ریحہ رسول اللہؐ کی بھو اور اہل بدر کا مرتبہ گاتی تھیں) شامل تھیں پس امیر المؤمنین نے ایک کینز کو قتل کر دیا اور دوسری نکل گئی اور بعد میں اس کے لیے امان طلب کر لی گئی اور اسے عمر بن خطاب کی حکومت کے زمانہ میں وادی ایلح میں ایک گھوڑے نے مارا اور وہ مر گئی امیر المؤمنین نے عیث بن نفیل بن کعب کو بھی قتل کر دیا وہ بھی آنحضرتؐ کو مکہ میں اذیت دیتا تھا حضرت علیؑ کو پتہ چلا کہ آپؐ کی ہمیشہ ام بانی نے نبی خزوم کے کچھ لوگوں کو پناہ دے رکھی ہے کہ جن میں حارث بن ہشام، قیس بن سائبہ بھی شامل تھے پس آپؐ نے اپنی ہمیشہ کے گھر کا رخ کیا جب کہ آپؐ نے اپنے جسم کو لوہے سے چھپایا ہوا تھا تو آپؐ نے فرمایا باہر نکلا وہ لوگوں کو کہ جن کو تم نے پناہ دے رکھی ہے وادی کہنا ہے کہ ثوف کے مارے ان کے پائخانے نکل رہے تھے جیسے بوترہ سیٹ کرتے ہیں پس آپؐ کی طرف ام بانی نکلیں اور وہ آپؐ کو پہچان نہیں رہیں تھیں اور کہنے لگیں اے اللہ کے بندے میں ام بانی رسول اللہؐ کے چچا زاد علی بن ابی طالب کی بہن ہوں میرے گھر سے واپس چلے جاؤ امیر المؤمنین نے فرمایا ان لوگو کو باہر نکالو وہ کہنے لگیں میں رسول اللہؐ سے تمہاری شکایت کروں گی تو آپؐ نے سر سے خود اتار دیا ام بانی نے انہیں پہچان لیا اور تیزی سے دوڑ کر آپؐ سے لپٹ گئیں اور عرض کیا کہ میں نے تم کھائی ہے کہ آپؐ کی شکایت رسول اللہؐ سے کروں گی آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو آپؐ وادی کے اوپر والی طرف ہیں پس ام بانی کہتی ہیں میں نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضورؐ ایک خمیہ میں غسل فرما رہے تھے اور جناب فاطمہؑ ان کے لیے پروہ بنا ئے ہوئے تھیں جب حضورؐ نے میری گفتگو سنی تو فرمایا ام بانی کے لیے مرجہا ہے اور اٹھا دھلا، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں آج آپؐ سے شکایت کرتی ہوں اس کی جو کچھ مجھے علی بن ابی طالب سے تکلیف ہوئی ہے تو آپؐ نے فرمایا میں نے انہیں پناہ دی جہنم تو نے پناہ دی پس جناب فاطمہؑ نے فرمایا اے ام بانی آپؐ کی شکایت کرنے آئی ہیں اس بات میں کما نہیں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کو ڈرایا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خدا علیؑ کی کوششوں کا قدر دان ہے میں نے پناہ دی کہ ان کو کہ جہنم ام بانی نے پناہ دی اس قدر منزلت کی وجہ سے جو ام بانی کو ہو علیؑ ہوتے کو یہ سمجھ لے کہ جب رسول اللہؐ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں آپؐ نے تین سو ساٹھ بٹ دیکھے کہ جن میں سے بعض بعض کے ساتھ قلعی کے ذریعہ مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے پس آپؐ نے امیر المؤمنینؑ سے فرمایا اے علیؑ مجھے مٹھی بھر کنکریاں دو، تو امیر المؤمنینؑ نے انہیں کنکر دیئے آپؐ نے وہ بٹوں پر پھینکے اور فرمایا،

”وقل جاء الحق وذهبت الباطل ان الباطل كان زهوقا“

”اور کہہ دو کہ حق آیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا اور باطل بھاگنے ہی والا ہے۔“

ان کو کئی بیت ایسا نہ تھا جو منہ کے بل نہ گزرا ہو پھر حکم دیا اور انہیں مسجد سے باہر نکال دیا گیا اور انہیں پھینکا اور ڈرا گیا۔ جو کچھ ہم نے مکہ میں امیر المومنینؑ کے کارناموں میں سے ذکر کیا ہے کچھ لوگوں کو آپؐ نے قتل کیا کچھ لوگوں کو ڈرایا اور رسول اللہؐ کی خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف پاک کرتے ہیں مدد کی اور اللہ کے معاملہ میں آپؐ کی سختی اور اللہ کی اطاعت میں رشتہ داری کی پرواہ نہ کرتا یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپؐ فضیلت کے اس مقام پر فائز تھے کہ جس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔

پھر نتج مکہ کے ساتھ ہی رسول اللہؐ کے خالد بن ولید کو بنی ضمرہ یا بن عامر کی طرف بھیجنے کا معاملہ پیش آیا اور وہ مقام غمیصاء میں تھے تاکہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے۔

رسول خداؐ نے خالد بن ولید کو فقط اس تنازع کی وجہ سے بھیجا جو ان کے اور خالد کے مابین تھا اور وہ یہ تھا کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بنی ضمرہ کی عورتوں کو پکڑ لیا تھا اور خالد بن ولید کے چچا خاک بن خضرہ کو مار دیا تھا اور عبدالرحمن کے باپ عوف کو بھی قتل کر دیا تھا۔ تو بنی کیم نے اسے اسی لیے بھیجا تھا اور عبدالرحمن کو بھی اس ناپسند واقعہ کی بنا پر ہمراہ بھیجا تھا جو ان کے اور عبدالرحمن کے درمیان تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپؐ خالد کو مسلمانوں پر امیر ہوتے کا اہل نہ سمجھتے اور پھر اس کا معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اسی میں اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے عہد و بیعت کی مخالفت کی جاہلیت کے طریقہ پر عمل کیا اور حکم اسلام کو پس پشت ڈال دیا پس رسول اللہؐ نے اس کے کام سے اظہارِ بیزار ی فرمایا اور اس کی زیادتی کی تلافی امیر المومنینؑ کے ذریعہ کی اور اس کو شرح و بسط سے ہم ذکر کر چکے ہیں اور اب اس جگہ اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔

جنگ حنین

پھر جنگ حنین تھی کہ جس میں آپؐ نے کثرتِ جمعیت کا مظاہرہ کیا اور آپؐ اس قوم کی طرقت دس ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلے پس اکثر مسلمانوں نے یہ گمان کیا کہ اب ہم مغلوب نہیں ہو سکتے جب انہوں نے اپنی جماعت اور ان کی تعداد کی زیادتی اور ان کے ہتھیار کو دیکھا اور اس دن ابوبکر صاحب کثرتِ لشکر پر اترا یا اور کہنے لگا کہ آج ہم قلدت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے لیکن معاملہ ان کے گمان کے خلاف نکلا پس انہیں ابوبکر کی نظر بد لگ گئی اور جب کفار سے ان کا سامنا ہوا تو وہ نہ ٹھہر سکے اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول اللہؐ کے پاس سوائے دس افراد کے کوئی بھی باقی نہ رہا اور ان میں سے بھی خاص طور پر بنو نضیر ہاشم تھے اور دسواں امین ام امین کا بیٹا تھا پس امین رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گیا اور بنو نضیر ہاشم ثابت قدم رہے یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی طرقت

پلٹ آئے وہ لوگ جو بھاگ گئے تھے پس تھوڑے تھوڑے ہو کر آئے اور انہیں شریکین پر غلبہ حاصل ہوا اور اسی سلسلہ میں اور ابوبکر کے کثرت جمعیت پر اترتے ہیں خداوند عالم نے فرمایا:

”وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ ثِيَابُكُمْ إِذْ قَالَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ: ”وَعَلَى الْمَوْتِ“ (قرآن مجید)

اور حنین کے دن جب تمہیں تمہاری کثرت بھلی معلوم ہوئی ہیں وہ تمہیں کسی چیز سے مستغنی نہ کر سکی، اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پشت پھیر کر مڑے پھر اللہ نے سکینہ (دوقار) اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور مومنین پر اتار دیا،

یعنی امیر المومنین علی اور جی ہاشم میں سے جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ اس دن آٹھ افراد تھے اور ان کے نوں امیر المومنین تھے عباس بن عبد المطلب آپ کے دائیں طرف تھے اور فضل بن عباس آپ کے بائیں طرف اور ابوسفیان بن حارث (بن عبد المطلب) آپ کے دلدل کی زمین کو پیچھے سے پکڑے ہوئے تھے اور امیر المومنین آپ کے آگے گھوڑا ریسے ہوئے تھے اور نوفل بن حارث اور بصر بن حارث اور عبداللہ بن زبیر بن عبد المطلب اور عتبہ ابولہب کے دو نو بیٹے آپ کے گرد تھے اور باقی سب دشمنوں و بزرگان، پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے سوائے انہی لوگوں کے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اسی سلسلہ میں مالک بن عبادہ غامقی کہتا ہے،

لَمَّا دَاخَلَ النَّبِيَّ غَيْرَ بَنِي هَاشِمٍ عِنْدَ السَّيْفِ يَوْمَ حُنَيْنٍ
هُوَبُ النَّاسِ غَيْرَ تَسْعَةٍ رَهْطٍ فَلَمْ يَهْتَفُوا النَّاسُ إِلَيْهِ
لَحْمٌ قَامُوا مَعَ النَّبِيِّ عَلَى الْمَوْتِ فَأَتَوْا زَيْنًا عِزْرَ شَيْخٍ
وَلَوْ أَنَّ الْيَمِينَ إِلَّا مِثْلَ الْقَوْمِ شَهِيدًا فَأَعْتَاضَ قُرَّةَ عَيْنٍ
وَسَوَّاهُ جِي هَاشِمٍ كِي تَلَوَّارِوَلِ كِي حُنَيْنِ كِي دَن تِي - سَے كِي تَے مَوَاسَاتِ وَغَم تَلَوَّارِ تَهِيں كِي لَو كِي بَهَاگ كِي سَوَّاهُ
نَوَافِرِوَلِ كِي جَو لَو كِي كِي كَارِوَلِ كِي كِهْتَه كِي كِهَانِ جَا رَهْ تَهِيں پَهْرُو تَهِيں كِي سَا تَه مَوْتِ پَر تَا م سَهْ تَهِيں تَهِيں
نَے اِي سِي رَئِيَتِ كِي هَمَارِ كِي طَرَفِ لَو طَا يَاجِيں تَهِيں عَرِيْب تَهِيں تَهَا اَو رَقُوم كَا اِيْنِ، اِيْنِ اِيْتِي بَلَكِ پَر شَهِيْدِ بُو كِيَا اَو رَاسِ كِي عَوَضِ اِس
نَے آنكھوں كِي تَهْنُوكِ پَانِي “

اور جناب عباس بن عبد المطلب نے اس مقام پر یہ اشعار کہے ہیں۔

نَصْرًا رَسُولَ اللَّهِ فِي الْحَرْبِ تَسْعَةٍ وَقَدْ فَرَمَنَ قُرْعَتَهُ فَأَقْتَتَعُوا
وَقَوْلِي إِذَا مَا الْفَضْلُ شَدَّ بِسَيْفِهِ عَلَى الْقَوْمِ آخِرِي يَا بَنِي لَبْرَجِ صِرَا

وَبَشَرْنَا لَأَقِيَنَّ فِي الْحَمَامِ بِنَفْسِهِ لَا نَالَهُ فِي اللَّهِ لَا يَتَوَجَّعُ

”ہم تو افراد تے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور بھاگ گیا جو بھاگ گیا پس وہ مختلف راستوں کی طرف چلے گئے اور میرا کہنا جب فضل شکن پر تلوار سے سخت حملہ کرتا اسے بیٹا دوسری طرف ضرب لگاؤ تاکہ یہ پلٹ جائیں اور ہمارے دھوکے موت کی ملاقات کی ان زخموں کی وجہ سے جو اللہ کی راہ میں اسے پہنچے تھے اور وہ ان سے اظہارِ درد نہیں کرتا تھا اس سے آپ کی مراد امین بن امیہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا آپ کو چھوڑ کر بھاگ جانا دیکھا تو آپ نے جناب عباسؓ کو فرمایا جو تکہ وہ بہت بلند آواز سے (تھے) کہ قوم کو پکارو اور انہیں عہد و میثاق یاد دلاؤ پس جناب عباسؓ نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ بیعت شجرہ دہلے اے سورہ بقرہ والے کہاں بھاگے جا رہے ہو یاد کرو اس عہد و میثاق کو جو تم نے رسول اللہؐ سے کیا تھا لیکن وہ لوگ اپنے منہ پشت پھیرے بھاگے جا رہے تھے رات بہت تاریک تھی رسول اللہؐ وادی میں تھے اور مشرکین وادی کے راستوں، کناروں اور تنگ جگہوں سے تلواریں سونتے ہوئے اور اپنے منبرے اور کمائیں کھینچے ہوئے آپ کی طرف نکلے۔

راوی کہتے ہیں پس رسول اللہؐ نے لوگوں کی طرف اپنے چہرے کے کچھ حصے سے تاریک رات میں دیکھا تو آپ کے چہرہ سے ایسی روشنی نمودار ہوئی گویا چودھویں کا چاند ہے پھر آپ نے مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ کہاں گیا تمہارا وہ عہد و بیان جو تم نے اللہ سے کیا تھا میں آپ کی آواز اول سے آخر تک سب نے سنی جس نے سنی اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور وادی میں جہاں کہیں تھے تیزی سے واپس لوٹ آئے یہاں تک کہ دشمن سے آٹکڑے اور اس سے جنگ کرنے لگے اور کہتے ہیں کہ قبیلہ ہوازن کا ایک شخص اپنے سرخ رنگ کے اونٹ پر اس کے بڑھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا جھنڈا تھا جسے اس نے اپنے بلند منبرے کے سرے پر پڑھا رکھا تھا اور وہ قوم کے آگے آگے تھا جب وہ مسلمانوں کی کامیابی کو محسوس کرتا تو ان پر ٹوٹ پڑتا اور جب لوگ اس کے پاس سے ہٹ جاتے تو وہ اپنے سے پچھلے مشرکین کے لیے علم کو بلند کرتا اور وہ رجز پڑھتا اور کہتا۔

أَنَا أَبُو جَرْدَلٍ لَا بَرَّاحَ حَتَّىٰ يَمِيعَ الْيَمْرُادُ نَبَاحَ

ترجمہ: میں ابو جردل ہوں یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک آج کے دن ان کا خون مباح نہ کر لیں یا ہمارا خون مباح نہ ہو پس امیر المؤمنینؑ نے اس کا قصد کیا اور اس کے اونٹ کے سر پچھلے حصہ پر تلوار کا دار کیا اور اسے بھاڑ دیا پھر اس پر دار کر کے اسے گرا دیا اور فرمایا،

قَدْ عَلِمَ الْقَوْمُ فِي الصَّبَاحِ أَنَّ فِي الصَّيْحَاءِ ذُو نَضَاحٍ تَرْجِمُهُ دُشْمَنٌ مَّجْجُ كَوْمَانٍ كَمْ
میں میدان جنگ میں خون کی بارش برساتا ہوں، پس ابو جردل عین کے قتل سے مشرکین شکست کھا گئے پھر مسلمان

جج ہو گئے اور دشمن کے مقابلہ میں صف بستہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا یا تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو عذاب چکھایا ہے اب ان کے پھیلوں کو بخشش کا مزہ چکھا اور مسلمان و مشرکین جنگ کرنے لگے جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو اپنی رین کے رکابوں پر زور دے کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپ گردن بڑھا کر ان کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا کہ اب جنگ گرم ہوئی ہے میں نبی ہوں بھوٹا نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں پس بہت ہی جلدی قوم مشرکین نے پشت پھیر لی ، قیدیوں کو رسول اللہ کی خدمت میں لایا گیا ، جب کہ ان کے ہاتھ پیچھے سے بندھے تھے تو کہ امیر المومنین نے ابو جہول کو قتل کر دیا اور اس کے قتل سے وہ لوگ بے یار و مددگار ہو گئے تو مسلمانوں نے اپنی تلواریں ان پر رکھ دیں جب کہ امیر المومنین اگے اگے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے چالیس افراد کو قتل کر دیا اس وقت انہیں شکست اور قید نصیب ہوئی ، ابوسفیان مخزن حرب بھی اس جنگ میں تھا جو بھاگتے والے مسلمانوں میں شامل تھا معاویہ بن ابوسفیان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے ملاقات کی جب کہ وہ اہل مکہ میں سے کچھ نبی امیر کے ساتھ بھاگا جا رہا تھا پس میں نے اسے سچج کر کہا اے حرب کے بیٹے خدا کی قسم تو نے اپنے چچا زاد کے ساتھ صبر نہیں کیا اور نہ ہی اپنے دین کی حفاظت میں جنگ کی ہے اور نہ ہی ان بدوں کو اپنے حرم سے باز رکھا تو اس نے کہا کہ تم کون ہو میں نے کہا کہ معاویہ وہ کہنے لگا کہ ہند کا بیٹا ! میں نے کہا ہاں کہنے لگا کہ میرے ماں باپ قریان ۔۔۔ پھر رک گیا اور اس کے پاس کہہ کے کچھ لوگ بھی جمع ہو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ مل گیا پھر ہم نے اس قوم پر حملہ کر دیا پس ہم نے ان کے قدم اکھڑ دیئے اور مسلمانوں نے مشرکین سے مسلسل جنگ کی اور انہیں قیدی بناتے رہے یہاں تک کہ دن چڑھ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رک جاؤ اور منادی کرادی کہ اس قوم کا کوئی قیدی قتل نہ کیا جاوے ۔

تقسیم اموال مشرکین

قبیلہ ہذیل نے فتح مکہ کے دنوں نبی کریم ﷺ کے خلاف بطور جاسوس اپنا ایک قاصد بھیجا تھا جسے ابن اکرع کہا جاتا تھا تاکہ اسے آپ کے متعلق معلومات حاصل ہوں پس وہ ہذیل کے پاس آپ کے حالات لے کر آیا اور وہ جنگ حنین والے دن قید ہو گیا تو اس کے قریب سے عمر بن خطاب گزرا جب اسے دیکھا تو انصار کے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے جو ہمارے خلاف جاسوسی کرتا تھا یہ قید ہوا پڑا ہے اس کو قتل کر دو تو انصار نے اس کی گردن اڑا دی اور یہ خبر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا کہ کسی قیدی کو قتل نہ کرو ۔

اسی کے بعد جمیل بن عمرو بن زہیر کو جب کہ وہ قیدی تھا قتل کر دیا گیا تو غضب و غصہ کی حالت میں آپ نے انصار کی طرف کسی کو بھیجا کہ تمہیں کس چیز نے اس کے قتل پر اکھایا تھا حالانکہ تمہارے پاس قاصد آچکا ہے کہ کسی قیدی کو قتل نہ کرو تو وہ کہنے

لگے ہم تے اسے عمر کے کہنے پر قتل کیا ہے پس آپؐ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ عمر بن وہب نے آپؐ سے گفتگو اس کے معاف کر دینے کے متعلق کی رسول اللہؐ نے عین کا مال غنیمت مرنے پر تقسیم کیا اور مولفہ اقلوب کو تقسیم میں زیادہ حصہ دیا مثلاً ابو سفیان، عمار بن ابو جہل، صفوان بن امیہ، عمار بن ہشام، سہیل بن عمرو، حنظلہ بن ابی امیہ، عبداللہ بن ابی امیہ، معاویہ بن ابی سفیان، ہشام بن مغیرہ، اقرع بن حابس، عبیدہ بن حصین وغیرہ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ انصار کو یہ ہمت کم دیا اور زیادہ تر مال انہیں لوگوں کو دیا کہ جن کے نام ہم تے گنوئے ہیں انصار میں سے کچھ لوگ اس پر ناراض ہو گئے اور رسول اللہؐ تک ان کی بات پہنچی جس سے آپؐ غضب ناک ہوئے پس آپؐ نے ان میں منادی کرادی تو وہ سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا تم بٹھ جاؤ اور تمہارے ساتھ تمہارے غیر میں سے کوئی تیر بیٹھے جب وہ بیٹھ گئے تو نبی اکرمؐ تشریف لائے اور ان کے پیچھے پیچھے امیر المومنینؓ تھے یہاں تک کہ آپؐ ان کے وسط میں بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا میں تم سے ایک چیز پوچھتا ہوں مجھے اس کا جواب دینا تو وہ کہنے لگے فرمائیے، اے اللہ کے رسولؐ تو آپؐ نے فرمایا کیا تم گمراہ نہیں تھے پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت کی تو وہ کہنے لگے بے شک یہ اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا احسان ہے فرمایا کیا تم جہنم کے کنارے پر نہیں کھڑے تھے اور اللہ نے میری وجہ سے تمہیں اُس سے نکالا، کہنے لگے بے شک یہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا احسان ہے فرمایا کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے پس اللہ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی کہنے لگے بے شک یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا احسان ہے پھر نبی کریمؐ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کہتے جو تمہارے پاس سے انہوں نے کہا کہ ہمارے والدین آپؐ پر قربان بنیں ہم آپؐ کو کیا جواب دیں ہم تو کہہ چکے ہیں کہ آپؐ کا فضل آپؐ کا احسان اور آپؐ ہی کی بخشش ہے آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ تجھے نکالا کیا تھا تو ہم نے تجھے پناہ دی تو ہمارے پاس خوف زدہ ہو کر آیا تھا ہم نے تجھے امن و امان دیا تو ہمارے پاس آیا تیری تکذیب کی جا رہی تھی تو ہم نے تیری تصدیق کی پس گریہ کی آزاریں بلند ہوئیں اور ان کے بزرگ اور سردار اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے ہاتھوں اور پاؤں کے لوسے لئے۔ پھر کہنے لگے ہم اللہ پر اللہ سے اور رسولؐ پر رسولؐ سے راضی ہیں اور یہ ہمارے مال آپؐ کے سامنے ہیں پس اگر آپؐ چاہیں تو اپنی قوم پر تقسیم کر دیں اور ہم ہی سے جس نے کوئی بات کی ہے تو وہ بات اس نے سینہ کے کینہ یا بعض دھڑکے تحت دل سے نہیں کی لیکن انہوں نے کہاں کیا ہے کہ انہیں کوئی تاراضی ہے ان سے کوئی تقصیر کو تاہی ہوئی ہے اور وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں انہیں معاف کر دیجئے اے اللہ کے رسولؐ پس رسول اللہؐ نے فرمایا خدا یا انصار کو انصار کے بیٹوں کو اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں کو بخش دے، اے کہ وہ انصار کی نام راضی نہیں ہو کہ تمہارے غیر کمریاں اور چوپائے لے کر پلٹے اور تم اس حالت میں واپس جاؤ کہ تمہارے حصہ میں اللہ کا رسولؐ ہو وہ کہنے لگے بے شک ہم راضی ہیں اس وقت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ انصار میرے گھروالے اور میرے راز کی جگہ ہیں اگر تم لوگ وادی کی طرف چلیں اور انصار سہاڑی

راستہ اختیار کریں تو میں نے انصار کے راستہ پر چلوں گا خدا یا انصار کو بخش دے۔

اس دن رسول اللہ نے عباس بن مرداس کو چار اونٹ دیئے تو وہ ناراض ہو گیا اور اس نے کہا،

اتجعل نھیں و نھب العبید بین عینہ و الا قعر
فما کان حصن و لا حابس یفوقان شیخی فی المعجم
و ما کنت دون امرأ منھما و من تضم الیوم لہ یوفع

کیا آپ مال غنیمت کا میرا حصہ اور عینہ اور اقرع کے درمیان چھوٹے سے غلام کا ایک حصہ برابر قرار دے رہے ہیں، حالانکہ حصن اور عباس لوگوں میں میرے بزرگ سے بلند نہیں تھے اور میں ان دونوں سے پست شخص ہوں اور میں کو آج آپ نے پست رکھا وہ کبھی بلند نہیں ہو سکتا حضرت کو اس کے یہ اشعار پہنچے تو اس کو اپنے ہاں حاضر کرایا اور اس نے فرمایا کیا تو ان الفاظ کا قائل ہے، "أجعل نھیں و نھب العبید بین الاقعر و عینہ"

تو ابو بکر نے آپ سے عرض کیا میرے مال باپ آپ پر قرآن جائیں آپ شاعر نہیں ہیں آپ نے فرمایا کس طرح! راوی کہتا ہے ابو بکر نے کہا میں عینہ و اقرع ہے تو رسول اللہ نے امیر المؤمنین سے فرمایا اٹھو اسے علی اس کی زبان کاٹ دو (یعنی اس کا منہ بند کرو) راوی کہتا ہے پس عباس بن مرداس نے کہا خدا کی قسم حضورؐ کا یہ جملہ مجھ پر زیادہ سخت تھا جنگ ختم سے جس دن ہمارے درمقابل ہمارے گھروں میں آگئے تھے پس علیؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے چلے اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی مجھے علیؑ سے چھڑوائے گا تو میں اسے اپنی مدد کے لیے پکارتا میں نے عرض کیا اسے علیؑ کیا آپ میری زبان کو کاٹ دیں گے فرمایا میں اس حکم کو پورا کروں گا جو مجھے دیا گیا ہے عباس کہتا ہے پھر علیؑ چلتے رہے اور مجھے ساتھ لے رہے یہاں تک کہ جانوروں کے بارے میں لے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ شمار کر لو چار سے لے کر نٹو تک، تو میں نے عرض کیا کہ میرے مال باپ آپ پر قرآن جائیں آپ کس قدر صاحبِ کرم صاحبِ علم و بردبار اور صاحبِ علم ہیں، راوی کہتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھے چار عطا کیے ہیں اور مجھے ہمارے بن کے ساتھ قرار دیا ہیں اگر چاہتے ہو تو یہ بے لوار اگر چاہتے ہو تو نٹو بے لوار تلو والوں کے ساتھ ہو جاؤ عباس کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا آپ مجھے مشورہ دیں تو آپ نے فرمایا میرا مشورہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہؐ نے مجھے دیا ہے وہ لے لو اور اس پر راضی ہو جائیں نے کہا بے شک میں یہی کروں گا۔

جب رسول خداؐ جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک ایسے قد کا بھاری جسم والا شخص آیا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کے اثر سے جھکاؤ تھا اور اس نے سلام کیا اور نبی اکرمؐ کو نصیحتی سلام دے دیا پھر وہ کہنے لگا کہ میں نے تجھے دیکھا ہے جو کچھ تو نے اس مال غنیمت میں کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا تو نے کیا دیکھا ہے کہنے لگائیں نہیں سمجھتا کہ تو نے عدل و انصاف کیا ہو ہیں رسول اللہؐ غضب ناک ہوئے اور فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو اگر میرے پاس عدل نہیں تو پھر کس کے پاس ہے تو مسلمان کہنے لگے کہ کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا چھوڑو اسے عنقریب اس کے کچھ پیرو کار ہوں گے جو دیں

سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح نیرکان سے نکل جاتا ہے خدا انہیں اس شخص کے ہاتھوں میرے بعد قتل کرے گا، جو اسے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے پس اس کو امیر المومنین علی بن ابی طالب نے قتل کیا ان میں جنہیں خوارج میں سے نہروان کی جنگ میں قتل کیا تھا۔

پس اس جنگ میں حضرت امیر المومنین کے مناقب پر غور و تامل کرو اور ان کے معانی میں فکر کرو تو آپ کو پاؤں گے کہ وہ اس جنگ کی ہر فضیلت کے مالک تھے اور ان میں سے بعض میں مخصوص تھے کہ جن میں آپ کا امت میں سے کوئی شخص بھی شریک نہیں تھا اور یہ اس طرح کہ آپ رسول کے ساتھ ثابت قدم رہے جب سب لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے موائے ان چند افراد کے کہ جن کی ثابت قدمی آپ کی ہی وجہ سے تھی، اور یہ اس لیے کہ ہمیں پورا علم ہے کہ آپ شجاعت میں جنگ میں صبر کرنے میں اور بہادری میں عباسؓ ان کے بیٹے ابوسفیان بن حارث اور باقی افراد سے کہیں آگے بڑھے ہوئے تھے کیونکہ آپ کا معاملہ کئی مقامات پر نظر ہو چکا تھا کہ جن میں ان اشخاص میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا اور آپ کی خبر بہادریوں کے مقابلے میں جائے اور انہیں قتل کرنے میں مشہور تھی اور ان میں سے کسی کے لیے بھی ایک مقام بھی ایسا معلوم نہیں ہے اور کوئی مقتول بھی ان کی طرف منسوب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ان کی ثابت قدمی بھی آپ کی ہی وجہ سے تھی اگر آپ نہ ہوتے تو دین پر مصیبت آتی کہ جس کی تلافی نہ ہو سکتی اور آپ کے اس مقام پر پھر رہنے اور نبی کریم کے ساتھ ثابت قدمی کی ہی وجہ سے مسلمانوں کا جنگ کی طرف پلٹنا اور ان میں دشمن سے لڑنے کی ہمت پیدا ہونا تھا آپ کا ابو جریول کو قتل کرنا، جو مشرکین میں آگے آگے تھا سبب بنانا کی شکست کا اور مسلمانوں کی ان پر کامیابی کا اور آپ کا مشرکین میں سے چالیس افراد کو قتل کرنا بھی مشرکین کی کمزوری ان کے بے بہارا ہونے اور گھبرانے کا سبب اور مسلمانوں کی کامیابی کا بھی باعث بنا اور جس شخص کو رسول اللہ کے بعد حضرت علی کو چھوڑ کر خلافت پر مقدم کیا گیا مسلمانوں کو ان کی کثرت پر اتارنے کی وجہ سے نظریہ لگی اور ان کی شکست اسی بنا پر ہوئی یا اس کے سبب میں ایک سبب یہ بھی تھا پھر اس کے ساتھیوں نے قوم کے قیدیوں کو قتل کر کے (حالانکہ رسول نے اس سے منع کیا تھا) اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عظیم اختلاف کا ارتکاب کیا یہاں تک کہ رسول اس سے غضب ناک ہوئے نہایت کیا اور اس کو برا سمجھا اور انصار کے معاملہ کی درستی حضرت علیؓ کے نبی اکرمؐ سے تعاون کی وجہ سے ہوئی کہ ان کو جمع کیا ان سے حضورؐ نے خطاب فرمایا کہ جس سے دین کو قوت پہنچی اور فتنہ و فساد کا وہ خوف زائل ہوا جو تقسیم کی وجہ سے ان پر چھایا ہوا تھا پس رسول اللہ نے اس فیصلہ میں دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر آپ کو شریک کیا اور آپ نے عباس بن مروان دے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا جو اس کے دل میں ایمان کے استقرار اور دین کے متعلق اس کے نفس کے شک کے زوال اور اللہ کے رسول کے حکم کی اطاعت کے لیے تیار ہونے اور آپ کے حکم پر راضی ہونے کا سبب ہوا پھر رسول نے آپ کے فیصلہ پر اعتراض کرنے والے پر جو حکم لگایا اس کو علامت ظاہر قرار دیا امیر المومنین کے کارناموں اور بعد کی جنگوں میں حق پر ہونے پر اور تنبیہ کی آپ کی اطاعت کے واجب ہونے اور آپ کی نافرمانی کے خطرے پر اور یہ کہ حق وہاں ہے جہاں آپ ہوں اور آپ کے پہلوؤں میں ہے

اور حضورؐ نے گواہی دی کہ آپؐ بہترین خلائق ہیں یہ سب کچھ امیر المؤمنینؑ کو آپؐ کے دُشمن اور مقام غصیب کرنے والوں کے افعال سے جدا اور ان کے کردار و اعمال کی ضد قرار دیتے ہیں۔ اور ان سب کو خفیت و بندگی سے پستی کی طرف ہلاکت و تباہی یا اس کے قریب پہنچا دیتے ہیں لیکن آپؐ کا مقام بلند تھا اس جنگ میں مخلصین کے اعمال سے اور ان کے قریب کی وجہ سے جو جہاد کی وجہ پر انہیں حاصل ہوا تھا اور اس میں ممتاز اور جدا تھے ان سے کہ جن کی کوتاہی کا ہم نے ذکر اس بیان کے ساتھ کیا جو ہو چکا ہے۔

محاصرہ طائف

جب اللہ تعالیٰ نے جنگ حنین میں مشرکین کی جماعتوں کو منتشر کیا تو وہ دُشمنوں میں بٹ گئے پس اعراب (بدو) اور جو ان کے پیچھے لگ گئے وادی اوطاس کو اور قبیلہ ثقیف اور ان کے پیروکار طائف کی طرف چلے گئے۔ نبی کریمؐ نے ابو عامر اشعریؓ کو ایک گروہ کے ساتھ اوطاس کی طرف بھیجا کہ جن میں ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تھا اور ابو سفیان مخزومؓ کی طرف روانہ کیا تو ابو عامرؓ علم لے کر آگے بڑھا اور اس نے جنگ کی یہاں تک کہ علم کے سامنے مارا گیا، تو مسلمانوں نے ابو موسیٰ سے کہا کہ تم میرے چا زاد بھائی ہو اور وہ مارا گیا لہذا تم علم لے لو تاکہ ہم اس کے سامنے جنگ کریں پس ابو موسیٰؓ نے علم اٹھایا اور اس نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کی یہاں تک کہ حنائے انہیں فتح دی اور باقی رہا ابو سفیان تو وہ قبیلہ ثقیف کے پاس پہنچا انہوں نے اس کے منہ پر مارا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا اور نبی کریمؐ کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ آپؐ نے مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ بھیجا ہے کہ جن سے قبیلہ ہذیل اور اعراب کے ڈول بھی نہیں اٹھ سکتے وہ مجھ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پھر آپؐ خود طائف کی طرف گئے اور چند دن ان کا محاصرہ بھی کیے یہ پھر امیر المؤمنینؑ کو کچھ سواروں کے ساتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ جو کچھ ملے اسے روند ڈالو اور جو رست ملے توڑ ڈالو پس آپؐ تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپؐ کو قبیلہ خثعم کے کچھ سوار بہت سی جمعیت کے ساتھ ملے پس ان کا ایک مرد باہر نکلا کہ جسے شہاب فی نفس الصباح (صبح کی تاریکی کا ستارہ) کہا جاتا تھا اُس نے کہا کوئی مروید لگ ہے؟ تو عائشہؓ نے فرمایا کون ہے اس کے یہ؟ کوئی بھی اس کے مقابلہ کے لیے کھڑا نہ ہوا، تو خود امیر المؤمنینؑ اس کے مقابلہ میں جاتے کے لیے کھڑے ہوئے تو ابو العاص بن ربیعؓ نبی کریمؐ کی بیٹی رضیقہؓ ہیں بلکہ رضیقہؓ کا شوہر کوڑھ اور کہتے لگا اے امیر المؤمنینؑ آپؐ اس کی کفایت کئے جائیں گے (یعنی میں اس کے مقابلہ میں جاتا ہوں) تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن اگر میں مارا گیا تو تم لوگوں پر امیر ہو گئے پس امیر المؤمنینؑ اس کے مقابلہ میں گئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ

ان علی کل رئیس حقا : ان یوی الصعدۃ أو قفا

ہر رئیس پر یہ حق ہے کہ یا وہ نیرہ کو سیراب کرے یا گھریں بیٹھ کر آٹا پیسے۔

آپؐ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور انہیں سواروں کے آگے بڑھے یہاں تک کہ تمام بٹ توڑ ڈالے اور رسول اللہؐ کی طرف پلٹ آئے جب کہ حضورؐ اہل طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جب نبی کریمؐ نے انہیں دیکھا تو فتح و نصرت

کے یہے تجسیر کی ان کا ہاتھ پکڑ کر علیحدگی میں لے گئے اور کافی دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے۔
روایت ہے عبدالرحمن بن سبابة اور ابی جحیفہ نے لڑکر میر سے اس نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے کہ رسول اللہ
جب علیحدگی میں طاقت کے دن علی سے باتیں کر رہے تھے تو آپ کے پاس عمرو بن خطاب آئے اور کہنے لگے کیا آپ
ہیں چھوڑ کر ان سے راز کی باتیں کرتے ہیں اور ان سے علیحدگی میں باتیں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اسے عمر میں ان سے راز دینا
کی باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ ان سے راز دینا کی باتیں کرتا ہے راوی کہتا ہے کہ عمر نے آنحضرتؐ سے منہ پھیر لیا اور وہ کہتے لگا یہ
ایسے ہی ہے جیسے آپ نے ہم سے ہمدردی سے پہلے کہا تھا، اللہ داخل المسجد الحرام انشاء اللہ تم مسجد الحرام میں ضرور
داخل ہو گے پس ہم اُن میں تہ داخل ہوئے اور ہمیں روک دیا گیا تو نبی کریمؐ نے اُسے پکار کر کہا میں نے تمہیں یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال تم اس میں داخل ہو گے
پھر طاقت کے قلعہ سے تاج بن غیلان بن معتب قبیلہ ثقیف کے سواروں کے ساتھ نکلا تو وادی و سح کے درمیان
امیر المؤمنینؑ سے اس کا سامنا ہوا تو آپؑ نے اسے قتل کر دیا جس سے مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے ان کے دلوں میں رعب و خوف
بیٹھ گیا پس ان میں سے ایک گروہ قلعہ سے اتر کر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور نبی کریمؐ کا طاقت کا عہدہ کچھ اُپر دس دن تھا۔
اس جنگ میں بھی جن پھیروں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر المؤمنینؑ کو مخصوص کیا تھا ان میں آپؑ تمام لوگوں سے منع فرماتے
اس میں فتح آپ کے ہاتھ پر ہوئی اور جس کسی کو قتل کیا تو آپ کے ذریعہ کسی غیر کے ذریعہ جو مناجات اور راز و نیاز کی باتیں
ہوئیں کہ جن کی اضافت و نسبت رسول اللہؐ کی طرف دی اس سے آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی اور ایسی خصوصیات ملیں
کہ جس میں آپؑ تمام مخلوق سے ممتاز ہو گئے اور آپ کے دشمن سے اس واقعہ میں وہ کچھ ہوا جس نے اس کے باطن پر دلالت
کی اور اللہ نے اس کے راز کو منکشف کر دیا اور اس میں صاحبان عقل کے یہے عبرت ہے۔

جنگ تبوک

پھر جنگ تبوک ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی کہ آپؐ بنفس نفیس اس کی
طرف جائیں اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ جانے پر تیار کریں آپ کو یہ بتا دیا گیا کہ آپ کو وہاں جنگ کرنے کی ضرورت
پیش نہیں آئے گی اور تر دشمن سے جنگ کرنے کی متنازعیں معاملات آپ کے لیے تلوار کے بغیر ہی ہوں گے یا نہیں گے
صرف تبعہ اصحاب کے امتحان اور ان کی آزمائش کرنے کے لیے جانا ہے تاکہ ان کا ایمان نہ ہو جائے اور ان کے اسرار پر
ظاہر ہوں پس نبی کریمؐ نے بلا دروم کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا کہ ان کے پھل پک چکے تھے اور گرمی سخت پڑ رہی تھی
پس اکثر نے آپ کی اطاعت سے دنیا کو چاہتے ہوئے اسی معاش کی طمع اور اس کی اصلاح کے لیے سخت گرمی کے
خوف اور مسافت کی دُوری کی وجہ سے دشمن سے جنگ کرنے سے پہلو ہٹا دی کی پھر کچھ لوگ دھرتا مار کر بیٹھ گئے۔
جب آنحضرتؐ نے ملنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے امیر المؤمنینؑ کو اپنے اہل خانہ، آل اولاد و ازواج اور مدینہ

پر خلیفہ مقرر کیا اور ان سے فرمایا اے علیؑ مدینہ کے حالات درست ہمیں رہ سکتے میرے یا تمہارے بغیر؟ کوئی نہ آپ کچھ بڑوں اور بہت سے اہل مکہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کے لاجہ کے ساتھ آپؐ جنگ کر چکے تھے اور ان کے خون بہا چکے تھے ان کی بری نیتوں کو جانتے تھے آپ کو ڈرتھا کہ آپ کے مدینہ سے دور چلے جانے یا بلا دروم یا اس قسم کی کسی اور جگہ پہنچ جانے کے وقت وہ مدینہ کا رخ کریں تو اگر اس میں آپ کا قائم مقام نہ ہوتا تو ان دشمنوں کی طرف سے برائی کا خطرہ تھا کہ وہ دار ہجرت میں کوئی فساد برپا کریں یا آپ کے اہل و عیال اور جن کو پیچھے چھوڑ رہے تھے ان پر بری نیت سے تجاوز کریں۔

اور آپ جانتے تھے کہ آپ کا قائم مقام دشمن کے ڈرانے کے لیے اور دار ہجرت کی نگہبانی کے لیے اور جو لوگ اس میں ہیں ان کی پوری خبر گیری کے لیے امیر المؤمنینؑ کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا تو آپ کو حضورؐ نے ظاہر بظاہر خلیفہ بنایا اور اپنے بعد کے لیے ان کی امامت پر نص کی جو کہ نص علیؑ و واضح ہے، وہ اس طرح کہ جیسے روایات ایک دوسرے کی پشت پناہی کرتی ہیں کہ اہل نفاق نے جب یہ جان لیا کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا ہے تو انہیں اس پر حسد ہوا اور رسول اللہؐ کے چلے جانے کے بعد حضرت علیؑ کا مدینہ میں قیام انہیں برا محسوس ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ مدینہ اب آپ کی دیر سے محفوظ رہے گا اور دشمن کو اس پر قیام کرنے کا طمع و لالچ نہیں رہے گا تو انہیں یہ بُرا لگا اور وہ اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ حضرت علیؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جائیں تاکہ رسول اللہؐ کے مدینہ سے دور چلے جانے اور اس کے ایسے شخص سے خالی ہونے پر کہ جس سے خوف کیا جاتا ہوا اور جس کے متعلق ڈر ہو کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا، فتنہ کے واقع ہونے اور معاملات کے غلط ملط کی امید تھی اور انہیں رشک تھا آپ کے راحت و آرام سے اپنے اہل خانہ میں پہنچے اور وہ ناپسند کرتے تھے اپنے ساتھیوں کا مدینہ سے نکل کر سفر کی مشقت اور خوف کی تکلیف برداشت کرنے کو لہذا حضرت علیؑ کو اشتعال دلانے کے لیے انہوں نے آپ کے متعلق بڑی بُری خبریں منتشر کیں اور کہتے تھے کہ رسول اللہؐ نے علیؑ کو عزت و مجالت و دولت و محبت کی دیر سے مدینہ میں خلیفہ و جانشین نہیں بنایا بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ وہ ان کے وجود کو اپنے ساتھ لوٹ کر لے جائے تو انہوں نے ان باتوں سے آپ کو تشدد و پریشان کر دیا جس طرح قریش حضورؐ کو پریشان کرتے تھے کبھی جنوں کی نسبت سے کبھی شعر کی اضافت سے کبھی جاوہری اور کہانت کا طعنہ دے کر حالانکہ وہ کی تند و نقیض کو جانتے تھے جیسا کہ منافقین بھی ان خبروں کی ضد کو جانتے تھے جنہیں امیر المؤمنینؑ کے خلاف غلط طور پر کہتے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خصوصیت امیر المؤمنینؑ ہی سے رکھتے تھے اور حضرت علیؑ ناگاہ رسالت میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور زیادہ سعادت مند اور حصہ وافر کے مالک تھے آپ کے نزدیک زیادہ اچھے فیصلہ کرنے والے تھے اور جب حضرت امیر المؤمنینؑ کو خبر پہنچی منافقین کے غلط پراپیگنڈہ کی تو آپ نے ان کی تکریب اور ان کی روائی کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا پس آپ جناب نبی کریمؐ سے راستہ میں جا ملے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! منافقین یہ گمان رکھتے ہیں کہ مجھے آپؐ نے مدینہ میں اس لیے چھوڑا ہے آپؐ میرے وجود کو اپنے لیے بوجھ سمجھتے اور آپؐ مجھ سے ناراض ہیں تو یہی کریمؐ نے فرمایا ہے

میرے بھائی! اپنی جگہ واپس چلے جاؤ کیونکہ مدینہ کی حالت درست نہیں رہ سکتی مگر میرے ساتھ تم میرے خلیفہ و جانشین ہو میرے اہل خانہ، میرے دار و بھرت پر اور میری پوری قوم پر کیا تم راضی نہیں ہو اے علی کہ تم مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہو جو ہارون کو نبیؑ سے تھی گسہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

رسول اللہؐ کا یہ ارشاد حضرت علیؑ کی امامت اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کے مقام خلافت پر فائز ہونے کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ اور اسی قول نبی کریمؐ نے امیر المؤمنینؑ کی ایسی قیصلت پر ولایت کی ہے جس میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں حضورؐ نے حضرت علیؑ کے لیے وہ تمام مقام اور مرتبے اپنے ساتھ ثابت کئے ہیں جو حضرت ہارونؑ کے حضرت موسیٰؑ سے ثابت ہیں سوائے ان مراتب کے جنہیں تخصیص ہے جیسے حقیقی بھائی ہونا یا آنحضرتؐ کا استثناء کرنا جیسے نبوت ہے کیا آپؐ دیکھ نہیں رہے کہ رسول اکرمؐ نے آپؑ کے لیے اپنے ساتھ وہ تمام مراتب و منازل ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے انہیں حاصل تھے قرار دیئے سوائے ان کے جو ان میں سے لفظاً یا عقلاً مستثنیٰ رہے۔

ہر وہ شخص جس نے قرآن کے معانی میں غور کیا ہے اور روایات اور اخبار کی جانچ پڑتال کی ہے وہ جانتا ہے کہ جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے پوری اور کامل بھائی تھے اور امر رسالت میں ان کے شریک تھے اور ان کی نبوت اور ان کے رب کے پیغمبر کی تبلیغ میں ان کے وزیر و مددگار تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کے ذریعہ ان کی مکر مضبوط کی اور ہارونؑ ان کے قوم پر خلیفہ تھے اور ان کو ان پر امامت و رہبری اور اطاعت کے فرض ہونے کا رتبہ حاصل تھا جس طرح کہ موسیٰؑ کی امامت اور ان کی اطاعت کا فریضہ واجب تھا اور ہارونؑ قوم سے سب سے زیادہ انہیں محبوب تھے اور ان کے نزدیک سب سے افضل تھے اللہ تعالیٰ موسیٰؑ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

”رب اشرح لی صدری و یسر لی امری و احلل عقدہ من لسانی بفقہوا قولی و اجعل لی وزیراً من اہلی ہارون اخی اشد بہ ازما و اشركہ فی امری کی شجلا کثیراً و نذکرکتیراً“

ترجمہ: میرے مالک میرے سینہ کو کشادہ کر دے میرے کام کو بھج پر آسان کر دے، میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات کو سمجھیں اور میرے قائدان سے میرے بھائی کو میرا وزیر قرار دے اور اس سے میری مکر مضبوط کر دے اور اس کو میرے امر میں میرا شریک کر دے تاکہ ہم تیری بیسیج زیادہ کر سکیں اور تجھے زیادہ یاد دہیں۔

اللہ نے ان کے سوال کو قبول کیا اور اس سلسلہ میں جو انہوں نے سوال کیا تھا اور جو ان کی آرزو تھی وہ انہیں عطا کی جہاں دیکھا ہے، قد اودیت سولک یا موسیٰ اے موسیٰؑ تجھے تیرا سوال عطا کیا گیا ہے یعنی تیری مراد تجھے عطا کی جا رہی ہے اور خداوند عالم موسیٰؑ سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

و قال موسى لاخيه هرون اخلفني في قومي واصلح ولا تتبع
سبيل المفسدين۔

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہرون سے کہا کہ میری قوم میں میرے خلیفہ اور جانشین تو اور اصلاح کرنا اور مفسدین کے
راستہ کی پیروی نہ کرنا یا

تو جب رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اسی منزل پر قرار دیا جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی تو گویا ثابت کر دیں آپ کے لیے
تمام وجہ جنہوں کو ہم نے شمار کی ہیں سوائے اس کے جس کی عرف نے تخصیص کی ہو کہ پوری اور اداری بھائی ہوتا ہے یا وہ جس کا حضورؐ
نے لفظاً استثناء کیا ہے ہو کہ نبوت ہے اور یہ ایسی قصیدت ہے کہ جس میں امیر المؤمنینؑ کا مخلوق میں سے کوئی شریک نہیں اور نہ اس
کے معنی میں کوئی برابر ہے اور نہ اس کے قریب قریب ہے کسی حالت میں اور اگر خدا کے علم میں ہوتا کہ نبی کو ہم میں جنگ
اور انصار اور مددگاروں کی ضرورت ہوگی تو خدا رسولؐ کو اجازت نہ دیتا کہ وہ علیؑ کو چھوڑ جائیں پیچھے اپنی جانشینی کے لیے جیسا کہ ہم
پہلے پیش کر چکے ہیں بلکہ وہ جانتا تھا کہ صلوات ان کے خلیفہ بنانے اور ان کا قیام دارِ حیرت میں آنحضرتؐ کی قائم مقامی میں افضل
اعمال میں سے ہے پس خدا نے مخلوق اور دین کی تدبیر اس فیصلہ سے کی اور اس کو حکم امضاء کیا جس کو ہم بیان اور شرح و بسط
سے واضح کر چکے ہیں۔

شجاعت عمرو بن معدیکرب

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ سے مدینہ واپس آگئے تو آپ کی خدمت میں عمرو بن معدیکرب آیا تو آپؐ نے
اس سے فرمایا اے عمرو اسلام قبول کر لو تو خدا ہمیں سب سے بڑی گھبراہٹ سے مامون کر دے گا، تو وہ کہنے لگا اے محمدؐ
سب سے بڑی گھبراہٹ کیا ہے؟ میں تو کسی چیز سے نہیں گھبراتا تو آپؐ نے فرمایا اے عمرو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تو گمان
کرتا ہے بے شک لوگوں پر ایک چیخ ماری جائیگی کہ جس سے ہر میت قبر سے باہر آجائے گی اور ہر زندہ مر جائیگا مگر وہ
جسے خدا چاہے گا پھر چیخ ماری جائے گی تو جو مر گئے ہوں گے وہ اٹھ بیٹھیں گے اور سب صف بستہ کھڑے ہو جائیں گے
آسمان پھٹ جائیگا زمین شق ہو جائیگی پہاڑ گر پڑیں گے اور آگ سے پہاڑ جتنے بڑے شرارے نکلیں گے کوئی
ذی روح نہ ہو گا مگر اس کا دل اکھڑ جائیگا وہ اپنے گناہ کو یاد کرے گا نفسا نفسی کا عالم ہو گا مگر جس کے متعلق خدا چاہے
گا تو تم کہاں ہو اے عمرو اس پر وہ کہنے لگا کہ میں ایک امر عظیم کی بات سن رہا ہوں پس وہ اللہ اور اس کے رسولؐ
پر ایمان لے آیا اور اس کی قوم میں سے کچھ لوگ بھی ایمان لے آئے اور وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے۔

پھر عمرو بن معدیکرب نے ابی بن معشعہؓ کو دیکھا تو اس کو گردن سے پکڑ کر نبی کریمؐ کی خدمت میں لے

لڑا اور کہنے لگا کہ اس فاسق و فاجور سے مجھے قصاص دے دیکر جس نے میرے والد کو قتل کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ زمانہ جاہلیت میں تھا اسے اسلام نے رائیگاں کر دیا ہے پس عمرو مرتد ہو کر واپس چلا گیا اور اس نے بنی حارث بن کعب کے ایک گروہ پر غارت ڈھائی اور اپنی قوم کی طرف چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کو بلایا اور ان کو مہاجرین پر امیر مقرر کیا اور انہیں بنی زبید کی طرف بھیجا اور خالد بن ولید کو اعراب کے ایک گروہ کے ساتھ بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ قبیلہ جعفی کے ارادہ سے جائے اور جب دونوں لشکر اکٹھے ہوں تو سب لوگوں کے امیر علی بن ابی طالب ہوں گے پس امیر المؤمنین کی روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے لشکر کے مقدمہ پر خالد بن سعید بن عاص کو حاکم و رئیس بنایا اور خالد نے اپنے مقدمہ کی ریاست و امارت سب ابو موسیٰ اشعری کو دی۔

قبیلہ جعفی نے جب لشکر کی آمد کی خبر سنی تو وہ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ بنی کی طرف چلا گیا اور دوسرا گروہ بنی زبید سے جا ملا یہ خبر امیر المؤمنین کو ہوئی تو آپ نے خالد بن ولید کو لکھا کہ جہاں میرا قاصد تھیں ملے وہیں ٹھہر جاؤ لیکن وہ نہ ٹھہرا تو آپ نے خالد بن سعید بن عاص کو لکھا کہ وہ خالد کا تعرض کرے یہاں تک کہ اسے روک لے پس خالد اس سے معترف ہوا اور اسے روک لیا اور امیر المؤمنین وہاں آپہنچے اور آپ نے اسے آپ کی خلاف ورزی کرنے پر سخت ڈانٹا پھر آپ وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ قبیلہ بنی زبید سے ایک وادی میں سامنا ہوا جسے کسر کہا جاتا تھا پس جب بنو زبید نے آپ کو دیکھا تو وہ عمرو سے کہنے لگے اور کیا کرے گا تو اے ابو ثور جب اس قریشی فوجوان کا تجھ سے سامنا ہوا اور اس نے نکلنے کے راستے تجھ پر بند کر دیئے وہ کہتے لگا معتز یہ اسے معلوم ہو جائے گا جب اس کا مجھ سے سامنا ہوا۔

راوی کہتا ہے عمرو باہر آیا اور کہتے لگا کہ کون ہے مقابلہ میں آئے والا تو امیر المؤمنین جناب علی کھڑے ہو گئے اور خالد بن سعید بھی کھڑا ہو گیا اور آپ سے کہتے لگا اے ابو الحنفی مجھے چھوڑ دیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میں اس کے مقابلہ میں جاتا ہوں تو امیر المؤمنین نے فرمایا اگر تم سمجھتے ہو کہ میری الاماعت تم پر واجب ہے تو اپنی جگہ پر رک جاؤ تو وہ ٹھہر گیا اس کے بعد امیر المؤمنین اس کی طرف نکلے اور آپ نے زور سے ایک پیچ ماری تو عمرو بھاگ کھڑا ہوا اس کا بھائی اور بھتیجا مارے گئے اور اس کی بیوی رکانہ بنت سلامہ پکڑ لی گئی ان کی عورتیں قید ہو گئیں اور امیر المؤمنین چلے آئے اور بنی زبید پر خالد بن سعید کو اپنی طرف سے چھوڑ آئے تاکہ ان کی زکوٰۃ وصول کرے اور ان میں سے بھاگ ہوئے لوگوں میں سے جو مسلمان ہو کر آئیں انہیں امان دے پس عمرو بن معدیکرب واپس آیا اور خالد بن سعید سے اس کے ہاں آنے کی اجازت طلب کی اس نے اس کو اجازت دے دی اور وہ اسلام کی طرف پلٹ آیا اس سے اپنی بیوی اور اولاد کے متعلق بات چیت کی تو خالد نے اسے وہ بخش دیئے اور عمرو جب خالد بن سعید کے دروازے پر کھڑا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہاں اونٹنی کو خر کیا جا رہا ہے اس نے اس کے پاؤں اکٹھے کیئے اور ان پر تلوار ماری تو اس نے ان سب کو کاٹ دیا، اس کی تلوار کو مصصامہ رکاٹنے لائی کہا جاتا تھا اور جب خالد بن سعید نے اسے اس کی

یہودی اور اولاد جبرہ کو دیکھ کر غصے تو غم و غم نے مصما مہ لوار سے بخش دی اور امیر المؤمنینؑ نے قیدیوں میں سے ایک کثیر چمچنی تھی پس خالد بن ولیدؓ نے بریدہ اسلمی کو نبی کریمؐ کی خدمت میں بھیجا اور لشکر میں جانے سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں جانے کو کہا اور کہا کہ آپؐ میں بتاؤ جو علیؑ نے کیا ہے کہ خمس میں سے ایک کثیر انتخاب کر لی ہے اس سلسلہ میں خط بھی لکھ کر دیا پس بریدہ چلا گیا یہاں تک کہ رسول اللہؐ کے دروازے تک پہنچا اور عمر بن خطابؓ اس کو لے گیا تو اس نے ان کی جنگ کے حالات پوچھے اور یہ پوچھا کہ وہ کیوں آیا ہے تو اس نے عمر کو بتایا کہ وہ اس لیے آیا ہے کہ علیؑ کی شکایت کرے اور اس کو بتایا کہ علیؑ نے خمس میں سے ایک کثیر انتخاب کر لی ہے تو عمر نے اس سے کہا ہاؤ کام کرو جس کے لیے آئے ہو کہ تو تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی کی وجہ سے علیؑ کے اس کام پر عقباک ہوں گے پس بریدہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے پاس خالد کا خط بھی تھا تو اس نے بریدہ کو دے کر بھیجا تھا تو بریدہ وہ خط پڑھنے لگا اور رسول اللہؐ کا چہرہ متغیر ہونے لگا تو بریدہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اگر آپؐ لوگوں کو اسی طرح رخصت دیتے رہے تو ان کا مال فحی غنیمت ختم ہو جائیگا تو نبی کریمؐ نے فرمایا، افسوس ہے تجھ پر اے بریدہ تو نے منافقت کی ہے یقیناً علیؑ ابن ابی طالبؓ کے لیے مال فحی ہیں وہ کچھ حلال ہے جو میرے لیے حلال ہے بے شک علیؑ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہے میرے لیے اور میری قوم کے لیے اور وہ میری تمام امت کے لیے میرے بعد میرا بہتر خلیفہ ہے اے بریدہ اس سے بچ کر تو علیؑ سے بغض رکھے ورنہ اللہ تجھ سے بغض رکھے گا۔

بریدہ کہتا دیکھ سب کچھ سن کر دل چاہتا تھا کہ زمین کاش پھٹ جائے اور اس میں دھنسا جاؤں میں نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی سے، اے اللہ کے رسولؐ میرے لیے استغفار کریں میں کبھی بھی ہرگز علیؑ سے بغض نہ رکھوں گا اور میں ان کے متعلق خیر کے علاوہ کچھ نہیں کہوں گا پس نبی کریمؐ نے اس کے لیے استغفار کیا۔

اس جنگ میں امیر المؤمنینؑ کی وہ منقبت ہے کہ جو آپؐ کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں اور اس جنگ کی فتح خاص طور پر آپؐ کے ہاتھ پر ہوئی اور آپؐ کی فضیلت اور نبی کے ساتھ آپؐ کی شرکت ظاہر ہوئی اس میں کہ آپؐ کے لیے مال فحی اللہ نے حلال کیا ہے اور اس میں ایسی شخصیتیں ہیں جو لوگوں میں سے کسی کے لیے نہیں اور رسول اللہؐ کی مودت اور آپؐ کا ان کو فضیلت دینا ظاہر ہوا جو کہ مخفی تھا ان لوگوں پر جنہیں اس کا علم نہیں تھا اور حضورؐ کا بریدہ اور اس کے غیر کو ڈرانا آپؐ سے بغض رکھنے اور آپؐ کی دشمنی سے اور ان کو اناہہ کرنا آپؐ کی مودت اور ولایت پر اور آپؐ کے دشمنوں کے مکر کو ان کی گردنوں پر پالنے میں ولایت کی ہے اس بات پر کہ آپؐ اللہ کے نزدیک اور حضورؐ کے نزدیک تمام مخلوق سے افضل ہیں اور حضورؐ کے مقام کے زیادہ حق دار ہیں اور ان کے نزدیک باقی لوگوں سے زیادہ محضوس ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مال ان سب سے زیادہ ترجیح رکھتے ہیں۔

وادی الرّمل اور بہادر

پھر جنگ سلسلہ تھی اور وہ اس طرح کہ ایک اعرابی نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں آپ کو ایک نصیحت کرتے آیا ہوں آپ نے فرمایا کیا ہے تیری نصیحت تو وہ کہنے لگا کہ وادی الرمل میں عرب کا ایک گروہ جمع ہے اور وہ مدینہ میں آپ پر شجھون مارنا چاہتے ہیں اور ان کے حالات بیان کیے تو نبی کریمؐ نے لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا پس مسلمان جمع ہو گئے، آپ بنبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے لوگو یہ اللہ کا اور تمہارا دشمن خبر دے رہا ہے کہ تم پر شجھون مارا جا رہا ہے تو کون ہے ان کے لیے پس ان میں سے اہل صفہ کا ایک گروہ کھڑا ہو گیا اور وہ کہنے لگے ہم ان کے لیے جاتے ہیں اے اللہ کے رسول! ہذا ہم پر اُمیر مقرر کیجئے جسے آپ چاہیں پس آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا ان میں سے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے اتنی آدمیوں کے نام پر قرعہ نکلا آپ نے ابو بکرؓ کو بلا لیا اور فرمایا علم لو اور نبی سلیم کی طرف جاؤ وہ مقام حرہ کے قریب ہیں پس وہ اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے جب ان کی زمین کے قریب پہنچے تو وہاں تھمرا درخت تیرا رہا تھے اور وہ لوگ وادی کے اندر تھے اس میں اترنے کا راستہ سخت تھا تو جب ابو بکرؓ وادی کے اندر پہنچا تو اس کے وادی میں اترنے کے ساتھ ہی وہ وادی سے باہر نکل آئے اور انہوں نے اسے شکست دی اور بہت سے مسلمان قتل کر دیئے ابو بکرؓ بھاگ آیا اور جب (بچے کچھے لوگ) نبی کریمؐ کے پاس آئے تو علم کا پہلے عمر بن خطابؓ کے سر پر اندھا اور ان کی طرف بھیجا تو وہ تھمروں اور درختوں کے نیچے اس کے لیے چھپ بیٹھے اور جب یہ وادی میں اترنے کے لیے گیا تو وہ نکلے اور اس کو بھی بھگا دیا پس رسول اللہؐ کو یہ بُرا لگا تو آپؐ نے عمرو بن عاصؓ کہنے لگا یا رسول اللہؐ جنگ ایک دھوکہ ہے پس ہو سکتا ہے کہ میں انہیں دھوکہ دے سکوں آپؐ نے اسے بھی ایک گروہ کے ساتھ بھیجا اور اسے تاکید کی۔

جب وہ وادی کے پاس پہنچا تو وہ اس کے لیے بھی نکلے اور اسے بھی بھگا دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ قتل کر دیئے اور رسول اللہؐ کچھ دن رکے رہے اور ان کے حق میں بددعا کرتے رہے پھر امیر المؤمنینؓ کو بلا کر علم دیا پھر فرمایا اس کو بھیج رہا ہوں جو بڑھ بڑھ کے حکم کرنے والا ہے اور بھاگنے والے نہیں پھر آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا خدا یا تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں علیؓ کے بارے میں میری حفاظت کرنا اور اس پر احسان کرنا میں جتنا تمناں چاہا حضورؐ آپ کے حق میں دعا کرتے رہے اور علیؓ بن ابی طالبؓ نکلے اور ان کی تشریح کے لیے رسول اللہؐ بھی نکلے اور انہیں مسجد احزاب تک پہنچایا اور حضرت علیؓ سرخ زردی مائل چترہ گھوڑے پر سوار تھے جس کی دم کٹی ہوئی تھی اور آپؐ پر دو مینی چادریں تھیں اور ہاتھ میں خطی دو حارے دار نیزہ تھا پس رسول اللہؐ نے مشایعت کی اور آپ کے لیے دعا کی اور جن کو آپ کے ساتھ بھیجا ان میں ابو بکرؓ و عمرؓ و عمرو بن عاصؓ بھی تھے پس آپ انہیں عراق کی طرف لے کر راستہ سے ہٹ کر چلے یہاں تک کہ انہیں

نے گمان کیا کہ وہ انہیں کسی دوسری طرف لیے جا رہے ہیں پھر انہیں ایک ہموار راستہ سے لے کر پہلے اور آپ ان کو ساتھ لیے لیتے لیے یہاں تک کہ وادی کے اگلے رخ پر لے آئے اور رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے تھے پس جب وادی کے قریب پہنچے تو اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو ہاندھ دیں اور انہیں ایک جگہ پر ٹھہرا دیا اور فرمایا کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا اور ان کے سامنے ایک طرف کو پہل دیئے اور ان سے الگ ایک طرف قیام کیا، تو جب عمرو بن عاص نے دیکھا جو کچھ آپ نے کیا تو اس کو شک نہ رہا کہ آپ کو فتح نصیب ہوگی تو وہ ابو بکر سے کہنے لگائیں ان شہروں کو علی سے زیادہ جانتا ہوں اور اس علاقہ میں ایسی چیزیں رہتی ہیں جو ہمارے لیے نبی سلیم سے زیادہ سخت ہیں اور وہ ہیں جو اور بھیڑیے اگر وہ ہماری طرف نکل آئے تو مجھے خوف ہے کہ وہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے پس علیؑ سے بات کر و کہ ہمیں وہ اجازت دیں تاکہ ہم وادی کے اوپر چلے جائیں راوی کہتا ہے پس ابو بکر آپ کے پاس آگیا اور آپ سے یہ بات کہیں لول دے کر کہی، لیکن امیر المومنین نے اس کو ایک لفظ کا جواب نہ دیا تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آگیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اس نے تو مجھے ایک حرف کے ساتھ بھی جواب نہیں دیا پس عمرو بن عاص نے عمرو بن خطاب سے کہا تم اس پر زیادہ قوت رکھتے ہو پس عمر گیا اور اس نے آپ کو مخاطب کیا تو اس سے بھی آپ نے وہی دہی کچھ کیا جو ابو بکر سے کیا تھا وہ بھی ان کے پاس آگیا اور انہیں خبر دی کہ اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو عمرو بن عاص کہنے لگے پھر نہیں نہیں چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو ہلاک کریں چلو ہمارے ساتھ ہم وادی کے اوپر جاتے ہیں تو مسلمان اس سے کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے ہمیں رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ ہم علیؑ کی بات سنیں اور ان کی اطاعت کریں تو کیا ہم ان کا حکم چھوڑ دیں اور تیری اطاعت کریں اور تیری بات سنیں ہیں وہ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ امیر المومنین نے جب صبح کا نمودار ہوتا محسوس کیا آپ نے ان پر ہر طرف سے حملہ کر دیا جب وہ غافل پڑے تھے اور اللہ نے آپ کو ان پر قبضہ وغلبہ عطا کیا اور نبی کریمؐ پر والعدیت خیراً الی آخر دعا نازل ہوئی تو نبی کریمؐ نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی اور انہیں حکم دیا کہ امیر المومنین کی استقیال کریں پس انہوں نے آپ کا استقبال کیا جب کہ نبی اکرمؐ ان کے آگے آگے تھے اور وہ لوگ آپ کے لیے دو صفوں میں کھڑے ہو گئے اور جب حضرت علیؑ نے نبی اکرمؐ کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر آئے نبی کریمؐ نے فرمایا کہ سوار ہو کر جاؤ بے شک اللہ اور اس کا رسولؐ تم سے راضی ہیں تو امیر المومنین خوشی سے رونے لگے اور حضورؐ نے آپ سے فرمایا اے علیؑ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ میری امت کے کچھ گروہ تمہارے متعلق وہ کچھ کہیں گے کہ جو نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریمؑ کے حق میں کہا ہے تو میں آج تمہارے متعلق ایسی بات کہتا کہ تم لوگوں کے کسی گروہ کے پاس سے نہ گزرتے مگر یہ کہ وہ تمہارے پاؤں کے نیچے کی خاک اٹھا لیتے۔

اس جنگ میں بھی فتح خاص طور پر امیر المومنین کو نصیب ہوئی بعد اس کے کہ آپ کے علاوہ دوسرے اس میں خرابی پیدا کر چکے تھے اور نبی کریمؐ کے مدد کرنے میں ایسے فضائل سے آپ مخصوص ہوئے کہ جن میں سے کوئی بھی آپ کے غیر کو حاصل نہیں ہوئے اور اس میں آپ کی ایسی منفیت ظاہر ہوئی کہ جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

واقعہ مباہلہ

جب فتح مکہ اور اس کے بعد والی جنگوں کے بعد کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے اسلام پھیل گیا اور اس کی سلطنت قوی اور طاقتور ہو گئی تو نبی کریمؐ کی خدمت میں وقود آئے لگے کہ جن میں سے بعض مسلمان ہو جاتے تھے اور بعض امان کے طالب ہوتے تھے تاکہ آپ کی رائے سے حوالہ کے متعلق ہوتی تھی اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں منجملہ ان کے جو آپ کے پاس آئے ایک ابو عاصہ اسقف (نصاری کا ذہنی پیشوا) بخراتی تھا نصاریٰ کے تیس افراد کے ساتھ کہ جن میں عاقب، سید اور عبدالمسیح تھے وہ مدینہ میں نماز عصر کے وقت آئے وہ ریشم و دیباچ کے لباس پہنتے ہوئے اور صلیب کا نشان لگائے ہوئے تھے پس یہودی ان کے پاس گئے اور آپس میں سوال و جواب کرتے لگے پس نصاریٰ نے کہا کہ تم کسی چیز پر نہیں ہو اور یہود نے ان سے کہا کہ تم کسی چیز پر نہیں ہو اور اسی میں خداوند عالم نے نازل فرمایا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ

وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ

”اور یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کسی چیز پر نہیں“ جب نبی کریمؐ نے نماز عصر اڑھائی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے جب کہ ان کے آگے آگے اسقف تھا تو وہ آپ سے کہنے لگا، اے محمدؐ آپ حضرت مسیح کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندہ ہیں، انہیں اللہ نے مصطفیٰ کیا تو اسقف کہنے لگا اے محمدؐ کیا آپ ان کے باپ کو جانتے ہیں جس نے انہیں جنم دیا ہو؟ نبی کریمؐ نے فرمایا وہ نکاح سے تو پیدا نہیں ہوئے تاکہ کوئی ان کا والد ہو تو وہ کہنے لگا کہ کیسے کہہ دیا کہ وہ پیدا شدہ بعد میں حالانکہ آپ بغیر نکاح و والد کے کوئی مخلوق عید نہیں پاتے تو خداوند تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیات نازل کیں اس ارشاد تک کہ

”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقتہ من ثواب ثم قال له کن

فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممترین؟ فمن حاجک فیہ من بعد

ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وایساءکم ونسائنا و

نسائکم والفسنا والفسک ثم نبطل فنجعل لعنة اللہ علی

الکاذبین“

”یہ شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے اس کو پیدا کیا مٹی سے پھر اس سے کہا کہ ہو گیا یہ حق ہے میرے رب کی طرف سے پس نہ ہو جا شک کرتے والوں میں سے پس جو تجھ سے جھگڑا کرے اس کے بارے میں بعد

اسی کے کرتیر سے پاس علم آگیا ہے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو بلا تے ہیں اور گر گزرا کرو عاکریں پس اللہ کی لعنت قرار دیں جھوٹوں پر۔

حضور نے ان آیات کی تلاوت نصاریٰ کے سامنے کی اور انہیں مباہلہ کی دعوت دی اور فرمایا خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مباہلہ ہوا تو باطل پرست پر فوراً عذاب نازل ہوگا اور اس طرح حق باطل سے جدا ہو جائیگا پس اسقف، عبدالمج اور عاقب کے ساتھ مشورہ کے لیے بیٹھا اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ کل صبح تک آپ سے ہمدت مانگی جائے جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آئے تو اسقف نے ان سے کہا کہ کل غم کو دیکھو اگر وہ کل صبح کو اپنی اولاد اور اہل خانہ کو ساتھ لائے تو پھر ان سے مباہلہ کرنے سے بچنا اور اگر وہ اپنے اصحاب کے ساتھ آئے تو پھر اس سے مباہلہ کر لینا اور سمجھ لینا کہ وہ باطل پر ہیں جب دوسرے دن صبح ہوئی تو حضور علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئے اور سنی اور حبشی حضور کے آگے آگے چل رہے تھے اور جناب فاطمہ آپ کے پیچھے چل رہی تھیں۔ اور نصاریٰ یوں نکلے کہ ان کے آگے آگے ان کا اسقف تھا جب اسقف نے حضور کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ والد کے ساتھ آ رہے ہیں تو اس نے ان کے بارے میں سوال کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ان کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب اور ان کے داماد ہیں اور ان کے بچوں کے والد ہیں اور ساری مخلوق سے آپ کی زیادہ محبوب ہیں اور یہ دونوں بچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے فرزند ہیں علی سے اور یہ باقی مخلوق سے آپ کو زیادہ پیارے ہیں اور یہ خاتون ان کی بیٹی فاطمہ سے جو تمام لوگوں سے ان کو زیادہ عزیز ہے اور ان کے دل کے زیادہ قریب ہے پس اسقف نے عاقب سید اور عبدالمج کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ اس کی طرف دیکھو کہ وہ اپنے مخصوصین اپنی اولاد اور اہل خانہ میں سے لے کر آیا ہے تاکہ ان کے ساتھ مل کر مباہلہ کرے اسے اپنے حق پر ہونے کا وثوق یقین ہے خدا کی قسم وہ انہیں لے کر کبھی نہ آتا اگر اسے اپنے خلاف حجت کا خوف ہوتا لہذا اس سے مباہلہ کرنے سے بچو، خدا کی قسم اگر مجھے قیصر کی قدر و منزلت کا خیال نہ ہوتا تو تو میں ایمان لے آتا لیکن ان سے صلح کرو جس پر تمہارے اور اس کے درمیان صلح ہو جائے اور اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ اور اپنے لیے غور و فکر کرو تو وہ کہنے لگے کہ ہماری رائے آپ کی رائے کے تبادیل ہے تو اسقف نے کہا اے ابوالقاسم، ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے بلکہ آپ سے مصالحت ہی کرتے ہیں ایسی چیز پر جسے ہم برداشت کر سکیں تو آپ نے ان سے مصالحت کی، دو ہزار درہنہ طولی دلوں پر کہ جن میں سے ہر عدد پوشاک (کم و بیش چالیس درہم کا ہو) ہوا اسی حساب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس چیز پر ان سے صلح کی تھی اور وہ تحریر اس طرح تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اللہ کے رسول محمد کی یہ تحریر ہے بخران اور اس کی اطراف کے لیے۔ ان سے سونا چاندی، پھل اور غلام میں سے کوئی چیز

نہیں لی جائے گی سوائے قدر ہزار و زنی ستھرے طول (پوشاکوں) کے، ہر پوشاک و عطر کی قیمت تقریباً چالیس درہم ہوگی اس حساب سے ان میں سے ایک ہزار علاوہ صفر میں ادا کریں گے اور ایک ہزار ان میں سے رجب میں اور چالیس دینار میرے اہلیجی کا مہمانی خرچ ہوگا اور ان پر ہر حادثہ میں جو زمین میں پیدا ہو ہر معدن میں رہنے والے کی طرف سے عاریتہ جس کی ضمانت دی جائے گی تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریتہ ہوں گے جن کی ضمانت دی جائیگی اس پر وہ اللہ کی اور محمد بن عبد اللہ کی پناہ میں ہیں اور جو ان میں سے سو گدھے اس سال کے بعد تو میرا ذمہ اس سے بری ہے پس اس قوم نے وہ تحریر لی اور وہ واپس چلے گئے۔

واقعہ اہل بخران باوجود کبریٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانی اور معجزہ ہے جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جناب امیر المومنین کی فیضیت کا بیان بھی یہاں ہوتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ نصاریٰ کو آپ کی نبوت کا اعتراف کر لینے کی طرف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یقین کی طرف کہ وہ مہابہ نہیں کریں گے اور انہیں علم تھا کہ اگر انہوں نے مہابہ کیا تو ان پر عذاب نازل ہوگا اور آپ کو وثوق تھا کہ آپ کو ان پر کامرانی ہوگی اور یہ کہ جنت و دلیل کے ساتھ آپ کو ان پر غفر و کامیابی ملے گی اللہ تعالیٰ نے آیت مہابہ میں حکم لگایا کہ امیر المومنین، رسول کے نفس ہیں اس کے ساتھ یہ ظاہر و واضح کرتے ہوئے کہ آپ انتہائی فیضیت کو پہنچے ہوئے ہیں اور آپ درجہ کمال اور گناہوں سے معصوم ہونے میں رسول کے ساتھ مساوات رکھتے ہیں اور خداوند عالم نے حضرت علیؓ آپ کی زوریہ اور آپ کے دونوں بیٹوں کو ملا کہ وہ چھوٹے سن کے تھے اپنے ہی کی نبوت اور دین کے لیے ان سب کو جنت و گواہ و برہان و دلیل قرار دیا اور اس حکم پر نص لگائی کہ جس جنت میں آنحضرت کے بیٹے ہیں اور فاطمہؓ سوا کی مصلحت ہیں کہ جن کی طرف یاد دہانی اور مہابہ کے لیے دعا کا خطاب اور احتجاج متوجہ ہے اور یہ ایسی فیضیت ہے کہ جس میں اُمت کا کوئی فرد بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہے نہ ان کے قریب پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس معنی میں کوئی ان کی مثل ہے۔ اور یہ بھی ملحق ہے ان مناقب کے ساتھ جو امیر کے ساتھ منسوب ہیں جو گزریں گے ہیں اور آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حجۃ الوداع

پھر وہ بخران کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ رونما ہوا جو فیضیت امیر المومنین کی ضرورتاً ہے اور جو مناقب میں آپ کے ساتھ مخصوص ہے کہ جس کی وجہ سے آپ تمام بدوؤں سے جدا ہیں وہ ہے واقعہ حجۃ الوداع کا اور دوسرے واقعات جو اس کے دوران ہوئے اور اس میں امیر المومنین کے جو جلیل القدر مقامات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ نے آپ کو مین کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں کی معدنیات کاغیس نکالیں اور جس چیز پر اہل بخران کے ساتھ حضور کا اتفاق ہوا تھا، حلوں اور موتا (اگر حلے تہ ہوں) میں سے اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل کے لیے لہذا آپ متوجہ ہوئے اس چیز کی طرف جس کے لیے نبی کریم نے انہیں پکارا

تھا اور آپ نے اس کو آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور آپ کی فرمانبرداری کی طرف جلدی کرتے ہوئے پورا کیا اور رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کا جناب امیر کو امین بنایا اس پر کسی اور کو امین نہیں بنایا اور نہ ہی قوم میں آپ کو کوئی نظر آیا جس میں اس کام میں قیام کی صلاحیت ہو، سو اے آپ کے پس آپ کو نبی کریم ﷺ نے اس میں اپنا قائم مقام قرار دیا اور ان کو اپنا نائب بنایا آپ سے مطمئن تھے اور انہیں سکون تھا کہ وہ اس بوجھ کو اٹھالیں گے کہ جن کی ذمہ داری ان پر ڈالی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے حج اور ان احکام کے ادا کرنے کا ارادہ کیا، حوج میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کئے تھے آپ نے اس کا لوگوں میں اعلان کیا اور آپ کی دعوت نما ہلا د اسلامی تنک پہنچی لوگ تیار ہو گئے اور مدینہ میں بہت سے لوگ اس کے اطراف اور جو اس کے قریب تھے وہاں سے حاضر ہوئے اور وہ آپ کے ساتھ جانے کے لیے ہر طرح سے تیار تھے پس آپ ان لوگوں کے ساتھ نکلے جب کہ ذیقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں حضور ﷺ نے امیر المومنین کو خط لکھا کہ میں سے سیدھا حج کے لیے پہنچیں لیکن جس حج کی قسم زمین قسموں میں سے کسی قسم کا آپ نے ارادہ کیا تھا اس کا ذکر نہ کیا پھر نبی کریم ﷺ مدینہ سے قربانی ساتھ لے کر حج قرآن کی نیت سے نکلے اور آپ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ احرام باندھا اور آپ نے تلبیہ کیا اس میل کے پاس سے جو بیداء میں ہے اور آپ نے دونوں زمیوں کے درمیان سے تلبیہ کو متصل کر دیا یہاں تنک کہ آپ دادی کراع انیم میں چاہیے اور لوگ آپ کے ساتھ تھے کچھ سوار اور کچھ پیدل پس پیدل چلتے والوں کو دشواری محسوس ہوئی اور راستہ چلتے نے انہیں تھکا دیا تھا انہوں نے اس کی حضور ﷺ سے شکایت کی اور آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے انہیں بتایا کہ میرے پاس سواری کے اونٹ نہیں ہیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی کمبوں کس لیں اور ریت اون کے ساتھ ملا لیں پس انہوں نے ایسا کیا اور اس سے راحت محسوس کی اور امیر المومنین اس لشکر کے ساتھ نکلے جو میں کی طرف آپ کے ساتھ گیا تھا اور آپ کے لباس اور حلے بھی تھے جو آپ نے اہل بخران سے لیے تھے پس جب رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچے مدینہ کے راستہ سے تو امیر المومنین بھی مکہ کے قریب یمن کے راستہ سے پہنچ گئے نبی کریم ﷺ کی ملاقات کے لیے لشکر سے آگے نکل آئے اور لشکر پران میں سے ایک شخص اپنا جانشین مقرر کیا تو آپ نے آنحضرت کو پالیا جب کہ آپ مکہ میں داخل ہونے والے تھے پس حضور ﷺ کو سلام کیا اور انہیں بتایا جو کچھ یمن میں کیا تھا اور جو کچھ لیا تھا اس کے بے کی جردی اور یہ کہ وہ آپ کی ملاقات کے لیے لشکر سے پہلے جلدی آ گئے تو رسول اللہ ﷺ اس سے خوش ہوئے اور ان کی ملاقات سے انہیں مسرت ہوئی پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کیسا احرام باندھا ہے اے علیؓ تو آپ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے اپنے احرام کی نیت تو مجھے تحریر نہیں کی تھی اور نہ ہی میں اسے جان سکا لہذا میں نے اپنی نیت کے ساتھ باندھا ہے پس میں نے کہا کہ خدا یا میں احرام باندھتا ہوں تیرے نبی کے احرام کی طرح اور میں نے اپنے ساتھ جو تیسکل اونٹ قربانی کے لیے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر میں نے چھپا سٹھ قربانی کے اونٹ اپنے ساتھ لیے ہیں اور تم میرے مناسک اور حج اور میری قربانی میں شریک ہو پس اپنے احرام پر قائم رہو اور اپنے لشکر کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں جلدی سے میرے پاس لے آؤ تاکہ ہم

انشاء اللہ سب مکہ میں جمع ہو جائیں پس امیر المؤمنینؑ آپ سے رخصت ہوئے اور اپنے لشکر کی طرف لوٹ آئے اور انہیں بہت قریب ہی پایا اور انہیں اس حالت میں پایا کہ انہوں نے وہ محلے پہن رکھے ہیں جو ان کے ساتھ تھے تو آپؐ نے اس کا برامانا اور اُس سے کہا کہ یہ ہے ان پر اپنا جائزین مقرر کیا تھا، تجھ پر ہلاکت ہو تمہیں کس چیز نے اس کی طرف بلایا کہ تم محلے انہیں دے دے اس سے پہلے کہ ہم انہیں رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کرتے اور میں نے تجھے اس کی اجازت بھی نہیں دی تھی تو وہ کہتے لگا انہوں نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ وہ ان سے آراستہ ہو جائیں اور ان میں احرام باندھ لیں پھر وہ مجھے واپس کر دیں گے پس امیر المؤمنینؑ نے وہ لباس ان سے لے لیکر دوبارہ انہیں اونٹوں پر باندھ دیا اور اسی سے ان لوگوں نے آپؐ کے متعلق کینہ و بغض رکھا جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے امیر المؤمنینؑ کی شکایات کیں تو رسول اللہؐ نے منادی کو حکم دیا جس نے بلند آواز سے کہا۔

کہ علی بن ابی طالبؑ سے اپنی زبانوں کو روک لو کیونکہ وہ اللہ کے معاملہ میں سخت ہیں اور اپنے دین کے بارے کسی سے مصالحت نہیں کر سکتے۔

پس لوگ آپؐ کی مخالفت کے ذکر سے رک گئے اور انہیں معلوم ہو گیا آپؐ کا نبی کریمؐ سے مقام اور حضورؐ کی ناراضگی اس پر جو آپؐ کی عیب جوئی کر بے امیر المؤمنینؑ اپنے احرام پر نبی کریمؐ کی پیروی کرتے ہوئے قائم رہے۔
حضورؐ کے ساتھ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ سیاق ہدیٰ (قربانی کا جانور ساتھ لے جانا) کے بغیر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

وَالْحَجُّ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لِلَّهِ

(ترجمہ) اور مکہ کی حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے۔

تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حج عمرہ میں قیامت کے دن تک کے لیے داخل ہو گیا ہے اور آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر دیں پھر آپؐ نے فرمایا۔

لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتَهُ مَا سَقَتِ الْهَدْيُ

(ترجمہ) اگر میں اپنے معاملہ سے آگے بڑھتا اس سے کہ جس میں پشت پھیر چکا ہوں تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا،

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں بلکہ یہ کہ اگر مجھے علم ہوتا تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور دوسرا یہ کہ اگر میں زندہ رہا تو دوبارہ ساتھ نہیں لاؤں گا، واللہ العالم مترجم، پھر آپؐ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ منادی کرے کہ درجوتم میں سے قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہیں لایا پس وہ نکل ہو جائے اور اس کو عمرہ قرار دے اور جو تم میں سے قربانی ساتھ لایا ہے تو وہ اپنے احرام پر باقی رہے پس بعض لوگوں نے اطاعت کی اور بعض نے مخالفت کی، اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان

نا پسندیدہ باتیں ہوئیں اور ان میں سے کچھ کہتے تھے کہ:

”و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بال پریشاں خیال آلود ہیں اور ہم لباس پہنیں اور رسول میں میل لگائیں،“

اور ان میں سے بعض کہتے تھے:

”تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے سروں سے غسل کے پانی کے قطرات گر رہے ہیں اور رسول اللہؐ اپنے احرام پر قائم ہیں۔“

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرا مانا اس کا جس نے آپ کے اس حکم کی مخالفت کی اور فرمایا کہ! ”اگر میں قربانی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی محل ہو جاتا اور اس کو عمرہ قرار دیتا، تو جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہیں لایا وہ محل ہو جائے۔“

تو کچھ لوگ پلٹ آئے اور کچھ مخالفت پر قائم رہے اور نبی کریم کی مخالفت پر قائم رہنے والوں میں سے عمر بن خطاب بھی تھا تو آپ نے اسے بلا بھیجا اور فرمایا!

”کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں اے عمر! کہ تو محرم ہے کیا تو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے؟“

کہنے لگا: ”ساتھ تو نہیں لایا۔“

فرمایا: ”پھر محل کیوں نہیں ہوتا؟“

تو عترت کہا: ”و خدا کی قسم اے اللہ کے رسول! میں محل نہیں ہوں گا جب کہ آپ محرم ہیں۔“

تو رسول اللہؐ نے فرمایا: ”تو مرتے دم تک اس پر ایمان نہیں لائے گا۔“

یہی وجہ ہے کہ مکرر حج تمتع کے انکار پر قائم رہا یہاں تک کہ اپنی حکومت کے زمانہ میں منبر پر گیا اور اس سے

نئے سرے سے منع کیا اور سزا دینے کی دھمکی دی اور جب رسول اللہؐ نے اپنے مناسک (اعمال) حج پورے

کر لیے اور حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک کیا تو عربیت کی طرف لوٹے کہ حضرت امیرؓ اور سب مسلمان آپ کے

ساتھ تھے یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جو ”عذیرہم“ کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت وہ جگہ ایسی نہیں تھی کہ قافلہ

کے اترنے کے قابل ہوتی، پانی اور چراگاہ نہ ہونے کی وجہ سے تو آپ نے وہاں نزول اہلال فرمایا اور مسلمان بھی

وہیں اتر پڑے اور اس جگہ اترنے کا سبب یہ تھا کہ قرآن کی آیت امیر المؤمنینؓ کو اپنے بعد امت میں خلیفہ نصب

کرنے کے بارے میں آپ پر نازل ہوئی اور اس سلسلہ میں وقت کے تعیین و تقریر کے بغیر پہلے بھی وحی آچکی تھی پس آپ نے

اس میں تاخیر کی ایسا وقت آنے تک کہ آپ لوگوں کی طرف سے اس سلسلہ میں اختلاف کرنے سے مامون ہوں

اور اللہ تعالیٰ نے جانتا تھا کہ اگر آپؐ خم عذیرہ سے آگے بڑھ گئے تو بہت سے لوگ اپنے شہروں اپنے گھروں اور

اپنے دیہاتوں کی طرف جانے کے لئے الگ ہو جائیں گے پس خدا نے چاہا کہ وہ انہیں جمع کرے امیر المومنینؑ پر نص کے سننے اور ان پر اس میں محبت کی تاکید ہو جائے کہ میں نے پس خدا نے آیت نازل فرمائی۔

”يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“

ترجمہ اے رسول پہنچا دے وہ جو نازل ہو چکا ہے، تجھ پر میرے رب کی طرف سے۔
یعنی علیؑ کو خلیفہ بنانے اور اس پر امامت کی نص کے سلسلہ میں،

”وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَنْ يَبْلُغْ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“

ترجمہ اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تو نے فریقہ رسالت ادا ہی نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

پس اس کے ساتھ آپؐ پر فریقہ کے ادا کرنے کی تاکید کی اور معاملہ میں تاثیر کرنے سے ڈرایا اور لوگوں سے محفوظ رہنے اور ان کی اذیت رسائی سے بچانے کی ضمانت دی، پس رسول اللہؐ اس مقام پر اترے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے کہ ان کو اس کا حکم آیا تھا اور مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ اتر پڑے وہ دن اتہانی گرم تھا آپؐ نے حکم دیا کہ تمام پودوں اور جھاڑیوں کی جگہ کی صفائی کی جائے اور حکم دیا کہ اونٹوں کے پلان ایک جگہ جمع کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھیں جائیں

منادی کی کہ سب جمع ہو جاؤ پس وہ اپنے سامان اپنی جگہ رکھ کر وہاں جمع ہو گئے تو آپؐ نے ان پالانٹوں کے اوپر چڑھے یہاں تک کہ ان کی چوٹی پر جا پہنچے اس کے بعد امیر المومنینؑ کو بلایا وہ بھی آپؐ کے ساتھ بلند ہوئے یہاں تک کہ حضورؐ کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے پھر آپؐ نے لوگوں کو خطبہ دیا خدا کی حمد و ثناء کی وعظ و نصیحت کرتے ہیں اتہا کر دی امت کو اپنی رحمت و انتقال کی خبر دی اور فرمایا کہ مجھے بلایا گیا ہے اور قریب ہے کہ میں اس دعوت کو قبول کروں اور تمہارا رے و بیان سے چلے جانے کا وقت قریب آپؐ پہنچا ہے میں تم ہیں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اس سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری عزت جو میرے اہل بیت ہیں پس یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے پھر آپؐ نے بلند آواز سے پکار کر کہا

الست أولى بكم منكم بانفسكم کیا میں تم پر تم سے تمہاری جانوں پر زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا دیکھتی کیا میں تمہارا مولا و حاکم نہیں ہوں (وہ کہنے لگا بے شک تو آپؐ نے اسی طرح سے بغیر خلافت فرمایا جب کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنینؑ کے دونوں کندھوں کو پکڑا ہوا تھا انہیں بلند کیا یہاں تک کہ ان کے بغلوں کو سفیدی ظاہر تھی حسن کنت مولا، و هذا علی مولا، تو جس جس کا میں مولا و حاکم ہوں اس کا یہ علیؑ مولا و حاکم ہے اے اللہ دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمنی رکھے اس سے جو علیؑ سے دشمنی رکھے

اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے مدد کرنا اس کی جوعالی کی مدد چھوڑ دے پھر آپ منبر سے اتر آئے اور وہ عین دوپہر کا وقت تھا پس آپ نے دو رکعت تہجد پڑھی پھر سورج کا زوال ہوا اور آپ کے مؤذن نے واجب نماز کے لیے اذان کہی تو آپ نے مسلمانوں کو نماز ظہر پڑھائی اور حضور علیہ السلام اپنے خیمہ میں آکر بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے خیمے میں بیٹھیں جو حضور کے خیمے کے مقابل تھا پھر مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ درگاہ حضرت علیؓ کے پاس جائیں اور انہیں اس مقام و منزلت کی مبارک باد دیں اور امیر المومنینؓ کہہ کر آپ کو سلام کریں پس یہ عمل تمام مسلمانوں نے کیا پھر آپ نے اپنی ازواج اور باقی مومنین کی عورتوں کو حکم دیا جو آپ کے ساتھ تھیں کہ وہ جائیں اور حضرت علیؓ کو امیر المومنینؓ کہہ کر سلام کریں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے اس مقام کی مبارک باد دینے میں طول زیادہ دیا، عمر بن خطابؓ تھا اور اس نے اس پر آپ کے سامنے مسرت کا اظہار کیا اور اپنی گفتگو میں کہا:!

”بِحکم بچ لک بیا علیؓ اصبححت مولای و مولا کل مومن و مومنه“

ترجمہ: مبارک ہو مبارک ہو اے علیؓ کہ آپ میرے مولا ہو گئے اور ہر مومن و مومنہ عورت کے مولا ہو گئے۔

پس حسان بن ثابتؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس مقام کے متعلق کچھ اشعار کہوں جن سے خدا راضی ہو، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کہ کہلے حسان پس حسان زمین سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور مسلمان اپنی گردنیں اونچی کر کے اس کا کلام سن رہے تھے تو اس نے یہ اشعار انشاء کر کے کہے۔

یتا دیہم یوم الغدیر نبیہم	بخند و اسمع بالرسول منادیا
وقال من مولاکم و ولیکم؟	فقالوا لہ یبدا و اہناک البتعدیا
الہک مولانا و انت ولینا	ولن نجدن متاک الیوم عاصیا
فقال لہ قم یا علیؓ فاننی	رضیتک من بعدی اماما و ہادی
فمن کنت مولاه فہذا ولیہ	فکونوا لہ انصارا صدق مرالیا
ہناک دعا اللہ و ال ولیہ	ولن یلذی عادی علیا معادی

ترجمہ: ”غدير کے دن مقام خم میں ان کا نبی انہیں پکار رہا تھا اور نبیؐ کو منادی کرتے ہوئے اور فرمایا کون ہے تمہارا مولا اور ولی و حاکم پس انہوں نے کہا اور وہاں کسی دشمنی کو ظاہر نہیں کیا، آپؐ کا اللہ ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے ولی و حاکم ہیں اور آج ہم میں سے کوئی بھی آپ کو نافرمان نہیں لے گا“

تو حضورؐ نے کہا کھڑے ہو جاؤ اے علیؑ! بے شک میں نے اپنے بعد تمہیں امام و حادی ہونے کے لیے پسند کیا ہے، پس جس کا میں مولا ہوں تو یہ اس کے ولی ہیں تو سب ہو جاؤ ان کے پیچھے مددگار اور مولیٰ و دوست یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

»خدا یا دوست رکھ علیؑ کے دوست کو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس کا دشمن ہو جا۔«
چنانچہ رسول اللہؐ نے حسانؓ سے فرمایا۔

»ہمیشہ تو اے حسانؓ روح القدس سے تائید کیا جائے گا جب تک زبان سے ہماری نصرت و مدد کرتا رہے گا،«

اور حضورؐ نے اپنی دعا میں شرط لگا دی چونکہ آپؐ کو علم تھا کہ آخر زندگی میں مخالفت کرے گا اور اگر آپؐ جانتے کہ مستقبل میں وہ صحیح و سالم رہے گا تو آپؐ کسی قید کے بغیر ہمیشہ کی دعا کرتے اور اسی کی شکل ہے وہ جو ازواج رسولؐ کی مدح میں اللہؐ نے شرط لگا دی ہے اور بغیر شرط کے ان کی مدح نہیں کی۔ کیونکہ اس سے ظلم تھا کہ ان میں سے بعض اس درستی کی حالت سے بعد میں بدل جائیں گی کہ جس کی وجہ سے وہ مدح اور عزت و اکرام کی منتھی ہیں لہذا فرمایا۔

مسئلہ سکیہ

یا نساء النبی لسنن کا حد من النساء ان القیتن۔
ترجمہ: اے نبیؐ کی بیویوں! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو و جہراً بالطف آہان پخت نمبر ۸-۵۱
اور اس میں انہیں اسی طرح نہیں قرار دیا جس طرح کہ اہل بیت نبیؐ کو محل اکرام و مدح قرار دیا ہے جس وقت انہوں نے اپنا کھانا یتیم، مسکین اور قیدی پر بٹل و خرچ کیا تھا پس خدا نے علیؑ و فاطمہؑ و حسینؑ علیہم السلام کی شان میں نازل کیا جب کہ انہوں نے اپنے آپ پر ترجیح دی تھی باوجود اپنی ضرورت و حاجت کے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا

و یطعمون الطعام علی حبه مسکیناً و یتیمات و اسیرات انما
نطعمکم لوجه اللہ لا نزید منکم جزاء و رد شکراً انا نغاف
من ربنا یوما عبوساً قسطنیراً فرقہم اللہ شر ذلک الیوم
ولقائہم نضرہ و سروسماً و جزاء ہم بما صبروا و جنتہ و
حدیراً۔

ترجمہ: اور اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو یس اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھانا کھلا رہے ہیں نہ ہم تم سے جزاء چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ہم تو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ترش و سخت ترین دن سے پس اللہؐ نے انہیں اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تروتازگی اور خوشی کا سامنا کرایا

اور ان کے صبر کی وجہ سے جنت اور اللہ کی جزا دی،
پس ان کے لیے جزا کا قطعی فیصلہ کیا اور ان کے لیے کوئی شرط نہیں قرار دی جس طرح کہ ان کے غیر کے لیے قرار دی۔

کیونکہ

اس کو حالات و طبائع کے اختلاف کا علم ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔
حجۃ الوداع میں امیر المؤمنینؑ کی وہ فضیلت ہو آپؐ کے ساتھ مخصوص تھی اس کی ہم تشریح کر چکے ہیں اور آپؐ ایسی منقبت جلیلہ کے ساتھ منقرو ہیں کہ جسے ہم ذکر کر چکے ہیں اور آپؐ رسول اللہؐ کے شریک تھے ان کے حج ان کی قربانی اور ان کے مناسک و عبادات میں اور خدا نے آپؐ کو توفیق دی کہ آپؐ نیت (حج) میں نبی کریمؐ کی نیت (حج) میں برابر اور ان کی عبادت میں ان کے موافق ہوئے اور حضورؐ کے ہاں آپؐ کی قدر و منزلت اور اللہ کے ہاں آپؐ کا محل و مقام وہ ہے جس کو اپنے دہن مبارک سے حضورؐ نے آپؐ کی مدح کر کے بیان اور آپؐ کی اطاعت کا فریضہ پوری مخلوق پر واجب قرار دے کر آپؐ کو اپنی خلافت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور آپؐ نے نہ صراحت کے ساتھ ان کی پیروی کی دعوت اور ان کی مخالفت سے منع کیا اور اس کے لیے دما کی جو دین محمدؐ آپؐ کا اقتداء کرے اور آپؐ کی نصرت میں کھڑا ہو اور اس کو بدو عادی جو آپؐ کی مخالفت کرے اور اس پر لعنت کی جو آپؐ کی دشمنی کا اظہار کرے اس سے آپؐ نے واضح کیا کہ آپؐ خدا کی مخلوق میں افضل اور ساری دنیا سے زیادہ جلیل القدر ہیں اور یہ بھی وہ چیز ہے کہ اُمت میں سے اس میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں اور کسی شبہ کرنے والے یا تحقیق معنی میں بعیرت رکھنے والے شخص کے قریب اس کے برابر کوئی فضیلت نہیں ہے اور اللہ ہی لائق تعریف ہے۔

رسول خدا کا وصال

پھر جس چیز کی آپؐ تھے جناب امیر المؤمنینؑ کی فضیلت اور آپؐ کے جلیل رتبہ کے ساتھ مخصوص ہونے کی تاکید کی وہ ہے حجۃ الوداع کے ساتھ ہی نئے امور اور واقعات جو رسول اللہؐ کو اللہ کی قضاء و قدر سے پیش آئے اور یہ کہ آپؐ نے تحقیقی طور پر اپنی اہل کے نزدیک ہونے کا ذکر اپنی اُمت کے سامنے کیا پس یکے بعد دیگرے مختلف مقامات پر مسلمانوں میں کھڑے ہوتے انہیں اپنے بعد کے فتنہ اور اپنی مخالفت سے ڈراتے اور انہیں تاکید کی طور پر وصیت کرتے کہ آپؐ کی سنت سے متمسک رہیں اور اس پر مجتمع اور متفق رہیں اور انہیں آمادہ کرتے کہ وہ آپؐ کی عترت کی اقتداء اور ان کی اطاعت و نصرت و حفاظت کریں دین کے معاملے میں ان کا دامن تھامیں انہیں مخالفت کرنے اور مرتد ہو جانے سے ڈراتے اور اس سلسلہ میں آپؐ نے جو کچھ ذکر کیا اس میں یہ بھی تھا کہ جسے راویان اخبار نے اتفاق و اجتماع کے ساتھ پیش کیا ہے۔
آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو

میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم حوض پر میرے پاس وارد ہو گئے اور میں تم سے دو ذوقی چیزوں کے متعلق سوال

کرنے والا ہوں پس غور و فکر کرو کہ تم ان سے میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو اور خدا نے لطیف و حقیر نے مجھے خیر دی ہے کہ وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ وہ مجھ سے ملاقات کریں گی اور اس کا میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے اور اس نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے اور میں ان دونوں کو تم میں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عزت جو میرے اہل بیت ہیں ان سے بیعت نہ کرنا اور نہ گزرا گزرا ہو جائے و گے اور ان سے غفلت و کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور انہیں تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اے لوگو! میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم میرے بعد کفر و انکار کی طرف پلٹ جاؤ اور ایک دوسرے کی گرتیں اڑاتے ہو پس تم مجھ سے ملاقات کرو گے ایک ایسے لشکر میں جو سمندر کے گڑھا بنانے والے سیلاب کی طرح ہو گا، باور رکھو کہ علی بن ابی طالب میرے بھائی اور میرے دھی ہیں وہ میرے بعد قرآن کی تاویل پر جہاد کریں گے جس طرح میں نے اس کی تشریح میں یہ جنگ کی ہے۔

اور آپ ایک مجلس کے بعد دوسری مجلس میں ایسی یا اس طرح کی گفتگو کرتے تھے پھر آپ نے اسامہ بن زید عارضہ کو سپہ سالار بناتے ہوئے بلا کر حکم دیا۔ کہ وہ جہور امت کے ساتھ اس طرف نکلے کہ جہاں روم کے علاقہ میں اس کا باب شہید ہوا تھا اور آپ کی رائے یہ تھی کہ آگے آگے رہنے والے ہاجرین و انصار کی ایک جماعت زید کے لشکر میں شامل ہو کر مدینہ سے نکال دی جائے تاکہ مدینہ میں آپ کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ریاست و حکومت میں اختلاف رکھے اور اسے لوگوں سے آگے بڑھ کر حکومت کرنے کا لالچ ہو اور علی کے لیے راستہ صاف ہو جائے جنہیں حضورؐ نے اپنے بعد کے لیے خلیفہ بنایا ہے اور ان کے حق میں کوئی نزاع کرنے والا جھگڑا نہ کرے پس آپ نے اسامہ کو امیر اور لشکر کا سردار بنایا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور آپ نے ان لوگوں کو مدینہ سے نکالنے کی پوری کوشش کی اور اسامہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے اپنا لشکر مقام جرت میں لے جائے اور آپ نے لوگوں کو اس کی طرف نکلنے اور جانے کے لیے حکم دیا اور پھر رہتے اور تاجر کرتے سے ڈرایا پس اسی تک وہ وہیں تھے کہ آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے آپ کی وفات ہوئی اور جب آپ نے بیماری کو محسوس کیا تو علی کا ہاتھ پکڑا اور آپ کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت بھی آگئی اور آپ یثرب کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا جو آپ کے ساتھ ہو گئے تھے۔

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل یثرب کے لیے استغفار کروں

پس وہ بھی ساتھ چل دیئے یہاں تک کہ حضورؐ ان کے درمیان ٹھہر گئے اور فرمایا،

السلام علیکم یا اھل القبور لیبھنکم ما اصبحت فیہ معافیہ الناس اقبلت الفتن کقطع

النیل المظلم یتبع اولھا آخرھا

ترجمہ: تم پر سلام ہوا اے قبول والو اللہ تمہیں خوشگوار ہو وہ چیز جس میں تم رہتے ہو اس سے جس میں لوگ ہیں قفسے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آگے بڑھ رہے ہیں جس میں سے آخری پہلے کے پیچھے ہے۔

پھر آپ نے اہل یثیب کے لیے کافی طویل استغفار کیا اور حضرت امیر المومنینؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا۔
بے شک جبرائیلؑ ہر سال ایک مرتبہ میرے سامنے قرآن پیش کرتا تھا اور اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اور میں اس کو نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ میری اجل آگئی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

اے علیؓ! مجھے خزان دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے اور رحمت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے تو میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات اور رحمت کو انتخاب کیا ہے تو جب میری موت واقع ہو جائے تو مجھے غل دینا اور میری شرمگاہ کو چھپانا کو تو تکبر بھی اسے دیکھے گا اندھا ہو جائے گا۔

پھر آپ اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے تین دن تک سخت بیماری میں مبتلا رہے پھر آپ صبح کی طرف نکلے اور سر پرچی باندھے ہوئے نکلے اور امیر المومنینؓ پر اپنے دائیں ہاتھ سے اور فضل بن عباسؓ پر بائیں ہاتھ سے ٹیک لگائے ہوئے یہاں تک کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس پر بیٹھ گئے پھر فرمایا۔

اے لوگو! تم سے میری رحمت کا وقت قریب آگیا ہے پس جس کا میرے ذمہ کوئی وعدہ ہو تو وہ اس کی مجھے خبر دے اور جس کا میرے اوپر قرض ہو تو وہ میرے پاس آئے تو میں اس کو دوں گا۔ اے لوگو! اللہ اور کسی کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ اسے خیر عطا کرے یا برائی اس سے پلٹا دے سوائے عمل صالح کے، اے لوگو! کوئی مدعی دعویٰ نہ کرے اور کوئی آزمودہ رکھے والا آزمودہ رکھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برقی بنایا ہے عمل کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا وہ بھی خدا کی رحمت کے ساتھ اور اگر میں بھی نافرمانی کروں تو ہلاک ہو جاؤں خدا کیا میں نے پیغام پہنچایا؟

پھر آپ منبر سے اترے اور لوگوں کو مختصر طریقہ سے نماز پڑھائی اور اپنے گھر میں چلے گئے ان دونوں آپ ام سلمہؓ کے گھر میں تھے پس وہاں ایک یا دو دن قیام کیا تو عائشہؓ جناب ام سلمہؓ کے پاس آئی اور ان سے سوال کیا کہ وہ حضورؐ کو اپنے گھر لے جاتا چاہتی ہے تاکہ وہ آپ کی تیمارداری کرے اور دوسری ازواجِ نبیؐ نے بھی یہی سوال کیا تو اسے اجازت مل گئی پس آپ اس کمرے میں منتقل ہو گئے جس میں آپ نے عائشہؓ کو سکونت دے رکھی تھی اور وہاں آپ مسلسل کئی روز تک بیمار رہے اور طبیعت بوجھل ہو گئی پس بلالؓ نماز صبح کے وقت آئے اور رسول اللہؐ بیماری کی غشی میں تھے تو بلالؓ نے کہا ”نماز“ خدا آپ پر رحم کرے پس رسول اللہؐ کو اس کی آواز کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا۔

”لوگوں کو ان میں سے کوئی نماز پڑھا دے میں اپنے آپ میں مشغول ہوں۔“

چنانچہ عائشہؓ نے کہا ابوبکر کو حکم دو اور حصہ لے لیا کہ عمر کو کہو تو آپؐ نے ان دونوں کی گفتگو سنی اور دیکھا کہ ہر ایک حریف ہے اپنے باپ کو بلند کرنے میں اور وہ اس سے فتنہ و فساد کھڑا کرنا چاہتی ہیں جب کہ میں ابھی زندہ ہوں اس پر آپؐ اتے فرمایا۔
درک جاو اتم تو یوسف کی ساتھی عورتوں کی طرح ہو۔

پھر آپؐ جلدی سے کھڑے ہو گئے اس ڈر سے کہ ان میں سے کوئی صاحب آگے نہ بڑھ جائے حالانکہ آپؐ تو دونوں کو اسامہ کے ساتھ جاتے کا حکم دے چکے تھے اور آپؐ کو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تو اس حکم سے تخلف کیے بیٹھے ہیں تو جب آپؐ نے عائشہؓ اور حصہ سے یہ کچھ سنا تو آپؐ کو معلوم ہو گیا کہ وہ آپؐ کے حکم سے پہلو تہی کیے ہوئے ہیں پس آپؐ نے جلدی کی فتنہ کو روکنے اور شبہ کو زائل کرنے کے لیے اور آپؐ کھڑے ہو گئے لیکن آپؐ کمزوری کی وجہ سے زمین پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے تو آپؐ کے ہاتھ کو عائشہؓ ابی طالب اور فضل بن عباسؓ نے پکڑا اور آپؐ نے ان دونوں کا سہارا لیا اور کمزوری سے آپؐ کے پاؤں زمین پر خطا دے رہے تھے پس جب مسجد کی طرف نکلے تو ابوبکر کو پایا کہ وہ محراب کی طرف بیعت کر چکا ہے تو آپؐ نے ہاتھ سے اسے اشارہ کیا کہ اس سے پیچھے ہٹ جاؤ تو ابوبکر پیچھے ہٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ جا کھڑے ہوئے تو آپؐ نے تکبیر کہی اور نماز کو ابتداء سے شروع کیا کہ جس کی ابتداء ابوبکر کر چکا تھا لیکن آپؐ نے اس کے گزشتہ افعال پر بناء نہ رکھی پس جب آپؐ نے سلام کہا تو گھر کی طرف لوٹ آئے اور ابوبکر، عمر اور مسلمانوں کے ایک گروہ کو جو مسجد میں حاضر تھا بلایا اور ان سے فرمایا۔

کیا میں نے لشکر اسامہ کے نکلنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ تو وہ کہنے لگے جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ۔
فرمایا! پھر تم نے میرے حکم میں تاخیر کیوں کی!

تو ابوبکر کہتے لگے کہ پہلے تو میں چلا گیا تھا پھر لوٹ آیا تاکہ آپؐ سے تجدید عہد کر دوں!
اور عرب کہتے لگا کہ "اے رسول اللہؐ میں تو کیا نہیں کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ آپؐ کے متعلق سواروں سے پوچھتا پھر دوں۔"

آپؐ نے فرمایا! لشکر اسامہ کو روانہ کرو! لشکر اسامہ کو روانہ کرو! لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔

تین مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا پھر آپؐ پر غشی طاری ہو گئی اس تصکان کی وجہ سے جو آپؐ کو لاقی ہوئی تھی اور اس حزن و ملال کی وجہ سے جو آپؐ پر طاری تھا پس آپؐ کچھ دیر تک غشی کی حالت میں رہے اور مسلمان رونے لگے اور آپؐ کی ازواج اولاد اور مسلمان عورتوں اور تمام حاضر مسلمانوں کی طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامت ہو آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

بَدَاةُ وَكُنْتُ رَاكِبًا لَنَا لَا فَتْلَ لِي بِهِ ۝ ۱۸۰

تج: مجھے بدوات اور کثف (ایسی ہی یا بیز کر جس پر لکھا جاتا ہے) لا دو تاکہ میں تمہیں تحریر لکھ دوں کہ

جس کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گئے،

پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی پس حاضرین میں سے کوئی کھڑا ہوا اور وہ دوات اور کثفت تلاش کرنے لگا تو عمر نے اس سے کہا کہ

”واپس آ جاؤ فائدہ بھیر وہ تو (معاذ اللہ) ہدیان کی باتیں کرتے لگے ہیں“

پس وہ واپس آ گیا۔

اور وہ اس کو تباہی پر جو دوات اور کثفت لاتے ہیں ان سے ہوئی تھی خاصے شہان ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے کو طاقت کرنے لگے اور کہتے لگے ”اَنَا اللَّهُ وَأَنَا الْعِيسَى رَاجِعُونَ“ بے شک یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا قوت ہے تو جب آپ کو قافہ ہوا اور کسی نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا دوات و چڑہ نہ لے آئیں تو آپ نے فرمایا اس کے بعد جو تم نے کہا ”نہ“ لیکن میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اچھائی اور خیر کی وصیت کرتا ہوں اور آپ نے لوگوں سے منہ پھیر لیا تو وہ کھڑے ہو گئے اور آپ کے پاس صروت عباسؓ، فضل بن عباسؓ، علی ابن ابی طالبؓ اور اہل خاندان رہ گئے تو عباس نے آپ سے عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! اگر یہ احرم میں آپ کے بعد برقرار رہتے والا ہے تو ہمیں اس کی بشارت اور خوش خبری دیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم منسوب ہو جائیں گے تو ہمارے لیے کوئی فیصلہ کیجئے تو آپ نے فرمایا۔

”میرے بعد تمہیں کمزور سمجھا جائے گا“

اور خاموش ہو گئے پس لوگ کھڑے ہو گئے وہ رد رہے تھے اور نبی کریمؐ سے بالوس ہو چکے تھے پس جب سب چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے چچا کو واپس بلاؤ تو کسی کو نہ بھیج کر ان دونوں کو بلا لیا گیا اور وہ حاضر ہوئے اور جم کر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا۔

”اے اللہ کے رسول! آپ میری وصیت قبول کریں گے اور میرے وعدے پورے کریں گے اور میرے فرستے ادا کریں گے،“

تو جناب جناس نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا چچا بہت بوڑھا ہے اور اس کے بہت سے اہل و عیال ہیں اور آپ تجارت و کرم میں ہوا کا مقابلہ کرتے ہیں اور آپ کے ذمہ ایسے وعدے ہیں کہ جن کو آپ کا چچا کھڑا نہیں ہو سکتا،

تو آپ حضرت علیؓ کی طرف توجہ ہوئے اور فرمایا!

”اے بھائی! تم میری وصیت قبول کر دو گے اور میرے وعدے پورے کر دو گے اور میرے فرستے ادا کر دو گے اور میرے بعد میرے اہل خانہ کے معاملہ میں قیام کر دو گے“

تو آپ نے فرمایا اے اہل بیت! اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا ”میرے قریب آؤ واپس آپ قریب آئے“

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے سینے سے لگایا پھر نبی انگوٹھی اتاری اور ان سے فرمایا،
 ”اس کو لے لو اور اپنے ہاتھ میں پہن لو،“

یعنی تلوار زندہ اور اپنے تمام آلات جنگ منگوائے اور وہ آپ کے سپرد کیے اور آپ نے وہ پیکا منگوایا اور جو آپ جنگ
 کی طرف جلتے ہوئے تھیں انہیں تن کرتے وقت شکم پر باندھتے تھے اور جب وہ آپ کے پاس لایا گیا تو وہ بھی امیر المومنین
 کو دے دیا اور فرمایا!

اللہ کا نام لے کر اپنے گھر کو جاؤ!

پس جب دوسرا دن ہوا تو آپ کو ملتے سے لوگوں کو روک دیا گیا اور آپ کی طبیعت پر زیادہ دلجو جھڑپ ہو گیا البتہ امیر المومنین
 سوائے کسی ضرورت کے آپ سے الگ نہیں ہوتے تھے پس وہ کسی کام سے گئے تو رسول اللہ کو تھوڑا سا فاقہ ہوا اور علی کو نہ پا کر
 وجہ آپ کی آواز آپ کے گرد بیٹھی تھیں (فرمایا میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ اور پھر آپ پر کمزوری خود کرائی اور خاموش
 ہو گئے تو عائشہ نے کہا کہ لو کہہ دو ان کے پاس بلاؤ اس کو بلا لائے وہ آئے اور آپ کے سر ہاتھ بیٹھ گئے جب آپ نے آنکھ
 کھولی تو ان کی طرف دیکھا اور منہ پھیر لیا تو ابوبکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ کو میری ضرورت ہوتی تو وہ مجھے کہہ دیتے
 جب وہ چلے گئے تو رسول اللہ نے اسی بات کا اعادہ کیا تو حفصہ کہنے لگی کہ عمر کو بلاؤ وہ بلایا گیا جب وہ آئے تو رسول اللہ نے
 انہیں دیکھا تو اس سے بھی منہ پھیر لیا اور وہ واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ تو جناب ام سلمہ
 نے فرمایا کہ آپ کے لیے علی کو بلاؤ کیونکہ آپ کا مقصود ان کے علاوہ کوئی نہیں تو امیر المومنین کو بلایا گیا جب حضور کے قریب آئے
 تو حضور نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے اور کافی دیر تک حضور آپ سے مناجات
 اور سرگوشی میں باتیں کرتے رہے پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ایک طرف بیٹھ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ کو نیند سی آنے لگی اور
 جب حضور سو گئے تو حضرت ابوبکر باہر آ گئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ حضور نے آپ کو کیا اشارہ کیا اسے ابوالحسن
 تو آپ نے فرمایا کہ۔

مجھے آپ نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی جس کے ہر باب نے میرے لیے ہزار باب کھول دیئے اور مجھے وصیت
 کی جس پر کہ میں آتش اللہ قیام کروں گا پھر آپ پر بوجھ ہو گیا اور موت کا وقت قریب آیا تو حضور نے فرمایا کہ یا
 ”اے علی! امیر اسلامی گود میں رکھ لو بے شک علم خدا آگیا ہے اور جب میری روح نکلے تو اس کو اپنے ہاتھ میں لے
 کر اپنے چہرہ پر مل لیتا پھر مجھے قبلہ رو کر دینا اور میرے معاملہ کو اپنے ذمہ لینا اور مجھ پر لوگوں سے پہلے نماز
 پڑھنا اور مجھ سے جہاد نہ ہوتا جب تک مجھے میری قبر میں دفن نہ کر لو اور اللہ تعالیٰ سے مدد و استقامت
 چاہنا،“

پس علی نے آپ کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور آپ پر غشی کا عالم طاری ہوا تو جناب فاطمہ حضور پر گریں، آپ

کے چہرہ کو دیکھتیں اور فریاد و گریہ کرتی تھیں اور کہتی تھیں،

وَابْيَضَ يَسْتَسْقِي الْعَمَامُ بَوَاجِهِ ۖ تَمَالُ الْيَتَامَى عَصَمَةَ لِلْأَمَلِ

ترجمہ: اور سفید چہرے والے کربا دل جن کے چہرے سے سیراب ہوتا ہے یتیموں کو کھانا کھلاتے والے اور یتیموں کو رتوں کی پناہ گاہ،

پس رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کمزور و اندر سے کہا،

اے بیٹی یہ تو تیرے بزرگ ابوالہیث کا قول ہے اس کی بجائے اب کہو۔

”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَكِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

عَلَى أَعْقَابِكُمْ“

ترجمہ: اور ہمیں میں محمدؐ مگر رسول کہ جن سے پہلے بھی مرسلین گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ فوت ہوئے یا قتل کر دیئے گئے تو تم اپنے پچھلے قدموں پلٹے جاؤ گے۔

پس جناب سیدہ کانی ویر تک روتی رہیں پھر آپؐ نے انہیں قریب آنے کے لیے اشارہ کیا آپؐ ان کے قریب ہو گئیں

اس کے بعد آپؐ نے ان سے راز کی بات کہی تو ان کا چہرہ اس سے کھل گیا پھر آپؐ کی روح قبض ہوئی جب کہ امیر المؤمنینؑ کا دایاں ہاتھ آپؐ کی ٹھوڑی کے نیچے تھا پس اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی اور آپؐ نے اسے اپنے چہرے تک بلند کیا اور اپنے ہاتھ منہ پر مل لیے پھر آپؐ کو قبلہ رخ کیا آپؐ کی آنکھیں بند کر دیں آپؐ پر اپنی چادر ڈال دی اور آپؐ کے معاملہ میں غور و فکر کرتے میں لگ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جناب فاطمہؑ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی راز کی بات آپؐ سے کہی تھی کہ جس

سے آپؐ کی وفات کی وجہ سے جو حزن و ملال و اضطراب تھا وہ جاتا رہا تو سیدہؑ نے فرمایا مجھ سے انہوں نے فرمایا تھا

کہ تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے آلو گے اور ان کے بعد میری مدت حیات ہرگز زیادہ نہیں ہوگی یہاں

تک کہ میں آپؐ سے جاملوں گی تو اس چیز نے میرا حزن و ملال دور کر دیا اور جب امیر المؤمنینؑ نے آپؐ کو غسل دینے کا ارادہ کیا

تو فضل بن عباسؑ کو بلا لیا اور اسے حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے لیے تم پانی دیتے جاؤ بعد اس کے کہ آنکھ پر پٹی

باندھ لے پھر آپؐ نے خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا حنوط کیا اور کفن پہنایا فضل آپؐ کو پانی فراہم کر رہا تھا اور غسل میں

آپؐ کی مدد و اعانت کر رہا تھا آپؐ جب حضورؐ کے غسل سے فارغ ہو گئے تو آگے بڑھے اور آپؐ پر اکیلے نماز پڑھی اور

نماز پڑھتے ہی کسی کو اپنا شریک نہ بنایا اور مسلمان مسجد میں خود وحوش کر رہے تھے کہ نماز میں کون لوگوں کی امامت کرے گا اور

آپؐ کو کہاں دفن کیا جائے گا تو امیر المؤمنینؑ ان کی طرف باہر آئے اور ان سے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں اور مرتے کے بعد بھی ہمارے امام ہیں پس مسلمان گروہ گروہ داخل ہوں اور

امام کے بغیر ان پر نماز پڑھیں (یا صلوات بھیجیں) اور الپس آجائیں اور خداوند عالم کسی نبی کی کسی جگہ رُوح قبض نہیں کرتا لگہ کہ اسی جگہ کو اس کی قبر کے لیے پسند کر لیتا ہے لہذا میں آپ کو اسی حجرہ میں دفن کروں گا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

اور جب مسلمان آپ پر نماز پڑھ چکے تو عباس بن عبد المطلب نے کسی شخص کو ابو سعید بن جراح کی طرف بھیجا اور وہ اہل مکہ کے لیے گٹھے کھودنا اور قبریں (خندوتی) بنانا تھا اور یہ اہل مکہ کی عادت تھی اور زید بن ہشام کی طرف بھی بھیجا اور وہ اہل مدینہ کی قبریں کھودنا اور لحد بنانا تھا پس دونوں کو بلا بھیجا اور عرض کیا خدایا اپنے نبیؐ کے لیے انتخاب فرما پس ابو طلحہ کو زید بن ہشام بلا اور اس سے کہا گیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبر کھودو تو اس نے آپؐ کی (یعنی قبر) محمد بن ابی امیر المؤمنینؑ عباس بن عبد المطلب، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید قبر میں داخل ہوئے تاکہ رسولؐ کے دفن کی ذمہ داری پوری کریں تو انصار نے حجرے کے پیچھے سے پکار کر آواز دی انہیں علیؑ آپؐ کو اندر یاد دلاتے ہیں اور ہمارا رسول اللہؐ سے آج کا حق ضائع نہ ہو ہم میں سے کسی کو داخل کیجئے تاکہ رسول اللہؐ کو دفن کرنے میں ہمارا بھی حصہ ہو، آپؐ نے فرمایا کہ اس بن حوئی داخل ہوا اور وہ اہل بدر میں سے یا افضل شخص قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف سے تھا پس جب وہ اندر آیا تو علیؑ نے فرمایا، قبر میں آج جاؤ وہ انہیں ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ کا جسم اطہر اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا ادا سے قبر کے اندر تک لے گئے اور جب وہ زمین میں پہنچ گیا تو اس سے فرمایا کہ تم باہر نکل آؤ اور حضرت علیؑ قبر میں اترے اور آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہرہ سے کفن بٹھایا اور چھو مبارک زمین پر رکھ دیا جب کہ حضورؐ قبلہ رخ دائیں پہلو پر لٹائے گئے تھے پھر انیسویں جوڑویں اور ان پر مٹی ڈالی اور یہ عظیم واقعہ پیر کے دن جب ماہ صفر کی دواڑتیں باقی تھیں آپؐ کی ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوا اور اس وقت آپؐ کی عمر تیرہ گھنٹہ سال تھی اور رسول اللہؐ کے دفن میں اکثر لوگ شامل نہ تھے اس جھگڑے کی وجہ سے جو مہاجرین و انصار میں امر خلافت میں چاری تھا اور ان میں سے اکثر آپؐ کی نماز جنازہ میں بھی اسی وجہ سے شریک نہ ہوئے اور جناب فاطمہؑ نے صبح کی تو فریاد کی، درہائے بُری صبح ہا پس ابوبکرؓ نے جتا تو ان سے کہا کہ بے شک تمہاری صبح تو بُری ہے۔

قوم نے فرصت کو غنیمت سمجھا کہ چونکہ علیؑ بن ابی طالبؑ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مشغول تھے اور جی ہاشم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت میں ان کے مبتلا ہو جانے کی بنا پر الگ تھے پس لوگوں نے ولایتِ امر (اور حصولِ خلافت) کی طرف جلدی کی اور طلقاء اور موثقہ القلوب بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ امر خلافت کو تاخیر میں ڈالا جائے یہاں تک کہ جی ہاشم فارغ ہوں ورنہ خلافت اپنی جگہ پر برقرار ہو جلدیگی پس انہوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کرنی چونکہ وہ وہاں موجود تھے اور کچھ مشہور اسباب تھے قوم کے لیے کہ جن کی وجہ سے ان کے مقصد کی کامیابی ان کے لیے آسان ہوگی البتہ یہ کتاب ان کے ذکر کے لیے مناسب نہیں ہم تفصیل سے ان کی تشریح (الگ کتاب میں) کریں گے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ابوبکرؓ کے لیے پورا ہو گیا جو ہو گیا اور ان کی بیعت کر لی جن کسی نے کر لی تو ایک شخص

امیرِ مومنین کی خدمت میں آیا اور اس وقت آپ رسول اللہ علیہ وسلم کی قبرِ نیلے سے درست کر رہے تھے جو آپ کے ہاتھ میں تھا تو وہ کہنے لگا کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور انصار کی ان کے اختلاف کی وجہ سے گھوئی ہوئی ہے اور طلاقِ رحمتیں فوجِ مکہ کے موقع پر حضورؐ نے آزاد کیا انے جلدی سے اس شخص کے لیے خلافت کی گِرہ باندھ دی ہے اس خوف سے کہ کہیں آپ حضرات خلافت نہ حاصل کر لیں تو آپ نے نیلے کا ایک کنارہ زمین پر رکھا جب کہ آپ کا ہاتھ اس کے اوپر تھا پھر فرمایا ۔

يَسْمَعُ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ اَحْسِبُ النَّاسَ اَنْ يَذْكُرُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اَمْزَا وَّهُمْ لَا يَفْتَنُوْنَ
ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن الكاذبين ام حسب
الذين يعملون السيات ان نسقونا سوء ما يعملون ۔

ترجمہ: اے لوگ! یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائیگا اسی بنا پر کہ وہ کہیں ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو ان سے پہلے تھے ہیں البتہ خدا ان کو جانتا ہے کہ جنہوں نے سچ کہا اور انہیں دہی اجائے جنہوں نے جھوٹ بولا، کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جو بڑے کام کرتے ہیں کہ وہ ہم سے ہدایت کر جائیں گے وہ بُرا حکم لگاتے ہیں ۔
اور ابوسفیان رسول اللہ کے دروازہ پر آیا اور حضرت علیؑ اور عباسؑ آپ کے معاملہ میں زیادہ غور و فکر کر رہے تھے تو وہ پکارا ۔

بقی ہاشم لا تطعموا الناس فیکم
ولا یسمیٰ تید بن مرۃ او عدوی
فما الامر الا فیکم والیکم
ولیس لہا الا ابو الحسن علیؑ
ابا حسن فاشدد بھ کف حانرم
فانک یا امر الذی ترجی ملی
ترجمہ: اے نبی ہاشم! اپنے حق میں لوگوں کو لاپرواہ اور طمع نہ کرنے دو خصوصاً تید بن مرہ اور قبیلہ عدی کو پس نہیں ہے امرِ خلافت مگر تم میں اور تمہاری طرف اور اس کا کوئی مقلد نہیں سوائے ابوالحسن علیؑ کے، اے ابوالحسن! اس پر شدت دستگیر ہو شیار کی تھیل کے ساتھ بے شک جس امر کی آپ سے توقع و امید کی جاتی ہے آپ اس کو پورا کرنے کی وسعت و طاقت رکھتے ہیں ۔

پھر بلند آواز سے پکار کر کہا ۔ اے نبی ہاشم! اے نبی محمدؐ! کیا آپ راضی ہو گئے کہ آپ پر یہ ابو فضیل داؤد بنٹ کے پیچھے کا باپ (م رزول و پست رزول کا بیٹا) والی وحاکم ہو جائے یا دیکھو خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو مدینہ کو ان کے خلاف ہزاروں اور پیا دوں سے بھروں پس امیر المومنینؑ نے پکار کر فرمایا ۔
پلٹ جا اے ابوسفیان! خدا کی قسم جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس سے میری مُراد ان (اور اس کی رضا) نہیں ہے اور تو ہمیشہ

اسلام اور اہل اسلام سے مکاری کو تیار کیا اور ہم تو رسول اللہ کے ساتھ مشغول ہیں اور ہر شخص پر ہے اس کا بوجھ جو وہ کسب کرے گا اور وہ اپنے کسب کا ہی مالک ہے۔

پس ابوسفیان مجھ کی طرف پہنچ گیا اور اس نے نبی امیہ کو مجتمع دیکھا اور انہیں امر خلافت پر ابھارا لیکن وہ اس کے کہنے پر تہ اٹھ سکے، قہقہہ پھیل کر سب پر اثر انداز ہوا۔ برائی کے اسباب یک جا ہو گئے۔ اس سے شیطان قدرت حاصل کر گیا اور اس میں اہل اہلک و عدوان دھوئے اور حق سے تباہ کرنے والے ایک دوسرے کے مددگار بن گئے، اہل ایمان کو اس ناپسندیدہ فتنہ سے نقصان ہوا، اور یہی تاویل ہے خدا کے اس قول کی۔

وَاتَّخَذَتْ لَاصِبِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً "قرآن حکیم"

ترجمہ۔ اور جو اس فتنہ سے جو نہیں پہنچتا تم میں سے صرف ظالموں ہی کو خاص کر (بلکہ سب اس کی پسیدگی میں آجاتے ہیں) اور جو مناقب ہم نے امیر المؤمنین کے شمار کیے ہیں علاوہ ان کے جن کا ذکر مجتہد الوداع میں گزر چکا ہے وہ سب سے بڑی دلیل ہیں کہ وہ حضرت خلافت کے لیے مخصوص تھے جس میں آپ کا لوگوں میں سے کوئی شریک نہیں تھا کیونکہ ان میں سے ہر ایک فیصلت کا مستقل باب ہے اور اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے اپنے غیر کا محتاج نہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ کا مخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بیماری میں یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی، یہ دین میں آپ کی فیصلت کا اتفاق کرتا ہے اور نبی کریم سے زیادہ قرب کا ایسے اعمال و افعال کے ساتھ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ سے سکون حاصل کرنے کے موجب و وسیع تھے اور اپنے معاملہ میں آپ پر بھروسہ کرنے کے اور سارے لوگوں سے کٹ کر اپنے نفس کی تدبیر میں ان کی طرف رجوع کرنے اور آپ کے خصوصی طور پر ان سے محبت کرنے میں وہ کچھ ہے کہ جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں پھر حضور کا آپ کو وصیت کرنا جو بھی وصیت کی بعد اس کے کہ آپ کے غیر پر پیش کی اور اس نے انکار کیا اور آپ کا حضور کے بوجھ کو اپنے ذمہ لینا اور ان پر قیام کرنے کا ضامن ہوتا اور امانت کو ادا کرنا کہ جس کی ذمہ داری حضور پر تھی اور حضور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہونے کے ساتھ اور پسندیدہ طور پر آپ کا ساتھ دینا جب حضور نے آپ کو بلایا اور علوم دین کو آپ کے سپرد کرنا کہ جن کے ساتھ حضور نے انہیں ان کے غیر کو چھوڑ کر مغرور کیا اور حضور کے غسل اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کے لیے تیار کرنا اور سب لوگوں سے پہلے حضور پر نماز پڑھنا اور اس میں آپ کا تقدم حضور اور اللہ کے نزدیک اپنی قدر و منزلت کی بناء پر تھا اور امت کو آپ پر نماز پڑھنے کی کیفیت کی طرف رہبری کرتا جب کہ صحابہ پر یہ امر مشتبہ تھا اور ان کو حضور کے دفن کی جگہ کے متعلق بتانا ان کے اس میں اختلاف کرنے کی صورت میں اور ان کا جھک جانا اس کی طرف جہر آپ نے بلایا تھا اور جو آپ کی رائے تھی تو ان سب امور میں آپ اپنی فیصلت میں اکیلے تھے اور زیادہ کامل تھے اسلام میں اپنے اثنائے کے لحاظ سے جن کی ابتداء اول اسلام سے وفات رسول تک آپ نے کی تھی اور اس سے آپ کو مسلسل فضا کی ایک لڑی حاصل ہوئی اور کسی چیز نے آپ کے اعمال میں سے دین میں سے کوئی ملاوٹ اور عیب نہیں ڈالا اور آپ کی فیصلت ان چیزوں میں جو ہم نے شمار کی ہیں یہ کم ہے نہ بے

ایمان اور فضائل اسلام کی تعلیمت و انتہا کی نسبت سے اور یہ چیز ملتی ہے واضح معجزہ کے ساتھ جو کہ خارق عادت ہے اور اس قسم کی چیزیں نہیں پائی جاتیں مگر یہی مرسل یا ملک مقرب یا اس میں جو اللہ کے ہاں درج فضائل میں ان کے ساتھ ملتی ہو کہ یہ ممکن تین اصناف کے لوگوں کے علاوہ سے عادت اس کے خلاف پر جاری ہے صاحبان عقل و صاحبان زبان و عادات کا اس پر اتفاق ہے اور اللہ سے ہم تو فقیح چاہتے ہیں اور اسی سے ہم گمراہی سے بچاؤ چاہتے ہیں۔

حضرت علیؑ کے اہم فیصلے

باقی رہے وہ اجبار جو دین میں آپؑ کے واضح فیصلوں کے متعلق آئے ہیں اور دین کے معاملات میں تمام مومنین کو ان کے مانتے کے لیے آپؑ کی ضرورت ہوتی ہے علاوہ اس کے جسے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپؑ علم میں مقدم ہیں معرفت و دین فہمی میں آپؑ ساری جماعت سے آگے ہیں اور صحابہ میں سے علماء نے آپؑ ہی کی پناہ لی ہے ان مسائل میں جو ان کے لیے مشکل تھے ان میں آپؑ ہی کا سہارا لیا اور آپؑ کے ہی فیصلہ کو تسلیم کیا اور وہ اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ہو سکے اور اس سے اجل ہیں کہ انہیں اخذ کیا جاسکے میں ان میں سے کچھ ضابطہ تحریر میں لارہا ہوں جن پر اس (درج ذیل باتوں) کے بعد انشاء اللہ آگاہ کیا جائے گا۔

ان میں ایک وہ واقعہ ہے جسے سنی و شیعہ کے ناقلین انہارنے آپؑ کے فیصلوں میں روایت کیا ہے جو رسول اللہؐ کی زندگی میں ہوا اور حضورؐ نے امیر المومنین کے فیصلہ کو درست قرار دیا اور آپؑ کے لیے وعائے خیر کی۔ اس پر آپؑ کی تعریف کی اور تمام لوگوں سے فضیلت میں بجا قرار دیا نیز بتایا کہ آپؑ حضورؐ کے بعد مرفلاقت کے مستحق ہیں اور مقام امامت میں ان کو ان کے غیر سے مقدم رکھنا واجب ہے جیسا کہ درج ذیل تنزیل (آیت قرآن) ایتے ظاہری معنی کے لحاظ سے بھی اور تاویل کے لحاظ سے بھی دلالت کرتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

افمن یهدی الحق الحق ان یتبع من لا یهدی الا ان یهدی خدا لکھ کیف

تحکمون۔

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جو حق کے طرف ہدایت کرتا ہے زیادہ حق دار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو ہدایت نہیں حاصل کر سکتا جب تک اس کو ہدایت نہ کی جائے کیا ہو گیا ہے نہیں کیا حکم لگاتے ہو؟

اور خدا کا یہ ارشاد ہے کہ۔

”قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب“

ترجمہ: کہہ دو کیا برابر ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے سوائے اس کے نہیں کہ صاحبان عقل

ہی اس سے یاد دہانی حاصل کرتے ہیں۔

اور خدا کا ارشاد آدمؑ کے قصہ میں، چپ کہ ملائکہ نے کہا

”اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویفسد الدماء ونخن نسبیہ بجمدک ونقدس لک قال انی
اعلم ما لا تعلمون وعلما دم الاسماء کلہا شوعرضہم علی الدلائم فقال انبیؤنی باسماء
ہؤلاء ان کنتم صادقتین قالوا نسبحک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم قال
یا آدم انبئہم باسماء ہذا فلما انبئہم باسمائہم قال الداء اقل لکم انی اعلم غیب السموات
والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون“

ترجمہ یہ کیا تو اس کو (خلیقہ) قرار دے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے حالات کم نیری حمد کے ساتھ تیری
تیسخ اور تقدیس کرتے ہی تو خدا نے کہا میں اس کو جانتا ہوں کہ جس کو تم نہیں جانتے اور آدمؑ کو سب ناموں کی تعلیم دی پھر
انہیں پیش کیا ملائکہ کے سامنے اور فرمایا کہ مجھے خبر دو ان کے ناموں کی اگر تم سچے ہو وہ کہتے لگے تو منترہ ہے میں علم نہیں
مگر تمنا تو نے علم دیا ہے تو ہی صاحب علم و حکمت ہے فرمایا اے آدمؑ خبر دے ان کو (فرشتوں کو) ان ناموں کی، پس
جب اس نے خبر دی ان کے ناموں کی تو فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھتا
ہوں اور میں جانتا ہوں وہ کہ جسے تم ظاہر کرتے ہو اور وہ جسے تم چھپاتے ہو؟

تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تنبیہ کی اس بات پر کہ آدمؑ ان سے زیادہ حق دار خلافت ہیں کیونکہ وہ ناموں کے ان سے زیادہ
عالم ہیں اور افضل ہیں علم تجار کے، اور خداوند عالم قصہ طاوت میں فرماتا ہے کہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ
لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ
الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ ابْتَلَاكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ فَهُوَ لَا عَلَيَّ إِلَّا مَنِ اسْتَبْرَأَ
فِي الْعِلْمِ وَالجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مَنَّهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ۔ اور ان سے ان کے نبی نے کہا خدا نے تم پر طاوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے وہ کہنے لگے کہ اسے ہم پر ملک
وسطنت کیسے مل سکتی ہے حالانکہ ہم اس سے زیادہ ملک کے حقدار ہیں اور وہ تو مال کی وسعت و زیادتی نہیں دیا
گیا تو نبی نے کہا خدا نے اُسے تم پر چن لیا ہے اور اسی کو علم و جسم کی وسعت زیادہ دی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے

اینا ملک و سلطنت و طاقت تباہ ہے اور اللہ وسعت دیتے والا اور زیادہ جانتے والا ہے۔

تو اس نتیجے طاعت کے ان پر مقدم ہونے کے استحقاق کی وجہ علم وحکم کی وسعت قرار دی اور اس بنا پر ان سب پر اللہ کا طاعت کو چن لینا اور یہ آیات عقلی دلائل کے بھی موافق ہیں اس بارے میں کہ جو زیادہ علم رکھتا ہے وہ زیادہ ہتھیار ہے مقام امامت میں مقدم ہونے کا یہ نسبت اس کے جو علم میں اس کے برابر نہیں اور یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ امیر المؤمنین رسول اللہ کے خلیفہ بننے میں تمام مسلمانوں سے مقدم ہیں رسول کے خلیفہ بننے میں اور امامت کی امامت کرتے ہیں کہ تو تک آپ علم و حکمت میں ان سے افضل ہیں اور وہ لوگ آپ کی قدر و منزلت سے اس لحاظ سے ہست ہیں۔

فیصلے

زمانہ نبی کریم

اور وہ فیصلے جن کے متعلق روایت ہوئی ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابھی زندہ و سلامت تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ انہیں بین کا قاضی مقرر کر کے ان کی طرف بھیجیں تاکہ وہ انہیں احکام خدا کی تعلیم دیں ان کے لیے حلال و حرام کی وضاحت اور ان میں قرآن کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں تو امیر المؤمنین نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے قاضی بننے کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں جوان ہوں اور مجھے تمام فیصلوں کا علم نہیں آپ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ پس آپ قریب ہوئے تو آپ نے ایٹا ہا تھا ان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا۔

”اللهم اهد قلبہ و ثبته لسانہ“

ترجمہ: خدایا اس کے دل کو ہدایت کر اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔

تو امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ اس وقت کے بعد میں نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے میں کبھی شک نہیں کیا اور جب یمن میں آپ مقیم ہو گئے اور ان فیصلوں اور مسلمانوں کے درمیان احکام میں نظر دنگ کرنے لگے کہ جن کی رسول اللہ نے آپ کو دعوت دی تھی تو دو مردوں نے آپ کے سامنے ایک کینسر کے سلسلہ میں مقدمہ پیش کیا جو ان کی مشترکہ ملکیت تھی اور وہ جاہل تھے اس سے کہ ان کے لیے اس سے ہم بستری ممنوع ہے تو دونوں نے ایک ہی طہر میں اس سے ہم بستری کی اس گمان پر کہ یہ ان کے لیے جائز ہے چونکہ وہ ابھی نئے تھے مسلمان ہوئے تھے اور انہیں احکام شریعت کی معرفت کم تھی وہ کینسر حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ کو جنم دیا چنانچہ اس کا نانا عمرہ آپ کے پاس لے آئے تو آپ نے دونوں کے نام پر اس لڑکے کا ترعرہ والا اور قرعہ ایک کے نام پر آیا آپ نے وہ لڑکا اس سے ملٹی کر دیا اور اس پر لازم قرار دیا کہ وہ اس کی آدھی ہے۔

قیمت دے اگر وہ اس کے شریک کا غلام ہوتا اور فرمایا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ تم دونوں نے اس فعل پر اقدام کیا ہے بعد اس کے کہ تم پر اس کے حرام ہونے کی حجت و دلیل قائم ہو گئی تھی تو میں تمہیں سخت سزا دیتا اور یہ خبر رسول اللہ کو پہنچی تو آپ نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی اور اسلام میں اس حکم کو برقرار رکھا اور آپ نے فرمایا کہ، "حمد ہے اس خدا کی جس نے ہم اہل بیت میں ایسا شخص قرار دیا ہے جو حضرت داؤدؑ کے طریقہ پر فیصلہ کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد الہام ہے جو وحی اور نزول نص کے معنی میں ہے اگر وہ مباحث کے ساتھ نازل ہو۔"

اور میں میں جو مقدمے آپ کے ہاں پیش ہوئے ان میں سے ایک گڑھے والا واقعہ ہے جو شیر کے پے کھودا گیا گیا تھا اور شیر اس میں گر گیا اور لوگ اسے وہاں دیکھنے کے لیے گئے پس گڑھے کے کنارے پر ایک شخص کھڑا تھا اس کا پاؤں پھسلا تو اس نے دوسرے کا دامن پکڑا اور دوسرا تیسرے سے لپٹا اور تیسرا چوتھے سے پس وہ سارے گڑھے میں جا کر گئے تو شیر نے انہیں چیرا پھٹا اور وہ سب ہلاک ہو گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ پہلا تو شیر کا شکار ہے اور اس پر دوسرے کی تہائی دیت ہے اور دوسرے پر تیسرے کی دیت کی دو تہائیاں ہیں اور تیسرے پر چوتھے کی پوری "دیت" (نخن بہا) ہے اس واقعہ پر خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ "واللہ لعنہ" نے ان میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ نے عرش پر کیا ہے۔"

پھر آپ کے پاس ایک لڑکی کا واقعہ پیش ہوا کہ اس نے ایک لڑکی کو فضول کھیل کود کے طور پر اپنے کندھے پر سوار کر لیا تو ایک لڑکی آئی اور اس نے اٹھانے والی کی چنگی لی تو اس کی چنگی لینے سے وہ ہونک اور جو سوار تھی وہ گر پڑی اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گئی تو آپ نے فیصلہ کیا کہ چنگی لینے والی پر خون بہا کی تہائی اور بید کرنے والی پر بھی ایک تہائی ہے اور ایک تہائی آپ نے ساقط کر دی کیونکہ جس کی گردن ٹوٹی وہ فضول اور بیہودہ سوار ہوئی تھی اور یہ خبر رسول اللہ کو پہنچی تو آپ نے اس کی تصدیق فرماتے ہوئے درست قرار دیا۔

اور آپ نے ایک قوم کے متعلق فیصلہ کیا کہ جن پر دیوار گر پڑی تھی جس سے وہ مر گئے تھے ان ہلاک ہونے والوں میں ایک کنیز اور ایک آزاد عورت تھی اور آزاد عورت کا آزاد مرد سے ایک بچہ بھی تھا اور کنیز کا غلام سے بچہ تھا، اب آزاد اور غلام کا بچہ بچا نے نہیں جاتے تھے تو آپ نے ان دونوں بچوں کے درمیان تفرع ڈالا اور آزادی کا نام جس کا نکلا اسے آزاد اور غلامی کا نام جس کا نکلا اسے غلام قرار دیا تھا پھر اس غلام کو آزاد کر دیا اور دوسرے کو اس کا مولا قرار دیا اور ان کے میراث میں آزاد اور اس کے غلام والا فیصلہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور اس کو درست قرار دیا جس طرح آپ نے تصدیق کی تھی اس کی جس کا ہم ذکر اور کیفیت بتا چکے ہیں۔

اور آثار میں آیا ہے کہ دو مرد ایک گائے کے سلسلہ میں اپنا جھگڑا نبی کریمؐ کی خدمت میں لے آئے کہ جس نے گدھے کو مار دیا تھا تو ایک کہتے لگا کر لے رسول اللہ اس شخص کی گائے سے میرا گدھا مار دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کے

پاس جاؤ اور اس سے اس بارے میں سوال کرو وہ دونوں البکر کے پاس آئے اور انہوں نے اپنا واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگے کہ تم رسول اللہ کو چھوڑ کر کس طرح میرے پاس آئے ہو تو وہ کہنے لگے آپ نے ہی ہمیں یہ حکم دیا ہے تو البکر کہنے لگے کہ ایک جانور نے دوسرے جانور کو قتل کیا ہے اس کے مالک پر کچھ نہیں ہے۔

پس وہ دونوں لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فیصلہ بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تم عمر بن خطاب کے پاس جاؤ اور یہ واقعہ بیان کرو اور فیصلہ کا سوال کرو پس وہ اس کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا تو وہ بھی کہنے لگے کہ رسول اللہ کو چھوڑ کر تم میرے پاس کیسے آ گئے تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ نے ہی ہمیں یہ حکم دیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ آپ نے تمہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ البکر کے پاس جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا اور ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ کہنے لگے کہ پھر انہوں نے اس واقعہ میں کیا کہا ہے تو انہوں نے کہا انہوں نے یہ کہا ہے تو وہ کہنے لگے کہ میری بھی رائے وہی ہے جو البکر کی ہے۔

پس وہ رسول اللہ کی طرف لوٹ آئے اور ان کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ اب علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ تاکہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے پس وہ آپ کے پاس آئے اور اپنا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر گائے گدھے کے پاس گئی ہے اس کے مامن میں کی جگہ میں تو گائے کے مالک پر لازم ہے کہ وہ گدھے کے مالک کو گدھے کی قیمت دے اور اگر گدھا گائے کی امن کی جگہ پر گیا ہے اور گائے نے اسے قتل کیا تو پھر گائے والے پر کوئی سزا دیا نہیں۔

پس وہ رسول اللہ کے پاس لوٹ آئے اور حضورؐ کو آپ کے فیصلہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا ”علی بن ابی طالب نے تمہیں اللہ والا فیصلہ کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا

”حد بے صدا کی جس نے ہم اہل بیت میں ایسا شخص قرار دیا ہے جو دائرہ کی طرح فیصلہ کرتا ہے، اور بعض اہل سنت نے نقل کیا ہے کہ امیر المؤمنینؑ نے یہ فیصلہ بین میں کیا تھا اور بعض نے اسی طرح روایت کی ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں غرض مقصد تو صرف اختصار کے ساتھ کچھ فیصلوں کا ذکر کرنا ہے۔

اہم فیصلے

(زمانہ حکومت البکر)

البکر کی حکومت کے زمانے کے آپ کے کچھ فیصلوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس کے متعلق عامہ اور خاصہ کے رجال

سے خبر آئی ہے کہ ایک شخص کو ابو بکر کے پاس لایا گیا اور اس نے شراب پی تھی تو ابو بکر نے یہاں کہ اس پر حد جاری کرے اس شخص نے کہا کہ میں نے اس وقت شراب پی ہے جب مجھے اس کی خدمت کا علم نہیں تھا کیونکہ میں ایسے لوگوں میں بلا بٹھا ہوں جو اسے سلال جانتے تھے اور اب تک مجھے اس کے حرام ہونے کا علم نہ تھا تو ابو بکر پر اس پر حکم لگانے کا معاملہ متنبہ ہو گیا اور اسے سترہ چلتا تھا کہ وہ کیا فیصلہ دے تو بعض حاضرین نے اسے مشورہ دیا کہ اس میں حکم کرنے کے لیے امیر المؤمنین سے دریافت کیا جائے تو ابو بکر نے کسی کو آپ کے پاس بھیجا جس نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو امیر المؤمنین نے فرمایا مسلمانوں میں سے دو قاتل و ثوق مروول کو حکم دے کہ وہ اس کو لے کر ہاجرین و انصار کی مجالس میں پھرائیں اور انہیں قسم دے کر پوچھیں کہ کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جس نے اس کے سامنے شراب پینے کی خدمت والی آیت پڑھی ہو یا اس کے حرام ہونے کی رسول اللہ سے خبر دی ہو تو اگر ان میں سے کوئی شخص اس کی گواہی دے تو پھر اس پر حد جاری کرنا اور اگر کوئی بھی اس کی گواہی نہ دے تو پھر اس کو توہ کرادو اور اسے چھوڑ دو پس ابو بکر نے ایسا کیا تو کسی شخص نے ہاجرین و انصار میں سے یہ گواہی نہ دی کہ اس نے آیت تحریم شراب اس کے سامنے پڑھی تھی اور نہ اس کی کہ اسے رسول اللہ نے اس کی خبر دی تھی تو ابو بکر نے اس سے توہ کرائی اور اسے چھوڑ دیا اور اس نے فیصلہ میں حضرت علیؑ کے حکم کو تسلیم کر لیا۔

اور انہوں نے روایت کی ہے کہ ابو بکر سے رفا کھتہ و آیت کے متعلق پوچھا گیا تو وہ قرآن سے لفظ آیتا کا معنی نہ جان سکا اور وہ کہنے لگا کہ لو

کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی یا میں کیا کر دوں اگر میں کتاب خدا میں وہ کچھ کہوں کہ جیل کا مجھے علم نہیں ہے رفا کھتہ کو تو ہم جلتے ہیں باقی رہا لفظ آیتا تو اسے قرآنی زیادہ بہتر جانتا ہے۔

جب یہ خبر امیر المؤمنین کو پہنچی تو آپ نے فرمایا

بیجان اللہ کیا اسے بہتہ نہیں کہ آیت کا معنی لکھا اس پھوس اور چرکتے کی چیز میں ہیں اور خدا کا یہ ارشاد رفا کھتہ و آیتا تو یہ اللہ کی طرف سے شمار کرتا ہے اپنے انعامات کو جو اس نے اپنی مخلوق پر کیے ہیں کہ جن کے ساتھ انہیں غذائی ہے اور جنہیں ان کے لیے اور ان کے جوہر اور ان کے لیے خلق فرمایا ہے ان چیزوں میں سے کہ جن سے وہ زندہ رہتے ہیں اور ان کے جسم قائم ہیں۔

اور ابو بکر سے کلام کے متعلق سوال کیا گیا تو کہنے لگا

اس میں میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر میں نے درست کہا تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر میں نے غلط و غلطی کی تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے

اس کی خبر امیر المؤمنین کو پہنچی تو فرمایا کہ

کیا اسے پتہ نہیں کہ کلامہ تو بھولی اور بھینس ہیں جو پدری ماری ہوں یا صرف پدری ہوں، یا صرف ماری ہی ہوں۔

خداوند عالم فرماتا ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يَفْتِيكَ فِي الْكَلَامَةِ اِنْ اَمْرٌ هَلِكٌ لِّبَنِي لَهٗ وَلَدَوْلَهٗ
اِخْتِ فَذَلِكَا نِصْفٌ مَّا تَرٰكَ۔

ترجمہ: ”تجھ سے استفتا کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کلامہ کے سلسلہ میں، اگر کوئی شخص مر جائے کہ جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے نصف اور آدھا ہے اس کے ترکہ کا،“
اور خدا فرماتا ہے کہ

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يٰمُورٌ كَلَالَةً اَوْ اَمْرَةٌ وَلَهٗ اِخْوَا اِخْتٍ فَكُلٌّ وَّاحِدٌ مِّنْهُمَا السُّدُسُ وَ اِنْ
كَانَا اَكْثَرًا مِّنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الْاِثْلِثِ“

ترجمہ: ”اور اگر مرد ہے کہ جس کا وارث بنایا گیا ہے کلامہ کو یا عورت ہے اور اس کا بھائی ہے یا بہن تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پس اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ ایک تنہائی میں شریک ہیں“
روایت ہوئی ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم ابو بکر کے پاس آیا اور کہتے لگا کہ تم اس اُمت کے نبی کے خلیفہ ہو تو ابو بکر نے کہا کہ جی ہاں تو وہ کہتے لگا کہ ہم نے تو رات میں یہ پایا ہے کہ نبیا کے خلائق اُن کی امتوں سے زیادہ عالم ہوتے ہیں تو مجھے اللہ کے متعلق خبر دو کہ وہ کہاں ہے وہ آسمان میں ہے یا زمین میں؛ ابو بکر نے کہا وہ آسمان میں عرش پر ہے تو یہودی نے کہا تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر زمین تو اس سے خالی ہے اور اس قول کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک مکان میں ہے نہ کہ دوسرے میں تو ابو بکر اس سے کہنے لگا کہ

”یہ زندیقوں اور منکیرین خدا کی گفتگو ہے تجھ سے دور چلا جا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔“
پس اس عالم نے تعجب کرتے ہوئے پشت پھیری اور اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے مڑا تو اس کے سامنے امیر المومنین آئے
تو آپ نے فرمایا کہ

”اے یہودی مجھے معلوم ہوا ہے جو تو نے سوال کیا اور جو تجھے جواب ملا اور ہم تو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو این کیل ہے یعنی کہاں کو کہاں کیا ہے اس لیے کوئی این نہیں ہے اور وہ اس سے رفع و بلند ہے کہ کوئی مکان اس کو گھیرے اور وہ ہر مکان میں ہے بغیر اس سے سس ہونے کے اور بغیر اس میں پناہ لینے کے اس کا علم محیط ہے اس کو جو اس میں ہے جگہوں میں سے کوئی جگہ اس کی تدبیر سے خالی نہیں اور میں تجھ کو خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تمہاری کتاب میں آئی ہے اور وہ تصدیق کرتی ہے اس کی جو بات میں نے تجھ سے بیان کی ہے اگر تو اس کو جان لے تو کیا تو ان

پر ایمان لے آئے گا :

یہودی نے کہا :
آپ نے فرمایا کہ

تم اپنی کتاب میں نہیں پاتے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے پاس مشرق کی طرف سے ایک فرشتہ آیا تو جناب موسیٰ نے اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو اس نے کہا کہ اللہ کے پاس سے پھر آپ کے پاس مغرب سے ایک فرشتہ آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو اس نے بھی کہا کہ اللہ کے پاس سے پھر ان کے پاس ایک اور فرشتہ آیا اس نے کہا میں ساتویں آسمان سے اللہ کے پاس سے آرہا ہوں پھر ایک اور فرشتہ آیا اس نے کہا کہ میں پچاسویں زمین سے اللہ کے پاس سے آرہا ہوں تو جناب موسیٰ نے فرمایا کہ

وہ ذات متفرقہ ہے کہ جس سے کوئی مکان خالی نہیں اور جو ایک مکان کی نسبت دوسرے مکان سے زیادہ قریب نہیں ۔

اس پر یہودی کہنے لگا کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حق ہے اور آپ مقام منصب تیابت ہی کے زیادہ خدلا ہیں اس سے جو اس پر علیہ کر کے بیٹھا ہوا ہے ۔

اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں

فصلے (زمانہ حکومت عمر)

ان فیصلوں کا ذکر جو عمر بن خطاب کی حکومت کے زمانہ کے دوران بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو سنی و شیعہ کی روایات میں قلم بن ملعون کے واقعہ میں آیا ہے کہ اس نے شراب پی لی تو عمر نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے تو قد امہ کہنے لگا کہ مجھ پر حد واجب نہیں ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ :

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

”نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے عمل کیے کوئی حرج اس میں جو وہ کھائیں جب وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں“ تو عمر نے اس سے حد روک لی جب یہ خیر امیر المؤمنین کوئی تو آپ پہلے تو اسے عمر کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا کہ تو نے قد امہ پر شراب پینے میں حد کیوں چھوڑ دی تو عمر نے کہا کہ اس نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی تھی اور عمر نے وہ آیت پڑھ دی تو امیر المؤمنین نے فرمایا کہ قد امہ اس آیت کا اہل نہیں ہے اور نہ

ہی وہ شخص جو کہ خدا کے حرام شدہ کو بجالانے کی طرف گامزن ہو۔

بے شک جو یہاں لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کے لیے تو وہ حرام کو حلال نہیں سمجھتے پس قدامہ کو واپس لاؤ اگر تو وہ

اس بات سے جو اس نے کہی ہے گواہ کرے تو اس پر حد جاری کرو اور اگر نہ کرے تو اس کو قتل کرو کیونکہ وہ دین و مذہب سے خارج ہو گیا ہے پس عمر اس سے بیدار ہوا اور قدامہ کو بھی خبر پہنچ گئی تو اس نے اٹھا رتو یہ کیا اور گناہ سے رُک گیا تو عمر نے اس سے قتل تو در کروایا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ کس طرح اس پر حد جاری کرے تو امیر المومنینؓ سے کہا کہ تجھے صدمہ کے سلسلہ میں مشورہ دیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اسے اتنی کوڑے لگاؤ جو نہ شریاب پینے والا جب اسے پی لے تو وہ مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہو تو یہ وہودہ باتیں کرتا ہے اور جب یہ ہو دگی کرے تو اقمتر اور بہتان گھڑتا ہے پس عمر نے اتنی کوڑے لگائے اور آنحضرتؐ کے فرمان کی طرف رجوع کیا۔

روایت ہے کہ ایک مجنونہ عورت کے ساتھ عمر کے زمانہ میں ایک شخص نے زنا کیا پس عورت کے خلاف گواہ پورے تھے تو عمر نے عورت کو کوڑے لگانے کا حکم دیا چنانچہ اس عورت کو جناب امیرؓ کے پاس سے لیکر گزرے تو آپؓ نے فرمایا کہ قلاں خاندان کی مجنونہ کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے سختی سے کھینچا جا رہا ہے تو آپؓ سے عرض کیا گیا کہ اس سے ایک مرد نے زنا کیا ہے اور وہ بھاگ گیا ہے اور گواہ اس پر قائم ہو گئے ہیں تو عمر نے اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے آپؓ نے فرمایا کہ اسے واپس عمر کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کیا تجھے علم نہیں کہ یہ فلاں قبیلہ کی مجنونہ عورت ہے اور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مجنوں کے لیے تعزیر نہیں ہے جب تک اسے اتفاق نہ ہو یہ تو اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے پس وہ عمر کے پاس واپس لائی گئی اور اسے بتایا گیا جو جو کچھ امیر المومنینؓ نے فرمایا تھا تو عمر کہتے لگا۔

»خدا اتہیں گناہ کی سختی قریب تھا کہ میں اس کو کوڑے لگا کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر اس سے حد روک لی۔

روایت ہے کہ ایک حاملہ عورت کو عمر کے پاس لے آئے کہ جس نے زنا کیا تھا تو عمر نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ

فرض کرو کہ تم کو اس عورت کو سزا دیتے کا حق ہے تو جو اس کے شکم میں ہے اس پر تجھے کون سا حق و راستہ ہے خالانکہ خدا فرماتا ہے (النفس ذرۃ و ذرۃ آخری) ایک نفس دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔
تو عمر کہنے لگا۔

میں کسی مشکل مسئلہ کے لیے زندہ نہ رہوں کہ جس کے حل کرنے کے لیے ابوالمحنٰ نہ ہوں پھر کہنے لگا تو اس سے کیا سلوک کروں؟ آپؓ نے فرمایا کہ

اس عورت کو اپنی نگرانی میں رکھو یہاں تک کہ یہ بچہ جن لے جب بچہ کو جنم دے اور اسے کوئی اچھا بچہ کی کفالت کرنے والا مل جائے تو پھر اس عورت پر حد جاری کر دو۔

پس اس سے عمر کا حزن و ملال زائل ہوا اور اس نے اس سلسلہ میں امیر المومنین پر اعتماد کیا۔

روایت ہے کہ عمر نے ایک عورت کو بلا بھیجا کہ جس کے پاس بیٹھ کر مرد باتیں کیا کرتے تھے جب اس کے پاس عمر کے قاصد پہنچے تو وہ ڈر گئی اور کانپنے لگی اور ان کے ساتھ نکلی تو اس کا عمل سابقہ ہو گیا اور جب وہ بچہ زمین پر گر کر تو وہ آواز نکال رہا تھا یعنی زندہ تھا پھر وہ بچہ مر گیا تو عمر کو یہ خبر ملی اس نے رسول اللہ کے اصحاب کو جمع کیا اور ان سے اس حکم کے متعلق سوال کیا تو وہ سب کہنے لگے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ تو اس کی تادیب کرنا چاہتا تھا اور نیز مقصد خیر ہی تھا لہذا تجھ پر کچھ نہیں اور امیر المومنین کا موش بیٹھے تھے اور آپ نے اس میں کوئی بات نہ کی تو عمر کہنے لگا کہ اے ابوالحسن! آپ اس بارے میں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ان حضرات نے کہا ہے وہ تم نے سن لیا کہنے لگا کہ آپ کے پاس کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ قوم نے کہا ہے وہ تم نے سن لیا ہے تو عمر کہنے لگا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ کہیں تو آپ نے فرمایا کہ

”قوم نے اگر تیرا قرب حاصل کرنا چاہا ہے تو انہوں نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور اگر یہ مشورہ کرتے تو دیت تیرے رشتہ داروں میں مٹھ کر دیتے کیونکہ بچہ کا قتل قلعی اور خطا سے ہوا ہے جس کا تعلق تجھ سے ہے۔“
تو عمر کہنے لگا

”خدا کی قسم آپ نے ہی مجھے ان کے سامنے نصیحت کی ہے خدا کی قسم آپ یہاں ہی رہیں جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاری نہ کر لیں۔“

پس امیر المومنین نے ایسا ہی کیا۔

روایت ہے کہ عمر کے زمانہ میں دو عورتوں نے ایک بچے میں جھگڑا کیا ہر ایک دعویٰ کرتی تھی کہ بچہ میرا ہے نہ گواہ تھے اور نہ ہی ان دونوں کے علاوہ کوئی مدعی تھا تو اس میں عمر پر حکم مشیت ہو گیا اور اس نے امیر المومنین کی پناہ لی آپ نے دونوں عورتوں کو بلایا اور انہیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا دھمکا لیکن وہ اختلاف بر قائم رہیں تو جب وہ نزاع میں بڑھ گئیں تو آپ نے فرمایا کہ

آرہ لے آؤ تو وہ عورتوں کہنے لگیں آپ اس سے کیا کریں گے آپ نے فرمایا کہ اس بچہ کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو اس کا آدھا دے دوں گا پس ایک عورت تو خاموش رہی اور دوسری کہنے لگی اللہ کے لیے اگر اس سے اے ابوالحسن چارہ ہی نہیں تو میں یہ بچہ لے ہی دیتی ہوں تو آپ نے فرمایا کہ یہ بچہ تیرا ہی ہے نہ کہ اس کا اور اس کا بچہ ہوتا تو اس پر بھی وقت طاری ہوتا تو دوسری عورت نے بھی اعتراض کر لیا کہ حق میری ساتھ والی کا ہے اور لڑکا اسی کا ہے پس آپ نے عمر کے حزن و ملال کو دور کیا اور اس نے امیر المومنین کو دعویٰ پس اس کے کہ آپ نے اسے قبضہ میں سہولت دی۔ یونس بن حسن سے روایت ہے کہ عمر کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا اس نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا تو امیر المومنین نے اس سے فرمایا کہ اگر وہ کتاب خدا کے ساتھ تجھ سے مقابلہ کرے تو وہ تجھے مطلوب کر دے خدا قرآن ہے و حملہ و فصالہ

ثلاثون مشہور اور اس کا عمل اور دودھ بڑھائی تیرا ماہ ہے اور فرمایا ہے والذات یرضعن اولادہن حولین

مخامدین حسن ارادان رحمہ اللہ اور ماہیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں دو سال کا مل دینے اس کے لیے ہے
 جو چاہتا ہو کہ رخصت کو پورا کرے پس جب عورت رخصت کو پورا کرے دو سال اور اس کا گل اور دودھ پڑھائی
 ہوتیس ماہ تو اس کا گل اس میں سے چھ ماہ ہی ہوگا

تو عمر نس عورت کو چھوڑ دیا اور یہ حکم برقرار رکھا گیا صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل کیا اور جنہوں نے آپ سے دین زیادہ آج
 تک اس پر عمل کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک عورت پر گواہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے گھاٹ پر دیکھا ہے کہ ایک مرد جو اس کے ساتھ جماع کر رہا
 تھا وہ اس کا شوہر نہیں تھا تو عمر نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور وہ شوہر وار تھی تو اس عورت نے کہا کہ خدا یا تو جانتا ہے کہ میں
 بکری ہوں تو عمر عقبہ ناک ہوا اور کہنے لگا کہ تو گواہوں کی بھی تردید کرتی ہے تو امیر المؤمنینؓ نے فرمایا اس کو داپس بلاؤ اور اس سے
 سوال کرو شاید اس کے پاس کوئی عذر ہو پس وہ واپس بلائی گئی اور اس سے اس کے حالات کے متعلق سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگی کہ میرے
 گھر والوں کے کچھ اونٹ ہیں اور میں وہ اونٹ لے کر گھر سے نکلی اور میں نے اپنے ساتھ کچھ پانی بھی لیا چونکہ اونٹوں میں کوئی بھی
 دودھ والا جانور نہیں تھا اور میرے ساتھ ہمارا ایک شریک بھی نکلا اور راستہ اور اونٹوں کو پانی پلانے میں شریک تھا اور اس کے
 اونٹوں میں دودھ تھا جب میرا پانی ختم ہو گیا تو میں نے اس سے پیاس کی سیرابی کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کیا جب تک کہ
 میں اپنے اوپر اسے قدرت نہ دول تو میں نے انکار کیا پس جب میری جان نکلنے لگی تو میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے
 کر دیا، اب امیر المؤمنینؓ نے فرمایا اللہ اکبر

”فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ“ پس جو مضطر و مجبور ہو جائے جو باغی اور حد سے تجاوز
 کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، جب یہ عمر نے سنا تو اس کو چھوڑ دیا۔

مفید مشورہ

جناب امیر المؤمنینؓ کی وہ باتیں جن سے انصاف کا معنی، درست رائے دینا، قوم کو بہترین کی طرف رہنمائی کرنا اور اس
 بات کا تدارک کرنا کہ اگر آپ انہیں خبردار نہ کرتے تب اہی دربار دی ہوتی ان میں سے ایک وہ ہے جسے بیان کیا ہے شبہ
 بن سوار نے ابو بکر صدیقؓ سے وہ کتنا ہے کہ میں نے اپنے علمائے میں سے ایک شخص سے سنا وہ کہتے تھے ایرانیوں میں سے
 اہل ہمدان اہل ری اصفہان، قوس اور ہمدان کے لوگوں نے ایک دوسرے کو خطوط لکھے کہ یاد شاہ عرب جو ان کے پاس ان
 کا دین لے کر آیا ہے اور انہیں کتاب بھی پیش کی ہے وہ قوت ہو چکا ہے ان کی مراد نبی کریمؐ سے تھی اور ایک شخص تھوڑے
 دن تک ان کا نائب رہا پھر وہ بھی مر گیا یعنی ابو بکر اور اس کے بعد ایک اور کھڑا ہوا جس کی عمر طویل ہے یہاں تک کہ اس نے

تمہیں تمہارے شہروں میں آیا اور اس کے شکر نے تم سے جنگ کی اور مراد عمر لے رہے تھے وہ کہنے والا نہیں جب تک تم اس کے لشکروں کو اپنے شہروں سے نہ نکال دو اور اس کی طرف نکل کر اس کے شہروں میں اس سے جنگ نہ کرو انہوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا۔

جب یہ خبر ان لوگوں کو ملی کہ جو مسلمان کوفہ میں تھے انہوں نے عمر بن خطاب تکبہ پہنچائی اور حبیب اسے یہ خبر ملی تو وہ اس سے سخت گھبرایا مسجد نبوی میں آیا اور منبر پر چڑھ گیا۔ حمد و ثناء کے بعد کہنے لگا اے گروہ ہاجرین و انصار! شیطان تمہارے غلات کئی جماعتوں کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے تاکہ ان کے ذریعہ نور خدا کو خاموش کر دے یا درکھو کہ اہل اصفہان و اہل ری و قوس و تہا و نذر جن کی زبانیں، رنگ اور دین مختلف ہیں انہوں نے ایک دوسرے سے ایسا کیا ہے کہ وہ اپنے شہروں سے تہا ہے مسلمان بھائیوں کو نکال دیں اور وہ خود تمہاری طرف نکلیں اور تم سے تمہارے شہروں میں آکر جنگ کریں مجھے مشورہ دو۔ اور مختصر بات کرو اور اس میں طول نہ دو کیونکہ آج کا دن وہ ہے جس پر بعد کے دنوں کا وار و مدار ہے تو لوگوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔

طلحہ بن عبید اللہ کھڑا ہوا جو قریش کے خطیبوں میں سے تھا اس نے خدا کی حمد و ثناء کی اور کہنے لگا در اسے مومنین کے امیر تھے حالات نے ہمدیہ بنایا تیری کانٹ چھانٹ کی زاتہ نے تجھے حکم اور باخبر کیا آزمائشوں نے تجھے عجیبوں سے خبر و تجربوں نے تجھے حکم کیا تو بابرکت عمل اور مبارک نفس کا مالک ہے کہ تو والی و حاکم بنا تو باخبر ہے اور تو نے ہر چیز کو آزمایا ہے تجھے خبر دی گئی ہے اور تو اللہ کے فیصلوں کے بہترین انجاموں کو منکشف کر لیتا ہے پس اس امر کے لیے بھی اپنی رائے کو حاضر کر اور اس کے لیے غافل نہ ہو، پھر بیٹھ گیا۔

تو عمر نے کہا کہ کچھ کہو اس کے بعد عثمان بن عفان کھڑا ہو گیا اس نے حمد و ثناء کے بعد کہا در ابا بعد اسے مومنون کے امیر میں سمجھتا ہوں کہ اہل شام کو شام اور اہل بین کو بین سے بھیجو اور تو خود ان دو حرموں، (مکہ و مدینہ) اور ان دو شہروں کو قذ و بصرہ کے رہنے والوں کے ساتھ روانہ ہونا کہ تمام مشرکین سے تمام مومنین کے ساتھ تیرا آئنا سامنا ہو پس تو اسے مومنون کے امیر تو عرب کے بعد اپنے نفس کو باقی نہیں رکھ سکتا اور دنیا سے غلبہ کے ساتھ تفرق نہیں حاصل کر سکتا، اور نہ ہی کسی پناہ گاہ سے پناہ لے سکتا ہے تو اس پر ایہ بتی رائے کو حاضر کرو اور اس سے غائب نہ ہو پھر وہ بیٹھ گیا تو عمر نے کہا کہ کچھ کہو۔

تو امیر المومنین نے فرمایا کہ ہے اللہ کے لیے یہاں تک کہ آپ نے اللہ کی مکمل حمد و ثناء بیان کی پھر اس کے رسول پر صلوات بھیجی پھر فرمایا ابا بعد اگر تو نے اہل شام کو شام سے بلایا تو نظم ان کے بیوی بچوں پر قبضہ کرنے کے لیے بڑے کا اسی طرح اگر بین والوں کو بین سے بلایا تو حبشہ والے ان کی عدم موجودگی کا فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اگر ان دو حرموں کے لوگوں کو لے کر نکلا تو عرب اطراف و کناف سے تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے اس وقت جن کے اہل و عیال پیچھے چھوڑ کر جائے گا ان کے معاملات تیرے لیے نیا وہ اہم ہوں گے ان معاملات سے جو تیرے سامنے ہوں گے۔

باقی رہا تبراً ذکر عجبوں کی کثرت کا اور ان کے جمیعوں سے ڈرتا تو ہم رسول اللہ کے زمانہ میں کثرت کی بنا پر نہیں بلکہ ہم نصرت الہی کے سہارے جنگ کرتے تھے رہا تبراً یہ کہنا کہ ان کا اتفاق ہو گیا ہے مسلمانوں کے خلاف چلتے کا تو خدا ان کے پھٹنے کو تجھ سے زیادہ ناپسند فرماتا ہے اور زیادہ قہل رکھتا ہے کہ اسے بدل دے جسے پسند نہیں کرتا ہاں اگر عجبوں نے تجھے (میدان میں) دیکھ لیا تو وہ کہیں گے کہ یہی عرب کا مکر بنا ہوا ہے اسے ختم کر دو تو سب ختم ہو جائے گا اور ذرا خود دباں جانا ان کو بالکلیت کمرے کا اور تو انہیں اپنے خلاف متحد کرے گا اسی طرح تو وہ بھی اپنے ساتھیوں کا مددگار بن جائے گا جو پہلے مدد کے لیے تیار نہیں ہو گا۔

میری رائے یہ ہے کہ باقی لوگوں کو ان کے شہروں میں برقرار رہتے دو اور اہل بصرہ کو لکھو کہ وہ بین گرد ہوں میں بٹ جائیں ان میں سے ایک گردہ بچوں کی حفاظت کرے ایک گردہ اہل معاہدہ، دو کا فری می کی نگرانی کرے کہ کہیں وہ معاہدہ کو توڑ نہ دیں اور ان میں سے ایک گردہ اپنے بھائیوں کی مدد و کمک کے طور پر جائے تو عمر کہتے لکھ بے شک رائے یہی ہے اور میں درست رکھتا تھا کہ میں اس کی پیروی کرتا۔

شیخ مفید رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس خود فکر کرو خدا تمہاری اس موقت پر تا اید کرے جو رائے کی کیفیت کی خبر دیتا ہے جب اس سے صاحبان عقل و علم نزاع کریں اور سائل کو اسی توفیق میں کہ جس کا اللہ نے امیر المؤمنین کو تمام حالات میں قرین بنایا اور تمام لوگ مشکل امور میں آپ کی پناہ تلاش کرتے تھے اور اس کے ساتھ بلاؤں و فتنوں کو جو ہم لکھ چکے ہیں کہ جن سے بڑے بڑے صحابہ عاجز تھے یہاں تک کہ وہ ان کو جاننے میں آپ کی طرف مصطر و مجبور ہوتے تو اس کو تم مجرے کے باب میں داخل کر دو گے کہ جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور خدا ہی توفیق کا مالک ہے پس یہ مختصر قسم کے اجاب ہیں ان واقعات کے متعلق جن کا عمر بن خطاب کی حکومت کے زمانہ میں آپ نے فیصلہ کیا اور آپ کے اسی قسم کے واقعات اور فیصلے عثمان بن عفان کی حکومت کے زمانے کے ہیں

فصل

(زمانہ حکومت عثمان)

پس ان میں سے وہ ہے جسے سنی و شیعہ کے ناقلین آثار نے روایت کیا ہے ایک عورت کے ساتھ ایک بہت بوڑھے شخص نے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہو گئی (تو چونکہ بوڑھا کمزوری کی وجہ سے پردہ بکارت زائل نہیں کر سکتا تھا) اس نے یہ گمان کیا کہ اس مرد تک نہیں پہنچ سکا لہذا اس کے حمل کا انکشاف کیا یہ معاملہ عثمان کے لیے مشکل ہو گیا اس نے عورت سے سوال کیا کہ کیا اس بوڑھے نے جب کہ تو ما کہہ تھی تیرا پردہ بکارت چاک کیا تھا اس نے کہا کہ نہیں تو عثمان کہنے لگا کہ اس عورت کو مدد لگاؤ امیر المؤمنین نے اس سے فرمایا عورت کے ذمہ سوراخ ہوتے ہیں ایک حیض کا اور دوسرا پیشاب کا شاید بوڑھا جب اس سے لذت حاصل کرتا ہو تو اس کی سنی بہرہ کر حیض والے سوراخ میں چلی گئی ہو اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی ہو اس کی کیفیت کا اس مرد سے سوال کرو پس عثمان نے

اس سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ اس کی شرمگاہ (کے کنارے) پر انزال تو ہوتا تھا لیکن بکارت تو زائل نہیں ہوئی تھی۔
تو امیر المومنین نے فرمایا کہ عمل اسی شخص کا ہے۔ پھر بھی ماسی کا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بوڑھے کو اس کے انکار کی سزا دی جائے عثمان نے آپ کے فیصلہ کی طرف رجوع کیا، اور اس سے اس سے تعجب ہوا۔

راویوں نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی ایک کینڑا س کی بھواری کے لیے مخصوص تھی اس سے اسکا بچہ پیدا ہوا پھر اس سے اس نے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کا نکاح اپنے ایک غلام سے کر دیا پھر وہ مالک مرگیا اور وہ کینڑا اپنے بیٹے کی ملکیت میں آکر آزاد ہو گئی اور اس کا بیٹا اسکے شوہر کا وارث ہو گیا پھر وہ لڑکا مر گیا اور یہ اپنے بیٹے کی میراث میں سے اپنے شوہر کی وارث و مالک ہو گئی ہیں ان بیوی اور شوہر نے اپنا مفدہ عثمان کے سامنے پیش کیا اور وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے عورت کہتی کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ کہتا کہ یہ میری بیوی ہے میں اس کو نہیں چھوڑوں گا تو عثمان کہنے لگا کہ ایک مشکل مسئلہ ہے تو امیر المومنینؑ وہاں حاضر تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے سوال کرو کہ کیا اس نے بعد اس کے کہ یہ اس کی وارث بنی ہے اس سے مہبستری کی ہے، تو عورت کہنے لگی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے علم ہو کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کو سزا دوں تم جاؤ یہ تمہارا غلام ہے اور اس کو تم پر کوئی سزا دراستہ نہیں اگرچہ اس نے اس کو غلام بنا کے رکھ دیا اسے آزاد کر دو یا اس کو بیچ دو اس کا تمہیں اختیار ہے۔

علماء نے روایت کی ہے کہ ایک کینڑا مکاتیبہ (جس نے مولا سے معاملہ کیا ہو کہ جنتی رقم میں ادا کروں اتنا ہی مجھے آزاد کر دینا) نے عثمان کے زمانے میں زنا کر دیا جب کہ اس کے چار بیٹے تھے تین جیسے آزاد ہو چکے تھے عثمان نے امیر المومنینؑ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے آزادی کے حساب اور غلامی کے حساب سے کوڑے لگائے جائیں زید بن حارث سے سوال ہوا تو اس نے کہا کہ غلامی کے حساب سے اسے کوڑے لگائے جائیں تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ کینڑی کے حساب سے کیسے اسے کوڑے لگیں جب کہ چھتے وہ آزاد ہو چکی ہے تو اسے حریت و آزادی کے حساب سے کوڑے کیوں نہیں لگاتا جو کہ اس میں زیادہ ہے تو زید کہتے لگا کہ اگر یہ ایسا ہی ہے تو حریت کے حساب سے میراث بھی ملے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ تو ضروری ہے تو زید لا جواب ہو گیا لیکن عثمان نے امیر المومنینؑ کے ارشاد کی مخالفت کی اور زید کا کہا مانا اور اس نے بعد اس کے کہ حجت و دلیل بھی ظاہر ہو گئی تھی۔ بات نہ مانی۔

اور اس قسم کے فیصلے بہت ہیں کہ جن کے ذکر سے کتاب طویل اور گفتگو پھیل جائے گی۔

زمانہ حکومت علیؑ

آپ کے فیصلوں میں سے درج ہے کہ عوام نے آپ کی بیعت کی اور عثمان پر مل بسا جیسا کہ اہل نقل اور حاملین آئینہ رتے روایت کی ہے یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے بستر پر ایک بچہ جنم لیا اس کے کوکم پر مدین اور دوسرے تھے تو اس کے خاندان والوں

پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا کہ آیا وہ ایک ہیں یا دو پس وہ امیر المومنینؑ کے پاس اس کے متعلق سوال کرنے آئے تاکہ وہ اس کا حکم معلوم کریں تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اس کا امتحان کرو جب وہ سویا ہو پھر ایک بدن اور ایک سر کو بیدار کرو اگر وہ دونوں ایک ہی حالت میں بیدار ہو جائیں تو وہ ایک انسان ہے اور اگر ایک بیدار ہو اور دوسرا سویا رہے تو پھر وہ دو ہیں اور میراث میں ان کا دگنا تقی ہے اور حسن بن علی عیسیٰ نے سعد بن طریف سے اس نے امیغ بن نباتہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ شریح مجلس فقہاء میں بیٹھا تھا اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور وہ کہنے لگا کہ اے ابوامیہ میرے ساتھ خلوت میں بات کرو مجھے ایک حاجت ہے تو شریح نے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ در در چلے جائیں پس وہ لوگ ہٹ گئے اور باقی مخصوص لوگ رہ گئے تو وہ کہنے لگا کہ اپنی حاجت بیان کرو تو اس نے کہا اے ابوامیہ میرے ساتھ وہ کچھ ہے کہ جو کچھ مردوں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ کچھ جو عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے تو آپ کے پاس میرے لیے کیا حکم ہے کیا میں مرد ہوں یا عورت؟

تو شریح نے کہا کہ میں نے امیر المومنینؑ سے اس میں ایک فیصلہ سنا ہے جسے میں بیان کرتا ہوں مجھے پشایب کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کون سے سوراخ سے نکلتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ دونوں سے شریح نے کہا کہ پہلے کس سے ختم ہوتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ دونوں سے اٹھا تو شریح کو تعجب ہوا تو وہ شخص کہنے لگا کہ مقبوب میں آپ کے سامنے وہ چیز پیش کرتا ہوں جو زیادہ عجیب ہے شریح نے کہا کہ وہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے باپ نے میری شادی کر دی اس بنا پر کہ میں عورت ہوں تو مجھے شوہر سے حمل ہو گیا اور میں نے کینر خریدی تو اس سے میں نے ہمبستری کی تو وہ حاملہ ہو گئی،

راوی کہتا ہے کہ شریح نے تعجب سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور یہ کہا کہ ایسا معاملہ ہے جسے امیر المومنینؑ تک پہنچنا چاہیے مجھے اس کے حکم کا علم نہیں پس شریح کھڑا ہو گیا اور وہ شخص اور جو لوگ وہاں تھے اس کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ وہ امیر المومنینؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے واقعہ بیان کیا۔

امیر المومنینؑ نے اس شخص کو بلا کر سوال کیا جو کچھ شریح نے اس کے متعلق بیان کیا تھا اس نے اعتراف کیا آپ نے پوچھا تیرا شوہر کون ہے اس نے کہا کہ فلان بن فلان شہر میں موجود ہے آپ نے اس کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ وہ جو کچھ اس نے کہا تھا تو وہ مرد کہنے لگا اس نے سچ کہا ہے، امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ

تو شیر کا شکار کرنے والے سے بھی زیادہ جرات مند ہے جب کہ تو اس حالت کے باوجود بھی اقدام کرتا ہے پھر آپ نے پلٹے غلام، مقبر کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس شخص کو ایک کمرے میں داخل کرو اس کے ساتھ چار عادل عورتیں ہوں اور انہیں کہو کہ وہ اس کے جسم کو شکار کر کے اس کی پسیلیوں کو شمار کریں بعد اس کے کہ اس کی خمر گاہ مقبوطی سے باندھ دی جائے تو وہ مرد کہنے لگا کہ اے امیر المومنینؑ! میں اس پر مردوں اور عورتوں سے مطمئن نہیں ہوں! آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اوپر لنگوٹ پڑھائے اور اس کو آپ نے علیحدہ کمرے میں بھیج دیا پھر آپ اس میں چلے گئے اور اس کی پسیلیاں شمار کیں تو بائیں طرف کی سات تھیں اور دائیں طرف کی آٹھ تو آپ نے فرمایا کہ یہ مرد ہے اور فرمایا کہ اس کے بال کاٹ دیئے جائیں اور اسے ٹوپی، نعلین، اور

رداء پہنائی اور اس کے اور شوہر کے درمیان علیحدگی کر دی۔

اور بعض اہل نقل سے روایت کی ہے کہ جب اس نے دو شرمگاہوں کا دعویٰ کیا تو امیر المومنین نے دو مسلمان عادلوں کو حکم دیا کہ وہ ایک علیحدہ کمرے میں حاضر ہوں اور اس کو بھی ان کے ساتھ حاضر کیا اور دو شیشے اس طرح نصب کرنے کا حکم دیا کہ ایک شیشہ اس شخص کی شرمگاہ کے سامنے اور دوسرا پہلے شیشے کے سامنے ہو پھر پہلے شیشے کے سامنے اس شخص کو شرمگاہ عریاں کرنے کو کہا اس طرح کہ دونوں عادل اسے نہ دیکھ سکیں اور دونوں عادل اس شیشہ میں نگاہ کریں جو پہلے شیشے کو منعکس کر رہا ہے۔ تو جب ان دو عادلوں نے اس کے دعویٰ کے مطابق دو شرمگاہوں کی تحقیق کر لی اور پھر اس کی آزمائش پیلیوں کے شمار کرنے کے ساتھ کی تو آپ نے اسے مردوں کے ساتھ ملٹی کر دیا اور اس کے حمل کے دعوے کو مکمل و لغو ثابت کر دیا اور اس پر عمل نہیں کیا اور کینسر کے حمل کو اس سے قرار دیا اور اس کو اس سے ملٹی کیا۔

روایت کی ہے کہ امیر المومنین ایک دن مسجد میں گئے وہاں ایک نوجوان کو دیکھا کہ گریہ کر رہا ہے اس کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں امیر المومنین نے اس کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ شریع نے میرے خلاف ایک فیصلہ دیا ہے کہ جس میں اس نے میرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا کیا واقعہ ہے وہ کہنے لگا کہ یہ لوگ اور اشارہ کیا ایسے اشخاص کی طرف کہ جو وہاں موجود تھے جو میرے باپ کو اپنے ساتھ سفر میں لے گئے یہ واپس آ گئے ہیں اور میرا باپ واپس نہیں آیا میں نے اس کے بوائے سوال کیا تو یہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے اس کے مال کے بارے میں سوال کیا جو وہ ساتھ لے گیا تھا تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کے کسی مال کا پتہ نہیں پس شریع نے ان سے قسم لی اور یہ کہا کہ اب ان کے درپے نہ ہوتا امیر المومنین نے قبر سے کہا کہ ان لوگوں کو جمع کرو اور قوج کے ہرادل دستے کو میرے پاس بلا لاؤ پھر آپ بیٹھ گئے اور ان لوگوں کے ساتھ اس نوجوان کو بھی بلایا آپ نے اس سے سوال کیا جو کچھ اس نے کہا تھا اس نے اپنے دعویٰ کا اعادہ کیا اور رونے لگا اور کہنے لگا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں انہیں اپنے باپ کے معاملہ میں شکوک سمجھتا ہوں انہوں نے اسے فریب دیا ہے یہاں تک کہ اسے اپنے ساتھ نکال کر لے گئے ہیں اور اس کے مال میں انہیں لالچ و طمع ہوا ہے تو امیر المومنین نے ان لوگوں سے کہا تو انہوں نے وہی کچھ کہہ دیا جو شریع سے کہا تھا کہ وہ شخص مر گیا ہے اور ہمیں اس کے مال کا پتہ نہیں تو آپ نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا پھر ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کیا تم گمان کرتے ہو کہ مجھے علم نہیں کہ تم نے اس کے باپ سے کیا کیا ہے پھر تو میرا علم بہت کم ہے۔

اس کے بعد آپ نے ان کے متعلق حکم دیا کہ انہیں علیحدہ علیحدہ کر دو پس مسجد میں انہیں الگ الگ کیا گیا اور ان میں سے ہر ایک کو سب کے الگ الگ تنوں کے ساتھ کھڑا کیا گیا پھر آپ نے اپنے کاتب و منشی عبید اللہ بن رافع کو بلا کر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ پھر آپ نے ان میں سے ایک شخص کو بلا کر پوچھا کہ تجھے آہستہ بتاؤ کس دن تم اپنے گھروں سے نکلے جب کہ اس طرح کے کا باپ تمہارے ساتھ تھا تو آپ نے عبید اللہ سے فرمایا کہ لکھتے جاؤ پھر اس سے کہا کہ یہ کس ہینہ کی بات ہے اس نے کہا کہ غلام ہینہ تھا آپ نے فرمایا لکھ لو پھر فرمایا کہ کس سال اس نے کہا کہ اسی سال پس عبید اللہ یہ سب لکھتا رہا تو آپ نے فرمایا

کس بیماری سے وہ مراثا اس نے کہا کہ اس بیماری سے آپ نے فرمایا کہ وہ کس منزل و مقام پر مراثا کہنے لگا کہ فلاں جگہ آپ نے فرمایا کہ اس کو غسل و کفن کس نے دیا تھا اس نے کہا کہ فلاں نے آپ نے فرمایا کہ کونسا کفن دیا تھا کہنے لگا اس چیز کا فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس نے کہا کہ فلاں نے فرمایا کہ اس کو قبر میں کس نے اتارا اس نے کہا کہ فلاں نے اور عبداللہ بن رافع یہ سب لکھتا رہا جب اس کا اقرار دفن تک پہنچا تو امیر المومنین نے اتنی بے تکبر کہی کہ جسے سب اہل مسجد نے سنا پھر آپ نے اس شخص کے بارے میں حکم دے کر اس کی جگہ واپس بھیج دیا اور دوسرے کو اپنے قریب بلایا اور پھر اس سے وہی سوالات کیے جو پہلے سے کئے تھے تو اس نے ایسے جوابات دیے جو پہلے کی باتوں سے سارے مختلف تھے اور عبداللہ بن رافع یہ سب لکھ رہا تھا جب آپ اس سے سوال کرتے سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایسی تکبر کہی جسے اہل مسجد نے سنا پھر ان دونوں اشخاص کے متعلق حکم دیا کہ انہیں مسجد سے نکال کر قید خانے کے دروازے پر جا کر کھڑا کیا جائے پھر تیسرے کو بلایا اور اس سے وہ سوالات کیے جو پہلے دونوں سے کیے تھے تو اس نے ان کے مخالفت کہانی سنائی اور اس کا بیان بھی لکھ دیا گیا پھر آپ نے تکبر کہی اور اس سے اس کے دونوں ساتھیوں کی طرف بے جاٹے کا حکم دیا اور ان میں سے جو تھے کو بلایا تو اس کے قول میں اضطراب آیا اور اس کی زبان لٹکھڑانے لگی تو آپ نے اسے دغظ و تہمت کی اور ڈرایا تو اس نے اعتراف کر لیا کہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اسے فلاں جگہ قتل کیا ہے اور اس کا مال لے لیا ہے اور اسے فلاں جگہ کو قبر کے قریب دفن کیا ہے پس امیر المومنین نے تکبر کہی اور اسے قید خانہ کی طرف لے جانے کا حکم دیا اور ان میں سے ایک کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تیرا گمان تھا کہ وہ شخص اپنی موت مرہے حالانکہ تو نے اس کو قتل کیا ہے مجھے اپنے حالات پر سچ سچ بتا ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا کیونکہ اس معاملہ میں تو حق میرے سامنے واضح ہو چکا ہے تو اس نے اس شخص کے قتل کرنے کا اعتراف کر لیا جس طرح اس کے ساتھی نے کیا تھا پھر باقیوں کو بلایا اور انہوں نے بھی اس کے قتل کا اعتراف کر لیا اور وہ اپنے سے کئے پریشان ہوئے اور انہوں نے بالاتفاق اس مرد کے قتل کرنے اور اس کا مال لینے کا اعتراف کیا پھر آپ نے کچھ لوگوں کو حکم دیا جو ان میں سے بعض کے ساتھ اس جگہ گئے جہاں انہوں نے مال دفن کیا ہوا تھا پس وہ مال آپ نے وہاں سے نکال کر جو ان کے سپرد کیا جو مرد مقتول کا بیٹا تھا پھر اس سے فرمایا کہ اب کیا چاہتے ہو جو کچھ انہوں نے تیرے باپ کے ساتھ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اور میرا فیصلہ اللہ کے دربار میں ہو دیتا میں ان کے خون کو معاف کرتا ہوں پس امیر المومنین نے ان سے قتل کی حد دور کر دی اور انہیں انتہائی سخت قسم کی سزا دی تو شریعہ کہتے لگا کہ امیر المومنین یہ حکم کس طرح ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ۔

جناب داؤد ان کچھ لڑکوں کے قریب سے گزرے جو کھیل رہے تھے تو انہوں نے آپس میں ایک کو پکار کر کہا کہ اے مات الدین، (رحیم مرگیا) جب اس نے کہا لڑکے نے انہیں جواب دیا تو جناب داؤد ان کے قریب گئے تو اس لڑکے سے کہا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ میرا نام ہے مات الدین پھر ت داؤد نے فرمایا تیرا نام کس نے رکھا ہے اس نے کہا میرے ماں نے آپ نے فرمایا کہ تیری ماں کہاں ہے کہا کہ اپنے گھر میں تو جناب داؤد نے فرمایا کہ میرے ساتھ اپنی ماں کے پاس چلو۔ وہ حضرت کو اس کے پاس لے آیا تو آپ نے کہا کہ وہ عورت گھر سے باہر آئے، تو وہ باہر آگئی آپ نے فرمایا کہ اے

کثیر خدا تیرے اس بیٹے کا کیا نام ہے اس نے عرض کی کہ اس کا نام مات الدین ہے تو جناب داؤدؑ نے فرمایا کہ اس کا یہ نام کس نے رکھا ہے کہنی لگی کہ اس کے باپ نے، آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب کیا ہے وہ کہنے لگی کہ وہ ایک سفر پر گیا اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے اور میں اس بچہ کی دیر سے حاملہ تھی وہ لوگ تو واپس آئے لیکن میرا شوہر ان کے ساتھ واپس نہ آیا میں نے ان سے اس کے بارے سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ وہ مر گیا ہے میں نے اس کے مال کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا ہے تو میں نے کہا کہ کیا اس نے تمہیں کوئی وصیت کی تھی وہ کہنے لگے ہاں اس کا گمان تھا کہ تو حاملہ ہے اگر توڑکی جے یاڑ کا، تو اس کا نام مات الدین رکھنا پس میں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کا نام مات الدین رکھا اور اس کی مخالفت کو پسند نہیں کیا تو جناب داؤدؑ نے اس سے فرمایا کیا تو ان لوگوں کو پہچانتی ہے کہنے لگی کہ جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جاؤ آپ کی مراد وہ لوگ تھے جو آپ کے ہمراہ تھے اور ان لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال لاؤ جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو حضرت نے ان میں اس طرح فیصلہ کیا پس ان پر اس کا خون ثابت ہو گیا اور ان سے مال نکالا اور پھر اس عورت سے فرمایا کہ اے کثیر خدا اب اپنے اس بچہ کا نام رکھو در عاش الدین، (زمین زندہ ہو گیا)

روایت ہے کہ ایک عورت ایک لڑکے سے محبت کرنے لگی پس اُس نے اس کو قورعلا یا، لیکن اس لڑکے نے انکار کر دیا عورت گئی اس نے اٹھایا اور اس کی سفیدی اپنے کپڑے پر ڈال لی پھر اس لڑکے سے پیٹ گئی اور اس کو امیر المؤمنینؑ کے پاس لے آئی کہنے لگی کہ اس لڑکے نے مجھ پر حیر کیا ہے اور اس نے مجھ کو رسوا کیا ہے اور پھر اپنا کپڑا پکڑ کر اس پر انڈے کی سفیدی دکھائی اور کہنے لگی کہ یہ اس کا مادہ دہنی امیر نے کپڑے پر لگا ہے وہ لڑکا رونے لگا اور انکار کرتے لگا جس کا وہ دعویٰ کرتی تھی اور اس نے قسمیں کھائیں تو امیر المؤمنینؑ نے قبر سے فرمایا کہ کسی کو کہو کہ وہ پانی کو جوش دے یہاں تک کہ جب سخت گرم ہو جائے تو اسی حالت میں میرے پاس لے آؤ پس پانی لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پانی عورت کے کپڑے پر ڈال دو جب اس پر پانی ڈالا گیا تو انڈے کی سفیدی جمع ہو گئی اور مل گئی آپ نے حکم دیا کہ اس کو اٹھا لو پھر اپنے دو اصحاب سے فرمایا کہ اس کو چکھو اور جھینک دو پس انہوں نے چکھا تو اسے اٹھا پایا آپ نے لڑکے کو چھوڑنے کا حکم دیا اور عورت کو باطل دعویٰ کرنے کی سزا کے طور پر کوڑے لگائے۔

حسن بن محبوب نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن حجاج نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ابن ابی یالی سے سنا کہ امیر المؤمنینؑ نے ایک ایسا فیصلہ کیا کہ جیسا آپ سے پہلے کسی نے نہ کیا اور وہ اس طرح ہے کہ

دو مرد سفر ہوئے ایک جگہ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک نے پانچ روٹیاں نکالیں اور دوسرے نے تین، پس ان کے قریب سے ایک اور مرد گذر اس نے سلام کیا تو یہ دونوں کہنے لگے کہ کھانا حاضر ہے پس وہ بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانے لگا اور جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے ان کو آٹھ درہم دیے اور کہنے لگا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو میں نے تمہارا کھانا کھایا ہے پس ان کا جھگڑا ہو گیا اور تین روٹیوں والا کہنے لگا کہ یہ ہمارے درمیان آدھے آدھے ہیں اور پانچ روٹیوں والا کہنے لگا کہ میرے پانچے تیرے تین ہیں وہ اپنا مقدمہ امیر المؤمنینؑ کے پاس لے آئے اور واقعہ بیان کیا آپ نے دونوں سے فرمایا اس

معمولی معاملہ میں جھگڑنا اچھا نہیں اور صلح کر لینا زیادہ بہتر ہے تو میں والا کہنے لگا کہ میں فیصلہ غیر راضی نہیں آپ نے فرمایا اگر نوکر کو فیصلہ کے علاوہ راضی نہیں ہوتا تو پھر آٹھ میں سے تیرا ایک درہم ہے اور تیرے ساتھی کے ساتھ درہم وہ کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو گیا آپ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں کیا تیری تین روٹیاں نہیں تھیں اور تیرے ساتھی کی پانچ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ یہ چوبیس ٹکڑے ہوئے اور ان کی تہائی ہو کر آٹھ ہے تو نے کھائی اور آٹھ ٹکڑے تیرے ساتھی نے اور آٹھ ہی جہان نے کھائے تو جب اس نے تھیں آٹھ درہم دیئے تو تیرے ساتھی کے ہوتے ساتھ اور تیرا ہوا ایک، پس دونوں مرد اپنے فیصلہ میں بالیقین ہو کر واپس چلے۔

علامہ سیر نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کے زمانہ میں چار آدمیوں نے کوئی نشر والی چھیر لی پس وہ مست ہو گئے اور ایک دوسرے پر چھیریاں پلاتے لگے اس طرح ہر ایک کو زخم لگے اس کی اطلاع امیر المومنینؑ کو دی گئی تو آپؑ نے ان کے قید کر دیتے کا حکم دیا جب تک کہ انہیں اخلاقت نہ ہو ان میں سے دو آدمی قید خانہ میں مر گئے اور دو بچ گئے تو مر جاتے والے دو کی قوم آپ کے پاس آئی اور کہتے تھے کہ ان دونوں سے ہمیں قصاص لے دیجئے کیونکہ ان دونوں نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ تمہیں کیسے علم ہوا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مرنے والوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا ہو وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو علم نہیں آپ ان میں اس کے مطابق حکم کریں جو رائے آئے آپ کو علم دیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ مقتولین کا خون بہا چاروں کے قاتل پر ہے بعد اس کے کہ زندوں کے زخموں کی دیت منہا کر لی جائے اور یہی حکم ہو سکتا تھا کہ جس کے علاوہ حق تک پہنچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں کیا آپؑ دیکھتے تھے کہ قاتل کے خلاف کوئی گواہ نہیں جو اسے مقتول سے جدا کریں اور قاتل کا اشتباہ ہے نہ کہ مقتول میں۔

روایت ہے کہ چھ افراد نے دریائے فرات میں اتر کر ہلو و لوب کے طرے پر غوطے لگائے شروع کیے ان میں سے ایک غرق ہو گیا تو دو آدمیوں نے تین کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے اسے غرق کیا ہے اور تین نے ان دو کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے اسے غرق کیا ہے تو حضرت امیر المومنینؑ نے فیصلہ کیا کہ خون بہا کے پانچ حصہ کیے جائیں ان میں سے تین حصے دو میں سے لیے جائیں گواہی کے حساب سے یعنی چونکہ ان کے خلاف گواہی دیتے والے تین ہیں اور دو حصے تین سے لیے جائیں وہ بھی گواہی کے حساب سے یعنی چونکہ گواہ دو ہیں اور اس مقدمہ میں بھی کوئی فیصلہ زیادہ درست کا تھا نہ نہیں اس سے جو فیصلہ آپؑ نے کیا۔

اور راویان اخبار نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال میں سے ایک جُز کی وصیت کی اور تین دیکھا کہ جز سے کیا مراد ہے اس کے بعد اس کے وراثت کے اختلاف کیا اور یہ مقدمہ امیر المومنینؑ کے پاس آئے تو آپؑ نے فیصلہ کیا کہ اس کے مال کا سواں حصہ نکالا جائے اور خدا کے اس قول کی تلاوت کی۔ لَهَا سَجَّةٌ اَبْوَابٍ كُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ حِزٌّ مَقْسُومٌ اور اس کے ساتھ حور وادے ہیں اور ہر باب کے لیے ان لوگوں میں سے ایک حصہ تقسیم کی گئی ہے اور آپؑ نے اس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جس نے موت کے وقت وصیت کی تھی اپنے مال کے ایک سہم کی اور اسے معین نہیں کیا تھا تو جب وہ مر گیا تو اس کے وراثت اس کے معنی میں اختلاف کیا تو آپؑ نے فیصلہ کیا کہ اس کے مال کا آٹھواں حصہ نکالا جائے اور آپ علیہ السلام نے خدا کے

اس قول کی تلاوت کی

”الْبَنَاءُ الصَّدَقَاتِ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ“ (الْاٰخِرَ الْاٰیَةِ)

”اور ان کی اچھی صدقات ہیں (جو زکوٰۃ لینے والے ہیں) ہر صفت کے لیے ایک ہم ہے صدقات میں سے“
آپ نے فیصلہ کیا اس شخص کے متعلق جس نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے ہر اس غلام کو آزاد کرنا جو میری ملکیت میں قدیم ہے جب وہ مر گیا تو وصی نہیں جانتا تھا کہ کیا کرنے آپ سے اس نے آکر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ
ہر اس غلام کو آزاد کر دو جس کو اس کی ملکیت میں رہتے ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں اور خدا کے اس قول کی تلاوت کی
”وَالْقَدْرَ قَدْرًا ۚ مَا كُنَّا دُلَّ حَتَّىٰ عَادَ صَالِحُ الْقَدَرِ“

”اور چاند کی ہم نے کئی منزلیں مقدر کیں یہاں تک کہ وہ لوٹ آتا ہے کھجور کی قدیم شاخ کی طرح“
اور یہ ثابت ہے کہ کھجور کے پگھلنے کی جڑ چاند کی مانند کی شکل اس سے پھل توڑ لینے کے چھ ماہ کے بعد پہنچتی ہے۔
اور حضرت نے اس شخص کے متعلق جس نے نذر دیا تھا کہ میں ایک صین (وقت) روزے رکھوں گا لیکن اسی نے
وقت کا تعین نہیں کیا تھا یہ فیصلہ کیا کہ وہ چھ ماہ روزے رکھے اور آپ نے خدا کے اس ارشاد کی تلاوت کی۔
”رَفِیًّا ۚ كُلُّ حَبِیْرٍ بِأَخْنٍ رَّابِعًا“
اور ہر صین اپنے رب کے حکم سے پھل دیتے ہیں۔

(اور یہ ہر چھ ماہ میں ہوتا ہے)

ایک شخص امیر المومنین کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین میرے سامنے کھجوریں بڑی تھیں پس
میری بیوی آگے بڑھی اور اس نے ان میں سے ایک اٹھا لی اور میں نے قم کھائی کہ نہ وہ کھائے اور نہ اُسے پھینکے تو آپ
نے فرمایا کہ

”آدھی کھائے اور آدھی پھینک دے اور تو اپنی قم سے بھوٹ جائے گا“

آپ نے ایک ایسے مرد کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو پٹیا تو اس کا حل کر گیا جو ابھی تو تھڑہ نہیں بنا تھا فیصلہ
کیا کہ اس مرد پر اس خون بستہ کی حرمت چالیس دینار ہے، اور پھر یہ آیت پڑھی،

”وَلَمَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْقًا ۚ لَّعَلَّ تَعْرِفُونَا“

النُّطْقَ عَلَّقَ ۚ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُهْنَةَ عَظَا ۚ مَا فَكَّرْنَا الْعَظَا ۚ

لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا ۚ خَرَقْنَا بَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ“

بے شک ہم نے انسان کو تھری ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے چھپی ہوئی جگہ میں نطفہ قرار دیا پھر ہم نے نطفہ کو علقہ
بنایا، علقہ کو مضغ بنایا، مضغ کو ٹھپال بنایا، ٹھپالوں کو گوشت کا یا اس پہنایا پھر اس کو ایک اور مخلوق بنا یا پس بابرکت

ہے وہ خدا جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

”تلقہ کے گرائے میں دیتا اور علقہ (خون بستر) میں چالیس دینار اور لوٹھڑے میں ساٹھ دینار اور ہڈی میں مستوی الخلقہ ہونے سے پہلے اسی دینار اور صورت انسانی میں پوری تکمیل کے بعد اور اس میں روح داخل ہونے سے پہلے سو دینار اور حیب روح داخل ہو جائے تو ہزار دینار۔“

پس یہ کچھ فیصلے آپ کے ”نمونہ کے طور پر ہیں اور احکام ”عجیب“ کہ جن کا فیصلہ آپ سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور عامہ و خاصہ میں سے کوئی بھی انہیں نہیں جانتا تھا اور انہیں بس آپ سے ہی لیا ہے اور آپ کی عزت اہل بیت ان پر عمل کرنے میں متفق ہے اور اگر آپ کے علاوہ کوئی ان میں کچھ کہنے میں مبتلا ہوا تو اس کی عاجزی ظاہر ہو گئی جیسا کہ ان احکام میں عاجزی ظاہر ہوئی جو ان سے زیادہ واضح تھے اور جو کچھ آپ کے فیصلے ہم نے اختصار کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں یہ ہمارے مقصد کے لیے انشاء اللہ کافی ہیں۔

عقیدہ توحید

آپ کا مختصر کلام خدا کی معرفت کے وجوہ اس کی توحید کے بیان نفی تشبیہ عدل کی توصیف اور حکمت و دانائی کے اوصاف و دلائل اور حجت کے سلسلہ میں۔

اس میں سے وہ ہے جسے تحریر کیا ہے ابو بکر ندائی نے زہری سے اس نے عیسیٰ بن زید سے اس نے صالح بن کیسان سے اس نے امیر المومنین سے کہ آپ نے خدا کی معرفت اور اس کی توحید پر آمادہ کرنے اور ابھارتے کی ضمن میں فرمایا ”اللہ کی عبادت کی ابتدا اس کی معرفت ہے اس کی اہل معرفت اس کی توحید و وحدانیت کا اقرار ہے اور اس کی توحید کا نظام اس سے تشبیہ کی نفی ہے اور وہ اس سے بلند ہے کہ صفات اس میں حلول کریں کیونکہ عقول گواہی دیتے ہیں کہ جس میں صفات حلول کریں اور داخل ہو جائیں وہ مصنوع رہنمایا گیا ہے اور عقول گواہی دیتی ہیں کہ وہ ذات جو جلیل و اعلیٰ و بزرگ و بڑے تر ہے وہ صانع دہانے والا ہے مصنوع نہیں ہے اللہ کی صنعت اور کار گیری سے اس پر استمدال کیا جاتا ہے اور عقول کے ذریعہ اس کی معرفت کا عقیدہ رکھا جاتا ہے اور فکر و نظر سے اس کی حجت و دلیل ثابت ہوتی ہے اسی نے مخلوق کو اپنی دلیل قرار دیا اور اس سے اپنی ربوبیت کو واضح کیا ہے وہ اکیلا ہے اپنی اربیت و ہیشگی میں، اس کی الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کی ربوبیت میں اس کا کوئی مددگار ہے وہ جبریں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ان کے درمیان تضاد کی وجہ سے جانا گیا ہے کہ اس کی ضد نہیں ہے اور ایک دوسرے ملے ہوئے امور کے ملاپ

تے جانا گیا ہے کہ اس کا قریبی اور اس سے کوئی بلا ہوا نہیں ہے۔

(یہ سب کچھ آپ نے طویل گفتگو سے فرمایا جس کے تحریر کرنے پر کتاب طویل ہو جائے گی)

اور پھر آپ سے محض طرہ سکا ہے اللہ تعالیٰ سے تشبیہ کی نفی کے سلسلہ میں اس میں وہ ہے جسے شعبی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ امیر المومنین نے کسی مرد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جو سات طبق آسمانوں میں ہوا ہے تو آپ نے کوڑا بلند کیا اور فرمایا

نیرے پیسے ہلاکت ہو بے شک اللہ اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز میں چھپا ہوا ہو یا کوئی چیز اس سے چھپی ہو۔
 یہ منہرہ ہے وہ ذات کہ جس کو کوئی مکان گھیرے ہوئے نہیں اور نہ کوئی چیز آسمان یا زمین میں اس سے مخفی ہے تو وہ مرد کہنے لگا اے امیر المومنین کیا میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں، آپ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ تو نے اللہ کی قسم نہیں کھائی تاکہ تم تجھ پر قسم کی مخالفت کا کفارہ لازم قرار دیں تو اس کے غیر کی قسم کھائی ہے۔ (روحان صفات کا مالک نہیں)

اور اہل سیرت اور علماء غزالیین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص امیر المومنین کی خدمت میں آیا اور آپ سے کہنے لگا اے امیر المومنین مجھے اللہ کی خبر دیں کیا آپ نے اسے دیکھا ہے جب کہ اس کی عمارت کرتے ہیں تو امیر المومنین نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ اس کی عبادت کروں کہ جسے نہ دیکھا ہو تو وہ آپ سے کہنے لگا کہ کیسے آپ نے اسے دیکھا ہے جب اسے دیکھ ہے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ

”تجھ پر افسوس ہے اس کو آنکھوں کے مشاہدہ کے ساتھ نہیں دیکھا لیکن اسے دلوں نے حقائق ایمان کے ساتھ دیکھا ہے وہ دلیلوں کے ساتھ پہچانا گیا ہے علامتوں کے ذریعہ اس کی نعت و تہنیت کی جاتی ہے اس کا لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاتا اور جو اس کو حاصل نہیں کر سکتے۔“

پس وہ شخص یہ کہتے ہوئے واپس مڑا خدا بہتر جانتا ہے جہاں اپنی رسالت کو قرار دیتا ہے۔

اور حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ آپ نے آنکھوں سے دیکھنے کی نفی کی ہے۔

حسن بن الواحسن بصری نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا آپ کے جنگ مصفیٰؓ واپس آنے کے بعد اور اچھلے سے کہتے لگا کہ مجھے خبر دیجئے اس جنگ کے متعلق جو ہمارے اور اس قوم کے درمیان ہوئی ہے کیا یہ خدا کی قضاء و قدر سے ہوئی ہے تو امیر المومنین نے فرمایا کہ

”تم کسی ٹیلے پر نہیں پڑے اور نہ کسی داوی میں اترے ہو مگر یہ کہ اس میں خدا کی قضاء و قدر تھی۔“

تو وہ کہنے لگا پھر اللہ کے ہاں میں اپنی مسقت و سختی کو حساب کرتا ہوں تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کیوں، کہنے لگا جب قضاء و قدر ہی ہمیں اس عمل پر کھینچ کر لے گئے تو پھر طاعت پر ثواب اور نافرمانی پر ہمارے سے ایسے عتاب کی کوئی وجہ نہیں۔ تو امیر المومنین نے اس سے فرمایا کہ

لیکھا یہ گمان ہے اسے شخص کہ وہ جتنی قضاء اور لازمی قدر تھی یہ گمان نہ کر کہ چونکہ یہ تویتوں کی پوجا کرنے والوں شیطان کی جماعت اور رحمن کے دشمنوں اور اس امت کے قدری مذہب رکھنے والوں اور اس کے محوسیوں کا قول ہے بے شک خدا نے اختیاری طور پر حکم دیا تھا اور اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے منع کیا تھا اور تھوڑی سی تکلیف و قہر واری ڈالی تھی اور اس کی اطاعت جبراً و قہراً نہیں کی جاتی اور نہ اس کی نافرمانی اسے منکوب کر کے ہوتی ہے آسمان فرمیں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے اس نے باطل پیدا نہیں کیا :

ذٰلِكَ ظَنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۚ

یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جو کفر کرتے ہیں پس ویل و ہلاکت ہے جہنم کی آگ سے ان کے لیے جو کفر کریں ۔
تو پھر وہ کہنے لگا اے امیر المومنین کہ پھر وہ قضاء و قدر کون سی ہے جو آپؐ نے ذکر کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ

”اطاعت کا حکم دینا اور معصیت و نافرمانی سے منع کرنا اور اچھے کام کے کرنے اور گناہ کو چھوڑ دینے کی قدرت و تمکین دینا اور اس کے قرب حاصل کرنے کی اعانت کرنا اور اس کی مدد نہ کرنا جو اس کی نافرمانی کرے اور جنت و نعمات جنت کا وعدہ کرنا جہنم اور اس کے عذاب کی دھمکی دینا اور رغبت دینا اور ڈرانا، یہ سب کا سب ہمارے افعال میں اللہ کی قضاء اور ہمارے افعال کی قدر ہے پس باقی رہا اس کے علاوہ تو اس کا گمان ہی نہ کر کہ چونکہ ایسا گمان کرنا اعمال کو تباہ و برباد کر دیتا ہے“

تو وہ کہنے لگا امیر المومنین آپؐ نے میری مشکل کو حل کیا اے امیر المومنین خدا آپؐ سے مشکلات کو دور رکھے اور اس نے یہ اشعار انشاء کر کے کہے :

اَنْتَ الْاِمَامُ الَّذِيْ نَرْجُوْا بِطَاعَتِهِ
يَوْمَ الْمَلٰٓئِكِ مِنَ الرَّحْمٰنِ غَفْرًا
اَوْصَعْتَ مِنْ دِيْنِنَا مَا كَانَ مُدْتَبِئًا
جِزَاكَ رَبُّكَ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا
”آپؐ وہ امام ہیں کہ جن کی اطاعت کی وجہ سے ہم بازگشت کے دن خدا کے رحمن کی طرف سے بخشش کی امید رکھتے ہیں آپؐ نے ہمارے دین کی وہ باتیں واضح کیں کہ جو مشیت تھیں خدا آپؐ کو احسان کے بدلے احسان کی جزا دے“

فضیلت علم و علماء

۱۔ آپؐ کے کلام میں سے علماء کی درجہ لوگوں کی اصناف و اقسام اور علم و حکمت اور ان کے حصول کی فضیلت

کے بیان میں سے وہ ہے کہ جسے اہل نقل نے کبیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن مسجد میں امیر المؤمنین نے میرا ہاتھ پکڑا یہاں تک کہ مجھے وہاں سے نکال کر لے گئے پس جب آپ صحرا میں پہنچے تو ایک لمبی سناٹس لی اور فرمایا کہ

اے کبیل! یہ دل طرف ہی ان میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو ان باتوں کو محفوظ رکھو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں، لوگ تین قسم کے ہیں۔

(۱) عالم ربانی

(۲) علم حاصل کرنے والے جو نجات کے راستے پر ہیں۔

(۳) خفیہ و ذلیل و کینہ لوگ ہیں جو ہر چہچہنے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں، ہر ہوا کے ساتھ ٹیڑھے ہو جاتے ہیں انہوں نے علم کے نور سے روشنی حاصل نہیں کی اور نہ ہی کسی قابل و ثوق رکن دستوں کی پناہ لی ہے۔

اے کبیل! علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے جب کہ تو مال کی حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے کے کم اور علم خرچ کرنے پر بڑھتا ہے اے کبیل! علم کی محبت ایسا دین ہے کہ جسے اپنا یا جانا ہے اور زندگی میں اسی کے ذریعہ تکمیل اطاعت ہے اور مرتے کے بعد بہترین گفتگو ہے علم حاکم ہے اور مال پر کم لگایا جاتا ہے اے کبیل! ان کے خیرینہ دار مر جاتے ہیں جب کہ عالم زندہ ہوتا ہے ہیں علماء رہتی دنیا تک زندہ رہتے ہیں ان کے جسم تو مفقود ہو جاتے ہیں لیکن ان کی مثالیں اور تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں، ہائے افسوس یہاں بہت زیادہ علم ہے آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کاش مجھے اس کے حامل اور اٹھانے والے مل جاتے ہاں

کچھ تیز فہم مل تو جاتے ہیں لیکن ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا وہ آلاء دین کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور دورہ دلائل و براہین سے اس کے ادلیاء کے خلاف اور اس کی نعمتوں سے اس کی کتاب کے خلاف مدد لیتے ہیں یا ایسے ملتے ہیں جو حکمت و رانائی کی باتوں کے سامنے مطیع ہوتے ہیں لیکن باوجود ان کے خشوع و خضوع کے ان میں بصیرت نہیں ایسے شخص کے دل میں پہلے عارض ہوتے والے شبہ سے شک پڑ جاتا ہے یا دیکھو کہ یہ اور نہ وہ پس وہ لذتوں میں حریص ہے آسانی سے شہوات کی طرف کھینچ جاتا ہے اسے مال جمع کرنے اور اسے ذخیرہ کرنے سے محبت ہے یہ دونوں دین کے داعی اور اس کی طرف بلا تے

والے ہیں ان کی قریب ترین مشابہت ان جانوروں سے ہے جو جنگلی ہیں چرتے ہیں اس حاملین علم کی موت سے علم بھی ختم ہو جائے گا ہاں بے شک اسے خدا ز میں تیری مخلوق تیری حجت و فائدگی سے قائل ہیں رہ سکتی (و حجت) ظاہر و مشہور ہے اور یا مخالف و مجتہد ہے تاکہ اللہ کی جیتیں اور اس کی دلیلیں باطل فتنہ ہوں اور ایسے لوگ

کہاں ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے ان کی قدر و منزلت بہت عظیم ہے ان کے ذریعہ خدا اپنی چھتوں کی

حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ان جھٹوں کو اپنے جیسوں کے سپرد کرتے ہیں اور اپنے سے شبابہت رکھنے والوں کے دلوں میں ان کی زراعت کرتے ہیں انہیں علم گھسیٹ کے لے جاتے ہے حقائق ایمان کی طرف پس وہ روج یقین کو تو یہ سمجھتے ہیں اور وہ آسان سمجھتے ہیں ان چیزوں کو جنہیں ناز و نعم میں پہلنے والے سخت محسوس کرتے ہیں اور وہ ان چیزوں سے انس پکڑتے ہیں جن سے جاہل و وحشت کرتے ہیں وہ دنیا میں بدنوں کے ساتھ رہتے ہیں جب کہ ان کی رو میں محل اعلیٰ سے متعلق ہیں یہ لوگ اللہ کے خلیفے اور اس کی زمین میں اس کے جانشین ہیں اور یہ اس کے دین کی طرف بلائے والے ہیں اور اس کے بندوں پر اس کی جحیں ہیں پھر دوبارہ آپ نے ایک طویل سانس لی اور فرمایا۔

”ہائے ہائے کتنا شوق ہے مجھے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا اور آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے بکھینچ لیا اور مجھ کو فرمایا پس چلو تو واپس چلے جاؤ“

۴۔ آپ کا کلام اللہ کی معرفت کی طرف بلائے میں اور اس کی فضیلت کا بیان اور علماء کی صفت اور اس کے بارے میں کہ علم حاصل کرتے والے کو کیسا ہونا چاہئے وہ ہے جسے علماء اخبارتے آپ کے ایک خطبہ میں روایت کیا ہے جس کے ابتدائی حصہ کو ہم چھوڑ رہے ہیں آپ کے اس ارشاد تک حمد و تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے گمراہی میں پھری کی اور اندھے پن میں بصیرت بخشی اسلام کے فریضہ ہم پر احسان کیا ہم میں نبوت کو قرار دیا ہمیں نجیب و شریف بنایا ہمارے بزرگ انبیاء کے بزرگ قرار دیئے اور ہمیں بہترین امت قرار دیا جو لوگوں کے لیے پیش کی گئی ہم نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی کو ولی و حاکم بناتے ہیں پس ہم اللہ کے شہید و گواہ ہیں اور رسول ہمارے شہید و گواہ ہیں جس کے حق میں ہم شفاعت کریں گے تو ہماری شفاعت قبول ہوگی اور ہم جس کے لیے دعا کرتے ہیں تو ہماری دعا قبول ہوتی ہے اور وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے ہمیں خدا نے مخلص پایا پس ہم اس کے علاوہ کسی کو ولی کہہ کر نہیں پکارتے اے لوگو! ایک دوسرے کا نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور حق سے بچاؤ کرنے میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو! بے شک اللہ سخت عذاب والہ ہے اے لوگو! میں تمہارا بے نیکی کا چچا زاد بھائی ہوں اور اللہ اس کے رسول سے تم تمہارے مقابلے میں اولویت رکھتا ہوں پس مجھ سے سوال کرو پھر مجھ سے سوال کرو پس گوہر باکم علم کو دیکھ رہے ہو کہ وہ ختم ہو رہا ہے اور کوئی عالم نہیں مرنے لگا کہ یہ کہ اس کا کچھ علم ختم ہو جاتا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ علماء زمین میں اسی طرح ہیں کہ جس طرح چودھویں کا چاند آسمان پر کہ جس کا نور تمام ستاروں پر روشنی کیے ہوئے ہوتا ہے جتنا تمہارے جی میں آئے علم حاصل کرو اور اسے چار عادتوں کے لیے حاصل کرنے سے بچو۔

(۱) علماء سے فخر و مبالات کرو

(۲) بیوقوف لوگوں سے ملو جھگرو۔

(۱۰) مجالس میں اس سے خود نمائی کرو

(۴) یا اس کے ذریعہ لوگوں کے چہرے اپنی طرف ان پر ریاست اور حکومت کرنے کے لیے موزوں۔

اللہ کے ہاں سزا میں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر نہیں ہیں اللہ ہمیں اور تمہیں نفع دے اس سے جو ہم نے علم حاصل کیا ہے اور اسے خالص اپنی رضا کے لیے قرار دے! بے شک وہی سننے اور قبول کرنے والا ہے۔
۳۔ آپ کا کلام عالم کی صفت اور طالب علم کے ادب کے سلسلہ میں حارث اعور نے روایت کی ہے کہ میں نے جناب امیر المومنین کو کہتے ہوئے سنا کہ

عالم کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے زیادہ موالات نہ کیے جائیں اور اس کو جواب دینے میں شدت و سختی نہ کی جائے جب وہ تھکا ہوا ہو تو اس پر اصرار نہ کیا جائے اور جب وہ کھڑا ہو تو اس کا کپڑا نہ پکڑ لیا جائے اور کسی حاجت و ضرورت کے وقت اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کیا جائے اور اس کے کسی راز کو فاش نہ کیا جائے اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے جیسے اس نے حکم خدا کی حفاظت کی اور متعلم ہمیشہ عالم کے سامنے موزن بیٹھے اور اس کی طویل گفتگو سے روگردانی نہ کی جائے اور جب عالم کے پاس طالب علم آئے یا کوئی دوسرا آدمی اور وہ اس عالم کو کسی جماعت یا گروہ میں پائے تو ان لوگوں کو عالم سلام کرے اور عالم کو تحیہ سلام کے ساتھ مخصوص کرے اور اس کی موجودگی اور غیر حاضری میں اس کی حفاظت کرے اور اس کے حق کو پہچانے کیونکہ عالم کا ہر اس روزہ دار سے جو رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرے اور راہ خدا میں جہاد کرے کہیں زیادہ اور عظیم ہے اور جس وقت ایک عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخصت پیدا ہو جاتا ہے کہ جسے کوئی پڑ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کسی صحیح جانتین کے اور طالب علم کے لیے ملائکہ استغفار کرتے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کے لیے دعا کرتا ہے۔

۴۔ آپ کا کلام اہل بدعت اور اس کے متعلق جو دین میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور اپنی گفتگو میں اہل حق کے طریقے کی مخالفت کرے کہ جسے عام و خاصہ کے قابل و ثوق اہل نقل نے روایت کیا ہے۔

ایسے کلام میں کہ جس کی ابتدا ہے حمد و تعریف اللہ کے لیے اور درود و سلام اس کے نبی پر آیا بعد میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کا کفیل و قاضی ہوں۔

تحقیقی تقویٰ سے کسی قوم کی کھیتی خشک نہیں ہوتی اس کی جڑ پیاسی نہیں رہتی پوری خیر و خوبی اس میں ہے کہ جو اپنی قدر و منزلت کو جانتا ہو اور انسان کی جہالت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے اللہ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے زیادہ منحوس وہ شخص ہے کہ

بے خدا اس کے نفس کے سپرد کرے جو میا نہ روی سے ہٹا ہوا ہو جو بدعت کے کلام کا دلدادہ ہو کہ جس میں نماز اور روزے کی فریفتگی نہ ہو پس وہ فتنہ ہے اس کے لیے جو اس میں داخل ہو جائے وہ گمراہ ہے ان کی ہدایت سے جو اس سے پہلے تھے جو اس کی اقتدا کرے اسے گمراہ کرتا ہے دوسروں کے گناہ اٹھائے پھرتا ہے اور اپنے گناہ کا رھین ہے اس نے جہالت کی کچھ باتیں جمع کر رکھی ہیں اندھے جاہلوں ہیں وہ فتنہ کی تاریکی میں غافل ہے ہدایت سے بے بہرہ ہے اس کو لوگوں کے ہمشکلوں نے عالم کا نام دے رکھا ہے حالانکہ وہ ایک دن بھی علم میں مستغنی نہیں کر سکتا۔

جب صبح سویرے اٹھتا ہے تو بہت سی ایسی چیزیں جمع کر لیتا ہے کہ جن میں سے کم بہتر میں زیادہ سے یہاں تک کہ جب گھر لے پانی سے پیٹے بھر لیتا ہے اور غیر مفید چیزیں زیادہ جمع کر لیتا ہے تو وہ لوگوں کے لیے قاضی بن بیٹھتا ہے اور ضمانت دیتا ہے اس کے واضح کرنے کی جو اس کے غیر موافقت ہے اگر وہ مخالفت کرے ان کی جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں تو وہ مامون نہیں کہ اس کے بعد آنے والے اس کے علم کو توڑ دیں جس طرح اس نے ان سے کیلہ ہے جو اس سے پہلے گزرے ہیں اور اگر کوئی مبہم مسئلہ اس پر نازل ہو تو اس کے لیے اپنی رائے میں سے زیادہ بے فائدہ باتیں کرتا ہے پھر اس کا تسنن کر لیتا ہے تو وہ شبہات میں مگڑی کے جانے کی طرح ہے اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے درست کہا یا خطا کی اور وہ جہاں پہنچا ہے اس کے علاوہ بھی کوئی اور راستہ یا تدبیر ہے اگر وہ ایک چیز پر دوسری کا قیاس کرے تو وہ اپنی رائے کی تکذیب نہیں کرتا اور اگر کوئی معاملہ اس پر تاریک ہو جائے تو اسے چھپاتا ہے چونکہ اپنے نفس کی جہالت نقص اور ضرورت کو جانتا ہے تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ وہ نہیں جانتا علم کے بغیر اقدام کرتا ہے وہ تاریکیوں میں گھسنے والا، شبہات پر سوار ہوتا اور جہالتوں میں مجنوں الحواس پھرتا ہے جن چیزوں کو نہیں جانتا ان سے معذرت نہیں کرتا اور اس نے علم کے حصول میں اپنی کاٹتے والی دائرہ کو نہیں کاٹا (یعنی پوری محنت سے علم حاصل نہیں کیا) تاکہ اسے فائدہ ہوتا روایات کو اس طرح اڑاتا ہے جس طرح ہوا بھوسے کو اڑا لے جاتی باقی ہے اس سے میراث گریہ کرتے اور خون چیخ دیکھا کر لیا کرتے ہیں اور اس کے فیصلہ سے حرام شرمگاہ حلال سمجھی جاتی ہے اور حلال حرام ہو جاتا ہے جو جی میں آئے اس کے صادر کرتے سے نہیں بچتا اور جو اس سے کوتاہی ہو جائے اس پر پشیمان نہیں ہوتا، اسے لوگوں کو تم پروا جب ہے اطاعت کرنا اور اس چیز کا پہچانا کہ جس کی جہالت کی وجہ سے تم معذور نہیں سمجھے جاؤ گے کیونکہ وہ علم کہ جسے جناب آدم علیہ السلام نے کلام سے اور تمام وہ علوم کہ جن سے انبیاء کو تمہارے نبی تک فیصلت دی گئی ہے (جو کہ تمام انبیاء پر)

وہ تمہارے نبی محمد کی عمرت میں موجود ہے پس کہاں تمہیں سرگرواں پھیرایا جا رہا ہے بلکہ تم کہاں جا رہے ہو وہ کہ جنہیں کشتی والوں کی پشت سے منتقل کیا گیا یہ عمرت رسولؐ اس رکنی کی طرح ہیں، تم میں ہیں جس طرح نجات حاصل کی اس کشتی توڑ میں جس نے نجات حاصل کی۔ پس اسی طرح نجات پائے گا جو اس پر سوار ہوا میں اس کا قصاں ہوں اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور دلیل و ہلاکت ہے کہ جو تحلف کرے اور پیچھے ہٹے پھر ہلاکت ہے اس کے لیے جو پیچھے ہٹے کیا تمہیں وہ خبر نہیں پہنچی ہو تمہارا نجات ان کے بارے میں کہی تھی جہاں انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ۔

بے شک میں تم میں دوزخی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمک رکھا تو ہرگز میرے میرے بعد گمراہ نہیں ہونگے اللہ کی کتاب اور میری عمرت جو میرے اہلبیت ہیں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گی تو غور و فکر کر لو کہ تم ان سے میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو خبردار یہ بیٹھا پانی ہے اسے پی لو اور یہ نمکین اور گدلا پانی ہے اس سے دور رہو۔

مذمت دنیا اور تقویٰ

۱۔ امیر المومنین کا دنیا کی توصیف اور اس سے ڈرانے کے بارے میں ارشاد

بعد حمد و ثنا کے۔ دنیا سانپ کی مانند ہے جس کا چھو تا نرم اور ڈسنا سخت ہے۔ لہذا دنیا سے جو بھلا معلوم ہو اس سے بچو کیونکہ دنیا بہت تھوڑا سا تھوڑا سا تھوڑا سا ہے۔ دنیا میں تیری بہتر جگہ بہت ہی ہو کہ تو اس سے زیادہ خوف زدہ رہے۔

کیونکہ صاحب دنیا جب بھی اس کے کسی سرور و خوشی سے مطمئن ہوا تو خدا نے اسے اس سے مکروہ واپس لینے کی

طرف نکال دیا والسلام

۲۔ حضرت کا کلام آخرت کے لیے زاد راہ تیار کرنے اللہ کی ملاقات کی تیاری اور لوگوں کو عمل صالح کی وصیت کرنے کے بارے میں کہ جسے علماء اخبار نے روایت کیا ہے اور اصحاب سیر و آثار نے نقل کیا ہے کہ حضرت المومنین ہر رات جب کہ لوگ سونے کے لیے اپنے بیٹنے کی جگہ پر جاتے تو بلند آواز سے پکارتے کہ جسے اہل مسجد اور اس کے پڑوس میں رہتے والے سنتے تھے کہ

زاد راہ تیار کرو خدا تم پر رحم کرے تم میں کو بچ کی منادی کرادی گئی ہے اور دنیا میں قیام کو کم کر دیتا ہے

ساتھ جو زادراہ میں سے اچھا اور بہتر ہے اسے منتقل کرو کیونکہ تمہارے آگے ایک سخت گھاٹی اور ہونا ک منزلیں ہیں جن سے ضرور گزرنا اور ان پر ٹھہرنا ہے پس یا تو رحمت خدا سے ان کی سختی سے نجات پالو گے اور بلا موت سے کہ جس کے بعد اس کا جبران اور اس کی کا پرہیز نہیں ہے افسوس ہے صاحب عقلیت کے لیے یہ کہ جس کی زندگی اس کے خلاف جھٹ ہو اور اس کے دن اسے اس کی بد بختی تک پہنچا دیں ہیں اور تمہیں خدا ان میں سے قرار دے جہیں نعمت و نیک نیت تباد دے اور جہیں موت کے بعد عذاب نہ ہو کیونکہ ہم تو اس کے ساتھ اور اسی کے لیے ہیں اور خیر و خوبی اسی کے ہاتھ اور قدرت میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۔ حضرت کا کلام ہے دنیا سے پرہیز کرنے اور اعمال آخرت کی طرف رغبت دلانے میں۔
اے فرزند آدم! تیرا غم اس دن کے لیے نہیں ہوتا چاہے کہ اگر وہ تجھ سے قوت ہو جائے تو وہ تیری مدت و حیات میں داخل نہ ہو کیونکہ اگر تجھے کوئی دن غم و غم میں مبتلا کرے تو جس میں حاضر ہو خدا اس میں تیرا رزق لے کر آئے گا اور جان لے کہ تو ہرگز کسب نہیں کرنا کسی چیز کو جو تیری قوت و روزی سے اوپر ہے مگر یہ کہ تو اس میں اپنے خیر کا خزانچہ ہے تو اس سے اپنے آپ کو زیادہ تھکا تا ہے تیرا وارث اس سے لذت و حظ اٹھائے گا جس سے قیامت کے دن تیرا حساب طویل ہو گا پس اپنے مال سے سعادت حاصل کر اپنی زندگی میں اور اپنے قیامت کے دن کے لیے زادراہ اپنے آگے بھیج دے کیونکہ سفر دور دراز کا ہے اور وعدہ گاہ قیامت ہے اور منزل جنت یا جہنم ہے۔

۴۔ اسی کی مثل حضرت کا کلام جو علماء کے درمیان مشہور اور جسے صاحبان فہم اور حکماء نے محفوظ کر رکھا ہے۔
ابا بعد اے لوگو! پس تحقیق دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور اس نے رخصت ہونے کی اطلاع دے دی آخرت آگے بڑھ رہی ہے اور وہ پہنچنے والی ہے یاد رکھو کہ آج کا دن تیاری کا ہے اور کل مقابلہ ہو گا انعام میں جنت اور عاقبت و انتہا جہنم کی آگ ہے تم مہلت کے دنوں میں ہو کہ جن کے پیچھے کل موت ہے یہ جلدی ابھار اور اکسار ہی ہے جو اپنے عمل کو خدا کے لیے غافل کر لے اس کو اس کی امید ضرر نہیں پہنچاتی اور جسے عمل مہلت کے دنوں میں تاخیر میں ڈال دے اس کی اجل کے آجانے سے پہلے تو اس کا عمل خسار ہے میں ہے اور اس کی امید بھی اس کے لیے ضرر ہو گی پس عمل کو رخصت نہیں اگر تم پر مرغوب چیز نازل ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے ساتھ خوف کو بھی ملا لو اور اگر تم پر ڈرانے والی کوئی چیز نازل ہو تو اللہ کو یاد کرو اور اس کے ساتھ رعبت کو بھی اکٹھا کر لو پس اللہ نے اچھے کام کرنے والوں کو نیک سلوک کرنے کی اور جو شکر ادا کرے اسے زیادتی کی اطلاع دی ہے اور کوئی کسب و کمائی اس دن کے لیے کسب کرنے سے بہتر نہیں کہ جس میں ذخیرے جمع کئے جائیں گے اور بڑے گناہوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور اندرونی حالات کا جائزہ لیا جائے گا اور ۳۔

نے نہیں دیکھا مثل جنت کے کسی چیز کو کہ جس کا طلب گار سویا ہوا ہوا درخت مثل جہنم کی آگ کے کہ جس سے بجائے والا سو رہا ہو تجر دار یاد رکھو جسے یقین فائدہ دے اسے شک ضرر پہنچاتا ہے اور جسے موجود عقل درائے نفع نہ پہنچائے تو قائب عقل درائے تو زیادہ عاجز ہے یاد رکھو کہ تمہیں کوچ کرنے کا حکم دے دیا گیا اور زار دراہ کی رہبری کو دی گئی ہے یہ شک جن چیزوں کا مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ خوف اور ڈر ہے وہ دو ہیں خواہشات کی پیروی کرنا اور لمبی امیدیں رکھنا خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے یاد رکھو کہ دنیا پشت پھیر کر کوچ کر رہی اور اور آخرت کوچ کر کے آگے بڑھ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے فرزند اور بیٹے ہیں پس اگر ہو سکے تو آخرت کے ہی بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو کیونکہ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہو گا عمل نہیں ہو گا۔

۵۔ حضرت کا کلام ہے اچھے اور زائد و پرہیزگار اصحاب کے ذکر میں کہ جسے مصحف بن صوحان عجمی نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین نے ہمیں تازہ پٹھائی اور حب سلام پڑھ چکے تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کر کے خدا کا ذکر کرنے لگے اور دائیں بائیں ملققت تھیں ہوتے تھے یہاں تک کہ سورج مسجد کوفہ کی دیوار پر نیزہ برابریں ہو گیا پھر آپؐ نے اپنا رخ اور ہماری طرف کیا اور فرمایا،

میں نے اپنے خلیل و محبوب رسول اللہؐ کے زمانہ میں ایک قوم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی پیشانیوں اور گھٹنوں کے درمیان رات بسر کرتے تھے جب وہ صبح کرتے تو ان کے بال پریشان اور بدن خراب آلود ہوتے ان کی آنکھوں کے درمیان کی جگہ بکری کے گھٹنوں کی طرح ہوتی جب ان کے سامنے موت کا ذکر آتا تو اس طرح پیچ و تاب کھاتے جس طرح سخت ہوا سے درخت ہلتے ہیں پھر ان کی آنکھیں بند ہوتی تھیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔ آپؐ یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ قوم نے غفلت میں رات گزاری۔

علامت شیعہ

آپؐ کا کلام ہے اپنے مخلص شیعوں کے بارے میں جسے ناقیلین آثار نے روایت کیا ہے کہ ایک رات آپؐ مسجد سے نکلے چاندنی رات تھی آپؐ کی طرف گئے مقام جبانہ کی طرف گئے تو آپؐ سے ایک گروہ بلا ہوا آپؐ کو تلاش کر رہا تھا آپؐ رک گئے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ہم آپؐ کے شیعہ ہیں پس آپؐ نے فوراً سے ان کے چہروں کی طرف دیکھا اور فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم میں شیعوں کی علامات نہیں دیکھتا انہوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! شیعوں کی علامات کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ

رات کو بیدار ہونے کی وجہ سے ان کے چہرے زرد ہوتے ہیں خوف خدا سے گریہ کی وجہ سے ان کی

آنکھوں کی بنیائی کمزور عبادت میں کھڑے رہنے کی وجہ سے ان کی پشت ٹیر چکی اور ترے رکھ رکھ کر ان کے پیٹ خالی اور دعا کے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر خشوع و خضوع کرنے والوں کا غبار ہوتا ہے حضرت کا کلام اور مواظبات اور موت کا تذکرہ کرنا بھی کثرت سے نقل کیا گیا ہے آپ کا ایک ارشاد ہے کہ موت تیز رفتار طلب کار ہے اور ایسا مطلوب ہے کہ تمہارا اسے عاجز نہیں کر سکتا اور بھاگنے والا اس سے بچ نہیں سکتا پس آگے بڑھو اور پیچھے نہ ہٹو کیونکہ موت سے کوئی چارہ نہیں اور اگر تم قتل نہ کیے جاؤ تب بھی مر جاؤ گے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے بستر پر جاتے سے ہزار ضرب تلوار کی زیادہ آسان ہے۔

اور اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ

اے لوگو! تم ہدف اور نشانہ ہو موت اپنے تیر بار رہی ہے اور تمہارے مال مصائب کی لورٹ مار رہی جو کچھ تم دنیا میں کھاتے ہو اس میں سے تمہارے گلے میں پھنس جاتا اور جو کچھ تم پیتے ہو اس سے تمہیں اچھو آجاتا ہے اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی نعمت تمہیں حاصل نہیں ہوتی جب تک ایک دوسری نعمت تم سے جدا نہ ہو کہ جس کی جدائی تمہیں پسند نہیں ہوتی، اے لوگو! ہم اور تم بقاؤ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ فنا کے لیے لیکن تمہیں ایک گھر سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا ہے تو زور اور تیار کرو اس گھر کے لیے کہ جس کی طرف تمہیں جانا ہے اور جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے والسلام

سلسلہ بیعت اور خطبات علیؑ

خطبہ نمبر ۱

آپ کا کلام ہے اپنی طرف بلائے، اپنی فضیلت کی رہنمائی کرتے اپنے حق کو واضح کرنے آپ پر ظلم کرنے والے کی تعریف اس کی کمزوریوں کو بیان کرتے اس کی طرف اشارہ کرنے اور اس پر تنبیہ کرنے کے سلسلہ میں کہ جسے خاصہ اور علامت روایت کیا ہے اس کو ابو سعید خدریؓ اور اس کے علاوہ ان لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جنہیں شیعوں کے فضائل روایت میں متہم نہیں جانتے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے اس خطبہ کی ابتدا میں فرمایا جو لوگوں کے آپ کی بیعت کرنے کے اور خلافت کے بعد دیا اور یہ عثمان بن عفان کے قتل ہو جانے کے بعد کا واقعہ ہے۔

اما بعد کوئی شخص اپنی ذات کے علاوہ کسی پر مہربانی و شفقت نہ کرے وہ شخص مشغول ہے کہ جنت و جہنم جس کے سامنے ہو ایک کو شش کرنے والا اور عید و جہد کرتے والا ہے اور دوسرا طلب کار جو امید رکھتا ہے اور میرا کوتاہی کرنے والا جو جہنم میں جا کرے گا یہ ہوئے دو دیگر ایک فرشتہ ہے جو اپنے پردوں سے اڑتا ہے اور ایک نبی

ہے کہ خدا جس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور چھٹا شخص نہیں ہے ہلاک ہوا جو تاقی دعویٰ کرے اور بر باد ہوا جو دخل دے دائیں بائیں گمراہی ہے اور درمیانی راستہ وہ ہے جس پر کتاب و سنت کا یقینہ (گواہ) اور آثارِ نبوت ہیں خداوند عالم نے اس امت کا علاج دو دو اؤں سے کیا ہے کوڑا اور تلوار ان دونوں میں ایم کے پاس کوئی نرمی نہیں پس اپنے گمروں میں پھنس چکے جاؤ اور آپس میں صلح و صفائی سے رہو اور توہمتہا رے پیچھے ہے جو حق کے سامنے اپنا خسارہ ظاہر کرے وہ ہلاک ہوا کچھ ایسے امور تھے کہ جن میں تم میرے نزدیک معذور نہیں ہو یا درکھو اگر میں کہتا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں خدا نے محاف فرمائے جو گندہ چکا، دو شخص پہلے گندہ گئے اور تیسرا اکھڑا ہوا مثل کوڑے کے کہ جس کا مقصد اپنا پیٹ ہوتا ہے وہ ہلاک ہوا اگر اس کے پر تو بیچ لیے جائیں اور اس کا سر کاٹ دیا جائے تو اس کے لیے بہتر ہے خود و فکر کرو پس اگر تمہیں اجنبی لگے تو انکار کرو اور اگر پہچان لو تو جلدی کرو تاقی و باطل اور ہر ایک کے اہل ہیں اور اگر باطل کی امارت ہو گئی ہے تو ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے اور اگر تاقی کم ہے تو وہ کبھی کبھار اور شاید ہوتا ہے اور کم ہے کہ کوئی خیر لیشٹ پھیرنے کے بعد پھر آگے بڑھے اور اگر تمہارے نفس تمہاری طرف پلٹ آئیں تو جو تم سعادۂ مند ہو اور تجھے خوف ہے کہ تم پر غفلت طاری ہو دیکھو دیکھو کہ میدان کا زمانہ ہوتا ہے جسے فترۃ کہتے ہیں اور مجھ پر کوشش کے علاوہ کچھ نہیں آیا درکھو کہ میری عمرت کے نیک وابرار لوگ، اور میری اصل اور خاندان کے پاکیزہ نفوس بچپن کی حالت میں بھی سب لوگوں سے زیادہ علم اور دیار ہیں اور بڑے ہونے کی حالت میں سب سے زیادہ عالم ہیں یا درکھو کہ ہم اہل بیت ایسے ہیں کہ ہمارا علم خدا کے علم سے ہے اور اللہ کے علم کے ساتھ ہم علم کرتے ہیں اور رسول اللہ صاوق کے قول کو ہم نے یلہ ہے پس اگر تم ہمارے آثار کی پیروی کرو تو ہماری بصیرتوں کے ساتھ ہدایت حاصل کرو گے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہمارے ہاتھوں خدا تمہیں ہلاک کرے گا ہمارے ساتھ تاقی کا جھنڈا ہے جو اس کے پیچھے چلے وہ ملحق ہو جائے گا اور جو اس سے الگ ہو اوہ غرق ہوا یا درکھو ہمارے ذریعہ ہر مومن کا انتقام لیا جاسکتا ہے اور ہمارے صدقہ میں دولت کی رسیاں تمہاری گردنوں سے اتاری جاسکتی ہیں اور ہمارے ساتھ خدا نے ابتداء کی ذکر تمہارے ساتھ اور ہمارے ساتھ ختم کرے گا تمہارے ساتھ۔

خطبہ نمبر ۲

۲- حضرت کا اپنے نفس اور اپنی عمرت کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں مختصر کلام۔

خداوند عالم نے محمد کو نبوت کے ساتھ مخصوص کیا رسالت کے لیے چنا اور وحی کے ذریعہ خبر دی پس انہوں نے لوگوں کو بھلائی پہنچائی اور ان پر بخشش کی اور ہم اہل بیت علم کے بلند پہاڑ، حکمتوں کے دروازے اور امر و حکم کی روشنی ہیں پس جو ہم سے محبت رکھے اس کو اس کا ایمان قائمہ دے گا اور اس کا عمل قبول ہو

گا اور جو ہم سے محبت نہ کرے نہ اس کا ایمان اسے فائدہ دے گا اور نہ اس کا عمل قبول ہوگا اگرچہ

خطبہ نمبر ۳۴

وہ رات دن کھڑے ہو کر عبادت کرے یا روزے رکھ کر کوشش کرے اور خود کو تھکا دے۔

۳۔ اسی سلسلہ میں وہ روایت ہے جسے عبدالرحمن بن جندب نے اپنے یا پ جندب بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کی بارگاہیں دینہ میں حاضر ہوا بعد اس کے کہ لوگ عثمان کی بیعت کر چکے تھے پس میں نے آپ کو اس طرح پایا کہ خاموشی سے زمین کی طرف دیکھ رہے تھے اور حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے تھے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے اچھا فیصلہ نہیں کیا تو آپ نے فرمایا صبر جمیل ہے تو میں نے آپ سے کہا کہ سبحان اللہ آپ خدا کی قسم آپ بہت زیادہ صابر ہیں تو آپ نے پھر فرمایا کہ پھر میں کیا کروں میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم میں کھڑے ہو جائیں اور انہیں اپنی ذات کی طرف دعوت دیں انہیں خبر دیں اور بتائیں کہ آپ نبی کریم کے ساتھ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور اپنی فضیلت اور سبقت اسلامی و ایمانی کی وجہ سے بھی زیادہ لائق خلافت ہیں اور ان سے مدد طلب کریں ان کے خلاف کہ جنہوں نے آپ کو زہر چکھا ہے اور آپ کے خلاف الٹ پھیر کر ہے تو اگر دس فیصد نے آپ کی بات قبول کر لی تو آپ دس کے ساتھ تلوار پر حملہ کیجئے پھر اگر وہ آپ کے مطیع ہو گئے تو یہ وہ چیز ہے کہ جسے آپ چاہتے ہیں اور اگر انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کر سں پھر اگر آپ ان پر غالب آ گئے تو وہ اللہ کی سلطنت ہے جو اس نے اپنے نبی کو دی تھی اور آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر آپ مارے گئے تو آپ شہید ہوں گے اور

آپ اللہ کے سامنے زیادہ معذور ہوں گے اور آپ رسول اللہ کے میراث کے زیادہ حقدار ہیں آپ نے فرمایا کہ اے جندب اکیلا تو سمجھتا ہے کہ دس فیصد میری بیعت کر لیں گے میں نے عرض کی میں تو امید رکھتا ہوں

فرمایا لیکن مجھے تو وہ فیصد کی امید نہیں میں تجھے بتاتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے کہ نہ تو لوگ قریش کی طرف دیکھتے ہیں اور قریش یہ کہتے ہیں کہ آل محمد کی رائے یہ ہے کہ انہیں تمام لوگوں پر فضیلت ہے اور وہ صاحبان

امر ہیں نہ کہ قریش اور اگر اس کو والی امر بتایا تو آل محمد سے یہ حکومت نکل کر کبھی کسی کو نہیں ملے گی اور جب ان کے غیر میں ہوگی تو پھر آپس میں منتقل کرتے رہنا نہیں خدا کی قسم قریش یہ سلطنت رضا و خوشی سے ہمارے

پیر و کبھی بھی نہیں کریں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں واپس جا کر آپ کی گفتگو لوگوں تک پہنچاؤں اور انہیں آپ کی طرف دعوت دوں تو آپ نے فرمایا کہ

اے جندب! یہ اس کا وقت نہیں، راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں عراق واپس آ گیا تو جب بھی میں آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے حقوق کا کچھ تذکرہ بھی لوگوں سے کرتا تو وہ مجھے جھڑک دیتے

اور مجھے ڈانٹ دیتے یہاں تک کہ میری یہ باتیں ولید بن عقیہ کو پہنچائی جس زمانہ میں وہ ہمارا حاکم اور گورنر تھا

اس نے میری طرف کسی کو بھیجا اور مجھے قید کر دیا یہاں تک کہ پھر سفارش کی گئی اور اس نے مجھے چھوڑ دیا

خطبہ نمبر ۴

اور آپ کا کلام ہے جب کہ آپ کی بیعت سے متخلف کیا عبداللہ بن عمر بن خطابؓ، سعد بن ابوقحاصؓ، محمد بن مسلمہؓ، حسان بن ثابتؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے کہ جسے شیعہ نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب الگ ہو گیا سعد اور ہم نے جن لوگوں کے نام گئے ہیں امیر المؤمنینؓ سے اور آپ کی بیعت سے انہوں نے توقف کیا تو آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے میری بیعت کی جس طرح مجھ سے پہلے لوگوں کی بیعت کی گئی اور لوگوں کو اختیار تو ہوتا ہے لیکن بیعت کر لیں تو پھر ان کو کوئی اختیار نہیں اور انام پر استقامت اور رعیت پر تسلیم کرنا لازم ہے اور یہ تو عمومی بیعت تھی یعنی سب لوگوں نے رضا و رغبت کی تھی اب جو اس سے اعراض کرے اس نے دین اسلام سے اعراض کیا اور اہل اسلام کے غیر کے راستہ کی اتباع کی اور تمہارا میری بیعت کرنا ایک بغیر سوچے کچھے نہیں تھا اور میرا تمہارا معاملہ ایک جیسا نہیں میں تو تمہیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے نفسوں کے لیے چاہتے ہو خدا کی قسم میں دشمن کے لیے بھی خلوص برتوں گا اور مظلوم کے لیے انصاف کروں گا اور مجھے سعد بن مسلمہؓ، اسامہؓ، عبداللہؓ اور حسان بن ثابتؓ کے بارے چیزیں پہنچی ہیں جنہیں میں ناپسند کرتا ہوں اور حق میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔

خطبہ نمبر ۵

آپؐ کا کلام ہے جب کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے آپؐ کی بیعت توڑ دی اور وہ مکہ کی طرف عائشہؓ سے ملنے گئے تاکہ آپؐ کے خلاف لشکر جمع کریں کہ تو علامہؒ نے آپؐ کا یہ کلام محفوظ رکھا ہے آپؐ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اب بعد بے شک اللہ تعالیٰ نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لیے بھیجا اور انہیں عالمین کے لیے رحمت قرار دیا آپؐ نے کلمہ کھلا بیان کیا اس کو جس کا آپؐ کو امر و حکم ہوا اور اپنے پروردگار کے پنیامات پہنچائے آپؐ کے ذریعہ جمع کیا انہیں جہنم اقتراق تھا اور ملا دیا انہیں جن میں علیؓ کی تھی اور آپؐ کی وجہ سے راستے مامون ہو گئے اور خون محفوظ ہو گئے اور آپؐ کی وجہ سے الفت پیدا کر دی صاحبان کینہ و عداوت اور سینہ میں حسد اور دلوں میں راسخ کینوں والے لوگوں میں پھر انہیں اپنی طرف بلایا آپؐ لائق تعریف ہیں

اور آپ نے کوتاہی نہیں کی اس غایت سے جس تک پیغام پہنچاتا تھا اور نہ ہی چیز کی تبلیغ کی کہ جس میں مقصد اس سے کوتاہی کرتا تھا اور آپ کے بعد حکومت و مارت کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا پس الویکر حاکم ہوا اس کے بعد عمر اور پھر عثمان والی ہوا تو جب اس کا معاملہ وہاں پہنچا جسے تم جانتے ہو تو تم نمبر ۳۵ پاس آکر کہا کہ ہم سے بیعت لو میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کرتا اور تم نے کہا کہ ہاں ایسا کرو میں نے کہا کہ تمہیں اور میں نے اپنا ہاتھ بند رکھا تو تم نے اسے کھولا میں نے اپنا ہاتھ پھڑوانا چاہا تو تم نے اسے اپنی طرف کھینچا تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پیاسے اونٹ اپنے حوضوں پر پانی پینے کے دن ہجوم کرتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا تم میں سے بعض دوسروں کو میرے پاس قتل کرنا چاہتا ہے پس میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور تم نے اپنے اختیار سے میری بیعت کر لی اور تم میں سے سب سے پہلے طلحہ و زبیر نے رضاء و رغبت سے بیعت کی نہ کہ مجبوراً پھر کچھ دیر نہ ٹھہرے کہ مجھ سے اجازت عمرہ کرنے کی لی حالانکہ خدا جانتا ہے کہ دھوکہ دینا چاہتے تھے پس میں نے ان سے نئے سرے سے اطاعت کا عہد لیا کہ وہ اُمت کے لیے ہلاکتوں کے سامان جیسا نہیں کریں گے پس ان دونوں نے مجھ سے عہد کیا پھر انہوں نے مجھ سے اس عہد کی وفا نہیں کی اور میری بیعت توڑ دی اور مجھ سے نقض عہد کیا پس تعجب ہے ان دونوں کے لیے کہ انہوں نے الویکر اور عمر کی اطاعت تو قبول کر لی اور ان کے سامنے قربان و ذاب سے اور میرے مخالف ہو گئے حالانکہ میں ان دونوں سے کم نہیں ہوں اور اگر میں کہنا چاہوں تو کہوں خدا یا تو ان پر حکم جاری کر اس میں جو انہوں نے میرے حق میں کیا اور میرے معاملہ کو متولی سمجھا اور مجھے ان پر کامیابی دے۔

خطبہ نمبر ۶

پھر آپ نے ایک اور مقام پر گفتگو کی جو اسی معنی میں محفوظ کی گئی ہے آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اب بعد بے شک اللہ نے جب اپنے نبی کو اپنے ہاں بلا لیا تو ہم نے کہا کہ ہم آپ کے اہل بیت آپ کے رشتہ دار آپ کے وارث و اولیاء ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور ہم سے آپ کے حق و سلطنت میں نزاع نہیں کی جائیگی، ہم اسی حالت میں تھے کہ منافقین کو دیر سے انہوں نے ہمارے نبی کی سلطنت ہم سے چھین لی اور ہمارے غیر کو اس کا مالک بنا دیا خدا کی قسم اس پر ہماری آنکھیں اور دل ل کر اکٹھے روئے اس کے لیے بیسے سخت ہو گئے اور ہمارے نفوس نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھے

ہوئے جزع فزع کی خدا کی قسم اگر مجھے خوف نہ ہوتا مسلمانوں کے متفرق ہو جانے اور ان میں سے اکثر کافر کی طرف پلٹ جانے اور دین میں فساد برپا کرنے کا تو یقینی ہم میں استطاعت ہوتی ہم اسے بدل دیتے اب تم لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے اور ان دو یعنی طلحہ و زبیر نے بھی کہ ان کا اہتمام بیعت کرنا رضاء و رغبت اور ایثار و ترشح سے کیا تھا پھر وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور بصرہ کا ارادہ رکھتے تھے تاکہ تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالیں اور تمہارے درمیان لڑائی کرادیں، خدا یا ان سے مواخذہ کر چو تک انہوں نے اس اُمت کو دھوکہ دیا ہے اور عامۃ الناس کے لیے ان کی بری سویرجہ ہے پھر آپؐ نے فرمایا: چل پڑو خدا تم پر رحم کرے ان دو کی تلاش میں جو بیعت کو توڑنے والے ظلم کرنے والے اور بغاوت کرنے والے ہیں اس سے پہلے کہ جو انہوں نے پو شیدہ کر رکھا ہے اس کا تدارک نہ ہو سکے۔

خطبہ نمبر ۲

اور جب مسلل آپؐ کو خبر ملی عائشہ، طلحہ اور زبیر کے مکہ سے بصرہ کی طرف جاتے کی تو آپؐ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا کہ

عائشہ روانہ ہو گئی ہے اور طلحہ و زبیر میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کو چھوڑ کر مدعی خلافت ہے اور طلحہ و زبیر نے خلافت نہیں کرتا مگر اس لیے کہ وہ عائشہ کے بایک کا داند ہے خدا کی قسم اگر یہ کامیاب ہو گئے اس چیز پر کہ جو یہ چاہتے ہیں تو ضرور زبیر طلحہ کی گردن پر یا طلحہ زبیر کی گردن پر تلوار چلائے گا اور جھگڑا کرے گا بے شک میں جانتا ہوں کہ اونٹ پر سوار ہونے والی نہ کسی گروہ کو کھوسے گی اور نہ کسی گھائی پر چلے گی اور نہ کسی منزل میں اترے گی مگر اللہ کی افرامانی کی طرف یہاں تک کہ جو اس نے ساتھ میں انہیں اور اپنے نفس کو گھاٹ میں وارد کرے گی کہ جس میں ان کی تہائی قتل ہوگی اور ایک تہائی بھاگ جائے گی اور ایک تہائی پلٹ آئے گی خدا کی قسم طلحہ و زبیر جانتے ہیں کہ وہ خطا کار ہیں وہ جاہل نہیں اور بہت سے ایسے عالم ہیں کہ جنہیں ان کی جہالت قتل کر دیتی ہے اور اس کا علم جو اس کے ساتھ ہے اسے نفع نہیں دیتا ہے اور خدا کی قسم عائشہ پر خواب کے کتے بھونکیں گے تو کیا کوئی عبرت حاصل کرے گا یا کوئی غور و فکر کرے گا، یا غی کہ وہ تو اٹھ کھڑا ہوا ہے پس نیکو کار کہاں ہیں؟

خطبہ نمبر

جب امیر المؤمنین بصرہ کی طرف جاتے ہوئے ربدہ کے مقابلہ ٹھہرے اور وہاں (کہہ کی طرف سے آنے والے) آخری حاجی صاحبان بھی آپ کو ملے تو وہ سب آپ کی گفتگو سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ آپ اس وقت خیمہ میں تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے جوتے کو بوند لگا رہے ہیں میں نے آپ سے کہا کہ آپ جو کر رہے ہیں اس سے زیادہ ہمارے کام کی اصلاح کریں ہم زیادہ ضرورت مند ہیں لیکن آپ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ آپ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ پھر اس جوتے کو دوسرے جوتے کے ساتھ ملا کر مجھ سے فرمایا ذرا اس کی قیمت تو بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ اس کی کوئی قیمت نہیں.... آپ نے فرمایا یا اللہ اس کے کہ میں نے درہم کا کچھ حصہ کہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ تمہاری حکومت سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر میں جی تو قائم اور باطل کو دور کر سکوں۔

میں نے عرض کیا حاجی لوگ آپ کا خطاب سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں مجھے اہانت دیجے میں ان سے خطاب کروں اگر اچھا ہو تو آپ کی طرف سے ہے اور اگر اس کے علاوہ ہوا تو میری طرف سے ہے فرمایا نہیں میں خود بات کروں گا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا آپ کا ہاتھ بہت درشت و سخت تھا مجھے درد ہونے لگا۔ پھر آپ اٹھے تو میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں آپ کو خدا کی قسم اور اپنی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں آپ نے فرمایا مجھے قسم نہ دو پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا:

«ما بعد ایے شک اللہ تعالیٰ نے محمد کو مبعوث فرمایا جب عرب میں کوئی کتاب نہ پڑھ سکتا تھا اور نہ دعویٰ نبوت کرتا تھا آپ نے لوگوں کو راہ نجات پر گامزن فرمایا اور خدا کی قسم میں ہمیشہ ان کے پلانے والوں میں رہا نہ میں نے کسی چیز میں تبدیلی کی اور نہ خیانت کی یہاں تک وہ سب پشت پھیر گئے۔ مجھے یہ کافر تھے اور اب ضروران کے ساتھ جنگ کروں گا جب کہ یہ دنیا کے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ ان کی طرف جانا ایک عہد و پیمان ہے اس سلسلہ میں خدا کی قسم میں باطل کو چیر دوں گا یہاں تک کہ جی کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ قریش ہم سے انتقام لینا چاہتے ہیں سو اے اس کے کہ اللہ نے ہمیں ان پر چنا اور منتخب کیا پس ہم نے انہیں ساتھ لے لیا اور پھر آپ نے اشعار کہے۔

ذنب لعمری شریک المحض خالصاً

وَ أَكَلْتُ بِالزَّبْدِ الْمَقْشُورَةَ التَّمْرَ

وَنَحْنُ وَهَبْنَا الْعِلَّا وَلَمْ تَكُنْ

عَلِيّاً وَ حَطَّنَا حَوْلَكَ الْجَرْدَ وَالشَّهْرَا

تم میری بیان کی قسم ان کا ہر وہ ہے کہ تو محض تھیں پانی پینے لگا اور پھلکے اتاری ہوئی کھجوریں کھیں کے ساتھ۔

تجھے کھانا نصیب ہوئیں اور ہم نے تجھے بلندی بخشی حالانکہ تو بلند نہیں تھا اور ہم نے تیرے گرد و گردہ گھوڑوں اور گندم گوں نیزوں کا گھیرا ڈال دیا۔

خطبہ نمبر ۹

جب آپؐ نے مقام ذی قار میں نزول اہمال فرمایا تو وہ لوگ جو وہاں موجود تھے ان سے بیعت لی آپؐ کی کہ جس میں اللہ کی حمد و ثناء اور رسول اللہؐ پر زیادہ صلوات بھیجی پھر فرمایا:!!
 بے شک ہمارے ممبر کی بہت سی چیزیں خلافت پر جاری ہوئیں جب کہ ہماری آنکھوں میں پھیپے والا تھکا تھا اللہ کے امر کو تسلیم کرتے ہوئے اس چیز میں جس میں اس نے ہمارا امتحان لیا اور اس پر ثواب کی امید کرتے ہوئے اور اس پر صبر ہی بہتر تھا اس سے کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے اور ان کے خون نہیں ہم اہل بیت نبوت عزت رسول ہیں اور مخلوق میں رسالت کی سلطنت کے زیادہ حقدار ہیں، امانت و بزرگی کی وہ کان ہیں کہ جس کے ساتھ اللہ نے اس امانت کی ابتداء کی ہے اور یہ طلحہ و زبریرہ نبوت کے قائدان سے ہیں اور یہ ہی خوریت رسول ہیں جب انہوں نے دیکھا ہے کہ خدا نے ہمارا حق کافی زمانہ کے بعد ہماری طرف بلا دیا ہے، تو وہ ایک سال تک بھی صبر نہیں کر سکتا اور نہ ہی پورا جہینہ یہاں تک کہ کوہ پڑے ہیں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے راستے پر کہ کوہ پڑے ہیں تاکہ وہ دونوں میرے حق کو لے جائیں اور مسلمانوں کی جماعت کو مجھ سے جدا کر دیں پھر آپؐ نے ان دونوں کے لیے بددعا کی۔

خطبہ نمبر ۱۰

روایت کی ہے عبدالحجید بن عمران عجمی نے سلمہ بن کھیل سے وہ کہتا ہے جب اہل کوثر امیر المؤمنینؑ سے آئے مقام ذیہ میں تو انہوں نے حضرت سے مرجا کہا پھر کہنے لگے کہ حمد و تعریف ہے اس خدا کی جس نے میں آپؐ کے بھرا اور پڑوس سے نوا اور ہم کو نصرت کی عزت بخشی اور آپ ان کے درمیان خلیفہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پس اللہ کی حمد و ثناء کی او فرمایا:!!

اے اہل کوثر! تم مسلمانوں میں زیادہ کریم عزت دار، زیادہ سیدھے طریقہ میں میاں رہو اور زیادہ متدل ہو، اسلام میں اچھا مقام رکھتے ہو، عرب میں زیادہ اچھے شاہسوار زیادہ محنت و کوشش کرنے والے ہو اور تم عرب میں نبی کریمؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے محبت و مودت میں کچھ

دلیر ہو میں تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ تجھے اللہ کے بعد تم پر وثوق ہے اس چیز کے بارے میں جو تم نے اپنے آپ سے پیش کی جب کہ طلحہ وزبیر نے اسے توڑ دیا اور انہوں نے میری اطاعت چھوڑ دی ہے اور وہ عائشہ کے لئے کہ قنہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اس کو اس کے گھر سے نکال کر بصرہ لے گئے ہیں اور وہاں کے ادبائش اور ہر ہرجائی قسم کے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اس کے باوجود مجھے یہ خیر ملی ہے کہ ان میں سے صاحبان فقل اور دین میں ایسے لوگ ان سے الگ تھلک رہے ہیں اور انہوں نے اس عمل کو ناپسند کیا ہے جو طلحہ وزبیر نے کیا ہے پھر آپ خاموش ہو گئے تو اہل کوفہ نے کہا کہ ہم آپ کے مددگار و انصار ہیں اور اگر آپ ان سے کئی گنا لوگوں کے مقابلہ کے لیے بھی ہمیں بلائیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ اسی میں اچھائی ہے اور اس میں ہی بھلائی کی امید رکھیں گے پس امیر المومنین نے انہیں دُعا دی اور ان کی تعریف کی پھر فرمایا کہ

اے گروہ مسلمین تمہیں علم ہے کہ طلحہ وزبیر نے میری بیعت اور اطاعت و رضا و رقت کی تھی انہیں مجبور نہیں کیا گیا اور پھر انہوں نے مجھ سے عہد کرنے کی اجازت چاہی تو میں نے انہیں اجازت دی پس وہ بصرہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور بے کام کیے خدا یا ان دونوں نے مجھ سے قطع رحمی کی اور مجھ پر ظلم کیا ہے میری بیعت کو توڑ دیا، اور لوگوں کو میرے خلاف جمع کیا ہے پس کھول دے جو گروہ باندھیں اور تم حکم کر اس امر کو جسے وہ پنختہ کریں اور انہیں برا انجام دکھا اس کا جو انہوں نے کیا ہے۔

خطبہ نمبر ۱۱

حضرت کا کلام ہے جب آپ مقام ذیقار سے بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے حمد و ثناء اور رسول اللہ پر صلوات بھیجنے کے بعد فرمایا۔

اے اللہ بے شک اللہ نے جہاد فرض کیا اس کو عظیم قرار دیا، اس کو اپنی نصرت بنایا خدا کی قسم کبھی بھی دنیا اور دین جہاد کے بغیر درست نہیں ہوئے اور شیطان نے اپنی جماعت اکٹھی کر لی ہے اور اپنے سوار جمع کر لیے ہیں اور اس سلسلہ میں اس نے شبہ میں ڈال دیا اور دھوکہ دیا ہے معاملات ظاہر اور پتھر چکے ہیں خدا کی قسم انہوں نے میرے خلاف کسی منکر اور بے فعل کا انکار نہیں کیا اور تم میرے اور اپنے درمیان انصاف کیا، وہ اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ترک کیا ہے اور اس خون کو چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہا لیا ہے (اگر بالفرض) میں اس میں ان کا شریک تھا تو ان کا بھی تو اس میں حصہ ہے اور اگر وہ اس کے ذمہ دار ہیں مجھے چھوڑ کر تو اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی مگر انہیں سے اور اللہ کی عظیم حجت و دلیل خود انہیں کے خلاف ہے اور میں اپنی بصیرت پر ہوں میں نے تو اپنے آپ کو اشتباہ

میں تہیں ڈال دیا۔ اگر وہ ہے اس میں مروارہ اور زناتہ رشتے ہیں اس کی پلکیں لمبی ہو چکی ہیں اور اپنے خون پر تنگیں
 و قدرت وحی ہے اور وہ اس سے دودھ دھو رہا ہے جس کی دودھ بڑھائی ہو چکی اور ایسی بیعت کو زندہ
 کرتا چاہتے ہیں جسے چھوڑ دیا گیا تاکہ گمراہی اپنے خورد مرکز پر پلٹ آئے جو کچھ میں نے کیا ہے میں اس سے
 معذرت نہیں کرتا اور تم میں اپنے کیئے ہوئے سے بیزاری چاہتا ہوں میں اسے عرونی آنے والے کی اور جس کو
 بلایا گیا ہے، اگر اس سے کہا جائے کہ کس کی طرف تجھے بلایا گیا ہے اس کی دعوت کو تو قبول کر رہا ہے انیر امام
 و رہبر کون ہے اور کون سی سنت ہے تو باطل اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اور اس کی زبان خاموش ہو جائے گی
 جس میں وہ بول رہی ہے اور خدا کی قسم میں ان کے لیے ایک عوض پُر کروں گا جس کا پانی خود نکالوں گا اس سے
 وہ نکل تہیں سکیں گے اور تم ہی انہیں کبھی اس کے بعد سیرانی ہوگی اور میں ان کے خلاف خدا کی حجت پر راضی ہوں
 اور اس کے قدر پر جو ان میں ہے جب کہ میں انہیں بلاؤں تو خدا ان کے پاس پیش کروں گا پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی
 توبہ درست ہو سکتی ہے اور حق مقبول ہے اور اللہ کے خلاف کفران نعمت نہیں ہو سکتا اور اگر انہوں نے انکار
 کیا تو میں انہیں تلوار کی دھار لگاؤں گا۔ اور وہ باطل سے شفاء دیتے اور حق کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔

خطبہ نمبر ۱۲

اور حضرت کا کلام ہے جب آپ بصرہ میں داخل ہوئے اور اپنے اصحاب کو جمع کیا پس انہیں جہاد پر آمادہ کیا اور فرمایا
 آپ نے اس میں سے یہ بھی تھا کہ
 اللہ کے بندہ اس قوم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوا ان سے جہاد کرنے کے لیے انشراح صدور کے ساتھ یعنی بغیر شک
 و شبہ کئے اکیس تو انہوں نے میری بیعت توڑ دی ہے اور ابن حنیف میرے گورنر کو ناقابل برداشت مکرپیٹ اور تکلیف
 دینے کے بعد نکال دیا ہے اور انہوں نے سیاح بھر دستہ کے کچھ اچھے لوگ، امیر المؤمنین نے انہیں بیت المال کا تکران مقرر
 کیا تھا، کو قتل کر دیا ہے اور عکیم بن جلد عجمی کو مشکہ دناک کان کا ٹٹا کیا اور دوسرے نیک لوگوں کو قتل کیا پھر ان سے
 بونچ نیکل ان کچھ کرتے رہے ہیں انہیں ہر دیوار اور ہر ٹیلے کے پیچھے سے پکڑ لائے اور پھر باندھ کر ان کی گردنیں اڑا دیں کیا ہو گیا ہے ان
 کو خدا انہیں قتل کرے کب تک سرگردان پھرتے رہیں گے کھڑے ہو جاؤ اور ان پر سختی کرو اور ان کا سامنا کر دیکھتے ہوئے اور اللہ کو راضی
 کرتے کے لیے یہ جانتے ہوئے ان کا مقابلہ کرنا اور انہیں قتل کرنا ہے اور اپنے نفسوں کو تیار کر لو سخت نیرہ بازی اور شدید تیغ زنی کے لیے اور
 مد مقابل لوگوں کے مقابلہ اور مبارزہ کے لیے اور تم میں سے جو شخص بھی جنگ میں اپنے بارے میں دل جمعی کو محسوس کرے اور اپنے جابول میں سے کسی میں
 بزدلی دیکھے تو اپنے ہمتی سے دشمن کو دھوکہ دے کہ جس پر اس کو فیصلہ دی گئی ہے جس طرح دشمن سے اپنی حفاظت کرنا ہے پس اگر خدا نے چاہا تو اس

خطبہ نمبر ۱۳

حضرت کا کلام ہے جب طلحہ مارا گیا اور اہل بصرہ مترتر ہو گئے ہماری وجہ سے تم شرف و بزرگی کی بلندی پر پہنچے ہماری وجہ سے شرب کی تائید کی سے صبح کی روشنی تمہیں ہی تار بجیوں میں ہماری وجہ سے تم نے ہدایت حاصل کی، وہ کان بوجھل ہیں جو هیچ و پکار کو نہیں سنتے اور وہ کس طرح تھی حقیقی آواز سن سکتا ہے جسے ہیچ و پکار نے مہر و بنا دیا ہو وہ دل مضبوط ہو جاتا ہے جس سے اضطراب دور نہ ہو میں ہمیشہ تم سے غداری و صحرے کے انجام کی توقع رکھتا تھا اور تمہیں دھوکہ بازوں کے لباس میں پہچانتا تھا مجھے تم سے دین کے پردوں نے پھپکار کھا تھا لیکن سچی نیت نے مجھے تمہارا یلین دکھا دیا میں نے تمہارے لیے حق کو قائم کر دیا ہے جہاں تم اسے جانتا چاہا ہو اور کوئی رہبر نہ ہو اور تم کونال تو کھودتے ہو لیکن اس میں سے پانی نہیں نکالتے آج میں تمہارے لیے گنگ چیز کو بلاؤں گا جو بیان والی ہے اس شخص کی فہم و فراست غالب ہے جو مجھ سے متعلق کرے میں نے حق میں شک نہیں کیا جب سے وہ مجھے دکھلایا گیا اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بہت بڑی راہ پر تھے یہاں تک کہ اپنے باپ کی نافرمانی کی اور اپنے بھائی کو ہیج دیا اور اقرار کے بعد ان کی توبہ قبول ہو گئی اور ان کے باپ اور بھائی کی توبہ استغفار کے بعد ان کو بخش دیا گیا۔

خطبہ نمبر ۱۴

اور آپ کا کلام ہے جب آپ مقتولین کے گرد طواف کر رہے تھے یہ قریش ہیں میں نے اپنی ناک کاٹی اور اپنے نفس کو شفا دی میں نے یہ بات پہلے سے بتادی تھی اور تمہیں تلوار کی دھارسے ڈرایا تھا اور تم تو عمران تھے تمہیں اس کا علم نہیں تھا جو دیکھ رہے ہو لیکن یہ تو ہلاکت ہے اور بڑا پچھاڑا جانا ہے اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں جسے پچھاڑے جانے سے دینی بری موت اور انجام سے)

پھر آپ عینین مقاد کے پاس سے گذرے تو فرمایا خدا رحم کرے اس کے باپ پر، اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی رائے اس کی رائے سے بہتر ہوتی پس عمار بن یاسر نے عرض کیا کہ حمد ہے اس خدا کی جس نے اس کو گرایا اور اس کا رخسار نیچے کیا ہم خدا کی قسم اے امیر المؤمنین اس کی برواہ تمہیں کرتے جو حق سے عناد رکھے وہ باپ ہو یا بیٹا تو امیر المؤمنین نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اور حق کی حمایت میں اچھی جزا دے راوی کہتا ہے آپ کا گذر عید اللہ بن ربیع بن وراج کے قریب سے ہوا اور وہ مقتولین میں تھا تو فرمایا یہ نامراد و ناامید اسے کس چیز سے گھرے نکالا کیا دین نے اسے نکالا یا عثمان کی نصرت اور مدد نے خدا کی قسم عثمان کی رائے اس کے اور

اس کے باپ کے بارے ابھی نہ تھی پھر آپ حبیب بن زہیر بن الوائیمہ کے قریب سے گذرے اور فرمایا اگر فتنہ ثریا سنارے کے سر پر ہوتا تو یہ لڑکا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتا خدا کی قسم جنگ میں اس کی کوئی آواز نہیں ہوتی تھی مجھے اس نے خبر دی ہے کہ جسے اس کو جالیا تھا کہ یہ تلوار کے خوف سے شور مچا رہا تھا پھر آپ مسلم بن قرقہ کے پاس سے گذرے تو فرمایا کیا اسے نیکی نے گھر سے نکالا ہے خدا کی قسم اس نے کم میں مجھ سے بات کی کہ میں عثمان سے بات کروں اس پر میں جس کا یہ عثمان کی طرف دعویدار تھا وہ چیز عثمان نے اس کو دے دی اور مجھ سے کہتے لگا اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کو نہ دیتا، یقیناً میں جانتا ہوں یہ قبیلہ کا بڑا بھائی ہے پھر یہ بد بخت موت کے لیے آیا اور عثمان کی مدد کر رہا ہے پھر آپ عبد اللہ بن جہد بن زہیر کے قریب سے گذرے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ان میں سے ہے جو ہم سے جنگ کرنے میں اپنے اونٹ کو نیزہ دوڑا رہے تھے وہ گمان کرتا تھا کہ اس سے اس کا مقصد خدا ہے حالانکہ اس نے مجھے خطوط لکھے تھے جن میں عثمان کو اذیت پہنچاتا تھا پس اس نے اس کو کچھ دیا تو یہ اس سے راضی اور اس کے ساتھ ہو گیا۔

پھر آپ عبد اللہ بن حکیم بن حزام کے پاس سے گذرے اور فرمایا اس نے باہر نکلنے میں اپنے باپ کی مخالفت کی ہے اور اس کے باپ نے ہماری مدد نہیں کی لیکن ہم سے اپنی بیعت کرنے میں اچھا کر دار ادا کیا ہے اور اگرچہ وہ رگ گیا اور بیٹھ گیا جب اسے جنگ کرنے میں شک ہو آؤ میں آج انہیں ملامت نہیں کرتا جو ہم سے اور ہمارے غیر سے رکے رہے لیکن قابل ملامت تو وہ ہے جس نے ہم سے جنگ کی، پھر آپ عبد اللہ بن مغیرہ بن انص کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا باقی رہا یہ تو اس کا باپ عثمان کے قتل کے دن دشمنان کے گھر میں آکر گیا ہے تو یہ اپنے باپ کے قتل کی وجہ سے غضب ناک ہوا ہے۔ اور یہ تو جوان لڑکا تھا اور باپ کے قتل کی وجہ سے دل شکستہ ہو گیا تھا پھر آپ عبد اللہ بن عثمان بن انص بن شمر بنی کے قریب سے گذرے تو فرمایا رہا یہ تو گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ جب قوم نے تلواریں اٹھالیں تو بھاگا بھاگا رہا تھا صفت لشکر کے آگے نکلی گیا تو میں نے عقب لڑکے کو متع کیا لیکن اس نے نہیں سنا جس کو میں نے روکا تھا اس نے جا کر اسے قتل کر دیا اور یہ چیز قریش کے بہت سے نوجوانوں پر متع تھی جو کہ نا تجربہ کار تھے کہ جنہیں جنگ کا علم نہیں تھا انہیں دھوکہ دیا گیا اور پھسلایا گیا اور جب وہ مطلع اور واقف ہوئے تو تلواریں ان میں گڑھکی تھیں پس وہ قتل ہو گئے پھر تھوڑا سا چلے تو کعب بن سور کے پاس سے گذرے تو فرمایا اور یہ ہے جس نے ہمارے خلاف خروج کیا درناجی کہ قرآن اس کی گروں میں حاکی تھا یہ گمان کرتا تھا کہ یہ اپنی مال ربی بنی عبد کے مدد کر رہا ہے اور لوگوں کو بلاتا ہے اس چیز کی طرف جو قرآن میں ہے حالانکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس میں ہے کیا، پھر اس نے قرآن کھما کر دیکھا تو یہ آیت نکلی

ترجمہ اور ہر جاہل و عناد کو یہ والا خائب و قاصر اور گھائے میں ہے۔

یاد رکھو! اس نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے قتل کرے، خدا نے اسے قتل کر دیا۔

ذرا کعب بن سور کو بٹھا دیا تو امیر المؤمنین نے فرمایا اے کعب میں نے تو یا لیا ہے جو حقیقی وعدے میرے کہتا

مجھ سے کیا تھا کیا تو نے بھی پایا ہے جو تیرے رب نے تجھ سے حقیقی وعدہ کیا ہے پھر فرمایا کعب کو ٹا دو اور آپ کو زور سے طلحہ میں
عبید اللہ کے قریب سے تو فرمایا کہ یہ وہ ہے جس نے میری بیعت توڑ دی امت میں فتنہ پیدا کیا لوگوں کو میرے خلاف جمع کیا اور
جو میرے قتل اور میری عزت کے قتل کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ بٹھاؤ طلحہ بن عبید اللہ کو پس اس کو بٹھایا تو امیر المؤمنین نے اس سے فرمایا
اے طلحہ میں نے سچ اس کو پایا ہے جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کیا تو نے بھی پایا ہے جو تیرے رب نے مجھ سے
پہلے وعدہ کیا ہے پھر فرمایا طلحہ کو ٹا دو اور چل دیئے تو لوگ آپ کے ساتھ تھے تو ان میں سے کسی نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ کعب
اور طلحہ سے بات کرتے ہیں ان کے قتل ہو جانے کے بعد تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان دونوں نے میری بات سنی ہے جس طرح
بدر کے کتو میں والوں نے رسول اللہ کی بات سنی تھی۔

خطبہ نمبر ۱۵

اور آپ کا کلام ہے بصرہ میں جب قوم پر آپ کو فتح نصیب ہوئی تو آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا (یا ایہا المدینۃ) اے مدینہ اللہ
وسیع رحمت والا دائمی بخشش والا زیادہ معاف کرنے والا، اور دروناک عذاب والا ہے اس نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی رحمت
و منعزت اور معافی مخلوق میں سے اس کی اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے اور اس کی رحمت سے ہدایت حاصل کرتے والوں
نے ہدایت حاصل کی ہے اور اس نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کا عذاب، اس کے حملے اور اس کا عتاب اس کی مخلوق میں سے نافرمانی
کرتیوں کے لیے ہے، ہدایت اور واضح دلیلوں کے بعد ہی گمراہ ہونے والے گمراہ ہوئے ہیں پس تمہارا کیا گمان تھا اے اہل بصرہ
جب تم نے میری بیعت توڑ دی اور میرے خلاف میرے دشمن کی پشت پناہی کی تو ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس
نے کہا ہم اچھائی کا گمان رکھتے ہیں ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو غلبہ حاصل ہو اور آپ کو قدرت ملی پس اگر آپ سزا دیں
تو ہم نے یہ جرم کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو معاف کرتا اللہ کو زیادہ محبوب ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں
معاف کر دیا پس پچو تم فتنے سے کیونکہ تم رعیت میں سے پہلے ہو جنہوں نے بیعت کو توڑا اور اس امت کے اتفاق کو
پارہ پارہ کیا راوی کہتا ہے پھر آپ بیٹھ گئے اور انہوں نے آپ کی بیعت کی۔

خطبہ نمبر ۱۶

پھر آپ نے فتح کا خط اہل کوفہ کو لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہارا اللہ کے نام کو بڑا رحمن و رحیم ہے۔ اللہ کے بندے علی بن ابی طالب کی طرف سے اہل کوفہ کو سلام علیکم، بے شک میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ابابعد خدا حاکم عادل ہے کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس کو تبدیل ہے، جب خدا کسی قوم کے بارے میں ارادہ کرے تو اس کے ارادے کو کوئی پلٹا نہیں سکتا اور اس کے سامنے ان کا کوئی دلی نہیں میں تمہیں اپنے اور ان کے متعلق کہ جن کی طرف ہم گئے تھے اہل بصرہ کے گروہوں میں سے اور جو ان کے ساتھ مل گئے قریش وغیرہ میں سے طلحہ اور تمیر کے ساتھ اور ان کے اپنے دلی ہاتھوں سے کی ہوئی بیعت کو توڑ دینے کے متعلق پس میں مدینہ سے چلا جب مجھے خبر ملی ان کی جو بصرہ کی طرف گئے تھے اور ان کی جماعت کی اور جو کچھ انہوں نے میرے عامل عثمان بن حنیف سے کیا یہاں تک کہ میں مقام ذاقان میں پہنچا تو میں نے حسن بن علی، عمار بن یاسر اور قیس بن سعد کو بھیجا پس میں نے اللہ کے حق اور اپنے حق کے لیے تم سے مدد چاہی تو تمہارے ہی بھائی میری طرف تیزی سے آئے یہاں تک کہ میرے پاس پہنچ گئے جن کو لے کر میں چلا یہاں تک کہ میں بصرہ کی پشت پر اتر پڑا چنانچہ میں نے انہیں حق کی دعوت دیکر خدا کو ختم کیا، حجت و دلیل قائم کی اور قریش وغیرہ میں سے پھر جاتے والے (اہل ردہ) کی لغزش کو معاف کیا میں نے ان کو بیعت و عہد خدا کو توڑنے سے توبہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے مجھے سے اور میرے ساتھ والوں سے جنگ کرنے اور گمراہی میں پڑھنے کے علاوہ ہر چیز سے انکار کر دیا ہند میں ان سے جہاد کرنے کے لیے تیار ہو گیا پس اللہ نے قتل کیا ان میں سے جس بیعت توڑنے والے کو سو کیا اور پشت پھیری جس نے پھیری ان کے شہر کی طرف اور طلحہ و تمیر اپنے بیعت توڑنے اور پھوٹ ڈالنے کی حالت میں قتل ہو گئے۔

وہ عورت دینی عائشہ ان کے لیے زیادہ بد بخت شوم تھی مقام حجر کی ناکہ سے وہ ساتھ چھوڑ گئے اور پشت پھیر گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے پس جب انہوں نے دیکھا جو کچھ ان پر نازل ہو چکا تھا تو انہوں نے مجھ سے انہیں معاف کرنے کا سوال کیا تو میں نے ان سے قبول کر لیا اور تلوار نبیام میں ڈالی اور ان میں حق اور سنت کو جاری کیا میں نے عید اللہ بن عباس کو بصرہ پر عامل حاکم بنایا ہے۔ اور یہاں انشاء اللہ کوفہ کی طرف آ رہا ہوں زجر بن قیس جعفی کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تاکہ اس سے سوال کرو یہ نہیں ہماری اور ان کی خبر دے گا کیسے انہوں نے ہمارے حق کو روندنا پھر خدا نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جب کہ وہ اسے ناپسند کر رہے تھے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خطبہ نمبر ۱۱

اور حضرت کلام ہے جب آپ بصرہ سے کوفہ آئے تو حمد و ثناء کے بعد فرمایا ابابعد پس حمد ہے اس اللہ کی جس نے اپنے ولی کی مدد کی اور اپنے دشمن کی نصرت نہیں کی اور حق داری کے کو عنقریب بخشی اور باطل والے جھوٹے کو دلیل کیا تم پر لازم ہے

اسے اس شہر والو اللہ کے تقویٰ کو اور نبی کے اہل بیت میں سے اس کی اطاعت کو لازم پکڑتا جس نے اللہ کی اطاعت کی وہ اہل بیت ہو تمہارے ان کی اطاعت کرتے سے زیادہ حق دار ہیں جو اپنی طرف نسبت دیتے دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف آؤ ہماری طرف آؤ جو ہماری فضیلت سے فضیلت حاصل کرتے ہیں اور جو ہمارے امر کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے حق میں جھگڑا کرتے ہیں اور لوگوں کو ہم سے دور کرتے ہیں اور وہ چکھ چکے ہیں مذاہب اس کا جو وہ کسب کرتے ہیں پس عنقریب وہ گمراہی میں پھینک دیئے جائیں گے یہ حقیقت ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ میری نصرت سے دست بردار ہو گئے تھے، میں ان پر سخت ناراض ہوں اور انہیں لوث سمجھتا ہوں پس ان کا بایکھاٹے کر دو اور انہیں ایسی باتیں سناؤ جنہیں وہ پسند نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ ہمیں راضی کریں اور ان میں ہیں وہ کچھ نظر آئے جسے ہم دوست رکھتے ہیں۔

خطبہ نمبر ۱۸

حضرت کا کلام ہے جب آپ نے معاویہ بن ابی سفیان سے جنگ کرتے کے لیے شام کی طرف جاتے کا ارادہ کیا، احمد و ثناء اور رسول اللہ پر صلوات کے بعد اللہ سے ڈرواے اللہ کے بندو، اس کی اور اس کے امام کی اطاعت کرو کیونکہ صراحہ اور نیک امت امام عادل کے ساتھ نجات حاصل کرتی ہے۔ اور یاد رکھو کہ قاسم و قاجر امت، امام قاجر کی وجہ سے ہلاک ہوتی ہے۔ بے شک معاویہ نے صیح کی ہے۔ اس حالت میں کہ اس نے جو کچھ میرا حق اس کے سامنے ہے اس کو عصب کر لیا ہے اور میری بیعت توڑ دی ہے اور وہ دین خدا میں طعن و تشنیع کرتا ہے اور بے شک اے مسلمانوں تمہیں علم ہے کہ لوگوں نے کل کیا کیا ہے؟ تم میرے پاس اپنے امر خلافت میں رضا و رغبت سے آئے اور مجھے میرے گھر سے بلا کر کہا کہ ہم بیعت کرنے آئے ہیں تم سے طلال ٹھولی کیا تاکہ میں آزمائش کروں اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے پس باتوں میں تم نے مجھ سے کئی مرتبہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتے کی کوشش کی اور میں تم سے اپنی مقصد پر آری چاہتا رہا اور تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا کہ جس طرح پیاسے اونٹ اپنے غنوں پر ہجوم کرتے ہیں میری بیعت کے لالچ میں یہاں تک کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ تم میں سے بعض مجھے قتل نہ کر دیں تو جب میں نے تم سے یہ دیکھا تو میں نے اپنے اور تمہارے معاملہ میں غور و فکر کیا اور میں نے (دل میں) کہا کہ اگر میں نے ان کی بات قبول نہ کی ان کے امر خلافت کے قیام کی تو انہیں کوئی شخص نہیں ملے گا جو ان میں میرے قائم مقام ہو اور میری طرح ان میں صل و انصاف کر سکے تو میں نے کہا تھا کہ قسم اللہ اگر میں ان کا والی و حاکم ہو جاؤں جب کہ یہ میرے حق اور میری فضیلت کو پہچانتے ہیں تو مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ وہ میرے والی بن جائیں جو میرے حق اور میری فضیلت کو نہ پہچانتے ہوں پس میں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور تم نے میری بیعت کر لی۔

اے مسلمانوں کے گروہ جب تم میں ہمارا و انصار اور وہ جنہوں نے احسان و نیکی میں پیروی کی موجود تھے ہم نے تم سے

اپنی بیعت کا عہد و پیمان لیا اور جو کچھ مجھ سے معاملہ کرنے میں واجب تھا اللہ کے عہد و پیمان میں سے اور سخت ترین جو انبیاء سے عہد و پیمان لیا تھا کتم ضرور مجھ سے وفا کرو گے میرے حکم کو سنو گے میری اطاعت کرو گے اور میرے ساتھ مل کر ہر بغاوت کرنے والے، تجاوز کرتے والے اور ہر حق سے نکلنے والے سے اگر وہ حق سے نکل جائے جنگ کرو گے تو تم سب نے اس میں مجھ سے ہاں کی چنانچہ میں نے اس پر اللہ کا عہد و پیمان اور اس کے رسول کی ذمہ داری تم سے لی ہے پس تم نے اس میں بھی میری بات کو قبول کیا اور میں نے اللہ کو تم پر گواہ بنایا تم میں سے بعض کو بعض پر گواہ بنایا اور میں تم میں اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کو لے کر کھڑا ہوا پس تعجب ہے معاویہ بن ابی سفیان سے کہ وہ خلافت میں مجھ سے نزاع کرتا ہے اور میری امامت کا انکار کرتا ہے۔ اور وہ بیگمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ ہتھکڑا ہے اللہ اور اس کے رسول پر اس کی یہ جرات ہے بغیر کسی حق کے جو اسے خلافت میں ہو، اور بغیر کسی حجت و دلیل کے، انہما جبرین نے خلافت میں اس کی بیعت کی ہے اور نہ انصار نے اس کو تسلیم کیا اُسے ہمارے جبرین و انصار کے گردہ یا وہ جماعت جو میری گفتگو سن رہی ہے کیا تم نے اپنے آپ پر میری اطاعت واجب قرار نہیں دی تھی کیا تم نے رضا و رغبت سے میری بیعت قبول نہیں کی تھی کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کتم میرے قول کو قبول کرو گے اس دن تمہارا میری بیعت کرتا ہوں کہ وہ میری بیعت کرنے سے زیادہ سخت نہیں تھا پس کیا ہو گی اس کو کہ جو میری مخالفت کرتا ہے لیکن ان دونوں کی بیعت تمہیں توڑی یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے چلے گئے اور میری بیعت توڑ دی اور مجھ سے وفا تمہیں کی کیا تم پر مجھ سے خلوص برتنا لازم نہیں ہے اور میرا حکم تم پر لازم نہیں ہے کیا تم نہیں جانتے کہ میری بیعت تم میں سے حاضر و غائب پر لازم تھی تو کیا ہو گیا ہے معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو کہ وہ میری بیعت میں طعن کرتے ہیں اور وہ کیوں تمہیں میرے لیے اس کی وفا کرتے حالانکہ میں اپنی قرابت رسول اور سبقت ایمانی اور رسول کا داماد ہونے میں زیادہ ہتھکڑا ہوں ان سے جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں کیا تم رسول اللہ کا ارشاد غدیر کے دن میری ولایت و حکومت اور میری موالات و محبت کے بارے میں نہیں سن چکے۔ اُسے مسلمانوں ایک دوسرے کو تیار کرو اور ابھارو اس معاویہ سے جہاد کرتے پر جو بیعت کو توڑنے والا ظالم اور اس کے ساتھی جو کہ ظالم ہیں اور میں تلاوت کرتا ہوں اللہ کی کتاب میں سے جو کہ اس کے نبی مرسل پر نازل ہوئی ہے

تو عطف ہے پس نفع حاصل کرو اللہ کے موا عطف سے اور اپنے آپ کو بھڑکوا دو اور اللہ کی نافرمانیوں سے بے شک اللہ نے تمہیں وعظ کیا ہے تمہارے غیر کے ساتھ پس اپنے تجی سے فرمایا ہے کہ

الْمَرَّةَ إِلَى الْمَلَأَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا
لَنَبِيِّ لَهُمْ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا يَمُوتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هُوَ عَسَيْتُمْ
أَنْ كُنتُمْ عَلَيْكُمْ الْقِتَالِ أَلَا تَفْقَهُونَ أَمْ لَا تَعْلَمُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا أَلَا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ه

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مِمَّا قَالُوا أَنِ
يَكُونُ لَهُ الْمَلِكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَلِكِ مِنْهُ وَلَمْ يَلُوتْ سَعَةً
مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَفَزَادَكُمْ بَاسِطَةً فِي الْعِلْمِ
وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مَلِكَهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ -

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۴۶-۲۴۷)

کیا تم دیکھتے تھیں ہوئی اسرائیل کے ایک گروہ کی طرف موسیٰ کے بعد جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا! بھیج ہمارے
یہ کوئی بادشاہ ہم راہ خدا میں جہاد کریں اس نے کہا کیا تم قریب ہو اگر تمہارے لیے جنگ کرنا لکھ دیا جائے تو تم
جنگ نہ کرو، وہ کہتے لگے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور بیٹوں
سے جدا کر دیا گیا ہے پس جب ان پر جنگ لکھ کر فرم کرنا دی گئی تو انہوں نے پشت پھیری سوا کے چند کے
اور اللہ ظالموں کو جاتا ہے اور ان سے ان کے نبی نے کہا کہ خدا نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے
تو وہ کہتے لگے کراس کو ہم پر سلطنت کیسے مل سکتی ہے حالانکہ ہم اس سے زیادہ ملک کے خدا ہیں وہ تو مالدار بھی
نہیں تو اس نے کہا خدا نے اس کو تم پر چن لیا ہے اور اس کو علم و حکم کی وسعت زیادہ دی ہے اور اللہ جسے چاہتا
ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور زیادہ جانتے والا ہے۔

اے لوگو! تمہارے لیے ان آیات میں عبرت ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ بے شک اللہ نے خلافت و امارت انبیاء کے
بعد ان کی نسل میں قرار دی ہے اور خدا نے طالوت کو تصدیق دی اسے جماعت پر مقدم رکھا اسے مصطفیٰ بنایا علم و حکم کی وسعت
کی زیادتی دے کر تو کیا تم دیکھتے ہو کہ خدا نے تو نبی امیمہ کو نبی ہاشم پر چنا اور معاویہ کو مجھ سے زیادہ علم و حکم کی زیادتی دی ہے؟
پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے اللہ کے بندو اس کی راہ میں جہاد کرو اس سے پہلے کہ تمہیں اس کی ناراضگی اس کی نافرمانی کر
لینے کی وجہ سے پالے اور خداوند عالم فرماتا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبان سے ہی اسرائیل میں سے
کافروں پر لعنت کی گئی اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حق سے تجاوز کرتے تھے اور وہ اس برے فعل سے نہیں رکتے
تھے جسے کر چکے ہوتے البتہ وہ برا عمل کرتے تھے مومن تھے وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں اور پھر وہ شک
نہ کریں اللہ کی راہ میں اپنے مال و نفسوں سے جہاد کریں وہی تو سچے ہیں اے ایمان والو! کیا تمہاری ایسی تجارت کی طرف راہنمائی
کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنے نفسوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر
ہے اگر تم جان لو کہ وہ تمہارے گناہ تمہیں بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں
اور وہ پاک صاف گھر جو جنت عدن کے باغات میں سے ہیں یہ عظیم کامیابی ہے۔

اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے کو اپنے امام کے ساتھ مل کر جا دکرتے پرا بھارو اگر میرے لیے بھی اہل بدر کی ایک جماعت ہوتی کہ جب میں آپس میں حکم دیتا تو وہ اطاعت کرتے اور جب میں آپس میں کھڑا کرنا چاہتا تو وہ میرے ساتھ کھڑے ہوتے جاتے تو ان کی وجہ سے میں تم میں سے بہت سول سے مستغنی ہو جاتا اور میں جلدی اٹھ کھڑا ہوتا معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرتے کے لیے کیونکہ یہ فرض شدہ جہاد ہے (یعنی جہاد واجب ہے)

خطبہ نمبر ۱۹

اور حضرت کا کلام ہے جب آپ کو معاویہ اور اہل شام کی طرف سے ایسی گفتگو پہنچی جو آپ کی اذیت کا باعث تھی تو آپ نے فرمایا کہ -

حمد ہے اللہ کی پرانے اور نئے زمانہ میں ہمیشہ فاسق میرے دشمن رہے پس خدا ان سے دشمنی رکھتا ہے کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا کہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ ایسے فاسق جو اسلام اور اہل اسلام سے منحرف ہیں انہوں نے اس امت کے بعض لوگوں کو دھوکہ دیا اور ان کے دلوں کو فتنہ کی محبت کا شریعت پلا دیا ہے انہوں نے اپنی خواہشات کو جھوٹ اور بہتان کی طرف مائل کر دیا انہوں نے ہمارے لیے جنگ نصیب کر دی ہے وہ تیر میں اللہ کے نور کو بجھانے میں اور خدا اپنے نور کو مکمل کرے گا اگرچہ کافرا سے ناپسند کریں خدا یا اگر وہ حق کو ٹھکرائیں تو تو ان کی عزت و حرمت کو توڑ دے اور ان میں انتشار پیدا کر دے اور انہیں ان کے گناہوں کے سپرد کر دے کیونکہ وہ ذلیل نہیں ہوتا جس سے تو محبت کرے اور وہ عزت دار نہیں ہوتا ہے جس سے تو دشمنی کرے -

خطبہ نمبر ۲۰

اور حضرت کا جنگ مضمین کے دن جنگ پرا بھارتے ہوئے فرمان ہے حمد و ثنا کے بعد اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو آنکھیں نیچی کر لو، آوازوں کو آہستہ کر دو اور گفتگو کم کر دو اور اپنے نفسوں کو متاثر نہ مجاہد مبارزہ بالاطمہ مبارزہ مقاتلہ اور مکادمہ کے لیے تیار کر لو (یعنی مقابل کو میدان میں آنے کی دعوت دیتے، اس سے لڑنے یا وہ بلائے تو اس کے مقابلہ میں جاتے تلوار سے لڑتے و نڈرول سے لڑتے دوست بدست جنگ کرتے اور داتول سے کاٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور ثابت قدم رہو مگر کہ تمہیں زیادہ کامیابی نصیب ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو پس کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے خدا یا انہیں صبر کا الہام کر اور نصرت کو نازل فرما

خطبہ نمبر ۲۱

حضرت کا کلام ہے نیز اسی معنی میں اے گروہ مسلمین بے شک اللہ نے تمہاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کی ہے جو تمہیں دروناک عذاب سے نجات اور تمہیں عظیم خیر پر قائم رکھتی ہے وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اس کی راہ میں بہا دکرنا اور اس کا ثواب یوں دینا کہ گناہوں کو معاف کرنا اور جہنم کی پائیزہ سکونت کی جگہیں قرار دینا پھر اس نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں صفت بستر ہو کہ گویا وہ میسرہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں زورہ و خود پسند ہوئے لوگوں کو آگے رکھو اور زورہ و غور کے بغیر میں انہیں پیچھے رکھو اور ڈاڑھوں پر کاٹو دراصل کو سختی سے بند رکھو (کیونکہ یہ تلواروں کو سرول سے زیادہ دور رکھنے والی چیز ہے اور نیزوں کے پہلوؤں کو ترچھا کر دیکھو کہ یہ عمل دشمن کے) نیزے کو زیادہ مضطرب کر دیتے والا ہے اور انھیں پیچھے کر لو کیونکہ ایسا کرنا دل کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور دلوں کے مزید سکون کا باعث ہے اور آوازوں کو ختم کر دو کیونکہ ایسا کرنا تروٹی کو دور کر دیتا ہے اور تار کے زیادہ مناسب ہے اور اپنے علم کو ٹیڑھا نہ ہوتے دو اس کو تہمت چھوڑو اور اسے صرف بہادروں ہی کے ہاتھوں میں قرار دو کیونکہ عزت و حرمت کی حفاظت اور بوشندائے کے آنے پر صبر کرتے ہیں رہی نگہبان ہیں جو جھینڈوں کو گھیرے رہتے ہیں اور انہیں دشمنوں کے زرنے سے نکال لاتے ہیں خدا رحم کرے اس شخص پر جو اپنے بھائی کی مدد کرے اور اپنے بد مقابل کو اپنے بھائی کے سپرد نہ کرے ورنہ اس کے خلاف اس کے بھائی کے بد مقابل جمع ہو جائیں گے تو وہ اس سے گناہ کا مرتکب ہو گا اور اس کی پستی اس پر آئے گی اور خدا کی ناراضگی کے لیے اپنے آپ کو پیش نہ کرو اور نہ موت سے بھاگو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْقَرَارُ اِنْ ضَرَبْتُمْ مِّنَ السَّوْتِ اَوْ اُلْقِیْتُمْ وَاِذَا لَا تَمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيْلًا

ترجمہ: تمہیں بھاگنا ہرگز فائدہ نہ دے گا اگر تم موت یا قتل سے بھاگے اس وقت تم نہیں قائمہ اٹھاؤ گے مگر کم، خدا کی قسم اگر تم دنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے سالم نہیں رہو گے پس مدد طلب کرو صبر نماز اور سچی نیت سے کیونکہ صبر کے بعد اللہ تعالیٰ نصرت و مدد نازل فرماتا ہے۔

خطبہ نمبر ۲۲

آپ کا کلام ہے اسی معنی و مفہوم میں ہے قوم حق کی طرف لوٹنے والی نہیں اور نہ ہی عادلانہ بات کو قبول کرنے والی جیب

تک کہ انہیں ملانہ جائے ہرادل دستہ لے کر کہ جس کے پیچھے پورا لشکر ہوا ان کو سنگسار کیا جائے ایسے دستوں سے کہ ان کے ساتھ ہی ہر طرف کا لشکر پہنچاں تک کہ ان کے شہر پر کھینچ لایا جائے لشکر کہ ان سے متصل دوسرا لشکر ہو۔ اس طرح ہو کہ آواز دے رہے ہوں گھوڑے ان کی زمین کے تواجی اور ان کی زمین کے چراگا ہوں کے اطراف میں اور ان پر ہر طرف سے حملے کئے جائیں اور ان پر جھنڈے لہرائے جائیں ان سے ملاقات کرے ایسی قوم جو زیادہ سچی اور زیادہ صابر ہو کہ جن کے قتل ہوتے والوں کی ہلاکت و موت اللہ کی راہ میں زیادہ نہ کرے مگر اللہ کی اطاعت میں کوشش کرنے کو اور خدا کی ملاقات کے شوق کو خدا کی قسم ہم نبی کریم کے ساتھ ہوتے تھے تو ہمارے باپ بیٹے بھائی چچا مارے جاتے تھے تو اس سے ہم میں زیادتی نہ ہوتی تھی مگر ایمان و تسلیم کی، درد کی تکلیف برداشت کر کے آگے بڑھنے کی دشمن سے جہاد کرتے ہیں حرارت کی اور مد مقابلوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں استقلال کی ایک شخص ہم میں سے اور ایک ہمارے دشمنوں میں سے، وہ ایک دوسرے پر دوسانہ دلی کی طرح حملہ کرتے وہ ایک دوسرے کی جانی چھین لیتا پاتے اس طرح کہ کون دوسرے کو موت کا پیالہ پلاتا ہے یہیں کبھی ہمارے نقشے میں ہوتا تھا ہمارے دشمن سے اور کبھی ہمارے دشمن کے نقشے میں ہوتا ہے ہم سے، پس جب خدا نے ہمیں زیادہ صبر کرنا زیادہ سچا دیکھا تو ہمارے دشمن پر لکھا ہوا عذاب نازل کیا اور ہم پر نصرت و مدد نازل کی بھئی اپنی جان کی قسم اگر ہم بھی آتے اسی طرح کہ کون دوسرے کو موت کا پیالہ پلاتا ہے یہیں کبھی ہمارے نقشے میں ہوتا تھا ہمارے دشمن سے اور کبھی ہمارے دشمن کے نقشے میں ہوتا ہے ہم سے، پس جب خدا نے ہمیں زیادہ صبر کرنے والا زیادہ سچا دیکھا تو ہمارے دشمن پر لکھا ہوا عذاب نازل کیا اور ہم پر نصرت و مدد نازل کی مجھے اپنی جان کی قسم اگر ہم بھی آتے اسی طرح جس طرح تم آئے ہو دین قائم نہ ہو سکتا اور نہ اسلام کو علیہ عامل ہو سکتا خدا کی قسم تم اس سے زیادہ خون و دھوتے رہو گے یا درکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔

خطبہ نمبر ۲۳

آپ کا کلام ہے کہ جب آپ کے اصحاب صفین کی جنگ سے واپس آئے جس وقت انہیں معاویہ نے قرآن بلند کر کے دھوکہ دیا اور وہ جنگ سے واپس آگئے تم نے ایسا کام کیا ہے کہ جس نے اسلام کی قوتوں کو ہلا دیا ہے اور اس کی طاقت کو گرا دیا ہے اور اسے کمزوری اور ذلت و راشت میں دیدی ہے جب تم فتح مندی کی بلندی کو پا رہے تھے اور تمہارے دشمن کو ہلاکت کا خوف ہوا اور قتل نے اس کا دل توڑ دیا تھا تو انہیں زخم کا درد بھی محسوس ہوتے لگتا تو انہوں نے قرآن نیروں پر بلند کر دیئے اور تمہیں اس کی طرف بلایا جو مصائب میں ہے تاکہ وہ تمہیں اپنے سے پھیر کر تمہارے اور اپنے درمیان جنگ ختم کر دیں اور مکاری سے تمہیں گردش زمانہ کا منظر ٹھہرائیں پس نہیں، تو تم جب کہ تم نے اتفاق کر لیا ہے اس پر جسے وہ چاہتے تھے اور تم نے انہیں دیدیا ہے جس کا وہ ملالہ کرتے تھے مگر دھوکہ کھاتے ہوئے خدا کی قسم میں

گمان نہیں کرتا کہ اس کے بعد تم ہدایت پر موقوف ہو سکو اور نہ ہی ہوشیاری اور عقل مندی پاؤ گے۔

خطبہ نمبر ۲۴

حضرت کا کلام ہے صلح اور تحکیم کی تحریر لکھے جانے کے بعد جب کہ اہل عراق میں اس سلسلہ میں اختلاف ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ۔

خدا کی قسم نہ میں راضی تھا اور نہ میں پسند کرتا تھا کہ تم راضی ہو جاؤ پس جب تم نے انکار کیا مگر اس سے کہ تم راضی ہو جاؤ تو میں بھی راضی ہو گیا اور جب میں راضی ہو گیا تو اب رضا کے بعد رجوع اور اقرار کے بعد تبدیلی نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ ہم عہد و پیمان تو کر خدا کی نافرمانی کریں اور اس کی کتاب سے تجاوز کریں پس اس وقت اس کے ساتھ جنگ کرو جو خدا کے حکم کو چھوڑ دے اور باقی رہا وہ جو تم ذکر کرتے ہو اشتر کے متعلق کہ اس نے کتاب میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر میرے حکم کو چھوڑ دیا اور اس کی مخالفت کی ہے کہ جس پر میں ہوں تو وہ ایسے لوگوں میں سے نہیں اور نہ مجھے اس سے کوئی خطر ہے کاش تم میں اس جیسے دو اشخاص ہوتے بلکہ کاش تم میں اس جیسا ایک شخص ہوتا کہ جس کی رائے تمہارے دشمن کے بارے اس جیسی ہوتی تو پھر تمہارا ابو مجھ سے کم ہو جاتا اور میں اُمید رکھتا کہ تمہارے ٹیڑھے پن کچھ درست اور سیدھے ہو جائے اور میں نے تمہیں منع کیا تھا اس سے کہ جو تم لائے ہو تو تم نے میری نافرمانی کی اور میں اور تم اس طرح تھے جیسے قیلد ہوازن کا شاعر کہتا ہے۔

وَهَلْ اَنَا لَمْ اَنْزِيْهُ اَنْ اُحْمِلْ : غَوِيْتُ وَاَنْ تَوْشِدَ غَزِيَّةَ اَسْرَشِدَ
ترجمہ۔ اور نہیں ہوں میں مگر غزیرہ قیلد سے اگر قیلد غزیرہ گمراہ ہو جائے تو مجھے گمراہ ہونا پڑتا ہے اگر وہ ہدایت پالے تو میں ہدایت پالیتا ہوں۔

خطبہ نمبر ۲۵

آپؐ کا کلام ہے خوارج کے لیے جیب آپؐ کو فہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو کو فہ میں داخل ہونے سے پہلے کو فہ کے نزدیک ارشاد فرمایا حمد و ثناء اور اللہ کے رسولؐ پر صلوات کے بعد فرمایا کہ۔

تدایا یہ وہ مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہو جائے وہ قیامت کے دن کامیابی کا زیادہ حق دار ہے اور جو اس میں جیب دار ہو جائے یا گناہ کرے تو آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہو جائیگا، میں تمہیں

خدا کی قسم دیکھ لو چھتا ہوں کہ کیا تمہیں علم ہے کہ جب انہوں نے قرآن بلند کیے تو تم نے کہا تھا کہ ہم ان کی دعوت قبول کرتے ہیں مگر میں نے کہا تھا کہ میں اس قوم کو تم سے بہتر جانتا ہوں نہ یہ دیندار ہیں اور نہ ہی یہ قرآن کے ساتھی ہیں میں ان کے ساتھ رہا ہوں اور انہیں بچپن اور جوانی سے جانتا ہوں یہ بڑے بچے اور بڑے مرد تھے تم اپنے حق اور سچ پر چلتے رہو، قوم نے یہ قرآن تمہیں دھوکہ دینے کنور کرنے اور مکاری کے لیے اٹھائے ہیں پس تم نے تو میری رائے رد کر دی اور تم نے کہا کہ تمہیں بلکہ ان کی بات قبول کر لی جائے تو میں نے تم سے کہا تھا کہ جو کچھ میں نے تم سے کہہا ہے اور تمہارا میری نافرمانی کرنا اسے یاد رکھنا، تو جب تم نے انکار کیا مگر کتاب کا تو میں نے دو فیصلہ کرنے والے (حکیم) اشخاص پر یہ شرط کی تھی کہ وہ اسے زندہ کو یہی جسے قرآن زندہ کرے اور اسے مار دیں جسے قرآن مار دے پس اگر دونوں نے علم قرآن کے مطابق فیصلہ کیا تو ہمیں حق نہیں ہو گا کہ ہم اس کی مخالفت کریں جس نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اور اگر قرآن کے بغیر فیصلہ کیا تو ہم ان کے حکم سے بری ہوں گے۔

تو آپ سے ایک خارجی نے کہا کہ

ہمیں یہ بتائیے کہ آپ اس کو عدالت کے مطابق خیال کرتے ہیں کہ خون کے سلسلہ میں مردوں کو فیصلہ بنایا جائے؟ آپ نے فرمایا

ہم نے مردوں کو حاکم نہیں بنایا ہم نے تو قرآن کو حاکم بنایا ہے اور یہ قرآن تو ایک لکھی ہوئی تحریر ہے جو دو پھرے کی جلدوں کے درمیان ہے۔ وہ تو خود ہمیں بولتا، اس سے تو آدمی ہی بات کرتے ہیں۔

تو وہ آپ سے کہنے لگا! ہمیں اس مدت کے بارے میں خبر دیں جو آپ نے اپنے اور ان کے درمیان قرار دی ہے!

آپ نے فرمایا

یہ اس لیے ہے کہ... تاکہ جاہل جان سکے اور عالم ثابت قدم ہو جائے اور شاید خدا اس صلح کے زمانہ میں اس امت کے اصلاح کر دے، اپنے شہر میں داخل ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے۔

اور سب نے وہاں سے کوچ کیا۔

خطبہ نمبر ۲۶

اٹھ آپ کا کلام ہے جب معاویہ نے عہد و بیعت کو توڑ کر خنصاک بن قیس کو اہل عراق پر غارتگری کیلئے بھیجا اور اس کا سامنا عمرو بن عبس بن مسعود سے ہوا تو خنصاک نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ بھی قتل کر دیئے تو حوثنا

اہلی کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اے اہل کوہِ نیکو صالح بندے کی طرف اور اپنے اس لشکر کی طرف کہ جس کا کچھ حصہ مارا گیا ہے پس جنگ کرو اپنے دشمن کے ساتھ اور اپنے حرم اور عزت کی حفاظت کرو اگر تم کرتے دالے ہو۔
 راوی کہتا ہے کہ انہوں نے آپ کو کمزوری کے ساتھ جواب دیا اور آپ نے ان سے عجز اور زوری کو دیکھا تو فرمایا:
 ”خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ تم میں سے ہر آٹھ مردوں کے مقابلہ میں ان میں سے ایک ہوتا افسوس ہے تم میرے ساتھ باہر نکلو پھر مجھے چھوڑ کر بھاگ آنا اگر تمہارا جی چاہے خدا کی قسم میں اپنے رب کی ملاقات ناپسند نہیں کرتا اپنی نیت اور بصیرت کی بنا پر اس میں میرے لیے عظیم راحت ہے تم سے سرگوشی کرنے تمہاری تکلیف تھیلے اور تم سے نرمی و مدارات کرتے میں بہتری ہے جس طرح کہ نرمی کی جاتی ہے تو جوان اونٹ سے کہ جس کا کوہان اندر سے زخمی ہو یا مثل پھٹے ہوئے کپڑوں کے کہ جنہیں جب ایک طرف سے پہنا جائے تو دوسری طرف سے پھوٹ جاتے ہیں۔“

خطبہ نمبر ۲

آپ کا کلام ہے قوم کو ابھارتے اور ان کے جہاد میں تاخیر کرنے کے متعلق جب کہ آپ کو خبر ملی تھی بصرہ میں ارطاتہ کے مین پہنچ جانے کی۔

ابا بعد لے لوگو! تمہاری قیامت کی پہل اور تمہارے عہد و بیمان کو توڑنے کی ابتداء تب سے ہوئی ہے جب سے تمہارے صاحبان عقل اور تم سے اہل رائے چل دیئے جو کہ ملاقات کرتے تو پیچ بولتے بات کرتے تو عا دلانہ گفتگو کرتے اور پکارا جاتا تو لیک پکتے ہیں نے خدا کی قسم تمہیں لوٹتے اور جاتے ہوئے پوشیدہ طور اور علی الاعلان مات، دن، اور صبح، شام دعوت دی ہے لیکن میری دعوت تم میں زیادتی نہیں کرتی مگر بھاگنے اور پشت پھیرنے میں کیا تمہیں موقعہ ہدایت و حکمت کی طرف دعوت تفع نہیں دیتی اور میں جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری اصلاح و درستگی ہو سکتی ہے اور میرے لئے تمہارا ٹیڑھا پن سیدھا ہو سکتا ہے لیکن خدا کی قسم میں تمہاری اصلاح اپنے نفس کو قاسد کر کے نہیں چاہتا لیکن مجھے تمہاری سی مہلت دو پس گویا ایک شخص تمہارے پاس آگیا ہے جو تمہیں محروم کرے گا اور تمہیں عذاب دے گا پھر خدا اسے عذاب دے گا جس طرح وہ تمہیں عذاب دے گا اور مسلمانوں کی ذلت، دین کی تباہی اور ہلاکت میں سے یہ ہے کہ ابوسفیان کی اولاد سخت قسم کے رذیل اور شریر لوگوں کو بلاتی ہے پس وہ ان کا حکم قبول کرتے ہیں، اور میں تمہیں بلاتا ہوں حالانکہ تم

بہترین لوگ ہو لیکن تم مکر و فریب کرتے ہو اور ایک دوسرے پر کام کو ڈالتے ہو یہ متقی اور پرہیزگاروں کا کام نہیں۔

خطبہ نمبر ۲۸

اور یہ بھی آپ کا کام ہے جو آپ کی نصرت سے پیٹھ گئے تھے ان کی سستی اور تاخیر کا ذکر کیا ہے۔
اے وہ لوگوں کہ جن کے بدن اکٹھے ہیں اور ان کی خواہشات مختلف ہیں تمہاری گفتگو تو سخت پتھروں کو گرا دیتی اور تمہارے کام تمہارے شکی دشمن کو تم میں طمع دلاتے ہیں تم مجالس میں تو کہتے ہو ایسا ویسا اور جب جنگ سر پر آ جاتی ہے تو کہتے ہو ہٹو بھاگو اس کی دعوت میں عزت نہیں چوتھیں بلائے اور نہ راحت محسوس کرتا ہے اس کا دل چوتھیں برداشت کرے، مگر صیوں کی تاویل میں ہیں تم نے مجھ سے ناخیر کا سوال کیا جس طرح ٹال مٹول مقروض کرتا ہے، ذلیل شخص ظلم کو نہیں روک سکتا اور حق کو کوشش کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، اپنے اس گھر کے علاوہ کس گھر کی حفاظت کرو گے یا میرے بعد کس امام کی تقلید میں جنگ کرو گے خدا کی قسم دھوکہ کھائے ہوئے ہے وہ جسے تم دھوکہ دو جو تمہاری دیر سے کامیاب ہو جائے وہ تا امید تیرے ساتھ کامیاب ہونے والے کی طرح ہے، میں نے صبح کی ہے خدا کی قسم میں تمہارے قول کی تصدیق نہیں کرتا اور تمہاری نصرت و مدد کا مجھے لایح ہے خدا میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور تمہارے بدلے وہ کچھ دے جو میرے لیے تم سے بہتر ہے خدا کی قسم، میں دوست رکھتا ہوں کہ مجھے تم میں سے دہل کے بدلے بنی فراس بن غنم کا ایک مرد مل جائے بتا دہ ہو دنیا کا دار ہم کے بدلے !!!

خطبہ نمبر ۲۹

یہ کام بھی آپ کا اسی معنی میں ہے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد
میں گمان نہیں کرتا مگر یہ کہ یہ قوم یعنی اہل شام تم پر غلبہ پالیں گے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اے امیر المومنین
یہ کیسے فرمایا، فرمایا کہ
میں دیکھتا ہوں کہ ان کے معاملات اوپچے جا رہے ہیں اور تمہاری آگ بجھی پڑی ہے، میں انہیں کوشش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور تمہیں سستی کرتے ہوئے، انہیں خجق اور متفق اور تمہیں منشر و مختلف، انہیں دیکھتا

ہوں کہ وہ اپنے ساتھی کی اطاعت کرتے ہیں اور تم میری نافرمانی کرتے ہو اور یاد رکھو خدا کی قسم اگر تم پر غالب آگئے تو انہیں برے مالک و سردار پاؤ گے میرے بعد گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں اور وہ تمہارے شہروں میں تمہارے شریک ہو چکے ہیں اور تمہارا مال قیمتی مال غنیمت اپنے شہروں کی طرف اٹھا کر لے جا چکے ہیں۔

گویا میں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ اس طرح آواز نکالتے ہو جس طرح کہ سو سمار کی آواز ہوتی ہے یعنی اس کی سر اسٹھٹ کی آواز ہوتی ہے نہ کوئی حقے سکونگے اور نہ اللہ کی کسی محترم شے کی حفاظت کر سکو گے، میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے نیک اور صالح لوگوں کو قتل کر رہے ہیں اور تمہارے آدمیوں کو ڈراتے ہیں، تمہیں محروم رکھتے ہیں اور تمہیں پردوں کے پیچھے اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو قریب کرتے ہیں پس اگر تم اپنی محرومی، تلوانوں کا پڑنا اور خوف کا نازل ہونا دیکھو تو پھر پشیمان ہو گے اور اپنے جہاد میں کوتاہی کرنے پر تمہیں حسرت اور ندامت ہوگی، اور تمہیں یاد آئیں گے یہ راحت و آرام جہنم میں آج تم ہو لیکن اس وقت یاد دہانی نفع و فائدہ نہ دے گی۔

خطبہ نمبر ۳

اور آپ کا کلام ہے جب معاویہ نے صلح کی شرط توڑ دی اور وہ اہل عراق پر فارتگری کرنے لگا تو آپ نے حمد و ثناء رب جلیل کے بعد فرمایا کہ

معاویہ کو کیا ہو گیا خدا اس کو قتل کرے اس نے میرے متعلق ایک امر عظیم کا ارادہ کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس طرح کروں کہ جس طرح وہ کہتا ہے پس میں ہو جاؤں عہد و ذمہ کی ہتک حرمت کر نیوالا اور عہد و پیمان توڑنے والا اور وہ اس کو میرے خلاف حجت قرار دے تاکہ قیامت تک مجھ پر یہ عیب رہے جب بھی میرا ذکر کیا جائے، اگر اس سے کہا جائے کہ اس کی ابتداء تو تو نے کی ہے تو وہ کہتا ہے مجھے تو یتیم نہیں اور نہ میں نے حکم دیا پس کوئی کہتا ہے کہ اس نے بیع لولا اور کوئی کہتا ہے کہ اس نے جھوٹ لولا۔

یاد رکھو بے شک خدا جہالت دینے والا اور عظیم علم و بردباری والا ہے اس نے پہلے لوگوں میں سے بہت سے فرعونوں کے ساتھ علم و بردباری برتی اور کچھ پر غتاب کیا ہے پس اگر اس کو اس نے جہالت دے رکھی ہے تو یہ اس سے ہرگز چھوٹ کر نہیں نکلی سکتا اور وہ اس کی گھات میں اس کے گزرنے کے راستہ پر

ہے، پس کرتا پھرے جو اس کے جی میں آئے ہم اپنے ذمہ کی خلافت ورزی نہیں کریں گے، اور اپنے عہد و پیمان کو نہیں توڑیں گے اور ہم کسی مسلمان کو اور کسی ذمی کو جیب تک صلح کی شرط ہمارے درمیان ختم نہ ہو جائے
افتشاد اللہ خوف زدہ نہیں کریں گے۔

خطبہ نمبر ۳۱

اور آپ کا کلام ہے ایک دوسرے مقام پر

حمد ہے اللہ کے لیے اور سلام ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے اللہ!

بے شک رسول اللہ نے مجھے اپنا بھائی بنانے کے لیے پسند فرمایا اور مجھے اپنا مخصوص وزیر بنایا۔ اے لوگو! میں ہدایت کی ناک اور اس کی دونوں آنکھیں ہوں، پس نہیں ہدایت کی راہ سے دشت نہ ہو ان لوگوں کی کمی کے سیب جو اس پر چلتے ہیں اور یہ گمان کرے کہ میرا قاتل مومن ہے تو اس نے مجھے قتل کیا یا درکھو کہ ہر خون کا کسی نہ کسی دن بدلہ لینے والا ہے اور ہمارے خون کا بدلہ لینے والا اپنے نفس کے حق میں اور قوی القربیٰ یعنی مساکین اور ابن سبیل کے حق میں وہ ہے کہ جسے عاجز نہیں کر سکتا وہ جسے وہ طلب کرے اور نہ اس سے نکل کر جاسکتا ہے وہ جو بھاگ جائے ”وَسَيُعَذِّبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اِيْ مَنْ قَلْبٍ يَنْقَلِبُوْنَ“ اور عتقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس پلٹنے کی جگہ پلٹ جائیں گے اور میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جس نے دانہ کو تشنگا فتنہ اور آسان کو پیدا کیا، البتہ تمہیں خلافت پر قتل کیا جائیگا اے نبی امید اور تم ضرور جان لو گے کہ وہ تمہارے غیر کے ہاتھوں میں ہے اور تھوڑے عرصہ بعد وہ تمہارے دشمن کے گھر میں ہے۔ اور عتقریب اس کی خبر تمہیں معلوم ہوگی۔

خطبہ نمبر ۳۲

اور آپ کا کلام گزشتہ امور کے بارے میں ہی ہے کہ

اے اہل کو قرا اپنے دشمن معاویہ اور اس کے پیروکاروں سے جہاد کرتے کی تیاری کرو اس پر وہ کہنے لگے کہ اے امیر المؤمنین! ہمیں جہالت دیں کہ ہم سے سروی جاتی رہے تو آپ نے فرمایا! یاد رکھو قسم ہے اس ذات نے دانہ کو تشنگا فتنہ اور نفس انسانی کو پیدا کیا البتہ قوم ضرور تم پر غلبہ حاصل کریگی نہ اس لیے کہ وہ تم سے

زیادہ تھی پر میں بلکہ اس لیے کہ وہ معاویہ کی اطاعت کرتے ہیں اور تم میری نافرمانی کرتے ہو، خدا کی قسم یہ حقیقت ہے کہ تمام امتوں نے صبح کی ہے کہ وہ اپنے حاکموں کے ظلم سے ڈرتے ہیں اور میں نے صبح کی ہے کہ میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں میں نے تم میں سے کچھ افراد کو عامل بنایا تو انہوں نے خیانت کی اور دھوکہ دیا۔ بعض نے مسلمانوں کے مال غنیمت کو جمع کیا کہ جس پر میں نے انہیں امین بنایا تھا وہ اسے اٹھا کر معاویہ کے پاس لے گیا اور دوسرا اپنے گھر میں اٹھا کر لے گیا قرآن کو حقیر سمجھتے ہو اور رحمن پر جرات کرتے ہوئے یہاں تک کہ میں اگر تم میں سے کسی کو چایک کی لٹکائے والی رسی کا امین بناؤں تو قیامت کرے تم نے تو مجھے عاجز کر دیا ہے۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمایا،

خدا یا! میں ان لوگوں کے درمیان زندگی گزارنے سے تھک چکا اور امید کر کے نہیج ہو گیا ہوں، پس میرے لیے میرے ساتھی کو تیار کر اور مقدمہ کر دے تاکہ میں ان سے راحت و آرام پاؤں اور مجھ سے انہیں راحت ملے اور یہ میرے بعد ہرگز فلاں نہ پائیں۔

خطبہ نمبر ۳۳

آپ کا کلام ہے ایک دوسرے مقام پر میں تمہیں اس قوم سے جہاد کے لیے ابھار چکا تم اس کے لیے تیار نہیں ہوئے میں تمہیں بیکار چکا تم نے بیک نہیں کی، میں نے تمہیں نصیحت کی اور تم نے قبول نہیں کی، تم حاضر ہو تو غائبین کی طرح میں حکمت تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اور تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو، میں تمہیں مقصد تک پہنچانے والا موقعہ کرتا ہوں تم اس سے نفرت کرتے ہو کانکہ حرم مستنقرہ فوت من قسورۃ گویا تم گدھے ہو جو نینچل رہے ہو شیر سے بھاگے ہوئے اور میں تمہیں ابھارتا ہوں اہل یوروسم کے خلاف جہاد کرنے پر تو میں اپنی گفتگو میں آخری بات تک نہیں پہنچتا کہ تمہیں دیکھتا ہوں کہ متفرق ہو گئے ہو سب کے ہاتھوں (بیٹوں) کی طرح اپنی مجلسوں کی طرف پلٹ کے جلتے ہو تو گوئل حلقہ بنا کے بیٹھتے، ضرب اٹھتے بیان کرتے اشعار پڑھتے سناتے ہو اور اخباریں تجسس و جستجو کرتے ہو یہاں تک کہ جب متفرق ہو جاتے ہو تو اشعار کے متعلق سوال کرتے ہو بغیر علم کے جہالت اور بغیر دروغ و پرہیزگاری کے غفلت ہے اور روکتے ہو بغیر خوف کے تم جنگ کو اور اس کی تیاری کو بھول چکے ہو پس تمہارے دل اس سے تو فارغ ہو چکے ہیں، انہیں جیل بہانے اور باطل افسانوں میں مشغول کر رکھا ہے پس تعجب اور پورا تعجب ہے اور مجھے کیا ہے کہ میں تعجب نہ کر دوں اس قوم کے باطل پر متحس ہو جانے اور تمہارے ایک دوسرے کی اپنے حق کے حصول میں مدد نہ کرنے پر اسے اہل

کو قدرِ تمہاری مثال اس سخت مزاج ماں کی ہی ہے جو حاملہ ہو گئی ہو نہیں اس کھل ساقط ہو جھلے اور اس کا شرمہر
مرجائے پس اس کی بیوگی طویل ہو جائے اور اس کا بیحد ترین رشتہ دار اس کا وارث ہو قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے
دائرہ کو تشکاقتہ اور انسان کو پیدا کیا، یہے شک تمہارے پیچھے ہے کا ناز خفی بیٹھ والا دنیا کا بہنم جو نہ کچھ باقی رکھے
گا اور نہ کچھ باقی چھوڑے گا، اور اس کے بعد ہے زیادہ دانتوں سے کاٹنے والا نیز قسم زیادہ جمع کرنے والا اور
بھلائی کو زیادہ روکنے والا پھر تمہارے وارث نہیں گے بنی امیہ میں سے ایسے کہ جن کا آخری پہلے سے زیادہ
مہربان نہیں ہو گا سوائے ایک مرد کے، ایک ابتلا اور مصیبت ہے کہ جس کا فیصلہ اللہ نے اس امت کے لیے
کر دیا ہے جو ضرور ہو کہ ہے گاجی امیہ تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کریں گے اور کیسے اور پست لوگوں کو اپنا
غلام بنائیں گے اور تمہارے آراستہ کمروں میں سے خزانے اور ذخیرے نکال کر لے جائیں گے یہ بطور سن رہے ہو
تم نے اپنے امور اپنے نفسوں کی درستی اور اپنے دین کو ضائع کر دیا ہے اہل کو قدر! میں تم کو خبر دیتا ہوں اس کی جو
ہونے والا ہے اس کے ہونے سے پہلے تاکہ تم اس سے ڈرو اور اپنا بچاؤ کر لو تاکہ تم اسے ڈراؤ جو نصیحت حاصل
کرے اور عبرت پکڑے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم کہو گے کہ علی جھوٹ بولتا ہے جیسا کہ قریش اپنے نبیؐ
اور سردار نبیؐ رحمت حضرت محمدؐ بن عبد اللہؐ خدا کے صلیب کے بارے میں کہتے تھے ہائے تم ہلاک ہو جاؤ میں
کس پر یہ جھوٹ بولتا ہوں، کیا خدا پر تو میں پہلا شخص ہوں جس نے اس کی عبادت کی ہے اور اس کی توحید کا
اقرار کیا ہے، حالانکہ میں پہلا شخص ہوں جو نبیؐ کریمؐ ایمان لایا جس نے آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ کی نصرت و مدد
کی، ہرگز نہیں خدا کی قسم لیکن یہ دھوکہ دینے والی بات ہے کہ جس سے تم مستعفی ہو، قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے
دائرہ کو تشکاقتہ اور انسان کو پیدا کیا تم ضرور اس خبر کو جان لو گے ایک وقت کے بعد اور یہ اس وقت ہو گا جب
کہ تمہاری جمالت تمہیں اس تک پہنچا دیگی جہاں اس وقت اس کا جانتا نہیں نفع نہیں دیگا پس برا ہو تمہارا اسے
مردوں کی شبابست رکھنے والے جو کہ مرد نہیں ہو تمہاری تو بچوں اور عورتوں والی عقل ہے یا در کھو خدا کی قسم
اے وہ کہ جن کے بدن حاضر اور عقل غائب ہو چکی ہیں جن کی خواہشات مختلف ہیں، خدا اس کی نصرت کو عزت
و غلبہ نہیں دیتا جو تمہیں پکارے اور نہ اس کے دل کو آرام پہنچ سکتا ہے جو تمہیں برداشت کرے اور نہ اس کی
آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی جو تمہیں بلجا و مادی قرار دے تمہاری گفتگو تو بہت سخت پتھروں کو اپنی جگہ سے گرا
دیتی ہے، لیکن تمہارے کام تو
پر تعجب ہے کہ اپنے گھر کے بعد کس گھر کی حفاظت کرو گے اور میرے بعد کس رازم کی میحت میں جنگ کرو گے
خدا کی قسم دھوکہ کھایا ہوا ہے وہ جسے تم دھوکہ دو اور جو تمہارے ساتھ کامیابی حاصل کرے تو اس نے ناامیدی
کے تیر سے کامیابی حاصل کی ہے میں نے صبح کی ہے جب کہ تجھے تمہاری مدد کی طرح نہیں اور نہ میں تمہاری بات کی تصدیق

کر سکتا ہوں خدا میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور تمہارے بدلے مجھے وہ دے جو میرے لیے تم سے بہتر ہو اور میری جگہ پر تمہیں وہ دے جو تمہارے لیے بُرا ہو تمہارا امام اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، اہل شام کا امام اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ معاویہ مجھ سے تمہارا تبادلہ کر لے، مثل تبادلہ و تیار کا درہم کے ساتھ تم سے دس لے لے اور ان میں سے ایک دے دے خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں نے تمہیں نہ پیچا نہ ہوتا اور نہ تم مجھے پیچاتے، پس یہ ایسی پہچان ہے جو پیشانی اور ندامت کو کھینچ لائی ہے تم نے غصہ سے میرے سینہ کو خراب کر دیا ہے، اور میرا معاملہ تجھ پر مدد چھوڑ دینے اور نافرمانی کرنے کی وجہ سے فاسد کر دیا ہے یہاں تک کہ قریش یہ کہتے لگے ہیں کہ علی ہے تو مرد بہادر لیکن اسے جنگ کرنا نہیں آتا، اللہ ان کو سمجھے کیا ان میں سے کوئی مجھ سے زیادہ جنگ کا طویل تجربہ رکھتا ہے اور اس کی سختیوں کو زیادہ بھیلنے والا ہے یہ حقیقت ہے کہ میں اس وقت جنگ میں مصروف ہوا جب میں بیس سال کا نہیں ہوا تھا اور یہ لوگ تو میری عمر ساٹھ سال سے زائد ہو چکی ہے لیکن اس کا حکم بیکار ہے جس کی اطاعت نہ کی جائے، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا مجھے تمہارے درمیان سے نکال دے اور لے جائے اپنے رضوان کی طرف اور موت میری منتظر ہے پس کس چیز نے روک رکھا ہے اس امت کے شقی ترین کو کہ وہ اس کو خطاب کرے اور اپنے اپنا ہاتھ سر اور ریش مبارک پر پھیرا یہ ایک عہد و پیمان ہے جو کہ نبی اُمی نے مجھ سے کیا اور ناامید و نامراد ہے وہ جو افترا پر دازی کرے دھوٹ باندھے اور تجارت پاتا ہے وہ جو تقویٰ اختیار کرے اور تنگی کی تصدیق کرے اسے اہل کفر میں نے تمہیں اس قوم سے جنگ کے لیے (جہاد کے لیے) خلوت و جلوت اور رات دن میں پکارا، میں نے تم سے کہا کہ ان سے جنگ کرو اس سے پہلے کہ وہ تم سے جنگ کریں کیونکہ جس قوم سے ان کے گھر کے وسط میں جنگ کی گئی وہ ذلیل ہی ہوئی مگر تم نے ایک دوسرے پر لے ٹالا اور ایک دوسرے کی مدد نہ کی، میری بات تم پر بوجھ بن گئی اور میری حکومت تم پر سخت ہو گئی اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا یہاں تک کہ تم پر حملہ کیا گیا اور تم میں فاحشات اور برائیاں ظاہر ہو گئیں جو کہ صبح شام تم سے ہوتی ہیں جیسا کہ تم سے پہلی اتوں پر کیا گیا کہ جن کو جزیرہ تناک سزائیں دی گئیں جہاں خدا خبر دیتا ہے جابر سرکش اور طاغوتوں سے اور جنہیں گراہوں میں سے کمزور کر دیا گیا تھا۔

يَذَّبَحُونَ اِبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَهُمْ فِي ذٰلِكَ لَكُمْ بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ

”وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہتے دیتے تھے، اور اس میں ایک عظیم آزمائش سے تمہارے رب کی طرف سے“

یاد رکھو قسم ہے اس کی جس نے دائرہ کو تشکافتہ اور انسان کو پیدا کیا یہ حقیقت ہے کہ تم پر وہ کچھ نازل ہو چکا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا میں نے تمہیں اسے اہل کو قدر سزائش کی مواعظ قرآن کے ساتھ پسینے تم سے کوئی نفع نہ ہوا میں نے تمہاری دُورہ سے تادیب کی تو بھی تم سیدھے نہ ہوئے میں نے تمہیں اس کو طے سے سزا دی کہ جس سے حدود قائم کی جاتی ہیں پس تم نہیں ڈرے البتہ میں جانتا ہوں اس چیز کو جو تمہاری اصلاح کر سکتی ہے اور وہ تلوار ہے اور میں تمہاری اصلاح اس سے نہیں کرتا چاہتا جس سے میرے نفس میں فساد پیدا ہو لیکن عنقریب تم پر ایسا سخت بادلوں مسلط ہو گا کہ جو نہ تمہارے بڑے کی عزت و توقیر کرے گا اور نہ تمہارے چھوٹے پر رحم کھائے گا نہ تمہارے عالم کی عزت کرے گا اور نہ مال غنیمت تم میں مساویانہ طور پر تقسیم کرے گا، اور وہ تمہیں مقررہ تلوار مارے گا اور ذلیل و مہوا کرے گا تمہیں جنگوں میں تیار کر کے بھیجے گا، تمہارے راستے کاٹ دے گا اور اپنے دروازے پر تمہارے لیے دریائے مقرر کرے گا یہاں تک کہ تمہارا قوی طبیعت کو کھائے گا پھر خدا دور نہ کرے مگر اس کو جو تم میں سے ظلم کرے اور بہت کم ہے کہ کوئی چیز پشت پھر لیتے کے بعد پھر آگے بڑھے اور میں تمہیں فترۃ دینی سے خالی زمانہ کے زمانہ میں گمان کرتا ہوں اور مجھ پر فرض نہیں ہے مگر تمہیں نصیحت کرتا، ۔

اے اہل کوثر! میں تم میں تین اور دو چیزوں کے درمیان مبتلا ہوں، کان رکھتے ہوئے بہرے ہو اور زبانیں رکھتے کے باوجود گنگ ہوا نکھیں ہونے کے باوجود اندھے ہو، نہ جنگ کے وقت اور نہ مصیبت و آزمائش کی گھڑی میں قابل و ثوق بھائی ہو، خدا یا! میں نے انہیں رجیدہ و مدلول کیا ہے، اور انہیں نے مجھے ناراض کیا ہے میں ان سے تحک گیا ہوں اور یہ مجھ سے تحک چکے ہیں۔ خدا یا! ان سے کسی امیر کو راضی اور خوش نہ رکھنا اور نہ ہی انہیں کسی امیر پر خوش رکھنا (نہ کوئی امیر انہیں پسند کرے اور نہ کسی امیر کو اچھا پائیں) اور پگھلا دے ان کے دلوں کو جس طرح کہ منک پانی میں پگھل جاتا ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس چارہ ہوتا تم سے کلام کرنے اور تم سے خط و کتابت کرنے کا تو میں نہ کرتا اور میں نے تمہیں سزائش کی تمہاری ہدایت کے لیے یہاں تک کہ میں زندگی سے تنگ آگیا ہوں تم حق سے بھاگنے اور باطل کی طرف رجحان رکھنے کی وجہ سے ہر بات کا مذاق اڑاتے ہو جن سے اللہ دین کو عزت نہیں دیتا اور میں جانتا ہوں کہ خسارہ کے علاوہ تم مجھے اور کچھ نہیں دے سکتے جب بھی میں تمہیں دشمن سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہوں تو زمین پر بوجھل بن کر بیٹھ جاتے ہو اور مجھ سے تاخیر کا مطالبہ کرتے ہو، مال موٹل کرنے والے مفروض کے چھٹکارا پانے کی طرح جب میں سردیوں میں تم سے کہتا ہوں کہ چلو تو تم کہتے ہو کہ، یہ خدا کا حکم اور سردی کا زمانہ اور اگر گرمیوں میں کہتا ہوں تو تم کہتے ہو سخت گرمی کا زمانہ ہے ہمیں نہایت دیکھئے کہ گرمی ختم ہو جائے یہ سب کچھ جنت سے بھاگنے ہے جب تم سردی اور گرمی سے عاجز ہو تو خدا کی قسم پھر تلوار کی گرمی سے تو بہت عاجز ہو، ”إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ“ پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف لوٹ جائیں گے۔

اسے اہل کفر میرے پاس واقع خبر آئی کہ غامد قبیلہ کا شخص چارہ راز کے لشکر کے ساتھ انبار شہر میں رات کے وقت آ بیٹا ہے اس نے شب توں مارا ہے جس طرح روم اور خنز پر شیب توفی ڈالی جاتی ہے پس وہاں کے میرے عامل حنان اور اس کے ساتھ کچھ نیک اور صالح لوگوں کو قتل کیا ہے جو صاحب فیصلت و عبادت و شجاعت تھے خدا انہیں جنات نعیم میں جگہ دے اور اس نے میرے اس شہر کو مباح قرار دیا ہے دہر طرح کی لورٹے مار جائز قرار دی ہے۔ تجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ اہل شام کا ایک گروہ بلا امتیاز ایک مسلمان عورت اور ذمی عورت کے گھر میں گھس رہے ہیں، اوہ اس کی پردہ دری کرتے اس کے سر سے اور صحنی اتارتے کان سے بالیاں تو پچتے ہاتھوں و پاؤں سے زلیو راتارتے پیا زیب اور چادر اس کی بندلی سے کھینچتے ہیں نہیں روک سکتی مولے رحم کی اپیل کرتے اور مسلمانوں کو پکارتے کے لیکن اے مسلمانو اس کی فریاد کو کوئی نہیں پہنچتا ہے اور نہ کوئی مدد کرتے والا اس کی مدد کرتا ہے اور اگر کوئی مومن افسوس کے مارے اس کے سامنے مرجائے تو وہ میرے نزدیک قابل ملامت نہیں بلکہ وہ میرے نزدیک نیک اور اچھا کام کرنے والا ہے ہائے تعجب بالائے تعجب کہ یہ قوم باطل پر ہوتے کے باوجود کامیاب ہے اور تم ایسے حق کے حامل کرنے سے کمزور ہو تم نشاۃ بن چکے ہو کہ جس کو مارا جاتا ہے لیکن تم نہیں مار سکتے، تم سے جنگ کی جاتی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے اللہ کی مافوقی ہو رہی ہے اور تم خوش ہو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، اے اونٹوں کی مانند کہ جن کا چرواہا گم ہو گیا ہو جب انہیں ایک طرف سے اکٹھا کیا جائے تو دوسری طرف سے منتشر ہو جاتے ہیں۔

خطبہ نمبر ۳۲

یہ آپ کا کلام ہے کہ جس میں اپنے اعداء کے ظلم اور آپ کو آپ کے حق سے دور رکھنے والوں کی کارکردگی کا اظہار ہے کہ جسے عباس بن محمد اللہ عبدی نے عروین شمر سے اس نے اپنے لوگوں سے روایت کیا ہے راوی کہتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے امیر المؤمنین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

جب سے اللہ نے محمد کو بھیجا میں نے زندگی کی آسانی نہیں دیکھی اور حمد و شکر ہے اللہ کے لیے خدا کی قسم میں پچھن میں خود فرود نہاڑا ہوا تو جہاں کرتا رہا شریکین سے جنگ کی اور منافقین سے دشمنی بول لی یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی کو اپنے ہاں بلایا اور آپ کی وفات ایک بہت ہی بڑی قیامت و مصیبت تھی پس میں ہمیشہ ڈرتا اور خود فرود نہاڑا تھا یہ خوف ہوتا تھا کہ کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کی وجہ سے مجھ میں اس کے ساتھ قیام کر نیکی قدرت نہ ہو الحمد للہ میں نے خیر کے علاوہ کچھ نہ دیکھا خدا کی قسم میں پچھن سے تلوار زنی کرتا رہا یہاں تک کہ میں لوڑھا ہو گیا اور مجھے اس میں یہ بات اطمینان دلاتی ہے باوجود اس حالت میں کہ جس میں تھا کہ یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشی میں ہے اور میں ابید رکھتا ہوں کہ راحت و آرام بہت جلدی اللہ قریب ہے کیونکہ میں اس کے اسباب و بیکھ رہا ہوں۔

راویان تحریر کرتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد آپ کچھ مدت زندہ رہے کہ آپ کو مشہید کر دیا گیا اور عبد اللہ بن عبید

غزوئی تھے حکیم بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ہم سے اس نے بیان کیا جو مقام رحبہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ موجود تھا جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے اپنے ارشادِ حق کے درمیان فرمایا کہ اے لوگو! تم نے انکار کیا مگر یہ کہ میں کہوں، "یا درکھو! آسمان اور زمین کے رب کی قسم مجھ کو میرے خلیل (رسول اللہ) نے بطور عہد بتایا کہ امت میرے بعد تجھ سے قدری و خیانت کرے گی! اسماعیل بن مسلم نے ابن ابی وادیس اوہی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے سنا کہ جو عہد و پیمان مجھ سے بنی امیؑ نے کیے ان میں یہ بھی تھا کہ امت میرے بعد عنقریب تجھ سے خیانت و قدری کریگی۔

مجلس شوری کے متعلق کلام

آپؑ کا کلام ہے شوری کے وقت جو ایک گھر میں تھا دیہ چھ افراد کی مجلس شوری عمر نے مقرر کی تھی تاکہ وہ خلیفہ کا انتخاب کرے جسے بیچلی بن عبدالمجید حافی نے بیچلی بن سلمہ بن کھیل سے اس نے اپنے باپ سے جس نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب عمرؓ نے خلافت کے انتخاب کو چھ افراد کا شوری قرار دیا اور عمرؓ نے کہا اگر دو آدمی ایک کی بیعت کر لیں اور دوسرے دو ایک کی تو ان تین کے ساتھ ہونا جن میں عبدالرحمنؓ ہے اور ان تین کو قتل کر دینا جن میں عبدالرحمنؓ نہیں ہے تو امیر المؤمنینؓ اس گھر سے نکلے جب کہ آپؑ عبداللہ بن عباسؓ کے ہاتھ کا سپہا رالیے ہوئے تھے تو آپؑ نے فرمایا کہ اے ابن عباسؓ قوم نے تمہارے ساتھ اس طرح دشمنی کی ہے کہ جس طرح انہوں نے تمہارے نبیؐ سے دشمنی کی تھی ان کی زندگی ہی میں خدا کی قسم انہیں سوائے تلوار کے حق کی طرف کوئی چیز متوجہ نہیں کریگی تو ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ یہ کیسے تو آپؑ نے فرمایا کہ تو نے عمرؓ کا قول نہیں سنا کہ اگر دو ایک کی اور دو ایک کی بیعت کریں تو ان تین کا ساتھ دیں جن میں عبدالرحمنؓ ہو اور ان تین کو قتل کر دینا جن میں عبدالرحمنؓ نہ ہو ابن عباسؓ کہتے لگے جی ہاں تو فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عبدالرحمنؓ سعد کا چچا زاد بھائی ہے اور عثمانؓ اس کا داماد ہے عرض کیا کہ جی ہاں تو آپؑ نے فرمایا کہ عمرؓ جانتا تھا کہ سعدؓ عبدالرحمنؓ اور عثمانؓ کی رائے میں اختلاف نہیں ہوگا اور ان میں سے جس کی بیعت کی گئی تو باقی دو اس کے ساتھ ہوں گے اور ان کی مخالفت کرنے والے کے قتل کا حکم دیا اور اس نے پرواہ نہیں کی کہ طلحہ قتل ہو جائے یا جیب وہ مجھے قتل کرے اور زبیر قتل ہو جائے خدا کی قسم اگر عمرؓ زندہ رہا تو ہمارے متعلق اس کی تعظیم و جدید رائے کے بارے اسے بتاؤں گا اور اگر مر گیا تو ضرور مجھے اور اسے صبح کرے گا ایک دن کہ جس میں فصل الخطاب ہو گا یعنی حقیقی فیصلہ۔

عمر بن سعدؓ نے ہمیشہ کنانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب عبدالرحمنؓ نے گھروالے دن یعنی شوری کے دن عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو امیر المؤمنینؓ نے اس سے فرمایا کہ مجھے دامادی نے اس پر ابھارا کہ جو تو نے کیا ہے خدا کی قسم تو اس سے وہی امید رکھی تو میرے ساتھی (عمر اپنے ساتھی ابو بکرؓ) سے تھی۔ اللہ تم دونوں کے

در میان عطر ششم کرے (ششم ایک عطر فروش عورت کا نام) تھا جس کا عطر محض شمار ہوتا تھا۔ یہاں مراد ہے تیسری موت آئے۔

خطبہ شقیہ

اور اہل نقل نے مختلف طریق سے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں خطبہ شقیہ میں امیر کے ساتھ مقام رجبہ میں تھا پس میں نے خلافت کا ذکر چھیڑا اور کہا کہ آپ سے خلافت میں آگے بڑھا جو بڑھا تو آپ نے لیا سانس لیل پھر فرمایا کہ خدا کی قسم فرزند ابوتحافہ نے پیر ابن خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو کہ علی کے اندر اس کی کیل کا ہوتا ہے میں وہ کوہ بلند ہوں کہ جس پر سے سیلاب کا پانی گذر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پروردہ شکا دیا اور اس سے پہلو تھی کرنی اور سوچنا شروع کر دیا کہ اپنے سگٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس بھیاں تک تیرگی پر میر کر لول کہ جس میں سن رسیدہ یا لکی ضعیف اور پتھر بڑھا ہو جاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردہ کا رے پاس پہنچ جاتا ہے مجھے اس اندھیر و صیر ہی قرین عقل نظر آیا لہذا میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھوں میں غبار اندوہ کی غلش تھی اور حلق میں رنج و اہم کے پھندے لگے ہوئے تھے میں اپنی میراث لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت عمر کو دے گیا تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہوتا چاہتا تھا لیکن اپنے مرتے کے بعد اس کی بیا د کو دوسرے کے لیے ہموار کر گیا ہے شک ان دونوں نے خلافت کے تصون کو آپس میں بانٹ لیا پھر حضرت نے بطور تمثیل ابن عائشہ کا یہ شعر پڑھا کہ

شتات مایوھی علی کورھا کہاں یہ دن جو ناقصے بالان پر گنتا ہے اور کہاں وہ

ویوم حیات اخی جابو دن جو حیان برادر جاری کی محبت میں گزرتا تھا۔

اس نے خلافت کو ایک سخت اور درشت عمل میں رکھ دیا جس کے جمرے کے کاری تھے جن کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی جہاں ٹھوکر کھانا زیادہ اور قدر کو نام تھا جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسے ہے کہ جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر ہمار کھیت چتا ہے (تو اس کی متزوری) سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ شکافتہ ہو جاتا ہے (جس کے بعد ہمار دینا ناممکن ہو جاتا ہے) اور اگر باگ کو ڈھیل چھوڑتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہلاکت میں پڑ جائے گا اس کے واسطے بقائے یزیدی کی قسم لوگ کج روی ہر کشی اور تنکون مزاحی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ اس کی دقات کا وقت آگیا تو خلافت بطور شور و ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اسے اللہ مجھے اس شور و غی سے کیا لگاؤ ان میں سے پہلے دو کے مقابلہ میں ہی میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جو اب ان لوگوں میں بھی شامل کر لیا گیا ہوں مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ زمین کے قمر تک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں

(یعنی حقیقی الامکان کسی نہ کسی صورت تباہ کرتا ہوں) طویل
 مصیبت اور مدت کے ختم ہونے تک صبر کرتے ہوئے ان میں ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے مخوف ہو گیا اور
 دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے اصرار بھیک گیا یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور
 چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور جلدی کی اس کے ساتھ اس کے بھائی بندوں نے جو اللہ کے مال کو اس طرح تنگتے تھے جس
 طرح اونٹ فصل ریح کا چارہ چرتا ہے یہاں تک کہ اس کی شکم پر کتے اس کو بٹھا دیا اور اس کی بد اعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا
 اس وقت لوگوں کے ہجوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب گردہ در گردہ ہونے لڑتے رہے تھے وہ مجھ سے
 سوال کرتے تھے کہ میں ان کی بیعت لے لوں یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسن اور حسین کچلے جا رہے تھے اور میری روا کے دونوں
 کنارے پھٹے جا رہے تھے مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کرنے کو اٹھا تو ایک گردہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین
 سے نکل گیا، اور تیسرا گردہ حق اختیار کر گیا گویا انہوں نے اللہ کا ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار
 دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پر میرے گاروں کے لیے ہے ہاں ہاں خدا
 کی قسم انہوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہ میں دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سچے دجج نے انہیں بھالایا
 دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دائرہ کو شکافہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں
 کے وجود سے مجھ پر جو بیعت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ جہنم ہوتا جو اللہ نے اولیاء امر سے لے رکھا ہے کہ وہ عالم کی شکم پری اور مظلوم
 کی گرسنگی پر سکون سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی ہاگ ڈور اس کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب
 کرتا جس سے اس کے اول کو سیراب کیا تھا اور وہ اپنی دنیا کو میری نظریں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے اعتنا دپالتے۔
 ابن عباس کہتے ہیں میں ایک عراقی یا شہدہ کھڑا ہو گیا اور ایک توشہ حضرت کے سامنے پیش کیا تو آپ نے کلام ختم کر دیا
 ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا، جتنا افسوس امیر المؤمنین کے اس کلام کے رک جاتے کا ہوا
 اور جب آپ خط پڑھنے سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس
 کا سلسلہ آگے بڑھائیے تو آپ نے فرمایا کہ دوزخ چلا گیا دوزخ چلا گیا یہ تو شہ تشقہ و گوشت کا وہ نرم لوٹھرا جو اونٹ کے منہ سے مستی اور ہیمان
 کے وقت نکلتا ہے اتھا جو ابھر کر دب گیا۔

خطبہ

اور مسعد بن صدقہ نے روایت کی ہے، ما وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ حضرت محمد علیہما السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے
 کہ امیر المؤمنین نے کوفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا پس اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا کہ میں لوٹھوں کا سردار ہوں اور مجھ میں جناب الوتیب

کی سنت ہے اور عقرب اللہ میرے اہل خانہ کو جمع کرے گا جس طرح یعقوب کے لیے اللہ نے اس کی پراگندگی کو جمع کیا تھا اور یہ اس وقت ہوگا جب فلک تے دور کاٹا اور تم بہتے لگے وہ گم ہو گیا یا ہلاک ہو گیا یا درگھو اس سے پہلے میر کو شمار بناؤ اور اللہ کی بارگاہ میں گناہ کا اعتراف کر لو یہ حقیقت ہے کہ تم اپنا تقدس ختم کر چکے، اپنے چراغ بجھا چکے ہو اور اپنی ہدایت کا قلابہ اس کے گلے میں ڈال دیا ہے جو اپنے نفس کے لیے اور تمہارے لیے سننے اور دیکھنے کا مالک ہے خدا کی قسم طالب و مطلوب دونوں کمزور ہیں اس کو لازم پکڑو اور اگر تم ایک دوسرے کا سپارہ نہ لیتے، اپنے درمیان حق کی نصرت و مدد ترک نہ کرتے اور باطل کو مٹانے میں سستی نہ کرتے تو تم میں وہ لوگ حراوت و شجاعت نہ کرتے جو تمہاری طرح نہیں ہیں اور جو تم پر طاقت ور بن بیٹھا ہے اطاعت کے نصیب کرنے پر اور تم میں سے جو اطاعت کے اہل ہیں ان سے اطاعت کو دور کرتے پر قوی اور طاقتور نہ ہوتا تم حیران و پریشان ہو چکے طرح بنی اسرائیل موسیٰ کے زمانے میں حیران و سرگرداں تھے میں حق بات کہتا ہوں کہ تم پر میرے بعد میری اولاد پر ظلم کرینگی و ہر سے گھنی گن حیرانی و سرگردانی آئے گی کئی گنا اس سے کہ جتنے بنو اسرائیل سرگرداں تھے تم نے پہلا پانی پینا مکمل کر لیا اور دوسری سیرانی سے پر ہو چکے ہو، قرآن میں شجرہ ملعونہ کی سلطنت سے حقیقت ہے کہ لوگوں کی طرف بلاتے والے پر تمہارا اتفاق ہو گیا اور باطل کی آواز پر جلدی سے تم نے لبیک کہی ہے میرے حق کی طرف بلاتے والے سے عداری و خیانت کی ہے اور تم نے رشتہ توڑ لیا ہے اس سے بڑی زیادہ قوی تھا اہل بدر میں سے اور رشتہ توڑ لیا ہے زیادہ دُور والوں میں جو حب کے بیٹھے ہیں اور اگر پھیل گیا وہ جو ان کے ہاتھوں میں ہے البتہ جزا کے لیے یہے ابتلا و آزمائش کا اور پردہ ہٹنے کا وقت قریب ہے مدت ختم ہو رہی ہے اور وعدہ قریب آگیا ہے اور مشرق کی طرف سے ستارہ تمہارے لیے طلوع ہونے والا ہے اور تمہارا چاند ماہ کامل کی طرح چمک رہا ہے پس جب یہ واقعہ ہو جائے تو توبہ کی طرف پلٹو اور گناہ کو چھوڑ دو اور جان لو کہ اگر تم نے مشرق سے طلوع کرنے والے کی اطاعت کی تو وہ تمہیں رسول اللہ کے راستہ پر چلائے گا پس تمہارے بہرہ پن کا علاج ہو جائے گا اور گنگ ہونے سے نجات پالو گے اور رحمت و طلب کے بوجھ کی دُمہ داری ہٹ جائے گی اور سخت بوجھ اپنی گردنوں سے پھینک دو گے پس خدا دُور نہ کرے مگر اس کو جو رحمت کا انکار کرے اور عصمت سے بدائی اور دوری اختیار کرے اور عقرب اللہ کو ظلم کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یا نہ گشت کد مر ہے۔

مدینہ میں خطبہ

اور مسعدہ بن سعد نے نیز ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ امیر المومنین نے لوگوں کو مدینہ میں خطبہ دیا پس آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

اے ابوبعدیے شک اللہ نے زمانہ کے جبار بادشاہوں کی کبھی کبھیں توڑی مگر جلدت آسائش اور آرام کے بعد اے لوگو!

جن مصائب کا نہیں سامنا ہے اور جس زمانہ سے تم پشت پھیر چکے ہو اس عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے، ہر صاحبِ دلِ ثقل مند نہیں ہوتا ہر کاتول والابا ت نہیں سُنتا اور ہر آنکھ سے دیکھنے والا با بصیرت نہیں ہوتا پس اللہ کے بند اس چیز کو جو تمہاری مقصود ہے پھر غور و فکر کرو ان کے گھروں کے محتویات میں کہ جنہیں خدا نے اپنے علم کی بنا پر ہلاک کر دیا ہے جو آلِ فرعون کی سنت پر تھے وہ باغات، چشمے، راقعین اور عزت دار مقام و منزلت والے تھے پس یہ غور و قائل کرتے والوں کا مقام ہے اور یہی قائم رہنے والا راستہ ہے جو اس کا ارادہ کرے اسے یہ ہلاکت سے ڈرنا ہے، جہالت و سرور اور اس و خوشی کی نیند سو لینے کے بعد اور جو تم میں سے مہر کرے اس کے لیے اچھا انجام ہے اور امور کا انجام اللہ کے لیے ہے پس افسوس ہے اہل عقل کے لیے کس طرح وہ قیام کرتے ہیں سیلاب کے راستہ پر اور اس کے ہمان بنے ہوئے ہیں جو نامون نہیں افسوس ہے اس امت کے لوگوں پر جو میا تہ روی کے راستہ سے بٹے ہوئے ہیں اور ہدایت و رشد سے روگرداں ہیں جو نجی کے آثار پر نہیں چلتے، نہ وحی کے عمل کی اقتدار کرتے، نہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ عیب سے باز آتے ہیں اور کس طرح (ایسا نہ ہو) حالانکہ ہم چیزوں میں ان کی پناہ گاہ ان کے اپنے دل میں اور ان میں سے ہر شخص اپنے نفس کا امام ہے اسی نفس سے انہد کرتا ہے جو اس کی رائے میں آتا ہے قابلِ ذوق عودہ میں سے حالانکہ وہ میا تہ روی کی استقامت ہی نہیں رکھتے اور ان میں ہرگز زیادتی نہیں ہوئی مگر شدت کے بعد بعض سے بعض بانوس ہوتے لگے ہیں اور دوسروں کی تصدیق کرتے لگے ہیں یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انہوں نے پہلوئی کی اس سے جو دارت رسول ہے اور نفرت کرتے ہوئے اس سے جو پہنچا تا ہے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے جاننے والے اور یا خبر ذاتِ ملک پس وہ اہل ظلمات و تاریکی میں شبہات کی قاریں ہیں حیرت و شک و ریب کے قائد ہیں اور جسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا گیا ہو وہ گمراہیوں میں غرق ہوتا ہے حالانکہ اللہ درمیانے راستہ کا قاضی ہوا ہے۔

لیھلک من ھلک عن بیتۃ و یحییٰ تاکر جو ہلاک ہو دلیل و بینہ سے ہو اور جو زندہ

من حی عن بیتۃ رہے دلیل و بینہ سے ہو اور بے شک اللہ

وان اللہ لسمیع علیہم سننے اور جاننے والا ہے۔

پس اے وہ امت جو زیادہ مشابہت رکھتی ہے ان سے جو اپنے والیان امر (حکام) کی اطاعت نہ کرے اور اپنے بادشاہوں سے روگردانی کرے اور ہائے افسوس ہمارے شیعوں کے کردار سے دل زخمی ہے اور دائمی درد ہے میری وفات کے بعد باوجود قریبی تعلق محبت و مودت کے اور ان کی الفت کے مجتنب ہونے کے کس طرح وہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور کس طرح ان کی الفت بعض کی طرف پلٹ جائیگی پس اللہ ہی سمجھے اس قبیلہ و گروہ کو جو کل اہل سے دور ہو جائے گا اور فرع سے مل جائے گا اس کی بہت اور ویر کے بغیر جو راحت و آرام کا منظر وقوع کی امید رکھے بتیج اس کے طلوع کی جگہ کے ان میں سے ہر گروہ ایک ٹہنی کی پناہ یے ہو گا اور اس کو پکڑے ہوئے ہو گا بدھردہ ٹہنی مڑے گی وہ اس کے ساتھ مڑے گا باوجود اس کے (اللہ تعالیٰ) لائق حمد و عنقریب ان کو جمع کرے

کا خریف کے بادل کے ٹکڑوں کی طرح اور ان میں الفت پیدا کر دے گا اور انہیں تہہ نہ تہہ کر دے گا مثل بادلوں کی تہوں کے ، ان کے یہ دروازے کھول دے گا اور وہ ہیجان و انتشار کی جگہ سے ادھر کو بہہ آئیں گے سیلاب عزم کی طرح اس سیلاب سے چھوٹے چھوٹے پہاڑ سالم نہ رہیں گے نہ ٹیلے اس سے محفوظ رہ سکیں گے اور اس کے راستہ کے پہاڑ کو کوئی چیز نہ روک سکے گا خداوند عالم انہیں وادیوں کے وسط میں بولے گا اور انہیں چشموں کی طرح زمین میں بجلائے گا ایک قوم کی محترم جگہوں سے انہیں جلا وطن کرے گا اور دوسری قوم کے شہروں میں انہیں تمکین و قدرت دے گا تاکہ وہ واپس لے سکیں وہ چیزیں جو غضب کی گئی ہیں ان سے ایک رکن کو ہلا کر رکھ دے گا اور توڑ دے گا ان کی وجہ سے سنگ میل کے پتھر اور ان سے زیون کی وادیوں کو پڑ کر دے گا قسم ہے اس کی جس نے دائرہ کو شکافتہ کیا اور ذی روح چیزوں کو پیدا کیا البتہ کچھل جائے گا جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہو گا شہروں پر تمکین و قدرت اور بندوں پر بلندی حاصل کرنے کے بعد جس طرح آگ میں تار کو ل (دنگ) اور سیسہ کچھل جاتے ہیں اور شامیہ اللہ میرے شیعوں کو متفرق ہونے کے بعد اس قوم کے بڑے دن کے لیے جمع کرے اور کسی کو اللہ پر اختیار نہیں بلکہ اختیار و حکم کرنا دونوں اللہ کے لیے ہیں ۔

ناقین انہار نے روایت کی ہے کہ نبی اسکا ایک شخص امیر المؤمنین کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپ سے کہنے لگا اے امیر المؤمنین! عجیب ہے تمہارا معاملہ اے نبی ہاتھ میرا ملاقا کس طرح تم سے دوسری طرف پھیر دیا گیا حالانکہ حسب و نسب رسول سے تعلق اور کتاب فہمی میں تم سب سے بلند تر تھے تو امیر المؤمنین نے فرمایا اے دودان کے بیٹے تو مسقط ب تنگ والا ہے تیرے نیل کا حلقہ تنگ ہے غیر مناسبت جگہ تو زبان کو کھوتا ہے دینی یہ محل وقوع اس سوال کا نہیں تھا ، باوجود اس کے (تجھے رشتہ داری کی کفالت اور سوال کرنے کا حق حاصل ہے اور تو نے جانتا چاہا ہے تو جان لے کہ بلا وجہ کی ترجیح تھی جس کی سعادت ایک قوم کے نفوس نے کی اور اس پر دوسری قوم کے نفوس نے بخل کیا پس چھوڑ اس لوٹ مار کا قصہ جس کے اطراف میں جیخ و پیکار کی گئی اور آئین ابی سفیان کے معاملہ میں گفتگو کر، البتہ مجھے ہنسیا ہے زمانے تے زلاتے کے بعد اور کوئی تعجب کی بات نہیں اور بری قوم ہے کہ جس نے مجھے پس پشت ڈال دیا میرے قرار و سکون کو ختم کر دیا اور انہوں نے خدا کے معاملہ میں صداقت کا ارادہ کیا ہے اور یہ مجھ سے کوسوں دُور ہے اور انہوں نے میرے اور اپنے درمیان دبا پھیلا دالا پانی غلط ملط کر دیا ہے اگر آزمائش کی تکلیفیں ہم سے دور ہو گئیں تو میں انہیں خالص حق پر اٹھاؤں گا اور اگر دوسری صورت ہوتی تو تیرے نفس کو ان پر حسرتوں کا رونا نہیں رونا چاہئے پس افسوس نہ کہ ظالم قوم پر ۔



ارشادات (وعظ و نصیحت)

آپ کا کلام حکمت اور وعظ و نصیحت کے متعلق آپ کا ارشاد ہے »خدا تم پر رحم کرے گذرگاہ سے جائے قرار کے لیے کچھ لے لو، اس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو جس پر تمہارے راز چھپے ہوئے نہیں، «دنیا سے اپنے دلوں کو نکال لو اس سے پہلے کہ تمہارے بدن اس سے نکلیں تم تو آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو، انسان جب مرتا ہے تو ملائیکہ کہتے ہیں کہ اے گناہ گار! یہیچ چلا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑ گیا ہے پس اللہ تمہارے آباؤ اجداد کا بھلا کرے کچھ اگے بھیجو جو تمہیں نفع دے اور سارا پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لیے مضرت ثابت ہو، سو اے اس کے نہیں کہ دنیا کی مثال زہر جیسی ہے وہ اسے کھا لیتا ہے جو پہچانتا نہیں، اور اسی موضوع پر حضرت کا ارشاد ہے »زندگی دین کے بغیر نہیں اور یقین کے انکار کے بغیر موت نہیں پس میٹھا پانی پیو وہ تمہیں راحت کی نیند سے بیدار کرے گا اور بچو ہلاک کرنے والے زہر سے اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ دنیا سچا گھر ہے اس کے لیے جو اسے پہچان لے اور خلاصی و بچھٹکارا پانے کا میدان ہے اس کے لیے جو اس کے لیے زاد و راہ تیار کرے یہ اللہ کی وحی کے نازل ہونے کی جگہ اور اس کے اولیاء کی تجارت گاہ ہے تجارت اور جنت کا نفع لو،

اسی کے متعلق آپ کا ارشاد ہے جو آپ نے اس مرد کے لیے فرمایا جو یہ جانے بغیر کہ دنیا کے متعلق کیا کہنا چاہئے تھا اس کی مذمت کر رہا تھا، یہ دنیا سچائی کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے سچائی حاصل کرے اور عاقبت و آرام کا گھر ہے جو اس کو سمجھے اور تو نگری کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے زاد و راہ اکٹھا کرے اللہ کے انبیاء کی مسجد ہے اور اس کی وحی کے آتمے کی جگہ ہے۔ اور اس کے ملائیکہ کی جائے نماز اور اس کے اولیاء کی تجارت گاہ ہے اس میں رحمت کسب کرو اور جنت نفع میں لو، پس کون ہے جو اس کی مذمت کرے حالانکہ اس نے جدائی کی اطلاع اور بیکار پیکار کے اپنے فراق کی خبر دی ہے اور اپنی تعریف کی ہے اپنے شہر و سرور آخرت کا شوق دلایا ہے اور اپنی آزمائش کے ساتھ آزمائش سے ڈرایا ہے خوف دلاتے ہو اور عذاب سے ڈراتے ہوئے ترغیب دلاتے ہوئے اور عذاب سے ڈراتے ہوئے پس اے دنیا کی مذمت کرنے والے اور اس کے عز و سر سے مغرور ہونے والے اس نے تجھے کب دھوکہ دیا ہے کیا تیرے آباؤ اجداد کے مصیبت سے بچھڑنے سے یا مٹی کے پیچھے تیری ماں دادی کے لیٹنے سے کتنے تو نے چارے کئے اپنے ہاتھوں سے ان کی تیمارداری کی جب کہ تو ان کی شہقا و اور تندہ رستی چاہتا تھا اور ان کی حالت طیبوں سے بیان کرتا اور ان کے لیے دوا تلاش کرتا تھا لیکن تو اپنے چاہنے کے باوجود انہیں نفع نہ دے سکا اور اپنی سفارش سے ان کی سفارش نہ کر سکا دنیا نے ان کے بچھڑنے اور قبر میں لیٹنے سے تیرے لیے مثال قائم کی جہاں تیرا دنا تھے فائدہ نہیں دے گا اور تیرے دوست

واجبات تجھے مستحق کر سکیں گے۔

اور اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ اے لوگوں! تجھ سے پانچ چیزیں لے لو خدا کی قسم اگر تم اپنی سواریلوں پر ان کی تلاش میں چلو تو وہ اس سے پہلے لاغر و کمزور ہو جائیں گی کہ تم ایسی چیزیں پاسکو۔

۱۔ کوئی کسی سے امید نہ رکھے سوائے خدا کے،

۲۔ اور کسی چیز سے نہ ڈرے سوائے اپنے گناہ کے،

۳۔ اور عالم اس سے شرم مخصوص نہ کرے جب اس سے سوال کیا جائے جسے وہ نہیں جانتا تو کہے کہ اللہ جانتا ہے،

۴۔ مہر کو ایمان سے وہی نسبت ہے کہ مہر کو جسم سے،

۵۔ اور اس میں ایمان نہیں جس میں میر نہیں۔ (مہر برداشت)

اور اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے۔

ہر گفتگو جس میں خدا کا ذکر نہیں تو ہے اور ہر خاموشی جس میں فکر و نظر نہیں وہ بھول جاتا ہے، ہر نگاہ جس میں عمرت حاصل کرتا نہیں وہ ہمو و لیب ہے ۱

اور آپ کا ارشاد ہے

جس نے اپنا نفس خرید کر کے آزاد کر دیا وہ اس کی طرح نہیں جو اپنا نفس چرچ کر ہلاک ہو جائے۔

اور آپ کا ارشاد ہے۔

کہ جو سائے کی طرف سبقت کرے اسے دھوپ میں چلنا ہوگا اور جو پانی کی طرف سبقت کرے پیاسا ہوگا اور آپ کا ارشاد ہے اچھے آداب حسب و نسب کے قائم مقام ہیں۔

اور آپ کا ارشاد ہے جو دنیا میں پرہیزگار ہے جتنی دنیا اس کے لیے واضح ہو جاتی ہے وہ اتنا ہی اس سے پشت پھیرتا جاتا ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ مودت الناس میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور علم اشرف ترین حسب اور خاندانی شرافت ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کام سختی و تھکاوٹ ہے تو مسلسل فراغت فادیتا ہی ہے

اور آپ کا ارشاد ہے کہ جو عیوگرتے میں مبالغہ اور اصرار کرے وہ گناہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کوتاہی کرے مغلوب ہوتا ہے

اور آپ کا ارشاد ہے کہ کہینے کو معاف کر دینا اتنا خرابی و قصا در پیدا کرتا ہے جتنا کہ کریم و شریفیت کے معاف کرنے سے

اصلاح ہوتی ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ جو اچھے اعمال کو دوست رکھتا ہے، وہ خمرات سے اجتناب کرتا ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے جس کے متعلق گمان اچھے ہوتے ہیں تو لوگ اس کی طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے

ہیں۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ اتہائے جو دو سخاوت یہ ہے کہ تو اپنے نفس کی پوری کوشش عطا کر دے۔
اور ارشاد ہے کہ جو ہونے والا دور نہیں اور جو ہونے والا قریب نہیں۔

اور ارشاد ہے کہ انسان کا اپنے غیوب سے جاہل ہونا اس کا سب سے بڑا گناہ ہے۔
اور ارشاد ہے کہ پوری عفت و پاکدامنی قدر کفایت پر رخصا ہے۔

اور ارشاد ہے کہ مکمل ترین جو دو سخاوت اچھے کارناموں کی بنیاد رکھنا اور تاوان برداشت کرنا ہے۔ اور ارشاد ہے
کہ ظاہر ترین فضل و کرم سخی اور خوشحالی میں سچا بھائی چارہ ہے۔
اور ارشاد ہے کہ جرجیب نارض ہو تو عیب جوئی کرنا ہے اور جرجیب راضی ہو تو چھوٹے بڑا ہے اور جرجیب اسے لایع
ہو تو جرجیب قصبہ کرنا ہے۔

اور ارشاد ہے جس میں اس کے باقی اوصاف کی نسبت حق تعالیٰ زیادہ تر ہو تو اس میں اکثر چیزیں اس کی تباہی و ہلاکت
کا باعث ہو گئی۔

اور ارشاد ہے اپنے دوست کی ترسش کو برداشت کرنا اپنے دشمن کے حملہ کرنے کے وقت کے لیے۔
اور ارشاد ہے اچھا اعتراض خطا کو منہدم کرنا ہے۔

اور ارشاد ہے کہ تیرا وہ سال ضائع نہیں ہوا جس سے تیری حالت کی مدتی تجھے نظر اُٹا دے مگر نہ روی اخوس کرنے سے
ایچی ہے اور قدر کفایت تکلیف کو دور کر دیتی ہے۔

اور ارشاد ہے کہ قیامت کے لیے مراز اور راہ بندوں پر ظلم کا ارتکاب ہے۔

اور ارشاد ہے کہ فائدہ ختم نہیں ہوتا جب تو شکریہ ادا کرے اور اس نعمت کے لیے بقاء نہیں جس کا کفران کرے
اور ارشاد ہے کہ زمانہ و دودن ہے ایک تیرے فائدہ میں اور ایک تیرے نقصان میں پس اگر نفع میں ہو تو تجرہ کر اور
اگر تیرے خلاف ہو تو برداشت کر۔

اور ارشاد ہے جو معاملات کا تجربہ نہ کرے وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور جو حق کو زیر کرنا چاہے خود زیر ہو جاتا
ہے۔

اور ارشاد ہے کہ بہت سے عزت دار ایسے ہیں کہ جنہیں ان کا خلق ذلیل کرتا ہے اور بہت سے ذلیل ہیں کہ جنہیں
ان کا خلق عزت بخشا ہے۔

ارشاد ہے اگر موت معلوم ہو جائے تو امید کوتاہ ہو جائے۔

اور ارشاد ہے کہ شکر تو نگرہ کی زینت ہے اور صبر بیان کی زینت ہے۔

اور ارشاد ہے کہ ہر شخص کی قیمت وہ شے ہے جو اسے اچھائی بخشنے۔

ارشاد ہے کہ لوگ اچھے کاموں کے بیٹے ہیں۔

ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو تھوڑے پر قناعت کرے وہ زیادہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور جو زیادہ سے بھی مستغنی نہیں ہوتا وہ فقیر کا بھی محتاج ہوتا ہے۔

ارشاد ہے کہ جس کی جڑیں درست ہیں اس کی شاخیں پھل دینگی۔

ارشاد ہے کہ جو کسی انسان سے امید رکھے اسے اس سے خوف آنے لگتا ہے اور اس کی ہدایت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور جو کسی چیز سے قاصر ہے وہ اس کو عجیب لگتا ہے (انگور کھٹے ہیں)۔

ارشاد ہے کہ عقل مندوں سے مشورہ لینے والا درست پائے گا۔

صفات انسان

حضرت کے کلام میں سے انسان کی تعریف میں یہ ارشاد ہے زیادہ عجیب چیز انسان میں اس کا دل ہے اور اس میں حکمت اور اس کے اعضاء کے مواد میں پس اگر اس میں امید ظاہر ہو تو طمع اسے ذلیل کر دیتی ہے اور اگر طمع اسے ہیجان میں لے آئے تو حرص اسے ہلاک کر دیتی ہے اور اگر اس پر مالوہ سی غالب آجائے تو افسوس اسے قتل کر دیتا ہے اور اگر اس میں غضب عارض ہو تو اس میں غیظ و غصہ سخت ہو جاتا ہے، اور اگر عقل اسے مل جائے تو اس کی نگہبانی بھول جاتا ہے اور اگر اس کو خوف پائے تو خدا اس کو مشغول رکھتا ہے اور اگر اس کی وسعت ہو جائے تو عظمت اس پر غالب آ جاتی ہے اور اگر کسی نعمت کی تجدید ہو جائے تو عزت و برطانی اسے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور اگر کوئی مصیبت اس پر آجائے تو جزع و فرزع اسے رسوا کر دیتی ہے اور اگر اسے مال کا فائدہ ہو تو تو تکبر اس کو سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس کو فقر و فاقہ کاٹ لے تو آزمائش اسے مشغول رکھتی ہے اور اگر بھوک اسے تھکا دے تو کمزوری اسے بٹھا دیتی ہے اور اگر شکم پری میں زیادتی کرے تو شکم پری سے وہ سانس نہیں لے سکتا پس ہر کوتاہی اس کے لیے نقصان دہ ہے اور ہر زیادتی اس کے لیے مقصد ہے۔

(۴۴) اور حضرت کی گفتگو میں ہے کہ آپ نے شاہ زمان دختر کسریٰ سے جب وہ قید ہو کر آئیں سوال کیا! تجھے ہاتھوں کے داقعہ کے بعد اپنے باپ کی کوئی گفتگو یاد ہے تو وہ کہنے لگیں کہ مجھے یاد ہے اپنے باپ سے وہ کہتا تھا جب اللہ کسی امر پر ظہیر کرنا چاہے تو طمع و لالچ اس کے آگے ذلیل ہو جاتے ہیں اور جب مدت ختم ہو جاتی ہے تو جیلے یہاں سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

اور آپ نے فرمایا تیرے باپ نے کتنی اچھی بات کہی ہے، امور و معاملات تقدیروں سے مطیع اور ذلیل ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ موت تدبیر میں واقع ہو جاتی ہے۔

اور آپ کا کلام ہے جو شخص یقین پر ہو پھر اسے شک ہو جائے تو وہ یقین پر چلے کیونکہ یقین شک سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔

اور آپ کا کلام ہے کہ مومن اپنے نفس سے تعب و تھکاوٹ میں ہے اور لوگ اس سے راحت میں ہیں۔ اور فرمایا جو سستی اور کالی کرے وہ اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اور آپ کا کلام ہے کہ بہترین عبادت صبر اور خاموشی اور کشاکش کی انتظار کرنا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ صبر کی تین صورتیں (اقسام) ہیں۔

۱۔ مصیبت پر صبر کرنا۔

۲۔ گناہ پر صبر کرنا۔

۳۔ اطاعت پر صبر کرنا۔

(۵۰) اور فرمایا کہ علم و بردباری مومن کا وزیر، علم اس کا تحلیل و دوست رقی و رجمی اس کا بھائی، نیکی کرنا اس کا باپ اور صبر کرنا اس کے شکر کا امیر ہے۔

(۵۱) اور آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں جنت کے نزائوں میں سے ہیں،

۱۔ صدقہ کو چھپانا۔

۲۔ مصیبت کو چھپانا۔

۳۔ بیماری کو چھپانا۔

(۵۲) اور آپ نے فرمایا کہ جین سے چاہے اپنی حاجت طلب کر تو اس کا قیدی ہو جائے گا اور جین سے چاہے مستغنی ہو جائے تو اس کا نظیر و مثل ہو جائے گا اور جین پر چاہے فضل و کرم کر تو اس کا امیر ہو جائے گا۔

(۵۳) اور آپ فرمایا کہ تے تھے فسق و فجور کے ساتھ تو نگری نہیں زیادہ حاسد کے لیے آرام نہیں، اور رنجیدہ خاطر سے مودت نہیں۔

اور آپ نے احتفایہ قیس سے فرمایا کہ

خاموش رہنے والا راستی ہوتے والے کا بھائی ہے اور جو جہاد لے ساتھ نہیں وہ ہمارے خلاف ہے۔

اور فرمایا کہ جو دوست طبیعت کا کرم ہے اور احسان جتنا نیکی کو ختم کرتا ہے۔

اور فرمایا کہ دوست کی دیکھ بھال نہ رکھنا، قطع تعلقی کی طرف بلانا ہے۔

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا کسی چیز کی تیر و تیا یا عنقریب اس کے ہوجانے کی دلیل ہے دربان غلی کو نثار خدا سمجھو

اور آپ نے فرمایا کہ رزق کو تلاش کرو کیونکہ تم تلاش کرنے والے کے لیے اس کی ضمانت دی گئی ہے۔

اور آپؐ نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ جن کی دعا رد نہیں ہوتی ۔

۱۔ امام عادل جو دعا رعیت کے حق میں کرے ۔

۲۔ وہ بیٹا جو والد سے نیکی کرتا ہے ۔

۳۔ وہ باپ جو بیٹے سے نیکی کرے ۔

۴۔ مظلوم

خدا فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا چاہے کچھ عرصہ کے بعد ۔

آپؐ نے فرمایا کہ بہترین تو نگری سوال نہ کرنا اور پورا فقر وہ ہے جس میں خنوع و خشوع لازم ہو ۔

اور فرمایا کہ نیکی ہلاکت سے بچاتی ہے اور نرمی لغزش سے بلند کر لیتی ہے فرمادہ ہنسے والا ہو جو اپنے گناہ کا اعتراف

کے بہتر ہے اس رونے والے سے جو اپنے رب کے سامنے جرأت اور گستاخی کرتا ہے ۔

اور آپؐ نے فرمایا کہ اگر تجربات نہ ہوں تو راستے تاریک و اندھے ہو جائیں ۔

اور فرمایا کہ کوئی تیاری عقل سے زیادہ نفع مند نہیں ۔

اور کوئی دشمن جہالت سے زیادہ مضر نہیں ۔

اور فرمایا کہ جس کی امیدیں وسعت ہو جائے اس کے عمل میں کوتاہی آجاتی ہے ۔

اور فرمایا کہ لوگوں میں سے زیادہ شکر گزار وہی ہے کہ جو زیادہ قناعت کرتا ہے اور نعمتوں کا زیادہ کفران کرنے والا وہ

ہے جو زیادہ حرصیں ہو ۔

اور اس قسم کا آپؐ کا کلام ہے جو حکمت اور خطاب کے لیے مفید ہے اور اس سلسلہ میں جو کچھ آپؐ کے ارشادات ہیں

تمام کے تمام نہیں لائے کہ اس سے گفتگو پھیل جائے گی اور کتاب طویل ہو جائے گی اور جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے یہ

مجاہدان عقل کے لیے کافی ہے ۔

ذات امیر المومنین معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ کی وہ آیات اور واضح دلائل درہمیں جو اللہ عزوجل کے ہاں امیر المومنین کے مقام پر روشنی طوقتی ہیں ۔ اور ۔ اور آپؐ کا ان کلمات

واعزازت سے مخصوص ہو کر اپنے غیر سے مفرد ممتاز حیثیت پا جانا جو آپؐ کی اطاعت کرتے ، آپؐ کی ولایت

کے ساتھ متمسک ہوتے ، آپؐ کے حق کو جاننے ، آپؐ کی امامت کا یقین رکھنے ، آپؐ علیہ السلام کی عصمت کو

پہنچانے ، آپؐ کے کمال اور آپؐ کی حجت کے ظاہر ہونے کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔ انہی میں سے ایک وہ مقام جس کی

سے آپ خدا کے انبیاء و رسل میں سے دونوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اللہ کی مخلوق پر اس کی دُوحجتوں کے ساتھ کہ جن کی صحت میں کوئی شبہ نہیں اور جس کے درست ہوتے میں کوئی شک نہیں۔

خداوند عالم جناب مسیح عیسیٰ بن مریمؑ (جو کہ روح اللہ اس کا کلمہ اور اس کے نبی و رسول تھے اس کی مخلوق کی طرف) کے ذریعہ فرماتا ہے اور خدا نے ان کی والدہ کا واقعہ کہ وہ کس طرح سے حاملہ ہوئیں اور کس طرح سے ان کا وضع حمل ہوا اور جو اس میں تعجب خیز چیز تھی، ذکر کیا ہے۔

قَالَتَ اَنْ يَكُونَ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي
بَشْرٌ وَلَمْ أَكْ بِغَيًّا قَالَتْ كَذَلِكَ
قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هَيْئٍ وَّلَنَجْعَلَنَّ اٰيَةً
لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ اَمْرًا
مَّقْضٰی۔

وہ کہنے لگی کیسے میرے ہاں لڑکا پیدا ہو گا حالانکہ
مجھے کسی بشر نے چھوا ہنگ نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں
اس نے کہا کہ اسی طرح جیسے تیرے رب نے کہا ہے
کہ وہ میرے لیے معمولی چیز ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں
کے لیے آیت و نشانی اور اپنی رحمت قرار دیں اور یہ

ایسا معاملہ ہے جن کا فیصلہ ہو چکا ہے

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا گوارہ میں نطق و گفتگو کرنا اس میں عادت کو توڑنا ایک عجوبہ پیش کرتا
اور معجزہ دکھانا تھا جو لوگوں کی عقل کو حیران کر دے اور امیر المؤمنینؑ میں اللہ کی نشانیوں میں سے آپ کا کامل عقل اور اوقار ہونا،
اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی معرفت کا آپ میں ہونا جب کہ آپ صغیر السن تھے اور ظاہر حال میں آپ کا شمار بچوں میں
تھا جب رسول اللہؐ نے آپ کو اپنی تصدیق اور اقرار کی دعوت دی اور آپ کی تکلیف اور ذمہ دار ٹھہرایا کہ آپ حضورؐ کے
حق کو پہچانیں اور رفاق اور اس کی توجہ کی معرفت حاصل کریں، اور پوشیدہ طور پر آپ سے عہد و پیمان کیا دین آپ کے
پھر دیکھا اور اس کی حفاظت و نگہ رانی اور اس میں ادائیگی امانت آپ کے ذمہ تھی اور اس وقت بعض کے قول کے مطابق آپ
سات سال کے ایک قول کے مطابق آپ نو سال کے اور اکثر کے قول کے مطابق آپ دس سال کے تھے اتنی سی عمر میں
حضرت علیؑ کا عقل میں کامل ہونا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اس درجہ معرفت رکھنا، اللہ کی طرف سے ایک ایسی حیران کن علامت
ہے جو عادت کے خلاف ہے اسی سے اللہ نے آپ کی اپنے ہاں قدر و منزلت، خصوصیت اور اس منصب کے اہل ہونے کی طرف
رہنمائی فرمائی ہے جو آپ پر فیضان فرمایا یعنی آپ کا تمام مسلمانوں کے لیے امام اور جملہ مخلوق پر رحمت خدا ہونا ہے، پس اس لحاظ
سے خرقِ مادت (جو عادت نہ ہوتا ہو) ہوتے میں ہمارے بیان مطابق آپ حضرت عیسیٰؑ اور یحییٰؑ کے برابر ہوئے رورہ اگر کمال نہ ہوتے
تو معرفت نہ ہوتی اور رسول اللہؐ آپ کو اقرار نبوت کی تکلیف و دعوت نہ دیتے اور نہ
اس پر ایمان لاتا آپ کے لیے لازم قرار دیتے اور نہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے کو اور نہ آپ کو اپنے حق کے اعتراف
کرنے کی طرف بلاتے اور نہ ہی آپ سے دعوت کا افتتاح کرتے، تمام لوگوں سے پہلے سوائے اپنی زوجہ محترمہ کے اور نہ آپ

کو اپنے راز پر امین بناتے کہ جس کے محفوظ رکھنے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور نہ ہی آپ کے نزلے کے تمام لوگ جو آپ کے ہم سن تھے ان سے آپ کو منفرد قرار دیتے اور سب کو چھوڑ کر انہیں مخصوص قرار دیتے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ آپ معتبر انسان ہوتے کے باوجود کمال تھے اور بلوغ سے پہلے ہی اللہ اور اس کے رسول کے عارف تھے اور یہی معنی ہے خدا کے قول کا حضرت یحییٰ کے متعلق، وَاٰتَيْنَاكَ الْحِكْمَ صَبِيًّا اور ہم نے اسے حکم دیا بچپن میں کیونکہ کوئی حکم اللہ کی معرفت سے زیادہ واضح نہیں اور نہ کوئی زیادہ ظاہر ہے رسول اللہ کی نبوت کے علم سے اور زیادہ مشہور استدلالات کی قدرت سے اور زیادہ واضح نظر و فکر و عبرت حاصل کرنے سے اور وجہ استنباط کو جاننے اور اس کے ذریعہ غایات کی حقیقتوں تک پہنچنے سے اور جب معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو ثابت ہو کہ خداوند عالم نے خرق عادت کیا ہے امیر المومنین کے معاملہ میں ایک واضح نشانی کے ساتھ جس کی وجہ سے آپ مساوی ہوئے اس کے دو بیٹوں کے ساتھ کہ جن کے متعلق قرآن میں لکھا ہے ان میں خدا کی عظیم ترین آیات کو، جس طرح کہ ہم نے تشریح کی ہے

امیر المومنین میں کچھ ایسی اللہ کی آیات و نشانیاں موجود ہیں جو عادتاً نہیں ہوتیں لہذا یہ سب خلاف عادت اور خارق عادت ہیں وہ شخص جو ہر روز رسالہ و دستہ لے کر مد مقابل دشمن کے مقابلہ میدان میں جاتا رہا ہوا نہیں مقابلہ کی طرف اسی کثرت سے دعوت دیتا رہا ہو جو آپ امیر المومنین سے معلوم ہوئی ہیں پھر جنگوں میں بڑا درازا ہوتے والوں میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی صدمہ و زخم پہناتا رہا ہے امیر المومنین نے طویل مدت جنگ کی لیکن کوئی زخم یا کوئی عیب نہیں لگایا، ان تک کہ ابن بلجم سے معاملہ ہوا اس نے دھوکے سے آپ کو قرب لگائی اور یہ ایسا عجوبہ ہے جس میں خدا نے اپنی نشانی کے ساتھ آپ کو منفرد قرار دیا اور اس میں آپ کو حیران کن نبی لا علم دیا اور اس سے رہنمائی کی آپ کی اس کے ہاں قدر و منزلت پر اور آپ کا اللہ کی کرامت و عزت سے مخصوص ہونے پر کہ جس کی فیصلیت کی وجہ سے آپ تمام لوگوں سے ممتاز ہو گئے اور آپ میں خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جنگوں کا کوئی مشاققاتنا قابل ذکر نہیں ہوا اگر یہ کہ وہ کبھی کامیاب کبھی ناکام ہوا اور ان میں سے جس نے بھی اپنے مد مقابل کو زخم لگایا تو کبھی وہ مر جاتا تھا اور کبھی اس کا زخم درست ہو جاتا تھا ایسا کوئی بہادر نہیں ملا کہ کسی جنگ میں اس سے کوئی اس کا مد مقابل نہ بچ کر نہ نکل سکا ہو اور اس کی ضربت سے نجات نہ پاسکا ہو سو اے امیر المومنین کے کیونکہ اس میں شک ہی نہیں کہ جس مد مقابل سے آپ کا مقابلہ ہوا تو اس کے مقابلے میں آپ کامیاب ہوئے اور آپ نے ہر اس بہادر کو ہلاک کیا جو آپ کے مقابلہ میں آیا اور یہ بھی وہ چیز ہے کہ جس میں آپ سب لوگوں سے مختلف ہیں اور ہر موقع پر خدا نے اس میں خرق عادت کیا ہے اور یہ بھی آپ کے واضح دلائل میں سے ہے اور اللہ کی آیات میں سے آپ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ طویل عرصہ تک جنگیں کرتے اور جنگ کا لباس پہنتے اور بہت بہادر اور بڑے بڑے دشمنوں سے آپ جنگوں میں مبتلا رہے اور وہ آپ کو قتل کرنے پر متمنی تھے وہ جیلے بہانے تلاش کرتے تھے اور اس میں وہ اپنی پوری پوری کوشش صرف کرتے تھے لیکن آپ

نے کبھی کسی سے پشت نہیں پھیری اور نہ کسی سے شکست کھائی ہیں اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ کسی سے مقابل کی ہیبت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کے علاوہ کسی نے میدان جنگ میں اپنے دشمن سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ کبھی اس کے سامنے ثابت قدم کبھی اس سے منحرف کبھی آگے بڑھا اور کبھی پیچھے رہا تو جب معاملہ یوں ہے جس طرح ہم نے بیان کیا تو ثابت ہوئی وہ چیز جو ہم نے ذکر کی ہے کہ آپ حیران کن نشانی، ظاہر و باہر معجزہ اور خارق عادت میں منفرد ہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ آپ کی لامنت پر رہنمائی کی اسی کے ذریعہ آپ کی اطاعت کا فریضہ واضح اور آپ کو تمام مخلوق سے ممتاز و منفرد قرار دیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کی آیات و بنیات میں سے ہے کہ جن میں آپ اپنے غیر سے منفرد و ممتاز ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کے مناقب کا خاصہ و عامہ دینی و دنیوی طور پر ہوتا، جہور کا آپ کے فضائل نقل کرنے اور کریمانہ تھماؤں ذکر کرنے پر آمادہ ہوتا اور دشمن کا آپ سے ایسی چیزوں کا تسلیم کرنا جو ان کے اپنے ہی خلاف دلیل بنتے ہیں ان تمام چیزوں کے نقل کرنے پر یہ ہے (کمال) حالانکہ آپ سے بہت سے لوگ منحرف اور آپ کے دشمن ہیں اور بہت زیادہ اسباب ان کے داعی بنتے ہیں کہ وہ آپ کی فضیلت چھپائیں اور آپ کے حق کا انکار کریں اور دنیا و حکومت بھی آپ کے مخالفین کے پاس رہی ہے اور وہ آپ کے ادلیاں سے منحرف تھے اور اتفاق یہ کہ سلطنت دنیا بھی آپ کے مخالفین کے پاس تھی اور انہوں نے جہور کو آپ کے نور کو بجھانے پر ابھارا اور آپ کے امر کو باطل کرتے پر لیکن خدا نے خرق عادت (معجزانہ طور) پر آپ کے فضائل منتشر اور آپ کے مناقب ظاہر کئے اور سب لوگ مسح ہوئے ان کا اعتراض اور ان کی صحت کا اقرار کرنے پر اور جو جیلے بہاتے اور کوشش آپ کے دشمنوں نے آپ کے مناقب کے چھپانے اور آپ کے حقوق کے انکار کرنے میں کیں انہیں باطل کیا یہاں تک کہ آپ کی حجت و دلیل پوری ہو گئی اور آپ کے حق کا برہان ظاہر ہو گیا اور چونکہ عادت اس کے خلاف جاری تھی جو ہم نے ذکر کیا ان میں کہ جن کے امر کو خاموش کرتے کے اسباب متفق تھے جس طرح امیر المومنین کے لیے تھے تو خلاف عادت ہو گیا آپ میں دلیل بنا اس کی کہ آپ ساری مخلوق سے واضح آیت و نشانی کے ساتھ جدا ہیں جس طرح ہم نے بیان کیا۔

یہ خبر مشہور اور کثرت سے منقول ہے ضعی سے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں نبی امیہ کے خطیبوں کو سنتا تھا کہ وہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کو میروں پر سب و شتم کرتے تھے (وہ گراتے) اس کے باوجود ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو آپ کے بازو سے پکڑ کر آسمان کی طرف بلند کر دیا گیا ہے اور میں نہیں سنتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں کی میسر بردہ کرتے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی مردار چیز کو ظاہر کیا جائے۔ (اسنا ہی یہ ابھیرے گا بقنا کہ دبا دینگے)۔

ولید بن عبد الملک نے ایک دن اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم پر لازم ہے دین سے تسک کا کوئی ٹکڑہ میں نے نہیں دیکھا کہ دین کسی چیز کی بنیاد رکھے اور دنیا اسے منہدم کر دے اور میں نے دنیا کو دیکھا ہے کہ وہ کسی چیز کی بنیاد رکھتی ہے اور دین اس کو مٹا دیتا ہے میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں اور خاندان و اولوں سے سنتا رہا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب پر سب و شتم کرتے

ان کے فضائل کو ذمہ کرتے اور لوگوں کو آپ سے بعض کو نے پراچھا کرتے پس یہ چیز علی کے لیے زیادتی نہ کرتی مگر دلوں سے قریب ہونے کی اور وہ کوشش کرتے اپنے آپ کو لوگوں کے نفوس سے قریب کرنے کی لیکن یہ چیز ہمیں دلوں سے مزید دور کر دیتی اور امیر المومنین کے فضائل کو چھپائے اور علماء کو آپ کے فضائل کی نشر و اشاعت اور بیان کرنے سے روکنے کے سلسلہ میں معاملہ اٹھایا پہنچ گیا اور اس میں کسی عقل مند کو شبہ نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص چاہتا کہ امیر المومنین سے روایت کرے تو اس میں یہ استطاعت نہ ہوتی کہ آپ کے نام و نسب کا ذکر کرے، اور ضرورت اس کا سبب بنتی کہ وہ کہتا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ایک حدیث بیان کی یا کہتا کہ قریش کے ایک شخص نے بیان کیا اور بعض تو یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے زینب کے باپ نے بیان کیا اور عمرؓ نے عائشہ سے بیان روایت کیا ہے عائشہ کے اس حدیث بیان کرنے میں رسول اللہ کی بیماری اور وفات کے متعلق تو اس میں سے کہا ہے پس رسول اللہؐ نکلے اور آپ سہارا لیے ہوئے تھے اپنے اہل بیت میں سے دو افراد کا جن میں سے ایک فضل بن عباس تھے توجیب فکر مرہ نے یہ روایت محمد بن عبد اللہ بن عباس سے نقل کی تو انہوں نے فرمایا کیا تو دوسرے شخص کو بھی جانتے ہو؟ وہ کہنے لگا نہیں جو مکر بنی عائشہ نے اس کا نام میرے سامنے نہیں لیا تو ابن عباس کہتے گئے کہ وہ علی بن ابی طالب ہیں اور ہماری ماں قدرت رکھتے ہوئے بھی کبھی اچھائی سے ان کا ذکر نہیں کرتی تھیں۔

اور وایان امور و حکومت (حکام) جو ظالم و جابر تھے کو ٹپے مارتے انہیں جو اچھائی اور تعمیر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے بلکہ اس پر ان کی گردنیں اڑادی جاتیں تھیں اور لوگوں کے سامنے آپ سے برأت دینے زاری کی جاتی تھی تو عادت کا تقاضا ہے کہ جس شخص کے لیے ایسا اتفاق ہو تو پھر کسی طریقہ سے بھی اس کا ذکر خیر نہ ہو چہ جائیکہ اس کے فضائل و کم ہوں اور اس کے مناقب کی روایت کی جائے یا اس کے حق کی حجت و دلیل ثابت ہو اور جب آپ کے فضائل کا ظہور اور آپ کے مناقب کی اس طرح نشر و اشاعت ہو جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ خاصہ اور عامہ میں شائع ہیں اور دشمن دوست اس کے نقل کرنے پر مجبور ہے تو اس میں فرق عادت و عادت کے خلاف ایک چیز کا ظاہر ہوتا یا طور مخیرہ ثابت ہو گیا اور برہان کا چہرہ واقع ہو گیا اس معنی میں حیران کن آیت ثانی کے ذریعہ ثابت ہو گیا کہ جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اللہ کی نشانیوں میں سے جو آپؐ میں پائی جاتی ہیں یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد و ذریت کے لحاظ سے اس طرح مصائب میں مبتلا نہیں ہوا جس طرح آپؐ اپنی ذریت کے سلسلہ میں مبتلا ہوئے معلوم نہیں کہ کوئی پوری جماعت یا کسی نبی یا امام کی اولاد یا کسی اچھے باپ کے بادشاہ کی اولاد مجموعی طور پر ملتی خوف زدہ رہی ہو جسے امیر المومنین کی اولاد پریشان و خوف زدہ رہی اس طرح کہ کسی کے لیے قتل ہو اگر اور وطن سے نکالا جائے یا ڈرا نا دھمکا اور نہ ہی کسی گروہ پر ان کی طرح قسم قسم کی سزائیں جاری ہوئیں اولاد علیؑ کو بغیر قصور تائے گرفتار کیا گیا، دھوکہ اور جیل بہانوں سے قتل کیا گیا اور ان میں سے بہت سے زندہ ہی بنیادوں میں چپے گئے اور انہیں بھوک اور پیاس کی سزائیں دی گئیں یہاں تک کہ کچھ نفوس موت کی وادی میں پہنچ گئے اور کچھ مختلف شہروں میں بکھر گئے اور انہوں نے گھور شہر دار اور وطن چھوڑ دیئے اور اکثر لوگوں سے اپنا نسب چھپایا اور ان کا خوف و خطر اس

حد تک بڑھ گیا کہ اپنے دوستوں سے مخفی رہنے لگے چہ جائیکہ دشمن سے اور ان کا بھاگ تکلان انتہائی مشرق و مغرب اور آبادی سے دور کے مقامات تک پہنچ گیا اور اکثر لوگوں نے ان کے پہچاننے سے پرہیز کیا اور ان کے قریب جانے اور ان سے میل جول رکھنے سے اعراض کیا اپنے نفوس اور ذریت پر زمانہ کے جبار بادشاہوں کے خوف سے اور ریسب ایسے اسباب ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سب ختم ہو جائے ان کا نظام لیا میسٹ ہو جاتا ان کی سطحیں کٹ جاتیں اور ان کی تعداد نہ ہوتے کے برابر ہوتی لیکن رنگاہ ڈالتے ہیں تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے باقی انبیاء صالحین اور اولیاء کی اولاد سے حضرت علی کی اولاد بہت ہی زیادہ ہے بلکہ تمام باقی لوگوں میں سے بھی ہر شخص کی اولاد سے زیادہ ہیں اتنے زیادہ کہ ہر شہر اولاد علی سے پڑے اور انفرادی طور پر اکثر لوگوں کی اولاد انہیں علیہ حال ہے۔ باوجودیکہ وہ دور والوں کو چھوڑ کر اپنے ہی خاندان میں رشتہ و نکاح و شادی کرتے ہیں اور پھر اپنے خاندان میں سے بھی اپنے قریبی حسب و اول میں محصور و محدود ہیں تو اس میں بھی خرق عادت و معجزہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے امیر المومنین میں وہ حیران کن آیت و نشانی کی دلیل ہے جس طرح ہم نے توصیف و بیان کیا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور محمد ہے اللہ کی جو عالمین کا پروردگار ہے۔

امیر المومنین کا غیب کی خبریں دینا

اور اللہ کی حیران کرنے والی آیات جو آپ کی خصوصیات کے سلسلہ میں ہیں کہ جن میں آپ منفرد ہیں اور جن سے دلیل قائم کی ہے بطور معجزہ آپ کی امامت اور آپ کی اطاعت کے واجب ہونے اور آپ کی محبت ثبات کرنے پر جو کہ ان آثار میں سے ہیں جن کو انبیاء اور اس کو دوسرے لوگوں سے جدا کیا ہے اور جنہیں علامتیں قرار دیا ہے ان کی صداقت کی پس ان میں سے ایک وہ ہے جو کثرت سے آپ سے منقول ہے کہ آپ نے قائب چیزوں کی خبر دی اور ہونے والے واقعات ہونے سے پہلے بتائے اور ان میں صرف دور اندیشی سے کام نہیں لیا جس طرح عام لوگ کرتے ہیں)

اور واقعات آپ کی خبر کے موافق ہوتے تھے یہاں تک کہ صداقت تحقیق ہو جاتی اور یہ چیز انبیاء کے حیران عقول معجزات میں سے ہے کیا دیکھتے نہیں ہو خدا کے قول کی طرف کہ جس سے اللہ نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو دوسری مخلوق سے حیران کن معجزہ اور عجیب و غریب نشانی (جو کہ آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے) کے ذریعہ جدا کیا ہے۔

و انبئکم بما فاعلون و ما تدخرون
اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کے جو تم
مکھلتے ہو اور جنہیں تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔

اور اللہ نے اسی قسم کا معجزہ رسول اللہ کی عجیب آیات میں سے قرار دیا پس فرمایا جب کہ علیہ حاصل ہو فارسی کو روم پر۔

الْمَغْلِبَتِ الرُّومِ فِي ادْفَى الْأَرْضِ وَهَمَّ مِنْ
بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بَضْعِ سَنِينَ -

مغلوب ہو گیا روم قریب ترین زمین میں اور
اور وہ مغلوب ہو جائے گا کے بعد عنقریب چند
سالوں میں غالب آجائیں گے۔

پس معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح خداوند عالم نے فرمایا تھا اور اہل بدر کے متعلق جنگ ہونے سے پہلے ہی فرمایا۔
سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ
الدَّبَرُ -

تو معاملہ اسی طرح ہوا کہ جس طرح ارشاد خداوندی تھا بغیر کسی اختلاف کے اور ارشاد ہے۔
لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ أَتَمَّيْنِ
مُحَلِّقِينَ دُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ -

تو یہاں بھی معاملہ ویسے ہوا جس طرح کہ خدا نے فرمایا تھا اور ارشاد ہے کہ
اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَدَايَتِ النَّاسَ
يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا -

یہاں بھی معاملہ خدا کے ارشاد کے مطابق ہوا خدا متا فقیہ کے تفسیروں کی تفسیر دیتے ہوئے فرماتا ہے
وَيَقُولُونَ فِي الْفَسْهَمِ لَوْلَا بَعْدُ ابْنَا اللَّهَ
بِمَا نَقُولُ -

پس ان کے تفسیروں کی اور جو کچھ وہ اپنے دلوں اور باطن میں چھپائے ہوئے ہیں خبر دی ہے اور یہودیوں کے واقعہ
میں خدا فرماتا ہے کہ

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ
أَنْكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ
فَتَمْتَنُوا الْمَوْتَ أَنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ -

کہہ دو اسے یہودیو! اگر تمہیں گمان ہے کہ تمام لوگوں
کے علاوہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو
اگر تم سچے ہو۔

حالانکہ یہ بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے بسبب ان چیزوں
کے جو ان کے ہاتھ آگئے بیچ چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو بہتر
جانتا ہے۔

جیسے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا بات ویسے ہی نکلی اور ان میں سے کسی میں موت کی تمنا کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوئی

آپ کی دی ہوئی خبر ثابت ہوئی جس سے آپ کی صداقت ظاہر اور آپ کی نبوت پر رہنمائی ہوئی اس قسم کی اور بہت سے آیات ہیں جن کے تحریر کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

حضرت اویس قرنیؓ کا بیعت کرنا

امیر المومنینؓ سے اس قسم (غیب کی خبر دینا) کے وہ فضائل رونما ہوئے ہیں جن کا انکار دل کی تنگ آلودگی، جہالت، بہتان تراشی اور دشمنی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا، کیا دیکھتے نہیں کہ کس قدر اس سلسلہ میں بہت سی پہ در پہ خبریں موجود ہیں جن کے آثار پھیلے ہوئے ہیں اور سب نے ان کو جناب امیر المومنینؓ سے نقل کیا ہے۔

آپ کا یہ ارشاد تین گروہوں سے جنگ کرنے سے پہلے اور اپنی بیعت کے بعد کہ تجھے بیعت توڑنے والوں، ظلم کرنے والوں اور حق سے نکل جانے والوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس آپ نے ان تین ہی گروہوں سے جنگ کی اور میں اس طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا۔

آپ نے طلحہ ازہر سے فرمایا (جب وہ آپ سے اجازت لینے آئے کہ وہ عمرہ کے لیے جانا چاہتے ہیں) خدا کی قسم تم بصرہ کا طرف جانا چاہتے اور اسی طرح ہو کہ جس طرح آپ نے فرمایا۔

آپ نے ابن عباس سے فرمایا اور انہیں خبر دے رہے تھے کہ یہ دونوں تجھ سے عمرہ پر جانے کی اجازت لینے آئے اور میں نے انہیں اجازت دے دی حالانکہ میں جانتا ہوں اسے جو انہوں نے قدری دھیانت کرنا ہے اور میں اللہ سے ان کی مخالفت پر مدد چاہتا ہوں عنقریب خدا ان کے مکہ و قریب کو دور کر دے گا اور تجھے ان دونوں پر فتح و کامیابی دے گا پس معاملہ اس طرح ہوا کہ جس طرح فرمایا تھا۔

آپ نے مقام ذیقار میں فرمایا جب کہ آپ بیعت لینے کے لیے تشریف فرما تھے! تمہارے پاس کوثر ہیں سے ایک ہزار مرد آئیں گے ایک بھی کم یا زیادہ نہیں ہوگا جو میری بیعت موت پر کرینگے۔ ابن عباس کہتا ہے کہ میں اس سے گھبرا گیا مجھے خوف ہوا کہ یہ لوگ کہیں تعداد میں زیادہ یا کم نہ ہو جائیں ورنہ اس سے ہمارا معاملہ خراب ہو جائے گا مجھے حزن و غم کا دھڑکے گا رہا اور مردم شماری میں طریقہ بن گیا جب ان کے پہلے پہل آنے والے آئے تو میں اسی وقت سے انہیں شمار کرتے لگا یہاں تک کہ میں نے ان کی تعداد نو سو تباوے پوری کر لی پھر ان کا آنا بند ہو گیا تو میں نے دل میں کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کس چیز نے آپ کو ابھارا کہ آپ نے یہ کہہ دیا! پس میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شخص آتا ہوا دیکھا جب وہ قریب آیا تو وہ پیدل تھا جس پر بشم کی ردائ تھی اور اس کے پاس تلوار اور ڈھال اور کچھ سامان تھا تو وہ آپ سے کہتے لگا کہ ہاتھ بڑھا یہے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں، تو امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ کس

چیز پر بیت کر دے، وہ کہنے لگا کہ سنئے، اطاعت کرتے اور آپ کے سامنے جہاد کرنے پر، یہاں تک کہ میں مر جاؤں خدا آپ کو فتح و کامیابی دے نو آپ نے فرمایا، تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا اویس، فرمایا تم اویس قرنی ہو، کہنے لگا۔ جی ہاں، آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر مجھے میرے حبیب رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ میں آپ کی اُمت میں سے ایک شخص اویس قرنی نامی سے ہوں گا جو اللہ اور اس کی جماعت سے ہو گا، اور وہ شہادت کی موت پائے گا جس کی شفاعت اور سفارش میں ربیعہ و مضر قبیلہ جتنے لوگ داخل ہوں گے، ابن عباس کہتے ہیں کہ (اس سے) میری پریشانی ختم ہو گئی۔

اور اس سلسلہ میں ہے آپ کا کلام ”جب کہ اہل شام نے قرآن بلند کیے اور آپ کے اصحاب میں سے ایک گروہ کو شک ہوا اور وہ صلح پر اصرار کرنے اور آپ کو اس کی دعوت دینے لگے، ہلاک ہو جاؤ گے یہ ایک چال اور دھوکہ ہے یہ قوم قرآن کو نہیں چاہتی کیونکہ یہ قرآن کے اہل نہیں ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنی بعیر تول پر چلتے ہوئے ان سے جنگ جاری رکھو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارے راستے الگ الگ ہو جائیں گے اور تم پریشان ہو گے جب پریشانی تمہیں فائدہ دے گی اور ویسا ہی ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور تنجیم کے بعد یہ لوگ منکر ہو گئے اور باقی جو کوتاہی ان سے ہوئی اور جو انہوں نے قبول کیا اس پر پریشان ہوئے اور ان کے راستے الگ ہو گئے اور ان کا انجام کار ہلاکت تھا۔

آپ نے فرمایا جب آپ خوارج سے جنگ کرنے جا رہے تھے،

اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم ایک دوسرے کا سہارا لو گے اور عمل کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں خبر دیتا اس فیصلہ کی وجہ اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر جاری کیا ان لوگوں کے حق میں جو اس قوم سے ان کی گمراہی کو سمجھتے ہوئے، بعیرت ہو کر جنگ کریں یہے شک ان خوارج میں ایک ایسا شخص ہے جس کا ایک ہاتھ ناقص ہے اور اس کا ایک پستان ہے عورت کے پستان کی طرح اور یہ لوگ بدترین خلّاق و مخلوق ہیں اور ان سے جنگ کرتے والا وسیلہ کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ قریب ہے اور مخدج کہ جس کا ہاتھ ناقص تھا قوم میں مشہور نہیں تھا پس جب وہ قتل ہو گئے تو آپ مقتولین میں اسے تلاش کرتے گئے اور فرماتے تھے خدا کی قسم نہیں نے جھوٹ بولا اور نہ میرے سامنے جھوٹ بولا گیا ہے یہاں تک کہ آپ نے اسے قوم میں پایا اور اس کی قمیص کو انکس کیا تو اس کے شانے پر ایک ٹکڑا گوشت کا تھا مثل عورت کے پستان کے کہ جس پر بال تھے جب اس کو کھینچا جاتا تو شانہ ساتھ بھینچ اُٹتا اور جب اسے چھوڑ دیا جاتا تو شانہ اپنی جگہ پر چلا جاتا جب آپ نے اسے پایا تو تکبیر کہی اور فرمایا کہ اس میں اس کے لیے جبرت ہے جو با بعیرت ہونا چاہیے۔

نے میری گردن سے پکڑا اور مجھے دھکیلا اور پھر فرمایا اے ازوی بھائی کیا معاملہ تیرے لیے واضح ہو گیا ہے میں نے عرض کیا کہ بے شک اے امیر المومنین! تو آپ نے فرمایا کہ اب اپنے دشمن سے نمٹو تو میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر دوسرے کو پھر میں ایک اور شخص سے الجھ گیا میں اسے اور وہ مجھے مارتا تھا ہم دونوں گر گئے اور مجھے میرے ساتھی اٹھا کر لے گئے پھر جب مجھے آفاقہ ہوا تو آپ ان کی جنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔

تافیقین اثنار کے درمیان یہ مشہور و معروف حدیث ہے جس میں ایک شخص جناب امیر المومنینؑ کے زمانے میں اپنے دل کی بات اور جو کچھ اس کے بعد ہوا کی خبر دے رہا ہے اور کسی ایک نے بھی نہ تو اس کی تردید کی اور نہ ہی اس کی صداقت کا انکار کیا ہے حالانکہ اس میں غیب کی خبر دینا ضمیر میں پوشیدہ کو ظاہر کرنا اور دلوں کے حال جاننا ہے۔ اس میں ایک ایسی روشن دلیل ہے جس کا بزرگ معجزات اور جلیل القدر راصین کے سوا کوئی ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

اپنی شہادت کی خبر دینا

اور اسی سلسلہ کی کڑی ہے جس میں روایات متواتر ہیں آپ نے اپنی وفات سے پہلے موت کی اور حادثہ شہادت کی خبر دی کہ آپؑ دینلے سے ایسی ضرب سے شہید ہو کر جائیں گے جو آپ کے سر میں لگے گی جس کا خون آپ کی ریش مبارک کو خضاب کرے گا اور اس میں بھی اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور وہ الفاظ جو روایان اخبار نے اس سلسلہ میں روایت کیے آپؑ کا ارشاد ہے کہ

فدا کی تم خضاب ہو گی یہ اس سے اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر اور ریش مبارک پر رکھا اور آپ کا ارشاد خدا کی قسم البتہ وہ اس کو خضاب کرے گا اس کے اوپر سے اور آپ نے اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کیا کہ جس چیز نے روک رکھلے ہے بد بخت ترین اُمت کو کہ وہ اس کو اوپر کے خون سے خضاب کرے اور آپ کا ارشاد کون سی چیز مانع ہے اس امت کے شقی ترین شخص کو کہ وہ اسے اس کے اوپر کے خون سے خضاب کرے اور آپ کا ارشاد ہے کہ تمہارے پاس رمضان کا ہینہ آگیا ہے اور وہ ہینول کا سردار ہے اور سال کی ابتداء ہے اور اس میں سلطنت کی چکی چکر لگائے گی اور یاد رکھو کہ اس سال تم ایک ہی صفت میں جمع کرو گے اور اس کی یہ علامت ہے کہ میں تم میں نہ ہوں گا اور آپ کے اصحاب کہتے تھے کہ آپؑ تو ہمیں اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں پس ماہ رمضان کی انیس تاریخ کی رات کو ضرب لگی اور آپ کی وفات اس ماہ کی انیس کی رات میں ہوئی۔

اسی میں سے ہے وہ جسے روایت کیا ہے آپ سے موثق راویوں نے کہ آپ اس ماہ میں ایک رات امام حسنؑ ایک رات امام حسینؑ اور ایک رات عبداللہ بن جعفر کے ہاں افطار فرماتے اور تین نعموں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے جو آپؑ

جذب بن عبد اللہ کی روایت

سیرت نگاروں نے اپنی حدیث میں جذب بن عبد اللہ ازادی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ
 ان میں جنگ جبل اور صفین میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھا اور ان سب سے جنگ کرنے میں کہ جن کے ساتھ آپ نے جنگ کی کوئی شک
 و شبہ نہیں تھا یہاں تک کہ میں جنگ نہروان میں پہنچا تو مجھے اس قوم سے جنگ کرنے میں شک ہوا میں نے کہا کہ یہ ہمارے
 قاری اور اچھے بھلے لوگ ہیں ان سے ہم جنگ کریں پس یہ معاملہ تو عظیم ہے پس میں صبح کے وقت ٹہلنے کے لیے نکلا میرے
 پاس پانی کا تین تھلہ یہاں تک کہ میں صفوں سے نکل گیا میں نے اپنا نیزہ گاڑا اور اپنی ڈھال اس کے قریب رکھ کر دھوپ
 سے پردہ بتایا میں بیٹھا ہی تھا کہ امیر المومنین تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ازادی بھائی کیا تمہارے پاس پانی ہے میں نے
 عرض کیا جی ہاں اور میں نے برتن آپ کو دیا آپ پہلے گئے یہاں تک کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکا پھر واپس آئے و متو کیا اور ڈھال
 کے سائے میں بیٹھ گئے اچانک ایک شاہ سواری آیا جو آپ کے بارے پوچھ رہا تھا تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین یہ شخص
 آپ سے ملنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا اسے اشارہ کر دیں میں نے اشارہ کیا تو وہ آگیا اور کہنے لگا کہ

اے امیر المومنین قوم نے تہر کاٹ دی ہے اور انہوں نے نہر عبور کر لی ہے !
 تو آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں انہوں نے نہر عبور نہیں کی ہے اس نے کہا ہاں خدا کی قسم وہ عبور کر چکے ہیں آپ نے
 فرمایا یہ تیرا جھوٹ ہے، اچانک ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین قوم نہر کو عبور کر چکی ہے اور انہوں نے
 نہر کو کاٹ دیا ہے آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں انہوں نے عبور نہیں کیا وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم جب میں آیا ہوں تو میں نے
 جھنڈے اور سامان کو اسی طرف جاتے دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہی ان کے
 پھانسلے جانا اور خون بہنے کی جگہ ہے پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے
 اپنے دل میں کیا اس خدا کی حمد و تعریف ہے جس نے مجھے یہ شخص دکھایا اور اس کے معاملہ کی شناخت بخشتی ہے یہ دو میں
 سے ایک شخص ہے یا تو (معاذ اللہ علی) بہت بھولنا جری مرد ہے اور یا پھر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے نبی کے
 عہد و پیمان کی بنا پر بینہ اور مضبوط دلیل پر قائم و پایا بند ہے خدا یا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ جس کا تو روز قیامت سوال
 کر سکتا ہے اگر میں نے قوم کو پایا لیا کہ نہر عبور کر چکے ہیں تو میں پہلا شخص ہوں جو علی علیہ السلام سے جنگ کروں اور اس کی
 آنکھ میں نیزہ مار دوں گا اور اگر قوم نے نہر عبور نہیں کی تو پھر میں ان سے جنگ کرتے اور ان کے مقابلہ میں نکلنے پر قائم
 ہوں۔

ان دشمن کی صفوں تکسب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ جھنڈے اور سامان پہلے کی طرح ہیں، جذب کہتا ہے اچانک آپ

سے آپ کے دونوں فرزندوں حسن و حسین میں سے کسی نے اس سلسلہ میں عرض کیا تو فرمایا اے بیٹا خدا کا حکم آگے کا تو میرا شکم خالی ہو پس ایک یا کھڑا قل کی بات ہے پس آپ کو انہی راتوں ضرب لگی۔

انہیں میں سے وہ ہے جسے اصحاب آثار نے روایت کیا ہے کہ جبرین بچہ نے جو توارج میں سے تھا امیر المومنین سے عرض کیا اے علی اللہ سے ڈرو بے شک آپ نے مرنا ہے تو امیر المومنین نے فرمایا۔

خدا کی قسم قتل ہوتا اس ضرب سے جو اس پر واقع ہوگی اور اس کو خضاب کسے گی اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر اور دائرہ پر رکھا یہ ہمد و پیمان کیا جا چکا ہے اور جو بہتان باندھے وہ ناکام ہے۔

آپ کا ارشاد اس رات کہ جس کے آخر میں شقی و بد بخت نے آپ کو ضرب لگائی آپ مسجد کی طرف جانے لگے تو مراقبیاں آپ کے روبرو چینی لگیں لوگ انہیں آپ سے دور کرتے لگے تو فرمایا ان کو چھوڑو یہ لوح کہہ رہی ہیں۔

دوسروں کے حالات کی خبر دینا

تفصیل شہادتِ مہتمم تمارہ رضی اللہ عنہ

اس میں سے وہ واقعہ جسے ولید بن حارث وغیرہ نے اپنے لوگوں سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین کو جب خبر پہنچی اس کی جو کچھ بسر بن الرطاقہ نے مین میں کیا تھا تو عرض کیا اے خدا یا میرے اپنا دین کیا مقابلہ میں پہنچ دیا ہے اس کی قتل چھین لے اور اس کے لیے اتنا دین بھی نہ رہنے دے جن کی بنا پر تجھ سے رحمت کا سنتی ہو سکے پس بسر کا دماغی توازن بگڑ گیا اور وہ تلوار لے آؤ تلوار لے آؤ پکارتا تو اس کے لیے ایک لکڑی کی تلوار بنائی گئی اور وہ اس سے باز نہ رہتا تھا یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتا پس جب اس کو فاقہ ہوتا تو کہتا تلوار، تلوار پس وہ اس کو دی جاتی اور وہ اس کو چبدا شروع کر دیتا اور اسی طرح رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اسی میں سے ہے جو آپ سے کثرت سے مروی ہے آپ کا بارش و کہ عتق رب میرے بعد تمہارے سامنے مجھے سب و شتم کیا جائے گا یعنی آپ لوگوں کو پیش کیا جائے گا تو مجبوراً مجھے سب کرنا اور اگر تم پر مجھ سے برائیت اور بیزاری پیش کی جائے تو مجھ سے برائیت نہ کرنا کیونکہ میں دین اسلام پر پیدا ہوا ہوں تو جس کے سامنے مجھ سے برائیت پیش ہو وہ اپنی گردن آگے کر دے اور مجھ سے برائیت نہ کرنا کیونکہ جو مجھ سے برائیت کرے گا اس کی دنیا رہے گی اور تر آخرت اور اس بارے میں نہ ہو یہی خواجہ جس طرح حضرت نے فرمایا تھا۔

اسی میں سے ہے آپؐ کا ارشاد جو آپؐ ہی سے مروی ہے کہ اے لوگو! میں نے تمہیں حق کی دعوت دی پس تم نے مجھ سے پشت پھیر لی تمہیں میں نے دُورے سے پٹیا تو تم نے مجھے عاجز کر دیا یا دیکھو کہ اب میرے بعد تم پر ایسے لوگ والی و حاکم بنیں گے کہ وہ تم سے اس پر راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں کوڑوں اور لوہے سے عذاب دیں گے اور جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دے گا خدا سے آخرت میں عذاب دے گا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صاحبِ بین آئے گا یہاں تک کہ تمہارے ہاں آتے ہی وہ عاملوں کے کارکنوں کو گرفتار کرے گا اور وہ ایک مرد ہے کہ جسے یوسف بن عمر کہا جائے گا اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔

اسی میں سے ہے وہ کہ جسے علماء نے روایت کیا ہے کہ جو میر بن مسھر قصر الامارہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ امیر المومنینؑ کہاں ہیں تو اس سے کہا گیا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اس نے پکار کر آواز دی اسے سوئے والے بیدار ہو جا پس قسم ہے اس کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ضرور تیرے سر پر ضرب لگائی جائے گی جس سے تیری داڑھی خضاب ہوگی جس طرح تو نے خود پہلے ہی ہمیں خبر دی ہے تو امیر المومنینؑ نے سن لیا اور پکار کر فرمایا اے جو میرؑ آگے آؤ تاکہ میں تجھے تیری بات بتاؤں پس وہ آگے آیا پس فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عترتِ نبیؐ تجھے کھینچا جائے گا سخت مزاج کبیئہ کی طرح اور تیرے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں گے پھر تجھے تنگوتے کی غلاف والی کھجور کے تنے کے نیچے پھانسی لٹکایا جائے گا پس اس طرح ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ معاویہؓ کے زمانہ میں زیادہ کو فر کا والی بنا اس نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے اور پھر اس کو ابنِ کعبہ کے کھجور کے تنے کے ساتھ پھانسی دی اور اس کا بیٹا تھا پس یہ اس کے نیچے لٹکا رہا۔

اسی میں سے وہ روایت ہے بیان کیا ہے کہ میثمؓ حارثیؓ اسدیؓ ایک عورت کا غلام تھا اور امیر المومنینؑ نے میثمؓ کو اس عورت سے خرید کر کے آزاد کیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ سالمؓ تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی تھی کہ تیرا نام جو میثمؓ میں تیرے ماں دیا پس نے رکھا وہ میثمؓ ہے تو اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور آپؐ نے اے امیر المومنینؑ سچ فرمایا خدا کی قسم میرا ہی نام ہے تو آپؐ نے فرمایا پھر اپنے اصلی نام کی طرف پلٹ جاؤ جس نام سے رسول اللہؐ نے تجھے یاد کیا ہے اور سالمؓ کہ چھوڑ دو پس میثمؓ کے نام کی طرف پلٹ آیا اور اپنی کینت ادا سالمؓ رکھی۔

ایک دن حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا کہ میرے بعد تجھے گرفتار کر کے سولی پر لٹکایا جائے گا اور تجھے تیرے سے مارا جائے گا پس جب تیسرا دن ہو گا تو تیرے ناک اور منہ سے خون جاری ہو گا جس سے تیری داڑھی خضاب ہوگی اس خضاب کا انتظار کرو پس تجھے عمرو بن حریتؓ کے گھر کے دروازے پر سولی پر لٹکایا جائے گا تو وہاں میں سے سوال ہو گا کہ جس کی سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی ہوگی اور وضو خانہ کے زیادہ قریب ہو گا اور چلو میں تمہیں وہ کھجور دکھاؤں جس کے تنے کی لکڑی پر سولی پر لٹکایا جائے گا پھر آپؐ نے وہ درخت دکھایا۔

میثمؓ کے قریب آکر فاتر پڑھا کرتے اور کہتے کہ تجھے برکت نصیب ہو اے کھجور کے درخت میں تیرے بے حلق ہوا

ہوں اور مجھے میرے لیے غذا دی گئی ہے اور ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ اسے کاٹ دیا گیا اور انہیں وہ مقام بھی معلوم تھا جہاں کو فریں پھانسی پر لٹکایا جانا تھا اور شیخ جب عمرو بن حریث سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ میں تیرا پڑوسی بننے والا ہوں پس میری اچھی ہمسائیگی کرنا تو عمرو اس سے کہتا کہ کیا تو نے ابن مسعود کا مکان لینا چاہا ہے یا ابن حکیم کا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ شیخ کی مراد کیا ہے۔

شیخ نے اس سال حج کیا جس میں قتل ہوا پس جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ تم کون ہو تو کہا کہ میں شیخ ہوں فرمایا، میں نے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ تیرا ذکر کرتے تھے اور علیؑ کو پر وہ شب میں تیرے متعلق وصیت کرتے تھے پس شیخ نے ان سے نام حسینؑ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باقی میں کئے ہوئے ہیں عرض کیا ان کو بتانا کہ میں ان کو سلام کرنا چاہتا تھا اور انشا اللہ عالمین کے پروردگار کے ہاں ہماری ملاقات ہوگی پس جناب ام سلمہ نے خوشبو منگوائی اور شیخ کی دائرہ کی خوشبو لگائی اس سے فرمایا یا مدد کو عنقریب یہ خون سے خضاب ہوگی پس شیخ کو فرمایا آیا تو عبید اللہ بن زیاد عین نے اسے گرفتار کیا جب اس کے دربار میں داخل ہوا تو اس عین سے کہا گیا کہ یہ شخص علیؑ کے ہاں سب سے زیادہ ترجیح رکھتا تھا تو وہ کہنے لگا افسوس ہے تم پر یہ عجیب ہے؛ بتایا گیا ہاں! تو عبید اللہ نے شیخ سے کہا تیرا رب کہاں ہے! جواب دیا ہر ظالم کی گھات میں ہے اور ان ظالموں میں سے تو بھی ہے تو وہ عین کہنے لگا تو جی ہو کہ اس جگہ پر پہنچ جائے گا جہاں تو چاہتا ہے تیرے ساتھی نے تجھے کیا خبر دی کہ میں تجھ سے کیا سلوک کروں گا تو کہا کہ آپ نے مجھے خبر دی تھی کہ میں دسواں آدمی ہوں گا جسے تو سولی پر لٹکائے گا میری کلڑی ان سب سے چھوٹی ہوگی اور وہ طہارت خانہ کے قریب ہوگی وہ کہنے لگا کہ ہم اس کے قول کی مخالفت کریں گے تو شیخ اس لمون سے کہنے لگا کہ تو مخالفت کیسے کر سکتا ہے پس خدا کی قسم آپ نے جو کچھ خبر دی ہے وہ نبی کریمؐ سے اور نبی کریمؐ نے جبرائیلؑ سے اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دی ہے تم ان سب کی مخالفت کیسے کرو گے اور میں تو اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں پر مجھے سولی پر لٹکایا جائے گا کہ وہ کوثر میں کہاں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے میں پہلا شخص ہوں کہ جس کے منہ میں لکام دی جائے گی پس اس عین نے شیخ کو قید کر دیا اور اس کے ساتھ مختار بن ابوعبیدہ کو بھی قید کر دیا تو شیخ نے مختار سے کہا کہ تم امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے رہا کر دیئے جاؤ گے پس تم اس کو قتل کرو گے جو ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

تو جب عبید اللہ عین نے مختار کو بلایا تاکہ وہ اسے قتل کرے تو ڈاکٹر عبید اللہ کے نام بربد کا خط لے کر آیا وہ اس کو حکم دے رہا تھا کہ مختار کو رہا کر دو اور اس نے مختار کو چھوڑ دیا اور شیخ کے لیے پھانسی کا حکم دیا تو شیخ کو نکالا گیا پس شیخ سے ایک شخص نے جو اس سے ملا کہا کہ تو اس سے کتابے پر وہاں ہے اسے شیخ تو شیخ مسکرایا اور اس کچور کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کے لیے پیدا ہوا ہوں اور اس کو میرے لیے غذا دی گئی ہے۔

پس جب میثم کو اس لکڑی پر لٹکایا گیا تو لوگ اس کے گرد و درون حریت کے دروازے پر جمع ہو گئے تو عرفہ کہتے لگا کہ خدا کی قسم میثم مجھ سے کہا کرتا تھا کہ میں تمہارا پڑوسی بننے والا ہوں لہذا جب میثم کو سولی پر لٹکایا گیا تو عرفہ نے اپنی ایک کینتر سے کہا کہ اس لکڑی کے نیچے جھالرو دو اور پانی پھیر کاؤ اور دھونی دو پس میثم نے فضائلِ نبی ہاشم بیان کرنا شروع کر دیئے تو ابن زیاد کو بتایا گیا کہ اس غلام نے تو تجھے رسوا کر دیا ہے تو اس حدیث نے حکم دیا کہ اس کے منہ میں لگام دے دو اور وہ اللہ کی مخلوق میں سے پہلا شخص ہے جس کے منہ میں لگام دی گئی ہے اور جناب میثم کی شہادت امام حسینؑ کے عراق کی طرف آنے سے دو دن پہلے ہوئی پس جب میثم کی سولی کا تختہ اُتار دیا تو اس مظلوم کو نیزہ مارا گیا تو اس نے تکبیر کہی پھر دن کے آخر میں اس بیکس کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا اور یہ ان اخبار میں سے ہی کہ جو غیب کی خبریں امیر المؤمنینؑ سے محفوظ رہ گئیں اور جن کا ذکر مشہور اور جن کی روایت علماء سے عام ہے۔

رشد ہجری کو اس کی شہادت کی خبر دینا

اسی میں سے ہے کہ جسے ابن عباس نے جالد سے روایت کیا اور جالد نے شعبی سے اس نے زیاد بن نضر حارثی سے وہ کہتا ہے کہ میں زیاد بن نضر کے پاس تھا کہ رشد ہجری کو لایا گیا تو اس سے زیاد نے کہا کہ تیرے صاحب نے تجھے کیا کہا تھا یعنی ٹیٹے، کہ ہم تجھ سے کیا سلوک کریں گے رشد نے کہا کہ تم میرے ہاتھ پاؤں کاٹو گے اور مجھے سولی پر لٹکاؤ گے تو زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کی بات کو چھٹاؤں گا، اس کو چھوڑ دو پس رشد نے جانے کا ارادہ کیا تو وہ عین کہتے لگا کہ خدا کی قسم جو اس کے صاحب نے اس سے کہی ہے ہم اس سے کوئی اور چیز بدتر نہیں جانتے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو اور اس کو سولی پر لٹکا دو تو رشد نے کہا یہ بات (یعنی مولا کی مخالفت دور کی چیز ہے) افسوس تمہارا پاس میری ایک چیز رہ گئی ہے کہ جس کی امیر المؤمنینؑ نے مجھے خریدی ہے تو زیاد کہتے لگا کہ اس کی زبان بھی کاٹ دو تو رشد نے کہا خدا کی قسم اب امیر المؤمنینؑ کی خبر کی واضح تصدیق ہوئی ہے، اور اس خبر کو بھی موافق اور مخالفت نے اپنے ثقات سے ان میں سے کہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے نقل کیا ہے اور سب علماء کے مال اس کا معاملہ مشہور ہے اور ان کا بھی انہیں معجزات اور اخبار غیب میں شمار ہو گا جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

مزاع بن عبد اللہ کی روایت

انہیں میں سے ہے وہ کہ جسے عبد العزیز بن صہیب نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مزاع بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امیر المؤمنینؑ کو یہ کہتے سنا کہ یاد رکھو خدا کی قسم البتہ ضرور ایک لشکر آگے بڑھے گا اور

جب وہ وادی بیدار میں پہنچے گا تو زمین میں وحش جائے گا تو میں نے مزرع سے کہا کہ تم تو مجھے غیب کی خبر دیتے لگے تو میں نے کہا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے محفوظ رکھو خدا کی قسم وہ ہو کے رہے گا جس کی تیرا میرا المؤمنین مجھے دے گئے ہیں اور ایک شخص پکڑا جائیگا اور وہ سولی پر لٹکایا جائیگا اس مسجد کے دو کنگروں کے درمیان تو میں نے اس سے کہا کہ تم تو مجھے غیب کی خبر دیتے ہو تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے نقشہ (قابل اعتماد) و امین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے خبر دی ہے ابو العالیہ کہتا ہے کہ ہم پر ایک جحشہ گزرا تھا کہ مزرع کو گرفتار کیا گیا پھر قتل کر کے مسجد کے دو کنگروں کے درمیان سولی پر لٹکایا گیا راوی کہتا ہے اس نے ایک تیسری چیز بھی کہی تھی جسے میں بھول گیا ہوں۔

کمیل کو اس کی شہادت کی خبر دینا

اسی میں سے ہے کہ جسے جریر نے معبرہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حجاج لغزہ اللہ والی بنا تو اس نے کمیل بن یزید کو طلب کیا تو وہ کہیں چلے گئے اس یمن نے کمیل کی قوم کو ان کے بیت المال کے عطیہ سے محروم کر دیا جب کمیل نے یہ دیکھا تو کہا کہ میں بوڑھا شخص ہوں اور میری عمر ختم ہو چکی ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی قوم کو ان کی عطا سے محروم کروں پس کمیل نکلے اور اپنے کو حجاج کے سپرد کر دیا جب اس نے کمیل کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں دوست رکھتا تھا کہ مجھے تجھ تک راستہ ملے تو کمیل نے کہا کہ مجھ پر دانت نہ بیٹھا اور تم ہی دھمکیاں دو خدا کی قسم میری عمر میں سے سوائے عمار کے تقرب حاصل کرتے والے کے کچھ باقی نہیں رہا تو جو چاہا تو فیصلہ کر دینا کہ وعدہ کی جگہ اللہ ہے اور قتل کے بعد حساب ہے اور مجھے امیر المؤمنین علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ تو میرا قاتل ہے۔

راوی کہتا ہے تو حجاج نے کہا پھر تو تیرے خلاف حجت قائم ہے کمیل نے جواب دیا کہا کہ یہ تب ہو جب فیصلہ میرے ہاتھ ہو، وہ کہنے لگا ہاں تو ان لوگوں میں شامل تھا جہوں نے عثمان بن عفان کو قتل کیا اس کی گردن اڑا دی پس کمیل رحمۃ اللہ علیہ کی گردن اڑا دی گئی اور یہ بھی ایسی ہی خبر ہے کہ جن کو عامر نے اپنے نقابت (قابل اعتماد راویوں) سے روایت کیا ہے اور اس کے نقل کرنے میں خاصہ بھی ان کے شریک ہیں اسی روایت کے مضمون کا شمار بھی ہمارے ذکر کردہ باب معجزات و براہین اور بیانات میں شامل ہے۔

قنبرہ کو اس کی شہادت کی خبر دینا

اور اسی میں سے ہے وہ جسے سیرت نگاروں نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی یمن ایک دن

کہتے لگائیں چاہتا ہوں کہ اصحاب ابو تراب میں سے کوئی شخص ملے کہ جس کے خون بہانے میں قرب خدا حاصل ہو تو اس سے کہا گیا کہ ہم کسی شخص کو نہیں جانتے کہ جو ابو تراب کے ساتھ طویل عرصہ رہا ہو سوائے ان کے غلام قنبر کے پس اس نے قنبر کی تلاش میں کسی کو بھیجا، قنبر کو لایا گیا تو وہ کہنے لگا تو قنبر ہے! کہا ہاں، کہنے لگا ابو ہمدان! جواب دیا ہاں کہنے لگا علی بن ابی طالب کے مولیٰ و غلام ہوا تو قنبر نے کہا اللہ میرا مولیٰ و حاکم ہے اور علی میرے ولی نعمت ہیں کہنے لگا اس کے دین سے بیزاری اختیار کرو تو قنبر نے کہا کہ اگر میں ان کے دین سے برأت و بیزاری کروں تو تم مجھے ان کے خیر کے ایسے دین کی رہبری کرو گے جو ان کے دین سے افضل ہو تو کہنے لگائیں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں تم انتخاب کرو کون سا قتل ہوتا تمہیں زیادہ پسند ہے قنبر نے کہا کہ اس کا اختیار میں تجھے دیتا ہوں اس نے کہا کہ یوں! جواب دیا اس لیے کہ جس طرح سے تم مجھے قتل کرو گے اسی طرح ہی میں تمہیں قتل کروں گا اور یہ خبر مجھے امیر المومنین نے دی ہے کہ میرا قتل ظلم و ناحق ذبح ہوتا ہے راوی کہتا ہے کہ اس حسین نے حکم دیا اور قنبر ذبح کیا گیا۔

یہ روایت بھی ان اخبار میں سے ہے جو امیر المومنین سے غیب کے متعلق روایت ہو کر درست و صحیح ثابت ہوئیں اور اس کا شمار بھی بلند و بزرگ معجزات اور روشن و واضح دلیل کے باب اور اس علم میں ہو گا جس کے ساتھ خداوند کریم نے اپنی اُن ججوتوں کو مخصوص کیا ہے جو انبیاء و رسولوں اور برگزیدہ و منتخب بندوں میں سے ہیں اور یہ بھی ہمارے ذکر کردہ پہلے بیان کے ساتھ ملتی ہے۔

خالد بن عرفطہ کی خبر دینا

اسی میں سے ہے وہ کہ جسے حسن بن محبوب نے ثابت ثمالی سے ابو اسحاق سیسی سے اس بنوید بن عطفہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں وادی قریہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک جگہ (ہے) کے قریب سے گذرتا ہوں نے خالد بن عرفطہ کو دیکھا کہ وہ وہاں مر گیا ہے پس آپ اس کے لیے استنفاذ کریں تو امیر المومنین نے فرمایا چپ رہو وہ نہیں مرا اور نہ ہی وہ مرے گا جب تک وہ گمراہی کے لشکر کی قیادت نہ کرے کہ جس کا علم را جبیب بن حجاز ہو گا پس ایک شخص خبر کے پاس سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں آپ کا شیوہ اور آپ کا محبوب ہوں آپ نے فرمایا کہ تو کون ہے وہ کہنے لگا کہ میں جبیب بن حجاز ہوں فرمایا تم بچو اس علم کو اٹھانے سے اور تم ضرور اٹھاؤ گے اور اس کو لے کر اس دروازے سے داخل ہو گے اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا یا ابی اقیل کی طرف پس جب امیر المومنین دنیا سے چلے گئے اور آپ کے بعد امام حسن چلے گئے اور امام حسینؑ کا معاملہ ظاہر ہوا تو ابی زیاد نے عمر بن سعد کو امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو خالد بن عرفطہ کو اس کے مقدمۃ الجیس کا سردار بنایا اور

حسین بن حمزہ اس کا علم اڑتھا پس اس علم کو لے کر چلا یہاں تک کہ مسجد میں باب الفیل سے داخل ہوا اور یہ بھی مشہور خبر ہے کہ جس کا اہل علم اور ادیان آئنا رنے انکار نہیں کیا اور یہ خیر اہل کو فہم میں مشہور اور ان کی جماعت میں اس طرح ظاہر و معروف ہے کہ کوئی دو شخص بھی اس کا انکار نہیں کرتے اور وہ بھی ان ہجرات میں سے ہے کہ جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔

روایت ابو الحکم

اسی میں شامل ہے کہ جسے زکریا بن یحییٰ فطان نے فضل بن زبیر سے اس سے ابو الحکم سے روایت کیا ہے وہ کتبہ کہ ہم نے اپنے مشائخ اور علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علی بن ابی طالبؑ نے خطبہ میں فرمایا

سلوفا سلوفا قبل ان تفقدونی
مجھ سے سوال کرو اس سے قبل کہ مجھے مفقود پایاؤ۔۔۔۔

پس خدا کی قسم نہیں سوال کرو گے کسی گروہ سے جو سینکڑوں آدمیوں کو گمراہ کرے اور سینکڑوں آدمیوں کو ہدایت دے مگر یہ کہ میں نہیں خبر دوں گا اس کے بلانے والے اور چلانے والے کی قیامت کے دن تک ہیں آپؐ کے سامنے ایک شخص کھڑا ہو گیا کہ مجھے خبر دیجیے کہ میرے سر اور دائرہ میں کتنے بال ہیں؟ تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا مجھے میرے خلیل رسول اللہؐ نے خبر دی ہے کہ جو وقت مجھ سے سوال کیا ہے اور تیرے سر کے ہر بال پر ایک فرشتہ ہے کہ جو تجھے لعنت کرتا ہے اور تیری دائرہ کے ہر بال پر ایک شیطان ہے جو تجھے پھسلاتا ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے جو بکری کے بچے جیسا کہ رسول اللہؐ کے بیٹے کو قتل کرے گا اور اس کی نشانی تجھے میری بتائی ہوئی خبر کا مصداق ہے اور اگر یہ تم ہوتا کہ جو وقت سے سوال کیا ہے اس پر دلیل مشکل ہو جائے گی دشمن تمہیں کہہ سکیں گے تو میں اس کی بھی تجھے خبر دیتا لیکن اس کی نشانی وہی ہے کہ جو میں نے تجھے بتائی ہے یعنی تجھ پر ملائیکہ کا لعنت کرنا اور تیرے ملعون لڑکے کا پیدا ہونا کافی ہے۔

اس وقت اس کا لڑکا چھوٹا سا بچہ تھا جو زمین پر گھسٹنے کے پلٹا تھا پس جب امام حسینؑ کا معاملہ ہوا تو وہ آپؐ کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور اسی طرح ہوا کہ جس طرح امیر المؤمنینؑ نے فرمایا تھا۔ (وہ عمر بن سعدؓ کا سوال کرتے والا اس کا باپ سعدؓ تھا)

برابر بن عازب کو خبر دینا اور شہادت امام حسینؑ کا بتانا

اور اس میں سے وہ ہے جسے اسماعیل بن یسج تے یحییٰ بن مسعود عابدی سے اس نے اسماعیل بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے برابر بن عازب سے ایک دن فرمایا اسے براؤ میرا بیٹا حسینؑ قتل ہو گا اور تم زندہ ہو گے

لیکن اس کی مدد و نصرت نہیں کرو گے تو جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو راکب بن عازب کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم علی بن ابی طالبؑ نے سچ کہا حسینؑ مارے گئے اور میں ان کی مدد نہ کر سکا پھر اس پر حسرت اور ندامت کا اظہار کیا اس کا بھی شمار ہماری ذکر کردہ اخبار بالغیب اور دلولی کو روشن و منور کرنے والی علامتوں میں ہے۔

اور انہی میں سے ہے وہ جسے عثمان بن عیسیٰ عامری نے جابر بن حرس سے اس نے جویر بن سحر عذری سے روایت کیا ہے کہ جب ہم امیر المؤمنینؑ کے ساتھ صفین کی طرف متوجہ ہوئے تو ہم کہ بلاک کے کنارے پہنچے اور آپؑ لشکر سے ایک طرف کھڑے ہو گئے پھر آپؑ نے دائیں بائیں دیکھا اور آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا خدا کی قسم یہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے اور ان کے مرنے کی جگہ ہے تو آپؑ سے عرض کیا گیا اے امیر المؤمنینؑ یہ کون سی جگہ ہے تو فرمایا کہ یہ کہیلا ہے جس میں ایک گودہ شہید ہو گا جو بتیر حساب کے جنت میں جائے گا پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور لوگ آپؑ کے فرمان کی تاویل نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کا واقعہ مقام طفت کہیلا میں واقع ہوا اور جو کچھ ہوا تو اس وقت ان لوگوں نے بھا جتھوں نے آپؑ کا کلام سنا ہوا تھا کن کے بارے میں کہا تھا۔

یہ بھی علم غیب میں سے ہے اور ایک ہونے والے واقعہ کی اس کے ہونے سے پہلے خبر دے رہا ہے اور یہ ظاہر و باہر معجزہ اور حیران کن علم ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں اخبار بہت ہیں کہ جن کی تشریح طویل ہے اور اور جو کچھ ہم نے لکھ دیا ہے یہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہے۔

فوق العادت امور

باب خیر کا اکھاڑنا

آپؑ کی ان روشن علامتوں میں سے ہے کہ خداوند کریمؑ نے آپؑ کو قدرت و طاقت کے ساتھ ممتاز قرار دیا اور ایسی قوت و طاقت بخشی جو فوق العبادت اور تعجب خیز ہے ان میں سے ایک وہ ہے جس کے متعلق شہور اور پر در پر خبریں ہیں جن پر علماء کا اتفاق ہے اور مخالفت و دوست سب نے تسلیم کیا ہے وہ واقعہ خیر ہے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کا اپنے ہاتھ سے قلمہ کا دروازہ اکھاڑنا اور اس کو زمین پر پھینکنا جب کہ وہ اتنا وزنی تھا کہ پچاس آدمیوں سے کم اسے اٹھا نہیں سکتے تھے (ستر کا بھی ذکر آیا ہے)

اس کو عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے بزرگوں اور مشائخ سے روایت میں ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ میں اسماعیل بن اسحاق داضی نے بتایا کہ میں ابراہیم بن حمزہ نے ذکر کیا کہ میں عبد العزیز بن محمدؑ نے حرام سے اس نے ابو عقیق سے جس نے

جلال سے روایت کی۔

تحقیق نبی کریمؐ نے خیر کے دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو دعا دینے کے بعد علم (پرچم) عطا فرمایا تو علیؑ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھے جب کہ آپؑ کے ساتھی آپؑ کو آہستہ چلنے کے لیے کہہ رہے تھے یہاں تک کہ آپؑ قلعہ تک پہنچ گئے پس آپؑ نے اس کے دروازے کو کھینچا اور زمین پر پھینک دیا پھر ہم میں سے ستر آدمی جمع ہوئے جن کی سخت کوشش فقط دروازہ اٹا سکی۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ قوت و طاقت اور فوق العادت سے آپؑ کو مخصوص فرمایا اور اس کو علامت معجزہ قرار دیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

پتھر کا اکھاڑنا

اور راہب کا اسلام قبول کرنا

اور اس میں ہے کہ جسے اہل یمن نے روایت کیا ہے اور عام اور خاص میں اس کی خبر مشہور ہے یہاں تک کہ شعراء نے اسے نظم کیا ہے اور فصیح و بلیغ لوگوں نے اس کے خطبے دیئے ہیں اور با فہم لوگوں اور علمائے زمین کو بلا کے راہب اور پتھر کی حدیث کو روایت کیا ہے کہ جس کی شہرت سند کی محتاج نہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ امیر المؤمنینؑ جب صفین کی طرف جمارہے تھے تو آپؑ کے اصحاب کو سخت پیاس لگی اور انہیں اس کے کوئی آئنا نظر نہ آئے تو انہیں امیر المؤمنینؑ شاہراہ سے موڑ کر تھوڑا سا دور لے چلے وسط بیابان میں ایک گرجا نظر آیا آپؑ انہیں ساتھ لے کر اس گرجے کی طرف گئے جب اس کی ڈیوڑھی پر پہنچے تو آپؑ نے کسی کو حکم دیا کہ وہ گرجا میں رہنے والے کو پکارتے کہ وہ ان کی طرف بھاگے پس اسے انہوں نے پکارا تو ایک شخص ظاہر ہوا اس سے امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کیا تیرے پاس گرجے کے قریب کوئی پانی ہے کہ جس سے یہ قوم اپنی پیاس کو بجھائے، کہتے لگا افسوس کہ میرے اور پانی کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ ہے اور میرے قریب قریب کہیں پانی نہیں اور اگر میرے لیے بھی ہر ماہ پانی نہ لایا جائے تو تنگی سے کفایت کرتا ہے تو میں پیاس سے تلف ہو جاؤں تو آپؑ نے فرمایا کیا تم نے سن لیا ہے جو کچھ اس راہب نے کہا ہے کہ لگے کہ جی ہاں تو کیا آپؑ میں حکم دیتے ہیں کہ ہم ادھر جائیں جدھر کا اس نے اشارہ کیا ہے شاید ہم پانی حاصل کر سکیں جب کہ ہم میں طاقت موجود ہے تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا انہیں اس کی ضرورت نہیں اور آپؑ نے اپنے چمر کی گردن قیلہ کی طرف موڑی اور انہیں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جو گرجے کے قریب تھی اور انہیں فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو اور اسے صاف کر دیں ان میں سے ایک گروہ اس جگہ کی طرف مڑا اور اس کو پیلچوں سے کھودا تو ان کے سامنے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا جو چمک رہا ہے تو انہوں نے عرض کیا اے امیرؑ یہاں تو ایک پتھر ہے

کہ جس میں سیلچے کام نہیں کر سکتے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ تپھر پانی کے اوپر سے پس اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ہمیں پانی مل جائیگا پس انہوں نے اس تپھر کو اکھیڑنے کی پوری کوشش کی اور سارے لوگ اکٹھے ہو گئے اور اس کو ہلاتا پھاتا تو انہیں اس کی کوئی راہ نہ ملی اور یہاں تک نظر آیا پس جب حضرت نے دیکھا کہ انہوں نے مل کر تپھر کو اکھیڑنے کی کوشش کی ہے اور وہ ان کے لیے سخت ہو گیا ہے تو آپ نے اپنا پاؤں زمین سے نکالا اور زمین پر آگئے اور اپنی آستینیں چڑھائیں اور اپنی انگلیاں تپھر کے ایک طرف نیچے رکھ کر حرکت دی پھر اسے اپنے ہاتھ سے اکھیڑا اور اسے کئی ہاتھ کی دوری پر پھینک دیا پس جب تپھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو انہیں پانی کی سفیدی نظر آئی اور انہوں نے اس طرف تیزی کی اور اس سے پانی پیا تو وہ اس سے زیادہ میٹھا زیادہ ٹھنڈا اور زیادہ صاف و شفاف تھا جو اس سفر میں انہوں نے پیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے زاد سفر بناؤ اور خوب پیو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر آپ تپھر کی طرف آئے اسے ہاتھ میں لیا اور وہاں رکھ دیا جہاں وہ پہلے تھا اور حکم دیا کہ اس کے آٹار مٹی ڈال کر مٹا دیئے جائیں اور راہب یہ سب کچھ اپنے گرجے سے دیکھ رہا تھا چنانچہ جب اسے پورا علم ہو گیا اس کا جو وہاں ماجرا ہوا تھا تو اس نے پکار کر کہا اے لوگو مجھے اتنا دیکھتے اتنا رو پس انہوں نے اس کے اتارنے کا جلد کیا اور وہ امیر المؤمنینؑ کے سامنے آکر کھڑے ہو گیا اور آپ سے کہنے لگا کہ اے اہل کمال کے مالک آپ جی مرسل ہیں آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس نے کہا پھر آپ ملک مقرب ہیں فرمایا کہ ہمیں تو اس نے کہا کہ پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا میں اللہ کے رسول محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دمی ہوں تو وہ کہنے لگا کہ اپنا ہاتھ دراز کیجئے تاکہ میں اللہ کے لیے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں پس امیر المؤمنینؑ نے ہاتھ بڑھایا اور اس سے فرمایا کہ شہادتین کی گواہی دو تو اس نے کہا

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان
محمدًا عبده ورسوله واشھد انک وصی رسول اللہ واثق
الناس بالامر بعدہ -

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ رسول اللہ کے وصی ہیں اور آپؐ کے بعد امر خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں پس امیر المؤمنینؑ نے اس سے اسلام کی شرائط کا عہد لیا پھر آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اکل وقت تجھے اسلام کی طرف کس چیز نے دعوت دی ہے بعد اس کے کہ تو طویل عرصہ سے اس گرجے میں رہتے ہوئے اسلام کا مخالفت تھا تو وہ کہنے لگا -

اے امیر المؤمنینؑ میں آپؐ کو اس کی خبر دیتا ہوں کہ یہ گرجا اس تپھر کو اکھیڑنے والے کی تلاش اور اس کے نیچے سے پانی نکالنے والے کی تلاش میں بنایا گیا تھا مجھ سے پہلے ایک زمانہ گزر چکا جو اس سعادت کو

نہیں پاسکا، اور خدا نے یہ نعمت میرے رزق میں رکھی کیونکہ ہمیں ہماری ایک کتاب میں ملا اور ہمارے علماء سے منقول و مآثور ہے کہ اس طرف ایک چشمہ ہے کہ جس کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جس کی جگہ کو نبی یا وصی نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا اور لازمی طور پر وہ ایک ایسا اللہ کا دلی ہوگا جو حق کی دعوت دے گا۔ اُس کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس پتھر کی جگہ کو جانتا اور اس کے اکھیرنے کی قدرت رکھتا ہے اور میں نے جب دیکھا ہے کہ آپ نے یہ کام کیا ہے تو میرے لیے وہ کچھ ثابت اور محقق ہو گیا جس کے ہم منتظر تھے اور میں نے اپنی اس آرزو کو پایا آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور آپ کے حق پر ایمان لایا اور آپ کا غلام و موالی ہوں جب امیر المؤمنین نے یہ سنا تو آپ بو پڑے یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا۔

حمد ہے اس خدا کی جس کے ہاں میں بھلایا نہیں گیا حمد ہے اس خدا کی کہ جس کی کتب میں میرا تذکرہ کیا گیا پھر آپ نے لوگوں کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ

مُنْجُو کچھ تمہارا یہ مسلمان بھائی کہتا ہے پس انہوں نے اس کی گفتگو سنی اور انہوں نے اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا اس نعمت پر جو اللہ نے ان پر انجام کی تھی کہ انہیں امیر المؤمنین کے حق کی معرفت، نبوی پھر وہاں سے چلے اور راہب بھی آپ کے اصحاب میں شامل ہو کر ان کے ساتھ تھکے یہاں تک کہ اہل شام سے آپ کا سامنا ہوا اور آپ کی معیت میں شہید ہوئے والوں میں ایک وہ راہب بھی تھا آپ نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اسے دفن کیا اور اس کے لیے بہت زریا وہ استغفار کی آپ جب اس کا ذکر کرتے تو فرماتے وہ میرا دوست اور محبوب تھا۔

اس خبر میں معجزہ کی کئی اقسام ہیں ایک اس میں علم غیب اور دومراہ قوت ہے جو فوق العادت ہے (یعنی عادیہ گسی انسان میں اتنی طاقت نہیں ہوتی لہذا یہ ایک معجزہ ہے خلافت و خارق عادت ہونے کی بنا اور مہم جو اور اس خصوصیت کے ساتھ آپ تمام لوگوں سے ممتاز ہیں علاوہ اس کے اللہ کی دیگر کتب میں بشارت کا قول کا مصداق ہے کہ

ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

»وہ ایسے اشخاص ہیں کہ جن کی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے،

اور اسی قسم کے واقعہ کے سلسلہ میں سید اسماعیل بن محمد حمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ”بائید مذہبہ“ میں کہتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے کہ

وَلَقَدْ سَرَىٰ فِيمَا يَسِيرُ بَلِيلَةً

بعد العشاء بکر بلا فی موکب

البتہ وہ جناب چلے جس ہم پر چل رہے تھے رات کے وقت عشاء کے بعد کہ بلا میں لشکر کے ساتھ دوچرخہ قصیدہ

میل ہے اردو دان حضرات کے لیے سوائے ذکر شدہ واقعہ کے کوئی اضافی فائدہ نہیں اس لیے باقی اشعار حذف کر

دیئے گئے ہیں مترجم

جنات سے مقابلہ

اور تبصرہ مؤلف

اور ان میں سے وہ ہے کہ جس میں اجارا ایک دوسرے کی معاون ہیں کہ رسول اللہ نے آپ کو وادی جن کی طرف بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیر ایل نے یہ خبر دی تھی کہ جنات کے کچھ گروہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکر و فریب کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں پس آپ نے رسول اللہ کو ان کے شر سے محفوظ کیا اور اللہ نے مومنین کی کو آپ کی مدد سے ان کے مکر سے بچایا اور مسلمانوں سے ان کو دور کیا آپ کی اس قوت کے ذریعہ جس کی وجہ سے آپ سب سے ممتاز تھے۔

پس روایت کی ہے محمد بن ابوسری تمیمی نے احمد بن فرج سے اس نے حسن بن موسیٰ نہدی اس نے اپنے باپ سے اس نے ویرہ بن عمارت سے اس نے ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی مصلط کی طرف نکلے تو آپ عام راستہ سے بٹ کر چلے جب رات آئی تو ایک سخت وادی کے قریب اتر پڑے رات کے آخری حصہ میں حیر ایل نازل ہوئے اور خبر دی کہ کفار جنات کا ایک گروہ اس وادی میں چھپا ہوا ہے اور وہ آپ سے جفا کرتا اور آپ کے اصحاب کو جب وہ اس وادی میں پہنچیں گے نقصان پہنچاتا چاہتا ہے تو آپ نے امیر المومنین کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اس وادی میں جاؤ وہاں فوری طور پر اللہ کے دشمن جنات تمہارے مقابلے میں آئیں گے جو تمہارا راہ رو رکھتے ہوں گے پس انہیں اس قوت اور طاقت کے ذریعہ بھیگا دو جو اللہ نے تمہیں دی ہے اور ان سے بچاؤ اور حصار کرو اللہ کے ان ناموں کے ساتھ کہ جن کے علم سے خدا نے تمہیں مخصوص کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے ساتھ سوا وادی ملے جلے لوگوں میں سے کر دیئے اور ان سے فرمایا کہ علی کے ساتھ رہنا اور ان کے سر حکم کی اطاعت کرنا پس امیر المومنین وادی کی طرف متوجہ ہوئے اور جب اس کے کنارے کے قریب پہنچے تو ان ساتھی سوار آدمیوں سے فرمایا کہ وہ وادی کے قریب کھڑے ہو جائیں اور جب تک انہیں اجازت نہ دی جائے وہ کوئی نیا کام نہ کریں پھر آپ آگے بڑھے اور وادی کے کنارے پر رک گئے اور اللہ کی پناہ مانگی اپنے دشمنوں سے اور اللہ عز و جل کا نام لیا اور اس قوم کو اشارہ کیا جو آپ کی پیروی میں گئی تھی کہ آپ سے قریب ہو جائیں تو وہ قریب ہو گئے اور ان کے قریب درمیان فی جگہ کھلی تھی جس کی مسافت ایک تیر کی مار تھی پھر آپ نے وادی میں اترنے کا ارادہ کیا تو سامنے سخت قسم کی آندھی چلی قریب تھا کہ اس کی تیزی سے وہ لوگ منہ کے بل گر جائیں اور ان کے قدم دشمن کے خوف اور اس چیز کی وجہ سے جو انہیں لاحق ہوئی تھی زمین پر نہیں ٹکتے تھے پس امیر المومنین بلند آواز سے چیخ کر بکا رہے میں علی بن ابی طالب بن عبد المطلب رسول اللہ کا وصی اور آپ کا چچا زاد بھائی ہوں ثابت قدم رہو پس اس قوم جنات میں سے کچھ اشخاص ظاہر ہوئے جو ہندوستان کے جاٹوں کی شکل میں تھے گمان ہوتا تھا کہ ان کے ہاتھ میں آگ کی مشعلیں ہیں وہ وادی کے پہلوؤں میں لیٹنا سے کھڑے ہو گئے

اور امیر المومنین دور تک وادی کے اندر چلے گئے اور آنجناب قرآن کی تلاوت کرتے اور دائیں بائیں تلوار سے وار کرتے تھے پس وہ اشخاص نہ ٹھہر سکے یہاں تک کہ سیاہ دھوئیں کی مانند ہو گئے اور امیر المومنین نے تکبیر کہی پھر آپ جہاں سے وادی میں اترے تھے، ادھر سے اوپر آگئے پس آپ اس قوم کے ساتھ آکر کھڑے ہو گئے جو آپ کی اتباع میں گئی تھی یہاں تک کہ وہ جگہ ان چیزوں سے جو وہاں علی ہر ہوئی تھیں صاف ہو گئی پس آپ سے اصحاب رسول اللہ کہنے لگے اے ابوالحسن آپ کا کس سے سامنا ہوا ہم تو قریب تھا کہ خوف کے مارے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں آپ کا تو اس سے بھی زیادہ ڈر تھا جو ہمیں لاحق ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ جب دشمن نے مجھے اپنا آپ دکھایا تو میں نے بلند آواز سے اللہ کے نام لیے تو وہ تھکے و ذلیل ہو گئے اور جو گھبراہٹ ان پر طاری ہوئی تھی اسے میں نے جان لیا پس میں بلا خوف و خطر وادی میں داخل ہو گیا اور اگر وہ اپنی پہلی حالتوں پر باقی رہتے تو میں ان کے آخری جن تک جاتا خدا نے ان کے مکروہ و دھوکے سے محفوظ اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا اور قریب ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں وہ رسول اللہ کے پاس مجھ سے پہلے پہنچیں گے اور آپ پر ایمان لائیں گے پھر امیر المومنین اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لوٹ آئے اور انہیں پوری خبر بتائی تو حضور حضرت سے خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا۔

اے علی تم سے پہلے کچھ جنات میری طرف آئے تھے جنہیں خدا نے تم سے ڈرایا پس وہ اسلام لے آئے اور میں نے ان کا اسلام قبول کر لیا پھر آپ نے کردہ مسلمانوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ انہوں نے وادی کو بغیر کسی خوف و خطر کے عبور کیا۔

اس حدیث کو عامہ (اہل سنت) نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح خاصہ (اہل تشیع) نے کیا ہے اور انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ البتہ معتزلہ چونکہ مذہب براجمہ کی طرف مائل اور اخبار معرفت سے دور ہیں انہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور وہ اس میں تردید قبول کی راہ اختیار کرتے ہیں جہاں انہوں (زند بقول) نے طعن و اعتراض کیا کہ ”وَأَن مَّجِئَیْہِمْ“ اس میں جن کو قرآن اپنے صف میں لیے ہوئے ہے مثلاً جنات کی اخبار اور ان کا اللہ اور اس میں جہاں اللہ نے قرآن میں سورہ جن میں ان کی خبر دی ہے اور ان کے اس قول پر

”وَأَن مَّجِئَیْہِمْ“

ہم نے عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو راہ راست پر رہنے کی ہدایت کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔“

آخر تک جہاں تک اس سورہ میں جنات کی خبر بیان کی گئی ہے۔ (ان سب پر زنا و فحشاء کرتے ہیں) لیکن عقل جنات کے موجود ہونے اور ان کے مکلف ہونے کو ممکنات میں سے قرار دیتی ہے (کیونکہ جنات کا ہونا محال عقلی تو نہیں) اور ساتھ قرآن کا اعجاز اور جو قرآن میں تعجب خیز کیفیت ہے وہ بھی اسے ثابت کرتی ہے تو اس سے زنا و فحشاء منکرین خدا کا

اعتراض جب باطل ہو جاتا ہے تو اسی طرح ہماری روایت کردہ خبریں معتزلہ کے اعتراض کا بطلان بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مضمون واقعہ عقلاً محال نہیں ہے۔

اس روایت کے صحیح ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ اسے دو مختلف طریقوں اور دو فرقوں (شیعہ و سنی) نے روایت کیا ہے جو اسے ثابت کرنے سے ایک دھڑے سے الگ اور عداوت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بعض معتزلہ و مجرہ کا نظریہ فکر میں انصاف سے روگردانی کرتے ہوئے انکار کرنا کسی قسم کا نقصان نہیں دیتا جہاں ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب و ضروری ہے بالکل ایسے ہی ہے جیسے ملاحدہ، اصناف زنا و فحشاء، یہودی، نصاریٰ و مجوسی اور مائیں (ستارہ برست) کا معجزات نبیؐ کو جن کی صحت اخبار سے ثابت ہے انکار کرنا اخبار کے صحیح ہونے اخبار کے ردیول کی صداقت اور اس کے ساتھ دلیل و حجت کے ثبوت میں کسی قسم کا نقصان نہیں دیتا مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہونا، کجور کے تنا کا گریہ و زور کرنا، انگلیوں کے درمیان کے ہاتھ پر تیس کرنا اور منٹ کا شکایت کرنا لکیری کی لان کا کلام کرنا، درخت کا آپ کے پاس آنا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا مقام میضات میں نکلنا اور بہت سی مخلوق کو تھوڑے سے کھانے سے سیر ہونا بلکہ ان (منکرین معجزات نبیؐ) کا شبہ ان چیزوں کے رو کرنے میں اگرچہ کمزور ہے پھر بھی وہ منکرین معجزات اور پراہن امیر المؤمنینؑ کے شبہ سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اہل اعتبار کے نزدیک امیرؑ کے معجزات حقیقی نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہمیں ان کے وجود کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو جب امیر المؤمنینؑ کی تخصیص اس قوم سے اس چیز میں کہ جس کو ہم نے بیان کیا ہے ثابت ہو گئی اور اس علم میں کہ جس کی ہم نے تشریح کی ہے سب سے جدا ہو گئے تو واضح ہو گیا کہ آپ مقام امامت میں پوری جماعت سے مقدم ہیں اور سچی سبقت ہیں بسبب اس کے جسے قرآن حکیم قصہ داؤد و طالوت میں اپنے قمن میں یلے ہوئے ہے جہاں پر خدا فرماتا ہے۔

اور ان سے ان کے نبیؐ نے کہا بے شک اللہ نے تمہارے لیے طاقت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے وہ کہنے لگے اس کی ہم پر بادشاہی کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ ہم بادشاہی کے اس سے زیادہ حق دار ہیں اسے تو مال کی وسعت نہیں دی گئی تو اس نے کہا کہ خدا نے اس کو تم پر مصطفیٰ قرار دیا ہے اور وسعت علم و حکم میں اسے زیادتی دی ہے اور خدا اپنی بادشاہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا وسعت دینے والا اور زیادہ جانتے والا ہے پس خدا نے طاقت کے لیے اس کی قوم کے ایک گروہ پر مقدم ہونے کی وہی دلیل قرار دی کہ جو دلیل اپنے ولی اور اپنے نبیؐ کے بھائی کے لیے تمام امت پر مقدم ہونے کی قرار دی کہ اسے ان پر چن لیا ہے اور مصطفیٰ بتایا ہے اور علم و حکم کی وسعت میں زیادتی دی ہے اور اس کی تاکید کی جس طرح کہ امیر المؤمنینؑ کے لیے تاکید کی، علاوہ ان پر پوری قوم سے علم و حکم کی وسعت کی وجہ سے منفرد فرمایا یا پس خدا نے فرمایا اور ان سے ان کے نبیؐ نے کہا بے شک اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تباہت تمہارے پاس آئے گا کہ جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینہ یعنی سکون و آرام ہے اور جو کچھ آل موسیٰؑ اور آل ہارونؑ چھوڑ گئے ہیں اس کا بقیہ (تو کہ دور شر) ہے کہ جسے ملائکہ نے اٹھا رکھا ہو گا اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو اور حضرت امیرؑ

کے لیے مجروح اور خارق عادت الٰہی باتوں کا علم تھا جنہیں ہم شمار کر چکے ہیں اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی بالکل اسی طرح ہیں جس طرح طاہرات کے لیے تباہات کا اٹھنا خارق عادت تھا اور اللہ توفیق کا والی دمالک ہے اور میں ہمیشہ دیکھتا رہا ہوں تابیہوں اور معاذین میں سے جاہل شخص کو جو امیر المؤمنینؑ کے جنات سے ملاقات کرنے اور ان کے شر کو نبی کریمؐ اور ان کے اصحاب سے دھم کرنے کی تہر پر تعجب کا اظہار کرتا تھا اور وہ اس سے ہنستا تھا اور اس روایت کو خرافات باطلہ کی طرف نسبت دیتا اور اس جیسی روایات کو ان اخبار میں شمار کرتا تھا جو اس کے علاوہ آپ کے معجزات میں آئی ہیں اور کہتا کہ یہ تو شیعوں کی گھڑی ہوئی ہیں اور یہ بالکل بچہ ہیں ان کے کہانے کے لیے یا تعصب کی بنا پر سب زنادقہ منکرین خدا اور دشمنان اسلام کا ان چیزوں کے متعلق یہی قول ہے جب کہ اس سلسلہ میں قرآن جنات کی خبر دیتے ہوئے اور ان کے اسلام لانے کے بارے میں اپنے اس قول میں کہ

لَا يَهْدِيَنَا سَعْنًا قَرَأْنَا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الْوَسْطِ

ہم نے عجیب و غریب قرآن سنا ہے کہ جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

اور اس میں بھی جو خبر جنات کی رات کے واقعہ میں ابن مسعود سے ثابت ہے اور اس کا انہیں ہندوستان کے جاٹوں کی شکل میں دیکھنا اور اس کے علاوہ دیگر معجزات ہی بھی ہیں اور وہ بھی ان تمام چیزوں پر اظہار تعجب کرتے ہیں جب اس قسم کی خبر سننے ہیں اور اس کے سامنے اس کی صحت کو بطور احتجاج پیش کیا جائے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اوٹ پٹانگ باتیں کہتے ہیں کہ جن سے اسلام اور اہل اسلام کو سب و شتم کہتے ہیں اور معتقدین و تاصوف کو وہ بے وقوف بناتے ہیں اور ان کی طرف عجز و جہالت اور باطل دعویٰ کی نسبت دیتے ہیں پس قوم کو خود دنگ اور نظر و تامل کرنا چاہیے کہ وہ امیر المؤمنینؑ کی عداوت میں اسلام پر کیا ظلم کر رہے ہیں اور آپ کے فضائل و مناقب اور آیات و نشانیوں کے انکار کرنے میں ان چیزوں پر اعتقاد رکھ رہے ہیں جن سے وہ مختلف قسم کے زنادقہ اور کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کر گئے ہیں جو طریق احتجاج سے نکل کر شرانگیزی اور بہبود گلوں کے دروازوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور اللہ سے ہی ہم اعانت طلب کرتے ہیں۔

آفتاب کا دوسرا مرتبہ پلٹنا

اور ان میں سے جنہیں اللہ نے امیر المؤمنینؑ کے ہاتھ پر روشنی علامتوں سے ظاہر کیا جس کو اخبار نے ثبوت علماء امیر و آثار نے کثرت سے روایت اور شراوتے اس بارے میں منظم کام پلٹیں کیا ہے آپ کے لیے دوسرا مرتبہ سورج کا پلٹنا ہے ایک مرتبہ نبی اکرمؐ کے زمانہ میں اور دوسری مرتبہ آپؐ کی وفات کے بعد اور اس میں پہلی مرتبہ پلٹ آنے کا واقعہ تو اس طرح ہے کہ جسے اسماعیل بن عیسیٰ، ام سلمہ ازوجہ نبیؐ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ ابو سعید خدریؓ اور صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ

نبی اکرمؐ ایک دن اپنے گھر میں تھے اور علیؑ آپ کے پاس موجود تھے کہ اچانک جبرائیلؑ تشریف لائے اور وہ اللہ کی طرف سے آپ سے مناجات کرنے لگے پس جب وحی کی حالت طاری ہوئی تو حضرت امیر المؤمنینؑ کی ران کو اپنا سر ہانہ بنایا اور اس سے تھوڑا ٹھیا یا مہان تک کہ سورج غروب ہو گیا امیر المؤمنینؑ نے اس اضطراری حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور رکوع و سجود اشارہ سے بجا لائے جب حضورؐ کو حالت وحی سے آفاقہ ہوا تو امیر المؤمنینؑ سے فرمایا کیا تمہاری ہر نماز فوت ہو گئی ہے؟ عرض کیا آپ وحی سنتے ہیں مشغول تھے جس کی وجہ سے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے قاصر تھا۔

تب حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے لیے سورج کو پلٹا دے تاکہ تم اسے اس سے کے وقت میں کھڑے ہو کر پڑھ سکو جس طرح کہ وہ فوت ہوئی ہے بے شک خدا تمہاری دعا قبول کرے گا کیونکہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں تھے۔ پس امیر المؤمنینؑ نے اللہ سے سورج کے پلٹنے کا سوال کیا تو وہ پلٹ آیا یہاں تک کہ وہ آسمان میں اس جگہ پر پہنچا جو نماز عصر کا وقت ہوتا ہے چنانچہ امیر المؤمنینؑ نے نماز عصر کو اس کے وقت میں کھڑے ہو کر ادا کیا پھر وہ غروب ہو گیا ایسا کہتی ہیں خدا کی قسم ہم نے غروب کے وقت اس کی سرسراہٹ سنی جس طرح کلڑی میں آ رہے کی سرسراہٹ ہوتی ہے۔

اور نبی کریمؐ کے بعد آپ کے لیے سورج کا پلٹنا اس طرح ہوا کہ جب آپ نے بائیں طرف جلتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کیا تو آپ کے بہت سے اصحاب اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو دریابور کراتے ہیں مشغول رہے اور آپ نے ایک گروہ کے ساتھ نماز عصر پڑھ لی پس لوگ دریابور کراتے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ سورج غروب ہو گیا پس ان میں سے بہت سوں کی نماز عصر فوت ہو گئی اور اکثر لوگ آپ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت سے محروم ہو گئے تو انہوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو جب آپ نے ان کی گفتگو سنی تو خدا سے سورج کے پلٹنے کے سوال کیا تاکہ تمام اصحاب (دوہا)

عصر کے وقت میں نماز عصر باجماعت پڑھ سکیں پس آپ کی دعا خدا نے قبول کی اور وہ واپس پلٹ کر آسمان میں اسی حالت پر آ گیا کہ جس میں وہ عصر کے وقت ہوتا ہے اور قیوم نے جب سلام پڑھا تو سورج پھپھ گیا پس اس سے گرنے کی آواز سنی گئی کہ جس سے لوگ خوف زدہ ہو گئے اور وہ زیادہ بے سرح و تہلیل و استغفار اور اس نعمت پر اللہ کی حمد بیان کرنے لگے اور یہ خبر ساری دنیا میں چل نکلی اور اس کا تذکرہ لوگوں میں پھیل گیا اور اس سلسلہ میں سید بن محمد حمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

وَدَّتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لَمَّا فَاتَتْهُ	وَقْتُ الصَّلَاةِ وَقَدْ دَنَتْ لِلْمَغْرِبِ
حَتَّى تَبْلُغَ نَوَاسِهَا فِي وَقْتِهَا	لِلْعَصْرِ ثُمَّ هَوَتْ هَوَى الْكَوْكَبِ
وَعَلَيْهِ قَدْ رَدَّتْ بَيَابِلُ مَرْجٍ	أُخْرَى مَا رَدَّتْ لَخْلُقِ مَغْرِبِ
أَلَا لِيُوشِعَ أَوَّلَهُ مِنْ بَعْدِهِ	وَلَوْ هَا تَأْوِيلُ أَمْرٍ مَعْجَبِ

اس کے لیے سورج پلٹ آیا جب اس سے نماز کا وقت فوت ہوا تھا اور سورج مغرب کے قریب پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ اس کا نور عصر کے وقت کی روشنی دینے لگا اور پھر وہ گرا کہ جس طرح ستارہ ٹوٹ کر گرتا ہے اور مقام یا بل

میں اس کے لیے دوسری مرتبہ پلٹا حالانکہ وہ کسی انسان کے لیے کبھی نہیں پلٹا ہے مگر لوشع کے لیے یا اس کے بعد آپ کے لیے اور اس کے پلٹنے کی ایک عجیب و غریب تاویل ہے۔

پچھلیوں کا سلام کرنا

اور اسی میں سے ہے وہ جسے سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے جو اہل کوفہ میں مشہور ہے کہ چونکہ اس کی کثرت سے روایہ ہموئی ہے اور وہ خبر دوسرے شہر کے رہتے والوں میں اہل کوفہ کے علاوہ بھی مشہور ہوئی اور اسے علامہ نے ثبت و ضبط کیا ہے اور وہ ہے کوفہ کے دربارے فرات میں پچھلیوں کا آپ سے کلام کرنا اور یہ واقعہ انہوں نے اس طرح روایت کیا ہے کہ فرات کے پانی میں طغیانی آگئی اور وہ زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ اہل کوفہ کو غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا پس وہ گھبرا کر امیر المؤمنین کے پاس آئے تو آپ رسول اللہ کے دلدل پر سوار ہو کر لوگوں کے ساتھ باہر نکلے یہاں تک کہ فرات کے کنارے پہنچے، دلدل سے اترے، وضو کیا اور ایک لمبے کھڑے ہو کر نماز پڑھی لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے تو پھر آپ نے بارگاہِ خدا میں کئی دعائیں کیں جبہ اکثر لوگوں نے سنا پھر اس چھڑی کی ٹیک لگاتے ہوئے جو آپ کے ہاتھ میں تھی فرات کی طرف بڑھے یہاں تک کہ وہ چھڑ پانی پر ناری اور فرمایا

”مکم ہو یا خدا کے حکم اور اس کے ارادے سے“

پس پانی نیچے چلا گیا یہاں تک کہ پچھلیاں اس کی گہرائی سے ظاہر تباہ نظر آنے لگیں اور ان میں سے بہت سی پچھلیوں نے امیر المؤمنین کہہ کر آپ کو سلام کیا اور ان میں سے کچھ پچھلیاں نہیں بولیں اور وہ تھیں جری مار باہی (سانپ چھلی) اور زمار (وہ چھلی جس کی پشت پر کائے ہوتے ہیں) پس لوگوں کو اس سے تعجب ہوا اور انہوں نے بولنے والی کے بولنے اور خاموش رہنے والی پچھلیوں کی خاموشی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ

میرے لیے خدا نے ان پچھلیوں کو قوت گویائی دی جو پاک ہیں اور مجھ سے خاموشی اختیار کی انہوں نے جنہیں حرام، نجس اور دور کیا ہے،

اور یہ خبر مستفیض ہے اور اس کی شہرت نقل روایت میں نبی کریم سے جھڑیے کے کلام کرتے انگلیوں کے آپ کے ہاتھ پر بیج پڑنے، کھجور کے تنے کا گہرہ کرنے اور تھوڑے زاد سے خلق کثیر کو کھانا کھلانے کی شہرت جیسی ہے اور جو اس میں اعتراض کرے تو اسے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ملے گا مگر وہی جس سے تمسک پکڑتے ہیں وہ لوگ جو ہمارے شمار کیے ہوئے معجزات نبی پر اعتراض کرتے ہیں۔

اژدھا کا کلام کرنا

اقدح علیہ استار اور دیوان اخبار نے اژدھا کے واقعہ کی روایت کی ہے اس میں نشانی و عجوبہ مچیلوں کے کلام کرنے اور پانی کے کم ہو جانے والی روایت جیسا ہے پس انہوں نے بیان کیا کہ

امیر المومنین ایک دن میر کو قمر خطیبہ دے رہے تھے کہ اچانک میر کی جاتیب سے ایک اژدھا ظاہر ہوا اور وہ اوپر بلند ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ امیر المومنین کے قریب ہوا پس لوگ اس سے ڈرنے لگے اور آپ سے ہٹانے کے ارادہ سے لٹھے لیکن آپ نے انہیں اس سے رکنے کا اشارہ کیا جب وہ اس پایہ پر پہنچا کہ جس پر امیر المومنین کھڑے تھے تو آپ اژدھا کی طرف بچھے اور کافی دیر تک وہ آپ سے مشغول رہا یہاں تک کہ آپ کا کان منہ میں لے لیا اور لوگ اس سے حیران و پریشان تھے یہ بھرہ چیخا کہ جس کو بہت سے لوگوں نے سنا اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور امیر المومنین اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے اور اژدھا غور سے سننے والے کی مانند متوجہ تھا پھر وہ تیزی سے اپنی جگہ سے چلا گیا گویا زمین نے اسے نگل لیا اور امیر المومنین اپنے خطیبہ کی طرف پلٹے اور اسے مکمل کیا پس جب اس سے فارغ ہوئے اجد میر سے اترے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو کر آپ سے اژدھا کی حالت اور اس عجوبہ کا سوال کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ

اس طرح نہیں کر جیسا تمہارا لگتا ہے یہ تو جنات کا ایک حاکم ہے اس پر ایک فیصلہ مستحب ہو گیا تھا پس وہ میر سے پاس اسے سمجھنے کے لیے آیا میں نے اسے سمجھا دیا تو وہ مجھے دعائے خیر دیتا ہوا واپس چلا گیا۔

اور بعض جاہل لوگ یہاں اوقات بعید سمجھتے ہیں کہ جن کسی ایسے جانور کی شکل میں آئے جو بول نہیں سکتا، حالانکہ یہ چیز عرب میں بعثت سے پہلے اور اس کے بعد شہور ہے مسلمانوں کی خبریں بھی اس کو ثابت کرتی ہیں اور یہ اس سے زیادہ بعید نہیں کہ جس پر اہل قبلہ (مسلمانوں) کا اتفاق و اجماع ہے کہ ابلیس دارالندوة والوں کے لیے اہل نجد کے ایک بوڑھے کی شکل میں ظاہر ہوا اور رسول اللہ سے مکہ و قریب کرنے کی رائے میں ان کے ساتھ تھے۔ (جب دونوں لشکر ٹکرائے تو وہ جدا ہو گیا) یہ سراقہ بن جحتم مدنی کی صورت میں ظاہر ہوا اور خدا کا ارشاد ہے۔ (جب دونوں لشکر ٹکرائے تو وہ جدا ہو گیا)

لا غالب لکم الیوم من
الناس وافی جار لکم
اور خدا فرماتا ہے۔

فدا ترائت الفئتان نکص علی
عقبیہ و قال افی جری منکم افی لیری
پس جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا
تو وہ پچھلے قدموں ہٹا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بری ہوں

انی ابی مالاثرون انی اخات الله و
 الله شدید العقاب۔
 میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا مجھے تو خدا
 سے ڈر لگتا ہے اور خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور جو ان آیات پر اعتراض کرے کہ جنہیں ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر وہ تو محمدین اور مختلف قسم کے کفار والی بات کرتا ہے
 کہ جو ملت و دین کے مخالف ہیں اور وہ ان میں اسی طرح پر کیڑے نکالتا ہے جس طرح وہ نبی کریم کے معجزات میں کیڑے نکالتا
 ہیں اور ان سب اعتراضات کی برگشتہ رہتوں اور محمدین کے ان اعتراضات کی طرف ہے جو وہ انبیاء اور رسولوں کی
 نشانیوں اور نبوت نبوت کی ان پر قائم ہونے والی دلیل اور معجزات کی صحت کے بارے میں کرتے ہیں۔

دروغ گو کے لیے بددعا کرنا

اوسامی میں سے ہے وہ جس کو عبد القادر بن عبد الملک بن عطار راہبھی نے ولید بن عمر بن ابی اس نے یحییٰ بن عمر سے روایت
 کیا ہے وہ کہتا ہے کہ علیؑ نے ایک شخص کو جسے غمراہ کہا جاتا تھا آپ کی خبریں معاویہ کو پہنچانے میں ملوث قرار دیا لیکن
 نے انکار کیا اور اس کو تسلیم نہ کیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ
 کیا اللہ کی قسم کھائے گا کہ تو نے ایسا نہیں کیا۔ یا
 اس نے کہا کہ ہاں اور جلدی سے قسم کھالی، تو اس سے امیر المومنینؑ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے اندھا کر دے گا
 پس ایک ہی جمعہ تمہیں گمراہ تھا کہ اسے اندھی حالت میں ہاتھ پکڑ کر کھینچا جا رہا تھا اور خدا نے اس کی بنیاد
 زائل کر دی تھی۔

اور اسی میں داخل ہے وہ جسے اسماعیل بن عیمر نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مسعر بن کدام نے بیان کیا ہے
 وہ کہتا ہے کہ ہم سے طلحہ بن عیمر نے بیان کیا ہے کہ
 علیؑ نے لوگوں کو نبی کریم کے اس ارشاد کے متعلق قسم دے کر پوچھا
 من کنت مرلا، فعلى مرلا
 جس جس کا میں مولا اس کا علی مولا ہے۔

پس انصار میں سے بارہ افراد نے گواہی دی اور انس بن مالک نے جو اس قوم میں موجود تھا گواہی نہ دی تو امیر المومنینؑ
 نے اس سے فرمایا،

اے انس کہنے لگا بیک آپ نے فرمایا مجھے گواہی دینے میں کیا مانع ہے حالانکہ تو نے بھی سنا ہے، جو انہوں نے
 سنا ہے کہنے لگا اے امیر المومنین! میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بھول گیا ہوں تو امیر المومنینؑ نے عرض کیا خدا یا اگر یہ جھوٹ
 ہے تو اس کو برص کی سفیدی کے ساتھ مبتلا کر یا فرمایا (راوی کو اس جگہ میں اشتباہ ہے) ایسی برص کی بیماری سے جس کا

اس کا عامہ نہ چھپا سکے طلحہ کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کا سفید دواغ دیکھا۔
اور اسی میں سے ہے کہ جسے ابو اسراہیل نے حکم بن ابوسلمان مؤذن سے جس نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے زید کہتا ہے کہ
حضرت علی نے لوگوں کو مسجد میں قسم دی پس فرمایا میں ہر اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم کو پکتے ہوئے سنا ہو
من کنت مولا فعدی مولا ۵ حسن کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

خدا یا دوست رکھا اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھا اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے پس بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے
بچہ دائیں طرف سے اور چھ بائیں طرف سے اور انہوں نے یہ گواہی دی اور زید بن ارقم کہتا ہے کہ میں بھی انہیں میں سے تھا جنہوں
نے یہ سنا تھا لیکن میں نے اس کو چھپایا تو خدا نے مجھے اندھا کر دیا اور زید کو اہی نہ دینے کی وجہ سے پشیمان ہوتا اور اللہ سے
انتقام لے کر مانتا تھا۔

اور اسی میں ہے وہ کہ جسے علی بن مسمر نے اعمش سے جس نے موسیٰ بن طریف سے اس نے عباہ اور موسیٰ بن اکیل نمیری سے عمران
بن میثم سے عباہ اور موسیٰ وجہی سے اس نے منہال بن عمرو سے اس نے عبد اللہ بن حارث اور عثمان بن سعید اور عبد اللہ بن بکر
سے جنہوں نے حکیم بن جبیر سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہیں کہ ہم نے امیر المومنین کو منبر پر یہ پکتے ہوئے سنا کہ۔

میں اللہ کا بندہ رسول اللہ کا بھائی نبی رحمت کا وارث ہوں جنت کی عورتوں کی سردار سے میرا نکاح ہوا ہے اور
میں سید الوصیین اور انبیاء کے اوصیاء میں سے آخری ہوں اس کا دعویٰ میرے علاوہ کوئی نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے کسی بُرائی
میں مبتلا کرے گا پس قید عیس کے ایک شخص نے کہا جو ان لوگوں میں بیٹھا تھا کہا کون ہے جو یہ اچھی طرح نہیں کہہ سکتا میں اللہ
کا بندہ اور رسول کا بھائی ہوں پس وہ اس جگہ سے تھیں ہٹا یہاں تک کہ شیطان نے اسے مجنونا الحواس کر دیا پس اس کے پاؤں سے
گھیسٹ کر اسے مسجد کے دروازے تک لے جایا گیا پھر ہم نے اس کی قوم سے اس کے متعلق سوال کیا اور ان سے کہا کہ کیا اسے
پہلے بھی یہ عارضہ تھا وہ کہتے لگے کہ خدا شاہد ہے کہ پہلے ایسے نہیں تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے ایسی اور ان سے ملتی جلتی بہت سی اقبار ہیں جن سے کتاب طویل ہو جائے گی بہر حال ہم نے اُن
میں سے جو واقعات کتاب میں درج کر دیئے ہیں وہ یا قیوں سے بے نیاز کر دینے والے ہیں۔
خدا سے ہم تو فقیہ اور راہ ہدایت کی طرف رہبری چاہتے ہیں۔



تذکرہ اولاد امیر المومنین

ان کی تعداد، نام اور والد گرامی

امیر المومنین کے ستائیس بیٹے بیٹیاں ہیں۔

- (۱) حسن علیہ السلام (۲) حسین علیہ السلام (۳) زینب کبریٰ (۴) زینب صغریٰ (کنیت اُمّ کلثوم)
ان سب کی والدہ گرامی بی بی حضرت فاطمہ علیہا السلام (تول) عاملین کی دختر نیک اختر ہیں۔

(۵) محمد (کنیت ابو القاسم)

ان کی والدہ تولد بنت جعفر بن قیس حقیقہ ہیں۔

(۶) عمر (۷) رقیل کی والدہ ام حبیب بنت رعبیہ ہے۔

یہ دونوں چڑوال پیدا ہوئے ان دونوں سے ۔۔۔۔۔ ہے۔

(۸) عباس (۹) جعفر (۱۰) عثمان (۱۱) عبداللہ

یہ چار ولی بھائی ہیں۔ حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ ام البنین بنت خزام
بن خالد بن ورام ہیں

(۱۲) حمدا صغر (کنیت ابو بکر) (۱۳) عبید اللہ یہ دونوں بھائی امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ان دونوں کی والدہ
لیلیٰ بنت مسعود ارمیہ ہیں

(۱۴) یحییٰ

ان کی والدہ اسماء بنت عیسیٰ۔ ان کی والدہ اسماء بنت عیسیٰ ختمیہ ہیں،

(۱۵) ام الحسین (۱۶) رملہ

(۱۷) نفیسہ (۱۸) زینب مغری (۱۹) رقیہ مغری (۲۰) ام ہانی (۲۱) ام الکلام (۲۲) جمانہ

(۲۳) امامہ (۲۴) ام سلمہ (۲۵) میمونہ (۲۶) خدیجہ (۲۷) اور (۲۸) فاطمہ بی

خدا ان سب پر رحمت نازل فرماتا رہے۔ یہ مختلف ماؤں سے ہیں۔

اور علماء شیعہ نے ذکر کیا ہے کہ جناب فاطمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایک بچہ سقط ہو گیا جس کا نام رسول اللہ نے حسن رکھا تھا کہ ابھی وہ شکم مادر میں ہی تھے تو اس گروہ علماء کے قول کی بناء پر حضرت امیر المومنین کی اولاد اٹھا نہیں لیا جتنے ہیں واللہ اعلم والحکم۔

کتاب الارشاد فی معترفہ حج اللہ علی العباد کی جز اول مکمل ہو گئی جس کے مولف شیخ سید ابو عبد اللہ محمد بن نعمان شیخ مفید قدس اللہ روحہ ہیں خدا انہیں نبی کریم اور ائمہ طاہرین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے ساتھ ملحق فرمائے۔ اور ان کے والدین و جملہ مومنین کو بخش دے۔

والحمد للہ رب العلمین۔ صلی اللہ علی سیدنا ونبینا محمد و آلہ الطاہرین
المعصومین۔

جزر و مد

1

1

1

1

1

1

1

1

امیر المؤمنینؑ کے بعد والے امام کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، امام کی دلائل، مدت خلافت، تاریخ وفات، مقام قبر، اولاد کی تعداد، حالات زندگی

امام حسن علیہ السلام

امیر المؤمنینؑ کے بعد آپ اور عائشہ کی عورتوں کی سردار جناب فاطمہ بنت محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطاہرین کے فرزند ارجمند جناب حسن امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد ہے آپ مدینہ میں پندرہ رمضان کی رات سترہ میں پیدا ہوئے اور آپ کی والدہ گرامی جناب فاطمہ انہیں نبی اکرمؐ کی خدمت میں ولادت کے ساتویں روز جنت کے ایک ریشمی کپڑے میں بچے جبرائیلؑ نے نبی کریمؐ کی خدمت میں نازل ہوئے تھے پیٹ کر حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا نام حسن رکھا اور آپ کا حقیقی ایک مینڈھے سے کیا۔

ایک جماعت نے کہا کہ میں احمد بن صالح تمہی ہے عبد اللہ بن علیؑ سے جس نے جعفر بن محمدؑ سے روایت کی کہ امام حسن علیہ السلام صورت سیرت اور سرداری میں رسول اللہؐ سے سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔
ابراہیم بن علی رافعی نے اپنے باپ سے اس نے اپنی دادی زینب بنت الوراق اور زینب بن الوراق رافعی سے اور انہوں نے اس سے جس نے اس حدیث کو بیان کیا زینب کہتی ہے کہ جناب فاطمہؑ اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں اس بیماری کے دوران لے آئیں جس میں آنحضرتؐ کی وفات ہوئی اور عرض کیا۔
اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں کسی چیز کا وارث نہ بنائے۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ

حسنؑ کے لیے تو میری بیہیت و سرداری اور حسینؑ کے لیے میری سخاوت و شجاعت ہے۔

امام حسنؑ کو ان کے والد گرامی امیر المؤمنینؑ نے اپنے اہل و عیال اپنی اولاد اور اپنے اصحاب پر اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اور ان کو وصیت کی کہ وہ آپ کے اوقات و صدقات کی نگرانی کریں آپ کے لیے مشہور عہد نامہ تحریر کیا اور آپ کی وصیت، دین کے نشانات، حکمت کے چمنوں اور آداب و اخلاق میں ظاہر و باطن رہے اور اس

وصیت نامہ کہ مشہور جہور علماء کرام نے نقل کیا ہے اور بہت سے سمجھ دار لوگ اس کی وجہ سے اپنے دین و دنیا میں بابلیرت ہوئے ہیں۔

جب امیر المؤمنین کی رحلت ہو چکی تو امام حسنؑ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور ان کے سامنے اپنے حق کا ذکر کیا تو آپ کے والد گرامی کے اصحاب نے جس سے آپ کی جنگ ہوگی اس سے جنگ کرنے اور جس سے آپ کی صلح ہوگی اس سے صلح کرنے پر بیعت کی۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اشعث بن سوار نے اس نے ابو اسحاق سہمی وغیرہ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے اس رات کی صبح کو خطبہ دیا جس رات کو امیر المؤمنین کی رحلت ہوئی پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور رسول اللہ پر صلوات بھی پھر فرمایا۔

یہ شک آج کی رات اس مرد کی وفات ہوئی کہ عمل و کردار میں نہ گذشتہ اس سے بہت بے سکے اور نہ آتے دلے اس تک پہنچ سکیں گے وہ رسول اللہ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے خود ان کی حفاظت فرماتے تھے رسول اللہ انہیں یوں اپنا علم دے کر بھیجے کہ جبرائیلؑ دایں طرف سے اور میکائیلؑ بائیں طرف سے ان کی حفاظت کرتے اور وہ واپس نہیں آتے تھے جب تک کہ خدا ان کے ہاتھوں پر فتح و کامیابی نہیں دیتا تھا آپ کی وفات اسی رات ہوئی کہ جس میں حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا، اور اسی رات یوشع بن نونؑ حضرت موسیٰؑ کے وحی کی روح قبض ہوئی اور آپ نے سونے اور چاندی میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی سولے سات سو دہم کے تو آپ کے حشر سے بچ گئے تھے آپ اپنے اس حشر سے چاہتے تھے کہ اپنے گھر والوں کے لیے کوئی خدمت کا قریدہ کہیں پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہو گیا اور آپ روتے لگے اور ساتھ لوگ بھی روتے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ

میں بشارت دینے والے، عذاب خدا سے ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے کا بیٹا ہوں، میں سراج مبین کا بیٹا ہوں، میں ان اہل بیت کا بیٹا ہوں کہ جن سے خدا نے رخص و پلیدی کو دور رکھا ہے اور جنہیں پاک رکھا ہے جیسے پاک رکھتے کا حق ہے میں ان اہل بیت کا بیٹا ہوں کہ جن کی مودت اور محبت اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

قُلْ لَا اسئلكم علیہ اجرا ۱۸۱
المودة فی الترابی ومن یتوف
حسنہ نزدلہ فیہا حسنہ

کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے
قریب کی مودت کے اور جو نیکی کسب کرے تو ہم اس
نیکی میں مزید حسن بھر دیں گے۔

پس حشرہ اندیشگی سے مراد ہم اہل بیت کی مودت ہے۔

پھر آٹھ بیٹھ گئے تو عید اللہ بن عباسؑ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا اے لوگو یہ تمہارے نبی کے فرزند

ہیں اور تمہارے امام کے وحی و جانشین ہیں پس ان کی بیعت کرو تو لوگوں سے اس پر لبیک کہی اور کہتے لگے کہ وہ ہیں کس قدر محبوب ہیں اور ان کا کتنا حق ہم پر واجب ہے اور جلدی سے آپ کی خلافت کی بیعت کرنے لگے اور جمعہ کے دن اکیس ماہ رمضان سنہ ۱۱ کا واقعہ ہے پس آپؐ نے عامل و گورنر مقرر کیے اور امیر مقرر کیے اور عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کی طرف بھیجا اور تمام معاملات کی نگرانی شروع کی اور جب معاویہ بن ابی سفیان کو امیر المومنین کی وفات کی اور آپؐ کے فرزند امام حسنؓ کی بیعت کرنے کی خبر ملی تو اس نے حقیقی طور پر جمیر قبیلہ کا ایک شخص کو فہ کی طرف بھیجا اور تی قین کا ایک شخص بصرہ روانہ کیا تاکہ یہ دونوں اس کو وہاں کے حالات لکھ بھیجیں اور حالات کو امام حسنؓ کے لیے خراب اور قاسد کریں جب امام حسنؓ کو یہ معلوم ہوا تو آپؐ نے اس جمیری شخص کو جو کو فہ کے ایک جھام یا گوشت فروش کے پاس ٹھہرا ہوا تھا براہِ مکر کے کا حکم دیا اور جب اس کو براہِ مکر کے لایا گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو اور بصرہ کی طرف بکھلاؤ تی قین کے شخص کو بھی تسلیم کے گھر دے دو اور اسے براہِ مکر لے کر آجائے چنانچہ اسے بھی نکال کر مار دیا گیا اور امام حسنؓ علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا کہ

اے معاویہ! تو نے کچھ آدمی مکر و فریب اور دھوکہ دہی کے لیے حقیقی طور پر بھیج کر جاسوس مقرر کئے ہیں گویا تم جنگ کرنا چاہتے ہو اور یہ کس قدر قریب ہے اللہ اللہ اس کی انتظار دو تو قہر خدا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے ایسی مصیبت پر اظہارِ خوشی کیا ہے کہ جس پر کوئی عقل مند خوش نہیں ہوتا اور اس میں تیری مثال وہی ہے جو پہلے سے شاعر نے کہا ہے کہ

فَلِللَّذِي يَبْنُو خِلَافَ الَّذِي هُوَ

فَانْ وَمِنْ قَدَمَاتِ مَنْ لَكَ لَذِي

تَجَمُّعًا لِأَخْرَى مِثْلَهَا فَكَانَ قَدَمًا

يُورِثُ فِيهِ مِثْلِي فِي الْمَبِيتِ لِيَنْتَدِي

پس کہہ دو اس کو جو اس کے خلاف چاہتا ہے جو گذر چکا ہے ایسی ہی اور مصیبت کے لیے تیار ہو جا گویا وہ پہلی ہے پس ہم اور جو ہم میں سے مرچکا ہے مثل اس شخص کے ہیں جو چلتا رہتا ہے اور پھر وہ رات کو سو جاتا ہے تاکہ صبح بھر کو بچ کر رہے۔

پس معاویہ نے آپؐ کو جواب دیا کہ جس کے ذکر کی ضرورت نہیں اور اس کے بعد آپؐ اور معاویہ کے درمیان خطوط و مراسلات کا سلسلہ جاری رہا اور امام حسنؓ نے اپنے متحاق امر خلافت کے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا کچھ لوگ بلا وجہ خلافت پر آپؐ کے زائل گردانی سے پہلے کو دپڑے تھے اور انہوں نے رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی کی سلطنت ان سے حسینؓ کو اور انہیں چھوڑ کر سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ اور کچھ اور باتیں بھی ہوئیں کہ جن کا ذکر طویل ہے چنانچہ معاویہ عراق کی طرف چل پڑا تاکہ آپؐ پر غلبہ حاصل کرے پس جب وہ منبج کے پل پر پہنچا تو امام حسنؓ بھی حرکت میں آئے اور انہوں نے جموں عدی کو بھیجا کہ وہ ماعول کو چلنے کا حکم دیں لوگوں کو جہاد کے لیے آپؐ نے ابھارا تو انہوں نے سستی کی پھر وہ کم ہو گئے اور آپؐ کے ساتھ ملے جلے لوگ تھے ان میں سے کچھ آپؐ کے اور کچھ آپ کے باپ کے شیعہ تھے

اور بعض حکیم کے مخالف تھے جو ہر جلد و بہانہ سے معاویہ سے لڑنا چاہتے تھے اور بعض اصحاب فقہ اور مال قیمت کے لابیجی تھے اور کچھ وہ تھے کہ جنہیں شک تھا بعض میں تو صرف تعصب تھا جو اپنے قبائل کے روساء کے پیچھے تھے ان کی بازگشت دین کی طرف نہیں تھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک کہ حمام عمر پر پہنچے پھر آپ نے دیر کو بک کی طرف رخ کیا اور سایا ط میں پل کے قریب پڑاؤ کیا اور رات گزری جب صبح ہوئی تو اپنے ساتھیوں کا امتحان اور اطاعت گزاری میں ان کے حالات معلوم کرنا چاہئے تاکہ اس طرح دوست دشمن سے ممتاز ہو اور آپ معاویہ اور اہل شام سے جنگ کرنے میں بالبعیرت ہوں پس انہیں اکٹھے ہونے کا حکم دیا جب وہ جمع ہو گئے تو آپ بنی ہاشم پر تشریف لے گئے اور انہیں خطبہ دیا پس فرمایا :-

حمد ہے خدا کی جب کوئی حمد کرنے والا اس کی حمد و تعریف کرے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جیسے بھی کوئی گواہی دینے والا گواہی دے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ بھیجا، اور اپنی وحی پر امین بنایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابا بعد پس خدا کی قسم میں ایسے ہونے کی امید راز کرتا ہوں کہ صبح کو دل تو خدا کی حمد و ثناء سے اللہ کی مخلوق کیسے اس کی مخلوق سے زیادہ مخلص اور زیادہ ناصح ہوں، اور اسی طرح صبح نہ کروں کہ کسی مسلمان کیسے کینہ بغض کیسے ہوئے ہوں اور نہ اس کیسے برائی کا ارادہ کروں اور نہ اسے دھوکہ دوں یا درکھوں کہ اس سے بہتر ہے کہ جسے تم اختلاف و افتراق میں سے پسند کرتے ہو یا درکھو کہ میں تو کچھ تمہارے لیے سوچتا ہوں وہ تمہارے لیے تمہارے خود اپنے نفوس کے لیے غور و خوض کرنے سے بہتر ہے پس میرے حکم کی مخالفت اور میری رائے کو رد نہ کرو خدا تمہیں اور مجھے بخش دے اور ہدایت کرے اس چیز کی طرف جس کی طرف اسے محبت و پیارا اور رضا و رغبت ہے ۔

راوی کہتا ہے کہ پس لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور کہنے لگے تمہاری کیا رائے ہے جو کچھ اس نے کہا ہے وہ اس سے کیا کرنا چاہتا ہے ؟

انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارا گمان ہے کہ وہ معاویہ سے صلح اور امر خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتے لگے خدا کی قسم یہ مرد کافر ہو گیا ہے (معاذ اللہ)

پھر وہ آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے لٹایا یہاں تک کہ انہوں نے وہ مصلیٰ کھینچ لیا جو آپ کے نیچے تھا پھر عبدالرحمن بن عبد اللہ بن جہل انہوں نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کی ردا آپ کے کندھے سے کھینچ لی تو آپ سردار کے بیتر تنوار لگے میں ٹکائے بیٹھے رہ گئے پھر آپ نے اپنا گھوڑا منگوا لیا اور اس پر سوار ہوئے آپ کے خواص اور شیعہ حضرات آپ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور ہر اس شخص کو دور کرتے لگے جو آپ کی طرف سے ارادہ سے آتا تو آپ نے فرمایا کہ قبیلہ ربیعہ اور ہمدان کو میرے پاس بلاؤ پس وہ بلائے گئے اور انہوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور لوگوں کو آپ سے دور بھاگایا اور آپ وہاں سے چل پڑے اور آپ کے ساتھ ان کے علاوہ بھی کچھ ملے چلے لوگ تھے اور جب سایا ط

کے تاریک مقام پر پہنچے تو نبی اکرمؐ کا ایک جراح بن سنان نامی شخص تیزی سے آپؐ کی طرف بڑھا اور آپؐ کی سواری کی لگام پکڑی، اس کے ہاتھ میں ایک مہلک ہتھیار تھا جس کے اندر ایک باریک تلوار بھی اور اس نے کہا: اللہ اکبر! تو نے شرک کیلئے اے حسنؓ جس طرح اس سے پہلے میرے باپ نے شرک کیا ہے پھر آپؐ کے ران میں تلوار ماری اور اسے جیروں یا یہاں تک کہ وہ ہڈی میں جا پہنچی امام حسنؓ نے اس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے اور دونوں زمین پر آگرے پس امام حسنؓ کے شیعوں میں سے ایک آدمی کو دبوچا کہ جسے عبداللہ بن خطل طائی کہتے ہیں اس نے وہ مہلک ہتھیار اس سے چھین کر اس سے اس کا پیٹ بھاڑ دیا اور اس کے اوپر دوسرا آدمی کہ جسے طیبان بن عمارہ کہتے تھے اس نے اس کی ناک کاٹ دی پس وہ عین اسی سے مر گیا اور دوسرا شخص جو اس کے ساتھ تھا اسے پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور امام حسنؓ کو تخت (چارپائی) پر اٹھا کر مدائن کی طرف لے گئے اور آپؐ سعد بن مسعود ثقفی کے ہاں حمان ہوئے جو امیر المؤمنینؑ کی طرف سے مدائن کا گورنر تھا اور امام حسنؓ نے بھی اسے برقرار رکھا تھا اور امام حسنؓ اپنے زنجیروں کے علاج میں مصروف تھے اور ہر دس روز قیام کی ایک جماعت نے معاویہ کو لکھا کہ وہ اس کا ساتھ دیتے اور سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں اور اسے ابھارا کہ وہ ان کی طرف آئے اور ضمانت دی کہ وہ امام حسنؓ کو چرب وہ معاویہ کے لشکر کے قریب ہوں گے اس کے سپرد کر دیں گے یا اچانک قتل کر دیں گے امام حسنؓ کو بھی یہ اطلاع مل گئی آپؐ کے پاس قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا جس کو آپؐ نے عبید اللہ بن عباس کے ساتھ کوثر سے روانہ ہوتے وقت بھیجا تھا تاکہ معاویہ کا سامنا کرے اور اسے عراق میں داخل ہونے سے روکے عبید اللہ کو اس جماعت کا امیر بنا کر فرمایا کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر قیس بن سعد امیر ہو گا پس اس قیس کا خط آیا جس میں اس نے آپؐ کو خبر دی کہ وہ معاویہ کے بمقابلہ مسکن کے سامنے جو بیہ نامی بستی میں آئے ہوئے ہیں تیر لکھا کہ معاویہ نے عبید اللہ کی طرف پیغام بھیج کر اسے اپنے ہاں آنے کی ترغیب دی اور اس کے لیے دس لاکھ درہم کا ضمان ہوا ہے جن میں سے آدھے جلدی اور باقی آدھے اس وقت دے گا جب کوثر میں داخل ہو گا تو عبید اللہ خاموشی سے رات کے وقت اپنے مخصوص لوگوں کو ساتھ لیکر معاویہ کے لشکر میں چلا گیا اور لوگوں نے صبح کی تو اپنے امیر کو نہ پایا قیس بن سعد نے انہیں نماز پڑھائی اور ان کے معاملات کا

تکملہ بنا۔

امام حسنؓ کی ظاہر البصیرت میں زیادتی ہوئی کہ یہ قوم آپؐ کا ساتھ چھوڑ دے گی اور آپؐ کے پاس میں تحکیم والوں کی نیت بھی خراب تھی کیونکہ انہوں نے آپؐ کو سب و شتم کر کے کفر کا فتوہ لگا کر، آپؐ کا خون حلال سمجھ کر اور آپؐ کا مال لوٹ کر اظہار کیا تھا اور آپؐ کے پاس کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کے دھوکے سے مامون رہتے ہو اسے آپؐ کے والد کے اور آپؐ کے اپنے خاص شیعوں کے لیکن وہ ایک مختصر جماعت تھی ہوشام کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اس دوران معاویہ نے آپؐ کے پاس معاہدہ صلح کا خط لکھا اور آپؐ کے ساتھیوں کے خطوط بھیجے کہ جن میں انہوں نے آپؐ کو اچانک قتل کر دینے اور آپؐ کو اس کے سپرد کرنے کی ضمانت دی تھی اور معاویہ نے آپؐ کے حق میں اور اپنے

خلافتِ نبوت سے شرائط بھی لکھیں کہ آپ صلح کو قبول کر لیں اور اس کے لیے عقود و معاہدات بھی کیے کہ جن کے پورے ہونے میں عمومی مسائل تھے لیکن امام حسنؑ نے اس پر پورے طور پر وثوق نہ کیا اور جان لیا کہ یہ بھانے بنا اور دھوکہ دینا چاہتا ہے مگر آپ کے پاس اپنے ساتھیوں کے رویہ و سلوک کی وجہ سے اس کی بات کے قبول کرنے میں جنگ کو ترک کرنے اور صلح کو نافذ کرنے کے چارہ نہ تھا جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ آپ کے حق میں ان کی بھیتیں کمزور تھیں اور وہ آپ کے خلاف فساد برپا کرنا چاہتے تھے اور وہ آپ کے مخالف تھے سب سے بڑی بات وہ آپ کا خون حلال سمجھتے دشمن کے سپرد گناہ چاہتے تھے آپ کا چچا زاد تک آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن کے پاس چلا گیا تھا اور اکثر لوگوں کا دنیا کی طرف میلان اور آخرت سے روگردانی تھی۔

ان حالات میں آپؑ نے معاویہ سے حجت و دلیل قائم کر کے اور اس میں جو آپ کے اور اس کے درمیان اللہ کی طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے فرائض عائد ہوتے تھے غدر پیش کر کے اپنے لیے وثوق و اطمینان لیا اور اس پر شرط لگائی کہ وہ امیر المومنین پر سب و دشتم اور نماز کے قوت میں ان کے خلاف کہتے سے روگردانی کرے آپ کے شیعوں کو اس و امان دے گا اور کسی سے برا سلوک نہیں کرے گا اور ان میں سے ہر صاحبِ حق تک اس کا حق پہنچائے گا پس معاویہ نے ان سب کو قبول کرتے ہوئے آپ سے اس پر معاہدہ کیا اور اسے نبھانے کی قسم کھائی۔

جب صلح ان شرائط پر مکمل ہو گئی تو معاویہ چلا یہاں تک کہ روزِ جمعہ مقامِ نخیل پہنچا لوگوں کو دن کی دھوپ میں نماز پڑھا لی دیا چاشت کے وقت نماز پڑھائی (انہیں خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں کہا کہ۔

خدا کی قسم میں نے تم سے جنگ اس لیے نہیں کی کہ تم نماز پڑھو اور نہ اس لیے کہ روزے رکھو اور نہ اس لیے کہ حج کرو اور نہ اس لیے کہ زکوٰۃ دیا یہ کام تو تم کرتے ہی رہتے ہو لیکن میں نے تم سے جنگ اس لیے کی کہ میں تم پر حکومت کروں اور خدا نے یہ تجھے دے دیا ہے حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے تھے یاد رکھو کہ میں نے حسن علیہ السلام کو کچھ چیزوں کی امید دلائی ہے اور کچھ چیزیں میں نے اسے دی ہیں، اور وہ سب کی سب میرے قدموں کے نیچے ہیں، اور میں ان میں سے کچھ یا کسی کو بھی پورا نہیں کروں گا۔

پھر وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے کوثر میں داخل ہوا وہاں کچھ دن رہا اور جب اہل شہر کی بیعت اس کے لیے پوری اور مکمل ہو گئی تو اس نے منبر پر خطبہ دیا اور امیر المومنین کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اور امام حسنؑ کی شان میں کچھ گستاخیاں کیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ وہاں موجود تھے امام حسینؑ کھڑے ہو گئے تاکہ اس لعین کی تردید کریں تو امام حسنؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا پھر آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ

اے علیؑ کا ذکر کرتے والے میں حسن ہوں، میرا باپ علیؑ ہے اور تو معاویہؓ ہے تیرا باپ مخر ہے اور میری ماں فاطمہؑ اور تیری ماں ہند ہے میرا جد (نانا) رسول اللہؐ ہے اور تیرا جد (دادا) حربؓ ہے میری جدہ (نانی)

تھیں اور تیری جگہ قید ہے پس خدا لعنت کرے اس پر کہ جس کا ذکر ہم میں سے زیادہ گناہ جس کا حسب زیادہ کینہ ہو اور جس کا مافی زیادہ بُرا ہو اور جو قدیم زمانہ سے زیادہ کفر و نفاق میں رہا ہو،

پس اہل مسجد کے کچھ گروہوں نے کہا، آمین! آمین!

جب امام حسنؑ اور معاویہؓ کے درمیان صلح طے پا گئی جسے ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر امام حسنؑ مدینہ چلے آئے اور وہیں اپنے غصہ کو قہیط کرتے، گوشہ نشینی کی حالت میں اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کرتے ہوئے قیام کیا یہاں تک معاویہؓ کی حکومت کے دس سال مکمل ہو گئے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے یزیدؓ کے لیے بیعت لے اور پوچھنا شروع کرے کہ بتاؤ اشعث بن قیس (جو کہ آپؐ کی بیوی تھی) کی طرف کسی کو بھیجا جس نے اسے آپؐ کو زہر دینے پر آمادہ کیا اور اپنے ذمہ لیا کہ اس کی شادی اپنے بیٹے یزیدؓ سے کرے گا اور اس کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے پس جگہ دے آپؐ کو زہر ملائی اور آپؐ چالیس دن تک بیمار رہے اور آپؐ اپنے راستہ پر تشریف لے گئے ماہ صفر ۴۰ھ پچاس ہجری میں اور اس وقت آپؐ کی عمر اڑتالیس سال تھی اور آپؐ کی خلافت کا زمانہ دس سال ہے آپؐ کے بھائی اور وحی و جانشین امام حسینؑ آپؐ کے غسل و کفن اور جگہ ماجدہ فاطمہؑ جنت اسد بن ہاشم بن عبد منافؑ کے پاس جنت البقیع میں دفن کرنے کی ولی و وارث بنے۔

شہادت امام حسنؑ

سبب وفات امام حسنؑ علیہ السلام ہماری ذکر کردہ بات کہ معاویہؓ نے آپؐ کو زہر دیا، آپؐ کے دفن کے بارے میں واقعہ اور اس بارے میں گہری سازش اور گفتگو کے سلسلہ میں جو روایات موجود ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جسے عیسیٰ بن مہران نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے ہم سے عبید اللہ بن جراح نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے جریر نے متیرہ سے روایت کیا وہ کہتا ہے کہ معاویہؓ نے جگہ بنت اشعث بن قیس کی طرف پیغام بھیجا کہ

”میں تیری شادی اپنے بیٹے یزیدؓ سے کروں گا بشرطیکہ تو حسنؑ کو زہر دے دے اور ایک لاکھ درہم بھیجی اس کی

طرف بھیجی پس اس ملعونہ نے یہ کام کیا اور امام حسنؑ کو زہر دیا“

معاویہؓ نے مال تو اسے دیا لیکن یزیدؓ نے اس کی شادی نہ کی، بعد میں اس عورت پر آلِ طلحہ میں سے ایک شخص ولی بنا جس کے اس سے بچے ہوئے جب ان کے اور خاندان قریش کے لوگوں کے درمیان کوئی بات ہوتی وہ ملعونہ دیتے اور کہتے ”اے اپنے شوہروں کو زہر دینے والی کی اولاد“

عیسیٰ بن مہران نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ عثمان بن عفانؓ مجھ سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ابن عونؓ نے ہم سے عمر بن اسحاقؓ سے روایت کیا وہ کہتا ہے کہ

میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ گھر میں موجود تھا امام حسنؑ بیت الخلا میں داخل ہوئے پھر وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن اس مرتبہ کی طرح میں نے زہر نہیں پیایا بے شک میں نے جگر کا ٹکڑا کھاتے کیا ہے کہ جسے میں لکڑی کے ساتھ اٹھ پھیر کر تار ہا ہول تو امام حسینؑ نے عرض کیا آپ کو کس نے زہر دیا ہے آپ نے فرمایا آپ اس سے کیا چاہتے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ اسے قتل کر دیں اگر تو وہ وہی ہے تو خدا آپ سے زیادہ سخت انتقام لیتے والا ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بغیر قصور کے پکڑا جائے۔

عبداللہ بن ابراہیم نے زیادہ مخبراتی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام حسنؑ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے امام حسینؑ کو بلا کر فرمایا کہ

اے بھائی میں آپ سے جدا ہو کر اپنے پردہ دروگاہ سے ملنے والا ہوں مجھے زہر مل چکا ہے میرے جگر کے ٹکڑے (کٹ کر) طشت میں گرے ہیں میں جانتا ہوں جس نے مجھے زہر کا پیالہ پلایا ہے اور جہاں سے مکاری سے بھیجا گیا ہے اللہ کے ہاں اس سے جھگڑوں گا آپ کو میری سچی قسم اس میں آپ کوئی بات نہ کرنا اور انتظار کرنا کہ تم میرے سلسلہ میں کیا سبیل پیدا کرتا ہے جب میں گئے بعد ازاں تو آپ میری آنکھیں بند کرنا غسل و کفن دینا اور میرے تابوت کو اٹھا کر میرے تانا رسول اللہؐ کی قبر کے پاس لے جانا تاکہ میں ان سے تجدید عہد کر لوں پھر مجھے میری داوی قاطعہ نیت اللہؐ کی قبر کی طرف واپس لے جا کر وہاں دفن کرنا۔

اے میرے مال جائے عنقریب آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ دنیا گمان کرے گی کہ آپ لوگ مجھے رسول اللہؐ کے پاس دفن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس وہ اس کے لیے جمع ہوں کر آپ لوگوں کو اس سے روکیں گے میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اس سے کہ میرے معاملہ میں تھوڑا سا خون بھی پہلے پھر آپ نے انہیں اپنے اہل و عیال اولاد اور مرد و کات کے متعلق وصیت کی اور وہ وصیت کی جو امیر المومنینؑ نے آپ کو اپنا خلیفہ بنانے اپنے مقام کا اہل قرار دیتے ہوئے اور شیعوں کی ان کے خلیفہ ہونے کی طرف راہنمائی کی تھی اور انہیں ان کے لیے علم و نشان کے طور پر اپنے بعد کیے میں کیا تھا۔

جب امام حسنؑ چلے گئے تو امام حسینؑ نے انہیں غسل دیا اور ان کے تابوت کو اٹھایا تو مروانؓ کے بنی امیہ ساتھیوں کو اس میں شک نہیں تھا کہ آپ کو یہ لوگ عنقریب رسول اللہؐ کے پاس دفن کریں گے لہذا وہ اس کے لیے جمع ہو گئے اپنے ہتھیار پہن لیے جب امام حسینؑ انہیں لے کر اپنے جدا محمد رسول اللہؐ کی قبر مطہر کی طرف بڑھے تاکہ تجدید عہد کریں تو وہ ان کی طرف اپنے اپنے گروہ کے ساتھ بڑھے اور بنی ہاشم بھی چرخہ سوار ہو کر ان کے ساتھ آئیں وہ کہتی تھیں کہ

میرا اور تمہارا کیا واسطہ تم چاہتے ہو کہ میرے گھر میں اس کو داخل کرو جسے میں دوست نہیں رکھتی اور مروانؓ نے یہ کہنا شروع کیا یا رب ہجیا۔ بھی خیر من وعدہ اے بہت سی جنگیں جو صلح و آرام سے بہتر ہیں کیا عثمانؓ مدینہ کے آخری حصہ میں دفن ہوا اور حسنؑ بنی کے ساتھ یہ کبھی نہیں ہو گا اور میں تلوار اٹھاؤں گا اور قریب تھا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان فساد برپا ہو کہ ابن عباسؓ جلدی سے مروانؓ کی طرف بڑھے کہا کہ اے مروانؓ! جہان سے آیا ہے وہیں پلٹ جا کہ کوئی ہم اپنے ساتھی کو

رسول اللہ کے ساتھ دفن کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ رسول اللہ کی زیارت سے ان کے لیے تجدید عہد کریں پھر ان کی داوی فاطمہ کے پاس لے جا کر وہیں ان کی وصیت کے مطابق دفن کریں اور اگر انہوں نے یہ وصیت کی ہو تو کہ انہیں رسول اللہ کے ساتھ دفن کیا جائے تو یہ معلوم ہو جاتا کہ تیسرے یا نہویں اس سے روکنے پر کتنے کوتاہ ہیں، لیکن آنجناب اللہ اس کے رسول اور ان کی بفر کی حرمت کو بہتر جانتے تھے کہ وہ اس میں توڑ پھوڑ کرتے کہ جس طرح ان کے غیرتے کی تھی اور وہ حضور کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہوئے تھے پھر ابن عباسؓ عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ

ہائے برائی! کسی دن چرخہ کسی دن اونٹ پر تو چھاتی ہے کہ

معاذ کے نور کو خاموش کرے اور اوپر خدا سے جنگ کرے واپس چلی جاؤ پس تو اس کی کفایت کی گئی ہے جس کا یہ تھے خوف و خطر ہے تو تے اپنے دل پرستہ مقصد کو پایا ہے اس گھر والوں کی اللہ ہی مدد کرتے والا ہے خواہ دیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس موقع پر امام حسینؑ نے فرمایا۔

خدا کی قسم اگر حسنؑ کی طرف سے مجھے خون کے محفوظ رکھتے کی وصیت نہ ہوتی اور یہ کہ میں ان کے معاملے میں تھوڑا سا خون بھی نہ بہتے دوں تو تم جان لیتے کہ اللہ کی تواریس تم میں اپنی جگہیں کس طرح لیتی ہیں اور تم تے ہمارے اور تمہارے درمیان جو عہد و پیمان تھا اسے توڑ ڈالا اور اس شرط کو جو آپتے نفوس کے بارے میں ہم تے لکائی تھم کر دیا پھر امام حسنؑ کے لیے چلے اور انہیں ان کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف کے پاس دفن کر دیا۔ (قابلاً عہد و پیمان کا ٹوٹنا امام حسنؑ کے جنازے پر پتھر مارنے سے ہوا لیکن بنی ہاشم نے جوابی کارروائی نہ کی جس سے قسا و مزید آگے نہ بڑھا)



زید بن حسن

زید بن حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کے ناظم و نگران، بہن بھائیوں میں سب سے بڑے جلیل القدر، اکبرانہ مزاج شریف النفس اور زیادہ نیکی کرتے والے تھے شہر اترنے ان کی مدح کہے اور دور دراز سے ان کے فضل و کرم کو حاصل کرتے کے لیے آتے تھے اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ زید بن حسن کے ذمہ رسول اللہ کے صدقات تھے۔

جب سلیمان بن عبد الملک بادشاہ بنا تو اس نے اپنے مدنیہ کے گورنر کو لکھا،

اے ابوعبید! جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو زید کو رسول اللہ کے صدقات سے معزول کر دے اور اس کی قوم میں سے فلاں بن فلاں کو دے دے اور جس چیز میں وہ تجھ سے مدد چاہے اس کی مدد کر۔ (والسلام)

پھر جب عمر بن عبد العزیز غلبہ ہوا اچانک اس کا خط آیا کہ

اے ابوعبد زید بن حسن! ہاشم کا شریف اور سن رسیدہ بزرگوار ہے جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو رسول اللہ کے صدقات اسے واپس دے دے اور اس کی اعانت کر جس میں، وہ اعانت چاہے، (والسلام)

اور زید بن حسن کے متعلق محمد بن بشیر خارجی کہتا ہے کہ

اذا انزل ابن المصطلق بطن نذرت
و زید دبیع الناس فی کل شئ
حصول لأشواق الدیارات کانت
فرزند مصطفیٰ حبیب کسی بلند زمین کے وسط دروازی میں اتر پڑے تو اس کی دیوانی کو دور کر دیتا ہے اور اس کی گلہ پالی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں اور زید ہر چارے کے موسم میں لوگوں کے لیے موسم بہار ہے جب بارش کے ستارے اور ان کا گر جتا نخلت کر جائے (اور وقت پر بارش نہ ہو) وہ زخموں کے خون بہا کا بوجھ اٹھانے والا ہے گویا وہ تاریکی کا چاند ہے جب اس کے ساتھ سعادت کے ستارے مل جائیں۔

زید بن حسن کا سن بوقت وفات تو تیس سال تھا شعرار کے ایک گروہ نے ان کا مرثیہ کہا ہے اور ان کی عمدہ عادت و فصیحت کو بیان کیا ہے، مرثیہ کہنے والوں میں سے ایک قدامہ موسیٰ عجی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے کہ

عائیک زید غالت الارض شعریہ فقد بان معروفاً هنالک عبود
اگر زمین نے زید کے جسم کو پکڑ لیا ہے تو دہاں نیکی اور جود و سخا ظاہر ہے۔

د باقی اشعار طول کی وجہ سے حذف کر دیئے ہیں (مترجم)

اور اس قسم کے بہت سے مرتبے ہمے کئے ہیں جن سے کتاب طویل ہو جائے گی۔
حضرت زید نے اس حالت میں دنیا کو چھوڑا کہ نہ انہوں نے خود اور نہ ہی شیعہ وغیرہ میں سے کوئی مدعی نے ان کے لیے امامت کا دعویٰ کیا اور یہ اس لیے کہ شیعہ دُقم کے لوگ ہیں۔

امامی اور زیدی

شیعہ امامی تو امامت میں نصوص پر اعتماد کرتے ہیں اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ اولاد امام حسن (امامت کے سلسلہ میں نص موجود ہی نہیں اور نہ ان میں سے کسی نے دعویٰ کیا ہے تاکہ اس میں شک و شبہ ہو۔

اور زیدی حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد امامت کے سلسلہ میں دعوت و جہاد کا اصول اپناتے ہیں (یعنی وہ امام ہو گا جو لوگوں کو اپنی امامت کی طرف پکارے اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرے) لیکن زید بن حسنؑ رحمۃ اللہ علیہ نے بنی امیہ سے صلح و صفائی اور ان کی طرف سے بعض کاموں کی ذمہ داری لے رکھی تھی اور ان کی رائے دشمنوں کے ساتھ تفتیح کرتے اور ان سے ظاہر اُلفت و مدارات و تفریق سے رہتا تھی حالانکہ یہ زیدی مذہب والوں کے نزدیک علامات امامت کی عدد ہئے جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے۔

باقی رہے حشویہ تو ان کا دین مذہب بنی امیہ کی امامت ہے اور وہ کسی حالت میں اولاد رسولؐ کے لیے امامت کی رائے نہیں رکھتے۔

معتزلہ دواصل بن عطار کے پیروکار حسن بصری کی مجالس سے اعتزال و کنارہ کشی اختیار کرنے کی وجہ سے معتزلہ کہلاتے ہیں اور کسی میں امامت نہیں سمجھتے مگر جو ان کی اعتزال والی رائے رکھتا ہو اور جیسے شوری و انتخاب ان کا ولی و مقدس مقرر کریں اور حضرت زید جیسا ہم نے ذکر کیا ہے ان حالات سے دور ہیں۔

اور قواہج اس کی امامت سے متفق ہی نہیں جو امیر المومنین سے دوستی رکھتا ہو اور زید بلا اختلاف اپنے باپ دادا کے محب ہوا لی تھے۔

حسن بن حسن ثنی

حسن بن حسن جلیل القدر رئیس، صاحب فضل اور متقی و پرہیزگار تھے اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے صدقات کے اپنے وقت میں متولی تھے اور حجاج بن یوسف سے ان کا ایک واقعہ ہے جسے زید بن بکر نے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ

حسن بن حسن اپنے زمانہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے صدقات کے متولی تھے ایک دن حجاج بن یوسف اپنے مدینہ میں گورنری کے زمانہ میں چند سواروں اور پیادوں کے ساتھ جارہا تھا تو اس نے حسن (مثنیٰ) سے کہا کہ عمر بن علیؓ کو بھی اس کے باپ کے صدقہ میں داخل کر لو کیونکہ وہ تمہارا چچا اور تمہارے خاندان کی یادگار ہے۔
تو حسن نے جواب دیا۔

میں حضرت علیؓ علیہ السلام کی شرط کو ہرگز نہیں بدل سکتا اور اس میں اس کو داخل نہیں کر سکتا جس کو خود انہوں نے داخل نہیں کیا۔

تو حجاج ان سے کہنے لگا تو پھر میں اس کو تیرے ساتھ داخل کرتا ہوں۔

جب حجاج کی توجہ دوسری طرف ہوئی حسن بن حسن پیچھے ہٹ آئے اور عبدالملک (دوشام میں تھا) کی طرف روانہ ہوئے اس کے دروازہ پر سنے کی اجازت لینے کے لیے رکنے تو ان کے قریب سے یحییٰ بن ام الحکم گذرا اور یحییٰ نے جب حسن کو دیکھا تو ان کے قریب کی طرف دیکھا، سلام کیا اور یہاں آنے کے متعلق سوال کیا اور حالات معلوم کر کے کہنے لگا کہ میں عنقریب آپ کو امیر المؤمنین یعنی عبدالملک کے ہاں نفع پہنچاؤں گا پس جب حسن بن حسن عبدالملک کے ہاں تشریف لے گئے تو اس نے خوش آمدید کہا اور باہمی بات چیت تہایت عمدہ طریقہ پر ہوئی۔

حسن پر جلدی پڑھا یا اچکا تھا، یحییٰ بن ام الحکم کی مجلس میں موجودگی کے دوران حسن سے عبدالملک نے کہا: اے ابو محمد! آپ جلدی بوڑھے ہو گئے ہیں تو بیچلی کہنے لگا، اے امیر المؤمنین (عبدالملک) ان کا بڑھا یا انہیں اہل عراق کی امیدوں کو پورا کرنے سے مانتے ہیں ہے تو حسن بن حسن اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

خدا کی قسم تو نے بدترین سہارا دیا ہے یہ بات یوں نہیں جیسے تو نے کہا بلکہ ہمارا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جس پر پیری بزرگی جلدی آتی ہے عبدالملک یہ سنتا رہا پھر عبدالملک، حسن کی طرف متوجہ ہوا اور کہا، وہ معاملہ پیش کیجئے کہ جس کے لیے آپ تشریف لائے ہیں تو انہوں نے حجاج کی گفتگو بتائی تو وہ کہنے لگا اسے یہ حق نہیں پہنچتا، میں اس کو خط لکھتا ہوں کہ جس سے وہ تجاوز نہیں کرے گا۔

پس عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا اور حسن بن حسن سے حملہ رجمی اور اچھا سلوک کیا جب حسن اس کے پاس سے نکلے تو یحییٰ بن ام الحکم ان سے ملا آپ نے اس کی ید سلوک پر نازا منگی ظاہر کی اور فرمایا وہ بات تو نہیں تھی جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو یحییٰ نے جواب دیا تمہیں میں (کوئی اور بات کروم) خدا کی قسم عبدالملک آپ سے ہمیشہ ڈرتا رہے گا اور اسے اگر آپ کا درجہ پہنچا تو وہ آپ کی حاجت پوری نہ کرتا اور میں نے آپ کی مدد میں کوتاہی نہیں کی۔

حسن بن حسن اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کریمین میں موجود تھے جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور آپ کے بقیہ اہل خاندان قید ہو گئے تو اسماعیل بن جابر جن کے پاس آیا اور وہ انہیں قیدیوں میں سے نکال کر لے گیا اور کہنے لگا

خدا کی قسم خوار آپ کی والدہ کا نام) کے بیٹے تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا عمر بن سعد نے کہا کہ ابو حسان (اسما بن خاریجہ کی کنیت) کے لیے اس کے بھائی کو چھوڑ دو کہا جاتا ہے کہ جب وہ قید ہوئے تو زنجی تھے جس سے بعد میں شفا یاب ہو گئے تھے۔

روایت ہے کہ حسن بن حسن نے اپنے چچا سے ان کی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کی خواستگاری کی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹا تم دونوں میں سے جسے پسند کرتے ہو میں کرو حسن فرما گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے تو امام حسین نے فرمایا اے بیٹا میں تمہارا بے اپنی بیٹی فاطمہ کو انتخاب کرتا ہوں کیونکہ یہ دونوں میں سے میری مال فاطمہ بنت رسول اللہ ص سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

حسن بن حسن کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی ان کے بھائی زید بن حسن زندہ تھے لیکن انہوں نے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو اپنا وصی بنایا۔

جب حسن بن حسن فوت ہو گئے تو ان کی زوجہ فاطمہ بنت حسین بن علی علیہما السلام نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کیا وہ رات کو عبادت کرتیں اور دن کو رونا دکھتیں وہ اپنے حسن و جمال میں حور العین کی طرح تھیں جب ایک سال پورا ہو گیا تو انہوں نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جب رات تاریک ہو جائے تو یہ خیمہ یہاں سے اکھڑ لینا چنانچہ جب رات تاریک ہو گئی تو انہوں نے کسو کو کہتے ہوئے سنا،

کیا انہیں اپنا گم شدہ مل گیا
هل فجدوا واما فقدوا۔
یعنی اس بی بی نے خیمہ جو اٹھا لیا ہے کیا جانے والا واپس آ گیا ہے (تو دوسرے نے جواب دیا۔

بل یشسوا فاقتلوا۔
نہیں بلکہ مایوس ہو کر وہ واپس چلے گئے۔
حسن بن حسن اس دنیا سے چلے گئے لیکن نہ خود انہوں نے اور نہ کسی اور نے ان کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جس طرح ہم نے ان کے بھائی کے لیے بیان کیا ہے۔

عمر قاسم اور عبداللہ حسن بن علی علیہما السلام کے یہ تیوں بیٹے اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے سلمے میدان کربلا میں شہید ہوئے خدا ان سے راضی ہے اور انہیں راضی رکھے اور انہیں دین اسلام کی طرف سے بہترین جزا دے۔ (الہی امین!)
عبدالرحمن بن حسن رضی اللہ عنہ اپنے چچا حسین کے ساتھ حج پر گئے اور مقام ابواء میں حالت احرام میں وفات پا گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

حسین بن حسن جو انرم کے لقب سے مشہور تھے وہ صاحب فضل تھے لیکن ان کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر و تذکرہ نہیں ہے اور طلحہ بن حسن بہت بڑے سخی تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

امام حسن بن علی علیہ السلام کے بعد وائے امام کا ذکر۔

ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدتِ عمر، مدتِ خلافت، وفات

اور اس کا بدب مقام قبر، تعداد اولاد اور ان کے مختصر حالات۔

حسن بن علی علیہ السلام کے اجداد کے بھائی حسین بن علی قرظند قلمکریہ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے باپ اور تانا کی نص کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی حسن علیہ السلام کی ان کو وصیت کرنے کی وجہ سے امام ہیں۔

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے آپ مدینہ میں پیدا ہوئے جب کہ سبھی صحیحی میں شعبان کی پانچ راتیں گندھکی تھیں زیادہ مشہور ہے کہ آپ کی ولادت تین شعبان کو ہوئی مترجم

ان کی والدہ گرامی جناب فاطمہ علیہا السلام ان کے تانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئیں انہیں دیکھ کر آپ خوش ہوئے اور ان کا نام حسین علیہ السلام رکھا، اور ان کی طرف سے ایک مینہ تھا حقیقہ کیا اور آپ کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت دگو ای ہے جو انان جنت کے سردار ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ وہ دونوں جی رحمت کے واسطے حسن بن علی سر سے لے کر نیتہ اور حسین عینہ سے لے کر پاؤں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہادت رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام قاتلان اور اولاد میں سے یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پیارے اور محبوب تھے۔

خاذا ان نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن اور حسین علیہ السلام کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

خدا یا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو ان دونوں سے محبت کر اور اس سے محبت کر جو ان دونوں سے محبت کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس سے محبت کرتا ہوں جو حسن و حسین علیہ السلام سے محبت کرے اور جس سے میں محبت کرتا ہوں، اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرے اس کو وہ جنت

اور وہ اس کی محبت پر سکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو بس اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ، ہم تو اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو ترش اور سخت ہو گا۔

یہی اللہ نے بچایا انہیں اس دن سے اور انہیں روتی اور توشی کا سامنا کرانے کا اور ان کے صبر کی وجہ سے انہیں جنت اور ریشم کی جزا دے گا۔

ان حضرات کے والدین دلی وفا طرہ کے ساتھ ساتھ یہ ارشاد و قدرت ان دو کو بھی شامل ہے یہ تیر قرآنی ان کے نعلی و گفتگو کرتے کو اور ان کے ضمیر کی آواز کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جو کہ ایک واضح اور روشن نشانی ہے اور ان کے ذریعہ مخلوق خدا پر ایک عظیم حجت ہے جس طرح تیر قرآن میں ہے کہ حضرت مسیحؑ نے گوارے میں گفتگو کی اور وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے لیے حجت تھی اور یہ کہ اللہ کی کرامت کے ساتھ مخصوص ہیں جو اللہ کے ہاں ان کی فضیلت و بزرگی کی قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے نص کے ذریعے آپؐ اور آپؐ سے پہلے آپؐ کے بھائی کی امامت پر اس ارشاد سے تصریح کی ہے۔

”ابنای هذا امامان قاما او قعلی“ میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں قیام کریں یا بیٹھے ہیں۔ امام حسنؑ کو وصیت کرتا بھی آپؐ کی امامت کی دلیل ہے جس طرح کہ امام حسن علیہ السلام سے امیر المومنینؑ کی وصیت ان کی امامت کی دلیل ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا امیر المومنینؑ کو وصیت کرنا حضورؐ کے بعد آپؐ کی امامت پر دلالت کرتا ہے۔

امام حسینؑ کی امامت ان کے بھائی امام حسنؑ کی شہادت کے بعد جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے ہیں، ثابت اور آپؐ کی اطاعت تمام مخلوق پر لازم تھی۔

امام حسینؑ کا زمانہ خاموشی

اگرچہ آپؐ تقیہ اور معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح پر پابند ہونے کی وجہ کسی کو اپنی طرف (اپنی امامت کی طرف) دعوت نہیں دیتے تھے۔

بعینہ اپنے والد گرامی امیر المومنینؑ کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے جن کی امامت بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خاموشی اختیار کرنے کا جو ثبات تھی اور اپنے بھائی حسنؑ کی امامت کی مانند جو صلح کے بعد رکے اور خاموش رہے۔ اور یہ سب حقارت

اس طرز میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا تھے جب کہ حضورؐ شعب ابی طالبؓ میں مضمحل تھے اور جب آپؐ مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے نیکے اور غار میں چھپتے ہوئے دراتھا لیکہ آپؐ اپنے دشمنوں سے پوشیدہ اور پردہ میں تھے۔

تو ولید نے آپ سے کہا: ”جی ہاں، تو امام حسینؑ نے فرمایا، کہ

”پھر صبح ہونے دو اور اس میں اپنی رائے دیکھ لو“

تو ولید نے آپ سے کہا کہ ”پھر اللہ کا نام لے کر واپس تشریف لے جائیے یہاں تک کہ آپ لوگوں کے گروہ و جماعت کے ساتھ آئیں“ تو مروان نے اس سے کہا

”خدا کی قسم اگر حسینؑ اس گھڑی تجھ سے جدا ہو گئے اور انہوں نے بیعت نہ کی تو پھر اس قسم کی قدرت تمہیں کبھی بھی حاصل نہ ہوگی جب تک تمہارے اور ان کے درمیان بہت سے لوگ نہ مارے جائیں اس شخص کو روک لو یہ تمہارے پاس سے جلتے ترپائیں جب تک بیعت نہ کریں یا ان کی گردن نہ اڑا دو، تو اس وقت امام حسینؑ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

”اے زرقار تیلی آنکھوں والی عورت! کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے

اور تو گناہگار ہوا ہے“

اور آپ چلتے ہوئے باہر آگئے اور آپ کے ساتھ آپ کے دوست اور موالی بھی تھے یہاں تک کہ آپ اپنے گھر میں پہنچے۔

مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہیں مانی خدا کی قسم تجھے ان پر قابو پانے کا ایسا موقع بھر نہیں ملے گا تو ولید نے اس سے کہا کہ تبرے غیر کے لیے ہلاکت ہوا ہے مروان تو نے میرے لیے ایسی چیز کا انتخاب کیا ہے کہ جس میں میرے دین کی تباہی ہے خدا کی قسم میں دوست نہیں رکھتا کہ میرے پاس مال دنیا اور ملک دنیا میں سے اتنا ہو کہ جس پر سورج طلوع کرتا اور غروب کرتا ہے اور اس کے بدلے میں حسینؑ کو قتل کروں سبحان اللہ میں حسینؑ علیہ السلام کو اس بات پر قتل کروں کہ وہ کہتے ہیں کہ ”میں بیعت نہیں کرتا، خدا کی قسم مجھے یقین ہے دیا گمان کرتا ہوں کہ وہ شخص اللہ کے مال قیامت کے دن خفیف المیزان (ترازو اعمال ہلکا) ہوگا جس سے خون حسینؑ کا حساب لیا گیا۔

تو مروان کہنے لگا کہ اگر تو تمہاری رائے یہ ہے تب جو کچھ کہتا ہے درست کیا ہے۔ وہ یہ کہہ کر ہاتھ اٹھا لیکن اس سے وہ اس کی رائے کی تعریف نہیں کر رہا تھا۔

پس امام حسینؑ نے اس رات اپنے گھر میں قیام کیا اور وہ ہفتہ کی رات تھی جب کہ ماہ رجب کی تین راتیں باقی تھیں اور سترہ صبحی تھا اور ولید بن غنیمہ، یزید کی بیعت کرنے کے لیے ابن زبیر کی طرف پیغام بھیجنے میں مصروف رہا اور وہ اس سے انکار کرتا تھا چنانچہ اسی رات ابن زبیر مدینہ سے نکل کر مکہ روانہ ہو گیا، جب صبح ہوئی تو ولید نے بنی امیہ کے دوستوں میں سے اسی سواروں کو اس کے تعاقب میں بھیجا جنہوں نے تلاش کیا لیکن نہ پاسکے تو واپس آگئے۔

پھر ہفتہ کے دن آخری وقت میں کچھ لوگ امام حسینؑ کے پاس بھیجے تاکہ وہ تشریف لائیں اور ولید کے ہاتھ پر یزید بن معاویہ کے لیے بیعت کریں تو ان سے امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا

تو ولید نے آپ سے کہا: ”جی ہاں، تو امام حسینؑ نے فرمایا، کہ

”پھر صبح ہونے دو اور اس میں اپنی رائے دیکھ لو“

تو ولید نے آپ سے کہا کہ ”پھر اللہ کا نام لے کر واپس تشریف لے جائیے یہاں تک کہ آپ لوگوں کے گروہ و جماعت کے ساتھ آئیں“ تو مروان نے اس سے کہا

”خدا کی قسم اگر حسینؑ اس گھڑی تجھ سے جدا ہو گئے اور انہوں نے بیعت نہ کی تو پھر اس قسم کی قدرت تمہیں کبھی بھی حاصل نہ ہوگی جب تک تمہارے اور ان کے درمیان بہت سے لوگ نہ مارے جائیں اس شخص کو روک لو یہ تمہارے پاس سے جلتے ترپائیں جب تک بیعت نہ کریں یا ان کی گردن نہ اڑا دو، تو اس وقت امام حسینؑ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

”اے زرقار تیلی آنکھوں والی عورت! کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے

اور تو گناہگار ہوا ہے“

اور آپ چلتے ہوئے باہر آگئے اور آپ کے ساتھ آپ کے دوست اور موالی بھی تھے یہاں تک کہ آپ اپنے گھر میں پہنچے۔

مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہیں مانی خدا کی قسم تجھے ان پر قابو پانے کا ایسا موقع بھر تمہیں ملے گا تو ولید نے اس سے کہا کہ تبرے غیر کے لیے ہلاکت ہوا مروان تو نے میرے لیے ایسی چیز کا انتخاب کیا ہے کہ جس میں میرے دین کی تباہی ہے خدا کی قسم میں دوست تمہیں رکھتا کہ میرے پاس مال دنیا اور ملک دنیا میں سے اتنا ہو کہ جس پر سورج طلوع کرتا اور غروب کرتا ہے اور اس کے بدلے میں حسینؑ کو قتل کروں سبحان اللہ میں حسینؑ علیہ السلام کو اس بات پر قتل کروں کہ وہ کہتے ہیں کہ ”میں بیعت نہیں کرتا، خدا کی قسم مجھے یقین ہے دیا گمان کرتا ہوں کہ وہ شخص اللہ کے مال قیامت کے دن خفیف المیزان (ترازو اعمال ہلکا) ہو گا جس سے خون حسینؑ کا حساب لیا گیا۔

تو مروان کہنے لگا کہ اگر تو تمہاری رائے یہ ہے تب جو کچھ کہتا ہے درست کیا ہے۔ وہ یہ کہہ کر ہاتھ اٹھا لیکن اس سے وہ اس کی رائے کی تعریف نہیں کر رہا تھا۔

پس امام حسینؑ نے اس رات اپنے گھر میں قیام کیا اور وہ ہفتہ کی رات تھی جب کہ ماہ رجب کی تین راتیں باقی تھیں اور سترہ صبحی تھا اور ولید بن غنیمہ، یزید کی بیعت کرنے کے لیے ابن زبیر کی طرف پیغام بھیجنے میں مصروف رہا اور وہ اس سے انکار کرتا تھا چنانچہ اسی رات ابن زبیر مدینہ سے نکل کر مکہ روانہ ہو گیا، جب صبح ہوئی تو ولید نے بنی امیہ کے دوستوں میں سے اسی سواروں کو اس کے تعاقب میں بھیجا جنہوں نے تلاش کیا لیکن نہ پاسکے تو واپس آگئے۔

پھر ہفتہ کے دن آخری وقت میں کچھ لوگ امام حسینؑ کے پاس بھیجے تاکہ وہ تشریف لائیں اور ولید کے ہاتھ پر یزید بن معاویہ کے لیے بیعت کریں تو ان سے امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا

ہجج ہوتے دو پھر تم بھی دیکھو اور ہم بھی دیکھتے ہیں تو اس رات وہ آپ سے رک گئے اور آپ پر اصرار نہ کیا آپ اس رات
مکہ کی طرف نکلے اور وہ اتوار کی رات تھی جب کہ رجب کے دَروَن باقی تھے آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے

یہی تھے بھائی اور اکثر خاندان کے افراد تھے سوائے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے محمد کو پتہ تو چل گیا کہ آپ مدینہ سے جاتا چاہتے ہیں
لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کدھر جا رہے ہیں تو ان سے کہنے لگے اے بھائی آپ تمام لوگوں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب
ہیں اور مجھے زیادہ عزیز ہیں اور میں آپ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کے لیے نصیحت کو ذخیرہ نہیں کرتا اور آپ اس کے زیادہ
حق دار میں آپ یزید بن معاویہ کی بیعت اور بڑے شہر ولی سے جتنا ممکن ہو دور رہیں پھر اپنے قاصد لوگوں کی طرف بھیجیں اور

نے خط لکھا۔

ابعدیے شک کھیت سرسبز ہیں اور پھل پک چکے ہیں پس جیب آپ چاہیں اپنے شکر کی طرف تشریف لائیں جو ہر لحاظ سے تیار ہے۔
(والسلام)

نخطوط اہل کوفہ کا جواب

مسارعت الازمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط سلیمان بن صرد، مسیب بن نجیبہ، رفاعہ بن شداد بجلی، حبیب بن مظاہر اور اہل کوفہ آپ کے مومن و مسلمان شیعوں کی طرف سے حسین بن علی علیہما السلام کی خدمت میں ہے۔

سلام علیک۔ ہم آپ کے لیے اس اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

اما بعد تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کے اس جبار و غفیر (ظالم و جابر اور غنا در کھنے والے) دشمن کو ہلاک کر دیا ہے جس نے اس امت سے بدسلوکی کرتے ہوئے ان سے امر خلافت ظلم و جور سے چھین لیا ان کا مال غنیمت غصب کر لیا ان کی رضا و رغبت کے بغیر ان کا امیر بن بیٹھا اس کے آگے لوگوں کو قتل اور بڑے لوگوں کو باقی رکھا اور اللہ کے مال کو جبار اور اغیار کی دولت قرار دیا پس اس کے لیے ہلاکت ہے جس طرح قوم تمود ہلاک ہوئی۔

اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ ہمیں کوئی رہنمائی کرنے والا نہیں ہیں آپ تشریف لائیں شاید اللہ ہمیں قی پر جمع کر دے نعمان بن بشیر قصر الامارہ میں موجود ہے لیکن نہ ہم جہنم میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور نہ اس کے ساتھ عید کے لیے نکلتے ہیں اور اگر یہ اطلاع ہمیں مل جائے کہ آپ ہماری طرف آ رہے ہیں تو ہم اس کو نکال دیں گے اور انشاء اللہ شام پہنچا کر رہیں گے۔

پھر انہوں نے یہ خط عبداللہ بن مسعود ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ذریعہ بھیجا اور انہیں جلدی پہنچانے کا حکم دیا۔ انہوں نے تیز رفتاری اختیار کی یہاں تک کہ دس ماہ رمضان (البارک) کو مکہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت پہنچے اہل کوفہ نے خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد ہی قیس بن مسعود میدادی، شداد درجسی کے دو بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمن اور عمارہ بن عبداللہ سلونی کو امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیجا اور ان کے پاس ایک ایک، دو دو اور چار چار افراد کی طرف سے دیئے ہوئے تقریریں ڈیرہ مشو خطوط تھے۔ (اہل کوفہ نے) دو دن مزید وقفہ کے بعد ہانی بن ہانی بسوسی اور سعید بن عبداللہ خثعمی کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسین بن علی علیہ السلام کی خدمت میں ان کے مومنین و مسلمین پیروکاروں کی طرف سے اما بعد۔

پس بہت جلدی آپ تشریف لائیے کیونکہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں ان کی رائے آپ کے علاوہ کچھ نہیں پس جلد از جلد جتنی جلدی ہو سکے۔

والسلام

پھر شبث بن ربعی، حجاز بن ابجر، زید بن حارث بن ریم، عروہ بن قیس، عمرو بن مجاہد زبیدی اور محمد بن عمرو بن

نے خط لکھا۔

اب بعد یے شک کھیت سر سبز ہیں اور پھل پک چکے ہیں پس جیب آپ چاہیں اپنے شکر کی طرف تشریف لائیں جو ہر لحاظ سے تیار ہے۔
(والسلام)

نخطوط اہل کوفہ کا جواب

مسار عقائد

ملک کر اس نے وہ بات سمجھ لی کہ جس کی این زیادہ کو ان کے معاملہ میں ضرورت تھی اور وہ اس بعین کو وقتاً فوقتاً خیر دیتا رہتا تھا۔

حضرت ہانی اور ابن زیادؓ

ہانی بن عروہ کو عبید اللہ سے خوف و ڈر تھا لہذا اس کے دربار میں جاتا چھوڑ دیا اور بیمار بن گئے تو ابن زیاد نے اپنے دربار میں

سے کہا کہ

کیا ہو گیا ہے کہ میں ہانی کو نہیں دیکھ رہا تھا انہوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے ابن زیاد نے کہا کہ اگر مجھے اس کی بیماری کا علم ہوتا تو میں اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتا اور اس نے محمد بن اشعث، اسماعیل بن حارثہ اور عمرو بن جراح زبیری کو بلا یا اور اسی عمرو کی بیٹی ریحہ ہانی کی بیوی اور بیچی بن ہانی کی ماں تھی تو ان سے کہتے لگا کہ ہانی کو ہمارے پاس آنے سے کیا چیز مانع در کاوٹ ہے؟ وہ کہنے لگے ہمیں تو پتہ نہیں، کہا گیا ہے کہ وہ بیمار ہے تو ابن زیاد نے کہا کہ مجھے تو معلوم ہو رہا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے پس اس سے ملاقات کرو اور اسے حکم دو کہ وہ ہمارے اس خلی کو نہ چھوڑے جو اس کے اوپر واجب ہے میں پسند نہیں کرتا کہ اس جیسا شخص جو انصاف اور بزرگان عرب میں سے ہے وہ میرے نزدیک فاسد اور خراب ہو جائے۔ چنانچہ وہ انخاص شام کے وقت ہانی کے پاس آئے اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ تجھے امیر کی ملاقات سے کیا چیز مانع ہے؟ اس نے تیرا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیمار ہے تو میں ضرور اس کی عیادت کروں تو ہانی تو اس سے کہا کہ بیماری مجھے مانع ہے تو وہ اس سے کہنے لگے کہ اسے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہر رات اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہو، اور جان بوجھ کر اس کے پاس جلتے سے دیر کر رہے ہو اور دیر کرتے اور روگردانی کرتے کو حکمران برداشت نہیں کرتے ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلو، اس نے اپنا لباس منگو کر پہنا پھر اپنا چمر منگوایا اور سوار ہو کر جب دارالامارہ کے قریب پہنچا تو اس نے بعض چیزوں کو محسوس کیا تو اس نے حسان بن اسماعیل بن حارثہ سے کہا کہ اسے بھتیجے مجھے اس شخص سے خوف لگ رہا ہے میں تیری کیا رائے ہے تو وہ کہنے لگا چچا خدا کی قسم مجھے آپ کے متعلق کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا اور اپنے اوپر کسی چیز کو راہ نہ دیجئے حالانکہ حسان کو پتہ تھا کہ عبید اللہ نے انہیں اس کے پاس کیوں بھیجا تھا۔

حضرت ہانی عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے اور اس کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے پس جب ہانی سامنے آئے تو عبید اللہ کہتے لگا کہ اے ناداں تجھے تیرے پاؤں سے آگے ہیں تو جب ہانی ابن زیاد کے نزدیک پہنچے وہاں قاضی ثریا بھی موجود تھا تو اس کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے کہا۔

عذیرک من خلیلک من مواد

ارید حیاتہ ویرید قتلی

میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے کون ہے جو کہ قبیلہ مراد کے تیرے دوست کا عزیز ہے؟

ہلاک اور خون نہیں گئے اور مال غصب ہوں گے میں تو اس سے جنگ نہیں کروں گا جو مجھ سے جنگ نہ کرے اس کے درپے نہیں ہوں گا جو میرے درپے نہ ہو اور میں تم میں سے سوئے ہوئے کو بیدار نہیں کروں گا اور نہ تم سے تعرض کروں گا اور میں احتمال بدگمانی اور تہمت پر کسی کو کاغذہ نہیں کروں گا لیکن اگر تم نے میرے سامنے منہ پھیرا اور اظہار تکبر کیا اور اپنی بیعت توڑ دی اور اپنے حاکم و پیشوا کی مخالفت کی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ضرور تمہیں اپنی اس تلوار سے ماروں گا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہا اگرچہ تم میں سے میرا کوئی بھی ناصر و مددگار نہ ہوا، میں امید رکھتا ہوں کہ تم میں سے جو دینی کو پہچانتے ہیں وہ ان سے زیادہ ہیں جنہیں باطل ہلاک کر دے گا۔

پس اس کے سامنے عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ حضرمی جو بنی امیہ کا حلیف تھا کھڑا ہو گیا وہ اس سے کہنے لگا اے امیر جو آپ دیکھ رہے ہیں اسے ظلم و جنگ کے علاوہ کوئی چیز درست نہیں کر سکتی اور جس راے پر آپ ہیں اسے اور اپنے دشمن کے درمیان، یہ تو ان کی رائے ہے جنہیں کمزور سمجھ لیا گیا ہو تو نعمان سے اس سے کہا میں اللہ کی نافرمانی میں غلبہ پاتے والوں میں شمار ہوتا ہوں، پھر وہ مہر سے اتر آیا اور عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا تو اس نے بنی مدینہ معاویہ کو خط لکھا۔

اما بعد یہ شک مسلم بن عقیل کو قرین آیا ہے اور شیعوں نے حسین بن علی کے بیٹے اس کی بیعت کر لی ہے تو اگر آپ کو کوثر کی ضرورت ہے تو اس کی طرف کوئی طاقت و مرد بھیجو جو آپ کے حکم کو مبرا اور اس طرح کا عمل کرے جس طرح آپ کا اپنے دشمن سے عمل ہوتا ہے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک کمزور آدمی ہے یا اپنے کو کمزور ظاہر کرتا ہے۔

پھر بنید کی طرف عمارہ بن عقیقہ نے بھی اسی قسم کا خط لکھا پھر عمر بن سعد بن ابوقحاص نے بھی ایسا ہی خط لکھا تو جب بنید کے پاس اسے خطوط پہنچے تو اس نے معاویہ کے غلام سرہون کو بلایا اور اس سے کہا کہ

تمہاری کیا رائے ہے حسین علیہ السلام آئے کوثر کی طرف مسلم بن عقیل کو بھیجا ہے، اور وہ اس کے لیے بیعت لے رہا ہے اور مجھے نعمان کے متعلق کمزوری اور بری بات پہنچی ہے تو تم کیا کہتے ہو، کوثر کا عامل کیسے بناؤں؟

اور بنید عبداللہ بن زیاد پر ناراض تھا، تو سرہون نے کہا کیا تم سمجھتے ہو اگر معاویہ زندہ ہوتا اور وہ آپ کو کسی رائے کے متعلق اشارہ کرتا تو آپ اسے نہ لیتے؟ بنید نے کہا کیوں نہیں ضرور لیتا، راوی کہتا ہے کہ پس سرہون نے عبید اللہ بن زیاد کے کوثر پر دالی ہونے کا پروانہ نکالا اور کہتے لگا کہ

دے گیا پس (کوثر و بصرہ) دو تول شہر عبید اللہ کے لیے اکٹھے کر دو تو بنید نے اس سے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا، عبید اللہ کا پروانہ دلائت اس کو بھیج دو پھر اس نے عمر دباہلی کے بیٹے مسلم کو بلایا اور اس کے ہاتھ خط لکھ کر بھیجا۔

ہوں میں سنتا اور دیکھتا ہوں میرے بازو مضبوط اور میرے اعوان و مددگار بہت ہیں خدا کی قسم میں انہیں اس کے سپرد نہیں کروں گا، خدا کی قسم اگر میں اکیلا ہوتا اور میرا کوئی مددگار نہ ہوتا تب بھی میں حوالے نہ کرتا جب تک ان کے سامنے مرنا جاتا ہوں وہ انہیں قسمیں دیتا رہا اور ہانی کتنا رہا کہ خدا کی قسم میں انہیں اس کے سپرد کبھی نہ کروں گا۔

پس ابن زیاد نے یہ سنتا تو کہنے لگا کہ اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ آپ کو اس کے قریب لائے تو ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم تجھے اس کو میرے پاس لاتا ہوں گا ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا تو ہانی نے کہا پھر اس وقت خدا کی قسم تیرے گھر کے گرد و کثرت سے تلواریں لٹکائیں گی ابن زیاد نے کہا افسوس مجھے قاطع تلواروں سے ڈرتے ہو اور ہانی کا گمان تھا کہ اس قبیلہ اس کی حفاظت کرے گا پھر ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے اور قریب لاؤ پس قریب لایا گیا تو ابن زیاد نے ہانی کے چہرے پر چھڑی مارنا شروع کی پس وہ ہانی کے تاک پیشانی اور رخسار پر چھڑی مانتا رہا یہاں تک کہ ہانی کی ناک ٹوٹ گئی خون چہرے اور داڑھی پر بہنے لگا اور اس کی پیشانی اور رخسار کا گوشت اس کی داڑھی پر گر گئے لگا یہاں تک کہ چھڑی ٹوٹ گئی اور ہانی نے ایک پیاسی کی تلوار پر ہاتھ مارا لیکن اس نے تلوار چھڑوانی اور اسے روک دیا تو عیدائش نے کہا

کیا آج سے حوری (خارجی) ہو بیٹے شک ہمارے لیے تمہارا خون حلال ہے پس اسے کہنے کے لیے جاؤ چنانچہ اس کے پیاسی جناب ہانی کو کہنے کے لیے گئے اور مکان کے ایک کمرہ میں ڈال کر دروازہ بند کر دیا اور ابن زیاد کے کہنے پر نگہبان مقرر کر دیا گیا پس حسان بن اسماء ابن زیاد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیشہ کی دھوکہ بازی چھوڑ دو تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس شخص کو لے آئیں یہاں تک کہ جب ہم اسے تیرے پاس لے آئے تو تو نے اس کی ناک اور چہرہ کی ہڈیاں توڑ دیں اور اس کا خون اس کی داڑھی پر بہا یا اور یہ گمان بھی کیا کہ اسے قتل کر دو گے، تو عیدائش نے کہا کہ تم ابھی یہاں ہو پس اس کے متعلق حکم دیا تو اسے مارے گئے اور اسے جھنجھوڑا گیا اور ایک طرف بٹھا دیا گیا تو محمد بن اشعث نے کہا ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں وہ ہمارے نفع میں ہو یا نقصان میں امیر تو ادب سکھاتا ہے اور تادیب دیتا ہے۔

عمر بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا تو وہ بدرجہ قبیلہ کو لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ قھرالامارہ کو گھیر لیا اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے پھر اس نے پکار کر کہا کہ میں عمرو بن حجاج میں ہوں اور یہ قبیلہ بدرجہ کے شاہ سوار اور چہرے چہرے ہیں ہم اطاعت سے گلو خلائی نہیں چاہتے اور نہ جماعت میں تفرقہ ڈالتے ہیں انہیں یہ خبر ملی ہے کہ ان کا ساتھی قتل ہو گیا ہے تو عیدائش بن زیاد سے کہا گیا کہ یہ بدرجہ قبیلہ دروازے پر کھڑا ہے تو اس نے شریح سے کہا کہ ان کے ساتھی کے پاس جا کر دیکھو اور پھر جا کر انہیں بتاؤ کہ وہ زندہ ہے اسے قتل نہیں کیا پس شریح حضرت ہانی کے پاس گیا اور اس کو دیکھا اور جناب ہانی نے جب شریح کو دیکھا تو کہا۔

اے اللہ! اے مسلمانو! کیا میرا قبیلہ ہلاک ہو گیا ہے اہل دین کہاں ہیں اہل شہر کہاں ہیں اور خون ہانی کی داڑھی پر بہ رہا تھا اچانک آپ نے محل کے دروازے پر بیچھڑی پکارا سنی تو کہا کہ۔

مجھے لگان ہے کہ یہ قبیلہ مذبح اور مسلمانوں میں سے میرے شیعوں کی آوازیں ہیں اگر ان میں سے دشمن آدمی بھی میرے پاس آجائیں تو وہ مجھے چھڑوا لیں پس جب شریع نے آپ کو بات کرتے سنا تو وہ آتے والوں کی طرف نکلا اور چاکر کہنے لگا کہ جب امیر نے تمہارا یہاں آنا اور تمہاری اپنے صاحب کے بارے میں بات سنی تو مجھے حکم دیا کہ میں اس کے پاس جاؤں لہذا میں گیا ہوں اور اسے دیکھا ہے پس اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں سے ملوں اور تمہیں بتاؤں کہ وہ زندہ ہے اور جو تمہیں اس کے قتل کی خبر ملی ہے وہ غلط ہے تو عمرو بن حجاج نے کہا اگر وہ قتل نہیں ہوا تو خدا کی حمد و شکر ہے اور واپس چلے گئے عید الشہین زیاد نکلا اور منبر پر چڑھ گیا اور اس کے ساتھ بڑے لوگ فوجی اور اس کے نوکر چاکر تھے اور اس نے کہا!

اب بعد اے لوگو! پس اللہ اور اپنے لیڈروں کی اطاعت سے تمسک پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو جاؤ ورنہ ہلاک ذلیل اور قتل کر دیئے جاؤ گے تم سے روگردانی کی جگہ لے گی اور تمہیں محروم کیا جائے گا تیرا بھائی وہ ہے جو تجھے سچی بات کہے اور اس نے عذر پورا کیا جس نے ڈرایا، پھر وہ اترنے لگا ابھی وہ منبر سے اترنا نہیں تھا کہ تنجبان مسجد کے باب تمارین سے تیزی سے داخل ہوئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ سلم بن عقیل آگیا، تو عید الشہین صلیبی سے قمر میں داخل ہو گیا اور اس کے دروازے بند کرادیئے۔

عید الشہین حازم کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں قصر الامارہ میں سلم بن عقیل کا قاصد تھا تاکہ میں دیکھوں کہ باقی کے ساتھ کیا ہوا تو جب اسے پٹیا لگا اور کمرے میں بند کر دیا گیا تو میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں سلم بن عقیل کے پاس تجربے کر گھر میں داخل ہونے والا پہلا شخص تھا، پس اچانک قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہو گئیں اور وہ بیخ کر پکار رہی تھیں، یا عیڑ تیا یا نکلاہ ہائے آتسور یا ہائے عبرت اور ہائے گمشدگی، پس میں جناب سلم کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے اصحاب میں منادی کر دوں کہ جن سے ارد گرد کے گھر بھرے ہوئے تھے اور ان میں چار ہزار مرد تھے پس آپ نے اپنے منادی سے کہا کہ یہ منادی کرو کہ

”یا منصور اُمّیث! اے نصرت کیے ہوئے آگے بڑھو، پس میں نے یہ منادی کی یا منصور امت! اے منصور آگے پس ہل کو قہ ایک دوسرے کو اسی نقطہ سے پکارتے لگے اور جب وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو سلم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے سرداران قبائل کو علم دیا کہ جو کندہ، مذبح، تیمم، اسد، مضر اور ہمدان قبائل تھے اور لوگوں کو بلایا وہ جمع ہو گئے ہم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ مسجد اور بازار لوگوں سے پُر ہو گئے اور وہ شام تک جوش و ولولہ دکھاتے رہے اور عید الشہین پر معاملہ بہت تنگ ہو گیا اور اوران کا کارنامہ یہی تھا کہ قصر کا دروازہ مقبوطی سے روکا جائے اور قمر میں اس کے پاس تیس سپاہی اور بیس سرکردہ لوگ اس کا خاندان اور مخصوص اور جو اشرف اس سے دور تھے وہ اس کے پاس اس دروازے سے آتے تھے جو دارالرومین سے متصل تھا اور قمر میں جو لوگ ابن زیاد کے پاس موجود تھے وہ لوگوں کو اوپر سے جھانک کر دیکھتے اور وہ لوگ انہیں پتھر مارتے، گایاں دیتے اور عید الشہین اور اس کے باپ کو سخت برا بھلا کہتے تھے پس ابن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ باہر جائے ان لوگوں کی طرف و تدرج میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور کو قہ میں چل پھر لوگوں

جائیں گے اور وثوق دیکھو سر کریں گے اور اپنے اخبار و حالات میں سے کوئی چیز تجھ سے نہیں چھپائیں گے پھر صبح و شام ان کے پاس جانا تاکہ تجھے مسلم بن عقیل کی رہائش کا معلوم ہو جائے اور اس کے پاس جا سکو۔

پس اس خبیثت نے ایسا ہی کیا اور یہاں تک کہ وہ مسلم بن عوسجہ کے پاس مسجد اعظم میں آیا اور بیٹھ گیا جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے پس کچھ لوگوں سے اس نے تاکر یہ (مسلم بن عوسجہ) امام حسینؑ کے لیے بیعت لیتے ہیں تو وہ اگر ان کے پہلو میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ وہ جناب نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا

اے بندہ خدا میں اہل شام میں سے ایک شخص ہوں خدا نے تجھ پر اہل بیتؑ اور ان سے محبت کرنے والوں کی محبت کا نفاذ و احسان کیا ہے اور ان کے سلسلے بھوٹ موٹ روتے لگا اور کہا کہ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں میں ان کے ساتھ اہل بیت کے اس حرف سے ملے جانتا ہوں کہ جن کے متعلق مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ کوفہ میں تشریف لائے ہیں اور فرزند دینار رسولؐ کے لیے بیعت لیتے ہیں تو میں ان کی زیارت کا شوق و ارادہ رکھتا ہوں مجھے کوئی نہیں ملا جو ان تک میری رہبری کرتا ہے جب کہ مجھے ان کی رہائش کا علم نہیں ابھی ابھی میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ میں نے مؤمنین کی ایک جماعت سے سنا جو کہہ رہے تھے یہ شخص ہے کہ یہ شخص ہے جو اس گھرنے والے شخص کو جانتا ہے اور میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ مال لے لیں اور مجھے اپنے صاحب کی خدمت میں لے جائیں آپ کا ایک بھائی اور آپ پر وثوق کرنے والا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو مجھ سے ان کی ملاقات سے پہلے ان کے لیے بیعت لے لیں تو ان کو خیر نے فرمایا کہ

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اس پر کہ تو نے میری ملاقات کی بے شک اس چیز نے مجھے سرور و خوشی بخشی ہے تاکہ تو اس چیز کو پالے جسے دوست رکھتا ہے اور تیرے ذریعہ اللہ اپنے نبیؐ و اہل بیتؑ کی مدد و نصرت کرے اور لیکن ابھی میں مشرکوں سے خوف و اندیشہ کی وجہ سے پسند نہیں کرتا کہ تکبیل سے پہلے اس معاملہ سے میرا تعلق کسی کو معلوم ہو کہنے لگا کہ

در خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا مجھ سے بیعت لیجئے۔

تو مسلم نے اس سے بیعت لے لی اور سخت قسم کے عہد و میثاق کیے کہ وہ ضرور خلوص سے کام کرے گا اور اس کو مخفی رکھے گا تو اس نے ایسے وعدے کیے کہ وہ راضی ہو گئے اور کہا کہ میرے گھر آیا جایا کرو تو میں تیرے صاحب سے تیرے لیے اجازت لے لوں گا اور وہ لوگوں کے ساتھ آنا جاتا رہا پس انہوں نے جناب مسلم سے اس کے لیے اجازت طلب کی اور جناب نے بھی اجازت دے دی اور پھر مسلم بن عقیل نے اس سے بیعت لی اور ابو تمام صائدی کو اس سے مال لینے کا حکم دیا کیونکہ وہ مال اور بعض دوسری چیزیں امداد و اعانت میں وصول اور ان کے لیے ہتھیار خریدتے تھے جناب بابلصرت، عرب کے مشہور اور دوسرے شیعہ میں سے تھے تو یہ ملعون ان کے پاس آتا جاتا رہا وہ سب سے پہلے آتا اور سب کے آخر میں جاتا یہاں

ملک کر اس نے وہ بات سمجھ لی کہ جس کی این زیادہ کو ان کے معاملہ میں ضرورت تھی اور وہ اس بعین کو وقتاً فوقتاً خیر دیتا رہتا تھا۔

حضرت ہانی اور ابن زیادؓ

ہانی بن عروہ کو عبید اللہ سے خوف و ڈر تھا لہذا اس کے دربار میں جاتا چھوڑ دیا اور بیمار بن گئے تو ابن زیاد نے اپنے درباریوں

سے کہا کہ

کیا ہو گیا ہے کہ میں ہانی کو نہیں دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے ابن زیاد نے کہا کہ اگر مجھے اس کی بیماری کا علم ہوتا تو میں اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتا اور اس نے محمد بن اشعث، اسماعیل بن حارثہ اور عمرو بن جراح زبیری کو بلا یا اور اسی عمرو کی بیٹی ریحہ ہانی کی بیوی اور بیچی بن ہانی کی ماں تھی تو ان سے کہتے لگا کہ ہانی کو ہمارے پاس آنے سے کیا چیز مانع در کاوٹ ہے؟ وہ کہنے لگے ہمیں تو پتہ نہیں، کہا گیا ہے کہ وہ بیمار ہے تو ابن زیاد نے کہا کہ مجھے تو معلوم ہو رہا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے پس اس سے ملاقات کرو اور اسے حکم دو کہ وہ ہمارے اس حق کو نہ چھوڑے جو اس کے اوپر واجب ہے میں پسند نہیں کرتا کہ اس جیسا شخص جو انصاف اور بزرگان عرب میں سے ہے وہ میرے نزدیک فاسد اور خراب ہو جائے۔ چنانچہ وہ انخاص شام کے وقت ہانی کے پاس آئے اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ تجھے امیر کی ملاقات سے کیا چیز مانع ہے اس نے تیرا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیمار ہے تو میں ضرور اس کی عیادت کروں تو ہانی تو اس سے کہا کہ بیماری مجھے مانع ہے تو وہ اس سے کہنے لگے کہ اسے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہر رات اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہو، اور جان بوجھ کر اس کے پاس جلتے سے دیر کر رہے ہو اور دیر کرتے اور روگردانی کرتے کو حکمران برداشت نہیں کرتے ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلو، اس نے اپنا لباس منگو کر پہنا پھر اپنا چمر منگوایا اور سوار ہو کر جب دارالامارہ کے قریب پہنچا تو اس نے بعض چیزوں کو محسوس کیا تو اس نے حسان بن اسماعیل بن حارثہ سے کہا کہ اسے بھتیجے مجھے اس شخص سے خوف لگ رہا ہے میں تیری کیا رائے ہے تو وہ کہنے لگا چچا خدا کی قسم مجھے آپ کے متعلق کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا اور اپنے اوپر کسی چیز کو راہ نہ دیجئے حالانکہ حسان کو پتہ تھا کہ عبید اللہ نے انہیں اس کے پاس کیوں بھیجا تھا۔

حضرت ہانی عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے اور اس کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے پس جب ہانی سامنے آئے تو عبید اللہ کہتے لگا کہ اے ناداں تجھے تیرے پاؤں سے آگے ہیں تو جب ہانی ابن زیاد کے نزدیک پہنچے وہاں قاضی ثریا بھی موجود تھا تو اس کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے کہا۔

عذیرک من خلیلک من مواد

اربد حیاتہ ویرید قتلی

میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے کون ہے جو کہ قبیلہ مراد کے تیرے دوست کا عزیز ہے؟

جب آپ تشریف لائے تو ابتدا میں آپ کی عزت و تکریم کی اور مہربانی سے پیش آیا۔ ہانی نے کہا کہ اے امیر کیا بات ہے تو اس نے کہا پھوڑو اسے ہانی بن عروہ یہ کیسے معاملات ہیں جو تو نے مومنین کے امیر (یزید) کے لیے اپنے گھر میں ہتھیار اور لوگ جمع کر رہے ہو اور تمہارا گمان مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں ٹھہرایا ہوا ہے اور اس کے لیے اپنے گدے گھروں میں ہتھیار اور لوگ جمع کر رہے ہو اور تمہارا گمان ہے کہ یہ چیزیں تجھ پر خفی ہیں تو ہانی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور نہ مسلم میرے پاس ہے وہ کہتے لگا جی ہاں تم نے ایسا کیا ہے جب یہ باتیں ان کے درمیان ٹکرا رہی تھیں ہانی اتکار رہی کرتے رہے تو ان زیاد نے اس مقتل ثانی جاسوس کو بلایا وہ آکر سامنے کھڑا ہو گیا تو ان زیاد نے کہا کہ اس کو جانتے ہو، ہانی نے کہا کہ ہاں اور اس وقت ہانی کو معلوم ہوا کہ یہ تو ان کے خلافت جاسوسی کرتا تھا اور ان زیاد و کمران کی خبروں دیتا تھا تو وہ تھوڑے سے پریشان ہوئے لیکن جلد ہی ہوش سنبھالتے ہوئے بولے میری بات سنو اور میری گفتگو کی تصدیق کرو پس خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔

خدا کی قسم میں نے تمہیں اپنے گھر میں نہیں بلایا اور تمہیں ہی میں ان کے معاملہ کو جانتا ہوں وہ میرے پاس تشریف لائے میرے ہاں رہنے کی خواہش کی تو مجھے انکار کرتے سے شرم محسوس ہوئی اور غیرت آئی لہذا میں نے اپنے ہاں جہان رکھا اور پناہ دی اب اس کا معاملہ آپ تک پہنچ چکا ہے پس اگر چاہو تو میں ابھی آپ سے سخت قسم کا عہد و پیمان کرتا ہوں کہ میں آپ سے نہ بدی کروں گا نہ دھوکہ دوں گا اور اگر چاہتے ہو تو میں اپنی واپسی کے لیے آپ کے پاس کوئی چیز رہن و گروی رکھ چھوڑتا ہوں میں اتھیں جا کر لوگوں کا کہ میرے گھر سے نکل کر جہاں چاہیں پہلے جائیں تاکہ میں اپنی ذمہ داری اور پناہ دینے سے سبکدوش ہو جاؤں تو ان زیاد نے کہا کہ اس وقت تک نہیں جاسکتے جب تک انہیں حوالے نہ کر دو آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیا میں اپنا جہان اس لیے تمہارے حوالے کروں تاکہ تم اسے نقل کرو۔ جن پر وہ کہتے لگا خدا کی قسم میرے حوالے کرنا پڑے گا آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے سپرد نہیں کروں گا جب ان کے درمیان گفتگو طویل پکڑ گئی تو مسلم بن عروہ با صلی کھڑا ہو گیا اور کوثر میں اس کے علاوہ کوئی شامی اور بصری نہ تھا اس نے کہا۔

خدا امیر کو درست رکھے مجھے اور اسے خلوت میں جانے دیجئے تاکہ میں اس سے بات کروں، پس وہ کھڑا ہو گیا اور ابن زیاد سے ایک جانب ہو گئے لیکن وہ دونوں اس سے ایسی جگہ میں تھے کہ وہ انہیں دیکھ رہا تھا اور جب ان کی آواز بلند ہوتی تو ان کی گفتگو کو سن سکتا تھا تو مسلم نے اس سے کہا اے ہانی!

میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو اور اپنے قید کو تم مصیبت میں نہ ڈالو خدا کی قسم میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم قتل ہو جاؤ یے شک وہ شخص قوم کا قریبی ہے وہ اسے قتل نہیں کریں گے اور نہ نقصان پہنچائیں گے واپس اسے ان کے سپرد کر دو اور اس میں نہ تیرے لیے کوئی ذلت و رسوائی ہے اور نہ عیب ہے کیونکہ تم تو اسے حاکم کے سپرد کر رہے ہو تو ہانی نے جواب دیا۔

خدا کی قسم اس میں رسوائی ہے کہ میں اپنی پناہ میں آئے ہوئے اپنے جہان کو سپرد کروں جب کہ میں زندہ و سلامت

ہوں میں سنتا اور دیکھتا ہوں میرے بازو مضبوط اور میرے اعوان و مددگار بہت ہیں خدا کی قسم میں انہیں اس کے سپرد نہیں کروں گا، خدا کی قسم اگر میں اکیلا ہوتا اور میرا کوئی مددگار نہ ہوتا تب بھی میں حوالے نہ کرتا جب تک ان کے سامنے مرنا جاتا ہوں وہ انہیں قسمیں دیتا رہا اور ہانی کتنا رہا کہ خدا کی قسم میں انہیں اس کے سپرد کبھی نہ کروں گا۔

پس ابن زیاد نے یہ سنتا تو کہنے لگا کہ اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ آپ کو اس کے قریب لائے تو ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم تجھے اس کو میرے پاس لاتا ہوں گا ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا تو ہانی نے کہا پھر اس وقت خدا کی قسم تیرے گھر کے گرد و کثرت سے تلواریں لٹکائیں گی ابن زیاد نے کہا افسوس مجھے قاطع تلواروں سے ڈرتے ہو اور ہانی کا گمان تھا کہ اس قبیلہ اس کی حفاظت کرے گا پھر ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے اور قریب لاؤ پس قریب لایا گیا تو ابن زیاد نے ہانی کے چہرے پر چھڑی مارنا شروع کی پس وہ ہانی کے تاک پشانی اور رخسار پر چھڑی مانتا رہا یہاں تک کہ ہانی کی ناک ٹوٹ گئی خون چہرے اور داڑھی پر بہنے لگا اور اس کی پیشانی اور رخسار کا گوشت اس کی داڑھی پر گر گئے لگا یہاں تک کہ چھڑی ٹوٹ گئی اور ہانی نے ایک پیاسی کی تلوار پر ہاتھ مارا لیکن اس نے تلوار چھڑوانی اور اسے روک دیا تو عیدائش نے کہا

کیا آج سے حواری (خارجی) ہو بیٹے شک ہمارے لیے تمہارا خون حلال ہے پس اسے کہنے کے لیے جاؤ چنانچہ اس کے پیاسی جناب ہانی کو کہنے کے لیے گئے اور مکان کے ایک کمرہ میں ڈال کر دروازہ بند کر دیا اور ابن زیاد کے کہنے پر نگہبان مقرر کر دیا گیا پس حسان بن اسماء ابن زیاد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیشہ کی دھوکہ بازی چھوڑ دو تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس شخص کو لے آئیں یہاں تک کہ جب ہم اسے تیرے پاس لے آئے تو تو نے اس کی ناک اور چہرہ کی ہڈیاں توڑ دیں اور اس کا خون اس کی داڑھی پر بہا یا اور یہ گمان بھی کیا کہ اسے قتل کر دو گے، تو عیدائش نے کہا کہ تم ابھی یہاں ہو پس اس کے متعلق حکم دیا تو اسے مارے گئے اور اسے جھنجھوڑا گیا اور ایک طرف بٹھا دیا گیا تو محمد بن اشعث نے کہا ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں وہ ہمارے نفع میں ہو یا نقصان میں امیر تو ادب سکھاتا ہے اور تادیب دیتا ہے۔

عمر بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا تو وہ بدرجہ قبیلہ کو لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ قھرالامارہ کو گھیر لیا اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے پھر اس نے پکار کر کہا کہ میں عمرو بن حجاج میں ہوں اور یہ قبیلہ بدرجہ کے شاہ سوار اور چہرے چہرے ہیں ہم اطاعت سے گلو خلائی نہیں چاہتے اور نہ جماعت میں تفرقہ ڈالتے ہیں انہیں یہ خبر ملی ہے کہ ان کا ساتھی قتل ہو گیا ہے تو عیدائش بن زیاد سے کہا گیا کہ یہ بدرجہ قبیلہ دروازے پر کھڑا ہے تو اس نے شریح سے کہا کہ ان کے ساتھی کے پاس جا کر دیکھو اور پھر جا کر انہیں بتاؤ کہ وہ زندہ ہے اسے قتل نہیں کیا پس شریح حضرت ہانی کے پاس گیا اور اس کو دیکھا اور جناب ہانی نے جب شریح کو دیکھا تو کہا۔

اے اللہ! اے مسلمانو! کیا میرا قبیلہ ہلاک ہو گیا ہے اہل دین کہاں ہیں اہل شہر کہاں ہیں اور خون ہانی کی داڑھی پر بہ رہا تھا اچانک آپ نے محل کے دروازے پر بیچھڑی پکارا سنی تو کہا کہ۔

مجھے لگان ہے کہ یہ قبیلہ مذبح اور مسلمانوں میں سے میرے شیعوں کی آوازیں ہیں اگر ان میں سے دشمن آدمی بھی میرے پاس آجائیں تو وہ مجھے چھڑوا لیں پس جب شریع نے آپ کو بات کرتے سنا تو وہ آتے والوں کی طرف نکلا اور چاکر کہنے لگا کہ جب امیر نے تمہارا یہاں آنا اور تمہاری اپنے صاحب کے بارے میں بات سنی تو مجھے حکم دیا کہ میں اس کے پاس جاؤں لہذا میں گیا ہوں اور اسے دیکھا ہے پس اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں سے ملوں اور تمہیں بتاؤں کہ وہ زندہ ہے اور جو تمہیں اس کے قتل کی خبر ملی ہے وہ غلط ہے تو عمرو بن حجاج نے کہا اگر وہ قتل نہیں ہوا تو خدا کی حمد و شکر ہے اور واپس چلے گئے عبید اللہ بن زیاد نکلا اور منبر پر چڑھ گیا اور اس کے ساتھ بڑے لوگ فوجی اور اس کے نوکر چاکر تھے اور اس نے کہا:

ابعداے لوگو! پس اللہ اور اپنے لیڈروں کی اطاعت سے تمسک پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو جاؤ ورنہ ہلاک ذلیل اور قتل کر دیئے جاؤ گے تم سے روگردانی کی جگہ لے گی اور تمہیں محروم کیا جائے گا تیرا بھائی وہ ہے جو تجھے سچی بات کہے اور اس نے عذر پورا کیا جس نے ڈرایا، پھر وہ اترنے لگا ابھی وہ منبر سے اترنا نہیں تھا کہ تنجبان مسجد کے باب تمارین سے تیزی سے داخل ہوئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ سلم بن عقیل آگیا، تو عبید اللہ حلیہ سے قمر میں داخل ہو گیا اور اس کے دروازے بند کرادیئے۔

عبید اللہ بن حازم کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں قصر الامارہ میں سلم بن عقیل کا قاصد تھا تاکہ میں دیکھوں کہ باقی کے ساتھ کیا ہوا تو جب اسے پٹیا لگا اور کمرے میں بند کر دیا گیا تو میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں سلم بن عقیل کے پاس تجربے کر گھر میں داخل ہونے والا پہلا شخص تھا، پس اچانک قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہو گئیں اور وہ بیخ کر پکار رہی تھیں، یا عجزت یا انکلاہ ہائے آتسور یا ہائے عبرت اور ہائے گمشدگی، پس میں جناب سلم کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے اصحاب میں منادی کر دوں کہ جن سے ارد گرد کے گھر بھرے ہوئے تھے اور ان میں چار ہزار مرد تھے پس آپ نے اپنے منادی سے کہا کہ یہ منادی کرو کہ

”یا منصور ابرہہ! اے نصرت کیے ہوئے آگے بڑھو، پس میں نے یہ منادی کی یا منصور امت، اے منصور آگے پس ہل کو قہ ایک دوسرے کو اسی نقطہ سے پکارتے لگے اور جب وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو سلم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے سرداران قبائل کو علم دیا کہ جو کندہ، مذبح، تمیم، اسد، مضر اور ہمدان قبائل تھے اور لوگوں کو بلایا وہ جمع ہو گئے ہم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ مسجد اور بازار لوگوں سے پُر ہو گئے اور وہ شام تک جوش و ولولہ دکھاتے رہے اور عبید اللہ پر معاملہ بہت تنگ ہو گیا اور اوران کا کارنامہ یہی تھا کہ قصر کا دروازہ مقبوطی سے روکا جائے اور قمر میں اس کے پاس تیس سپاہی اور بیس سرکردہ لوگ اس کا خاندان اور مخصوص اور جو اشرف اس سے دور تھے وہ اس کے پاس اس دروازے سے آتے تھے جو دارالرومین سے متصل تھا اور قمر میں جو لوگ ابن زیاد کے پاس موجود تھے وہ لوگوں کو اوپر سے جھانک کر دیکھتے اور وہ لوگ انہیں پتھر مارتے، گایاں دیتے اور عبید اللہ اور اس کے باپ کو سخت برا بھلا کہتے تھے پس ابن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ باہر جائے ان لوگوں کی طرف مہدیج میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور کو قہ میں چل پھر لوگوں

کو ابن عقیل کی مدد سے روکے اور انہیں جنگ اور عمران کی سزا سے ڈرائے اور محمد بن اشعث سے کہا کہ وہ ان لوگوں کی طرف جائے جو قبیلہ کنہہ اور حضرموت میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور جو لوگ اس کے پاس آجائیں امان کا جھنڈا ان کے لیے بلند کرے اور اسی قسم کا اس نے ققاع ذہلی شہد بن ربیع تمیمی جھاز بن ابجر علی اور ثمر بن ذوالجوشن عامری کو حکم دیا اور باقی بڑے لوگوں کو اپنے پاس ان کی وحشت کو دور کرنے کے لیے روک رکھا کیونکہ اس کے پاس جو لوگ تھے ان کی تعداد کم تھی پس کثیر بن شہاب نکلا اور وہ لوگوں کو جناب مسلم کی مدد سے باز رکھنے لگا اور محمد بن اشعث بنی عمار کے گھروں کے پاس جا کر ٹھہر گیا اور جناب مسلم بن عقیل نے مسجد سے محمد بن اشعث کی طرف عبدالرحمن بن شریح شہابی کو بھیجا جناب ابن اشعث نے آنے والوں کی کثرت کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گیا۔

محمد بن اشعث، کثیر بن شہاب، ققاع بن ثور ذہلی شہد بن ربیع لوگوں کو جناب مسلم کے ساتھ ملحق ہونے سے روکتے اور انہیں سلطنت سے ڈراتے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس ان کی قوم اور دوسرے لوگوں میں سے کافی لوگ جمع ہو گئے پس یہ لوگ ابن زیاد کے پاس دارالرومیین والی جگہ سے گئے اور وہ لوگ ان کے ساتھ محل میں داخل ہوئے تو ابن زیاد سے کثیر بن شہاب نے کہا۔

خدا امیر کی درستی و اصلاح کرے آپ کے ساتھ محل میں اشراف فوجوں اور آپ کے خاندان اور ہمارے دوستوں میں سے بہت سے لوگ موجود ہیں لہذا ہمیں نے ان کے مقابلہ کے لیے باہر نکلے، تو عبید اللہ نے انکار کیا اور شہد بن ربیع کو ایک علم دے کر باہر بھیجا۔

ادھر جناب مسلم کے ساتھ شام ہوئے تنگ لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی اور ان کا معاہدہ شدت میں تھا پس عبید اللہ نے اشراف کے پاس کو بھیج کر انہیں جمع کیا جو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے اطاعت کرتے والوں کے لیے مواقع اور عزت و حکومت کی امید لائی اور ناقراؤں کو خردی اور سزا سے ڈرایا اور انہیں یاد کرایا کہ شام سے لشکر پہنچ رہا ہے اور کثیر بن شہاب نے گفتگو کی یہاں تک کہ سورج غروب ہوتے لگا تو اس نے کہا اے لوگو!

اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ شروفا دیں جلدی نہ کرو اور اپنے آپ کو قتل ہونے کے لیے جلدی پیش نہ کرو بے شک مومنین کے امیر یزید دہلیدہ کے لشکر آگے بڑھ رہے ہیں اور امیر نے یہ عہد و پیمان دیا ہے اگر تم ان سے جنگ کرتے پر ڈٹے رہے تو تمہاری اولاد عطیات و بیت المال کے حصہ سے محروم اور تم میں سے جنگ کرنے والوں کو غلام بنا کر اہل شام میں تقسیم کر دیا جائے گا اور وہ بیمار کے ساتھ تندرست سے اور حاضر کے ساتھ غائب سے بھی ہواخذہ کیا جائے گا یہاں تک کہ خلاف ورزی کرتے والا کوئی نہیں بچے گا مگر اس کے گئے کی اسے سزا دی جائے گی۔

اشراف و رؤسا قیام لے بھی اسی قسم کی گفتگو کی تو جب لوگوں نے ان کی باتیں سنیں تو متفرق ہونے لگے ایک عورت اپنے بھائی اور بیٹے کے پاس آکر کہتی واپس چلو، لوگ تمہاری کفایت کریں گے یعنی اور لوگ کافی ہیں تمہارے ایک سے کیا ہوگا!

اور مرد اپنے بھائی اور بیٹے کے پاس آتا اور کہتا کہ کل شام کے لوگ تمہارے پاس آجائیں گے تو پھر جنگ اور سختی کے وقت کیا کرو گے واپس چلوں وہ اسے واپس لے جاتا اور وہ مسلسل متفرق اور منتشر ہوتے رہے، یہاں تک کہ جناب ابن عقیل نے شام کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی تو آپ کے ساتھ صرف تیس آدمی مسجد میں تھے پس جب انہوں نے دیکھا کہ ابھی شام ہوئی ہے اور صرف یہی اشخاص باقی رہ گئے تو مسجد سے قبیلہ کندہ کے دروازوں کی طرف نکلے ابھی ان دروازوں تک پہنچے تھے کہ ان کے ساتھ صرف دس افراد باقی رہ گئے پھر ایک دروازے پر پہنچے تو کوئی راستہ بتاتے والا بھی نہ تھا انہوں نے مل کر دیکھا تو کوئی آدمی نہ پایا جو انہیں راستہ بتاتا یا ان کے گھر کی طرف راہنمائی کرتا یا اگر کوئی دشمن ان کے درپے ہوتا تو وہ ان کی مدد کرتا پس حیران و پریشان کو قمر کی گلیوں میں چلتے رہے تبیں باتیں تھیں کہ کہاں جائیں یہاں تک کہ وہ قبیلہ کندہ کی شاخ بنی جلیہ کے گھروں کے طرف نکل گئے پس چلتے چلتے طوعہ نامی ایک عورت کے دروازے تک پہنچے یہاں شدت بن قیس کی کینز تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا تو اب حضرت جی نے اس سے شادی کر لی جس سے اس نے بلال کو جنم دیا۔ یہ بلال لوگوں کے ساتھ باہر نکلا اور اس کی ماں کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی کہ جناب مسلم بن عقیل نے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا کہ اے کینز خدا مجھے پانی پلا دو اس نے آپ کو پانی پلا دیا آپ وحیں بیٹھ گئے وہ برتن اندر رکھ کر واپس آئی اور کہنے لگی کہ اے بدہ خدا تو نے پانی نہیں پیا فرمایا کہ ہاں پی لیا ہے کہتے لگی کہ پھر اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو آپ خاموش ہو گئے اس نے دوبارہ کہا تو آپ پھر خاموش رہے اس نے تیسری بار کہا کہ سبحان اللہ اے اللہ کے بندے خدا تمہیں عاقبت دے اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تمہارے بے میرے دروازے پر بیٹھنا درست نہیں اور نہ ہی میں تمہیں اس کی اجازت دیتی ہوں تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے کینز خدا اس شہر میں میرا گھر اور قبیلہ و خاندان نہیں ہے تو کیا تو اجراور نیکی کرنا چاہتی ہے شاید آج کے دن کے بعد کسی دن میں تمہیں اس کا بدلہ دے سکوں، تو اس نے کہا اے خدا میرے کیا بات کرتے ہو۔

فرمایا کہ

میں مسلم بن عقیل ہوں اس قوم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے دھوکہ دیا ہے۔
وہ کہنے لگی کہ آپ مسلم نہیں! فرمایا کہ ہاں،

وہ کہنے لگی! اندر تشریف لائے تو آپ اس کے مکان کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اس کمرے کے علاوہ کہ جس میں وہ خود رہتی تھی اس نے اس میں فرش و لیٹر کیا اور رات کا کھانا آپ کے سامنے پیش کیا لیکن آپ نے نہیں کھایا تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس کا لڑکا آگیا پس اس نے دیکھا کہ وہ خاتون بار بار اس کمرہ میں جاتی آتی ہے تو وہ کہنے لگا کہ آج رات تیرا کثرت سے اس کمرے جانا آتا مجھے شک ہیں ڈالتا ہے تیرے بے کوئی خاص بات ہے اس نے کہا کہ اس پر زیادہ پریشان نہ ہو تو وہ کہنے لگا کہ تجھے خدا کی قسم مجھے ضرورتاً وہ کہنے لگی کہ اپنا کام کرو اور مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کرو پس اس نے اس پر اصرار کیا تو کہنے لگی اے بیٹا لوگوں میں سے کسی کو اس بات کی خبر نہیں کرو گے جو میں تمہیں بتاتی ہوں تو کہنے لگا ہاں نہیں بتاؤں گا۔

تو اس خاتون نے اس سے تمسک لیا جب اس نے قم کھائی تو اس نے اسے تمام واقعہ بتا دیا تب وہ خاموشی سے سو گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل

لڑائی اور شہادت

جب لوگ حضرت مسلم بن عقیل کو پھونڈنے کے اور ابن زیاد نے کچھ عرصہ تک جناب ابن عقیل کے اصحاب کے بارے میں وہ سرگرم باتیں نہ سنیں جسے پہلے سن رہا تھا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تانک بھانک کر دیکھو کیا ان میں سے کوئی دکھائی دیتا ہے انہوں نے تو جھٹکے دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا کہنے لگا دیکھو شاید وہ چھپ کر تمہارے لیے مورچہ بن گئے بیٹھیں ہوں دیکھو کچھ ابن زیاد آپ کے ساتھیوں سے بہت زیادہ ڈرا ہوا تھا لیکن اب آپ کے بزدل ساتھیوں کی ایک تخت خاموشی سے حیران تھا چاہتا تھا کہ سمجھ میں آجائے کہ کوئی تقریر کرے لیکن ڈر رہا تھا کہ کہیں آپ کے اصحاب سمجھ میں چھپ کر انہیں نشانہ نہ بن گئے بیٹھیں ہوں اس لیے پھان بین کر دار ہا تھا) لہذا انہوں نے مسجد کے تختوں کو دھکیا اور اپنے ہاتھوں میں آگ کے شعلے لے کر جھک جھک کر دیکھتے وہ شعلے کبھی تو روشن ہوتے اور کبھی جیسے وہ چلتے تھے روشنی نہ دیتے جس پر انہوں نے قندیلوں کو روشن اور سرکندوں کے ہاتھوں کو چورسیوں سے بندے تھے ان میں مشعلیں رکھی اور جھکا کر زمین تک اور پھتوں کے ایک سرے سے آخر تک درمیان میں حتیٰ کہ پھت کے اس حصہ کو بھی دیکھا جس کے نیچے منیر تھا جب کچھ نہ پایا تو ابن زیاد کو اطلاع دی کہ لوگ جا چکے ہیں تو اس نے مسجد میں جاتے والا لیکری کا دروازہ کھولا اور نکل کر منیر پر گیا۔ اس کے ساتھی بھی ساتھ تھے انہیں علم دیا جو نماز کی مانند ٹھہ گئے عمر بن نافع کو کہا جس نے منادی کی۔

یاد رکھو ہم بڑی الذمہ ہے ہر اس شخص سے جو نماز عشاء مسجد کے بغیر کہیں پڑھے وہ شخص سپاہی ہو، تقیب ہو جنگ سے علیحدہ رہا ہو یا جنگ میں شریک رہا ہو۔

ایک گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ مسجد لوگوں سے پُر ہو گئی اس نے اپنے منادی کو حکم دیا تو اس نے نماز کی اقامت کہی اور اس نے اپنے محاذ پر اپنے پیچھے کھڑے کئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں کہ کوئی اچانک اسے دھوکہ سے قتل نہ کر جائے اور لوگوں کو نماز پڑھانی پھر منیر پر جا کر اللہ کی حمد و ثناء کی اور کہنے لگا۔

ایبعد بے تنک ابن عقیل بیوت و قوت جاہل اختلاف و افتراق سے لے کر آیا جسے تم نے دیکھ لیا پس اللہ کا ذمہ اس شخص سے بڑی ہے جس کے گھر میں ہم مسلم کو پائیں اور جو اس کو لے کر آئے اس کو اس کا خون بہا دیا جائے گا اللہ سے ڈرو اللہ کے بندو اور اپنی اطاعت و بیعت کو لازمی پکڑو اور اپنے آپ پر راستہ نہ قرار دو،

اے حسین بن نمیر بن مال تبر غم میں روئے تبر دار کو ذرہ کی کسی گلی کا دروازہ نگہبان کے بغیر ہو یا یہ شخص نکل جائے اور
تو اسے پکڑ کر نہ لے آیا اور میں نے تجھے اہل کو ذرہ کے تمام گھروں پر مسلط کیا ہے پس کوئی نگران گلی کو چوڑاؤں میں بھیج دے
اور کل صبح کو تمام گھروں کی تلاشی لے اور ان کے اندر دیکھ بھال کر کے اس شخص کو میرے پاس لے آ۔

حسین بن نمیر اس کے احوال و انصار کا اصرار تھا اور وہ نبی تیمم میں سے تھا، پھر ابن زیاد قصر میں چلا گیا اور اس نے عمرو بن حرث
کو ایک جھنڈا دیا اور اسے لوگوں کا امیر مقرر کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دربار لگایا اور لوگوں کو عام اجازت دی لوگ اس کے
پاس آنے لگے محمد بن اشعث آیا تو ابن زیاد کہنے لگا کہ
مر جا اے وہ شخص کہ جس سے نہ دھوکہ دینے کی توقع ہے اور جو نہ متھم ہے۔

اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس بڑھیا دلوہ کے بیٹے نے صبح سویرے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو خبر دی کہ مسلم بن عقیل
اس کی ماں کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

پس عبدالرحمن بڑھا یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کے پاس آیا اور اس سے کان میں بات کی ابن زیاد اس کی سرگوشی کو بھانپ
گیا پس ابن زیاد نے وہ چھڑی جو اس کے پہلو میں تھی اس پر لگا کر کہا کہ
”کھڑے ہو جا اور اسے بھی ابھی میرے پاس لے آؤ۔“

پس وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اپنے کچھ آدمی بھیجے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہر قوم و قبیلہ ناپسند کرتا ہے کہ مسلم بن عقیل ان
میں مارا جائے اور اس کے ساتھ عبید اللہ بن عباس سلمیٰ کو بھی قبیلہ قیس کے سردار میمون کے ساتھ کر دیا، یہاں تک کہ یہ اس گھر تک پہنچے کہ
جس میں مسلم بن عقیل تھے،

جناب مسلم نے جب گھوڑوں کے ٹاپوں اور لوگوں کی آواز سنی تو جان گئے کہ وہ انہی کی طرف آ رہے ہیں آپ اپنی تلوار لے کر
نکلے لیکن وہ گھر میں گھس آئے تو آپ نے ان پر حملہ کیا اور تلوار سے مار مار کر گھر سے بھاگ دیا پھر دوبارہ وہ پلٹ آئے تو دوبارہ ان
پر اسی طرح حملہ کیا پس آپ میں اور بکر بن حمران امیری میں تلواروں کا مقابلہ ہوا تو بکر نے آپ کے چہرے پر تلوار باری جس سے آپ
کا اوپر والا ہونٹ کٹ گیا اور تیزی سے تلوار نیچے ہونٹ میں بھی چلی گئی جس سے آپ کے سامنے کے دو دانت اکھاڑ دیئے
اور جناب مسلم نے اس کے سر پر بری طرح تلوار باری اور دوسرا در اس کے کندھے کے جوڑ پر کیا قریب تھا کہ اس کے شکم تک چلا
جائے جبکہ انہوں نے آپ سے یہ دیکھا تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر بھاگنے لگے آپ کو پتھر مارتے اور سر کنڈوں کے بانٹوں
میں آگ جلا کر جھوتوں پر سے آپ پر پھینکتے جب آپ نے ان کی یہ روش دیکھی تو آپ اپنی تلوار سوتے ہوئے گلی بن ان کی
طرف نکل آئے تو محمد بن اشعث نے کہا کہ آپ کے بیٹے ان ہاں سے اپنے آپ کو قتل ذکر و لیکن آپ ان سے جنگ کرتے
ہوئے کہہ رہے تھے۔

و یجمل البارد سحرنا مڈا رد شعاع الشمس فاستنقرا

کلی امری یوما ملاق شدرا احاف ان الکذب اد اغرا

میں نے تم کھائی ہے کہ آزادی اور شرافت کی موت مردوں اور میں موت کو ایک اصنی چیز محسوس کر رہا ہوں موت ٹھنڈی چیز کو گرم اور کڑوا بنا دیتی ہے جس طرح سورج کی شعاعیں پلٹ کر رک جاتی ہیں ہر شخص کسی دن مصیبت سے دوچار ہوتا ہے مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولا جائے یا مجھے دھوکہ دیا جائے۔

تو محمد بن اشعث آپ سے کہنے لگا کہ

درد آپ سے جھوٹ بولا جا رہا ہے اور نہ آپ سے دھوکہ ہوگا آپ گھبرائیں نہیں یہ قوم آپ کے قریبی ہیں وہ آپ کو قتل نہیں کریں گے اور نہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے،

آپ پتھروں کے لگنے سے کمزور ہو گئے اور جنگ سے تھک چکے تھے سانس پھول گیا تھا اور آپ نے اپنی پشت اس گھر سے لگا لی تھی تو ابن اشعث نے یہ بات دوبارہ کہی آپ کے لیے امان ہے۔

تو آپ نے فرمایا

کیا میں امن میں ہوں؟ اس نے کہا ہاں!

تو آپ نے ان لوگوں سے کہلوا ابن اشعث کے ساتھ تھے،

کیا میرے لیے امان ہے؟ سب نے ہاں کہا سو اے عبید اللہ بن عباس سلی کے وہ کہنے لگا کہ

اس معاملے میں میری ترافٹ ہی ہے اور نہ اونٹ، یعنی مجھے اس میں کوئی دخل نہیں اور وہ ایک طرف ہو گیا تو جناب مسلم نے

فرمایا کہ

اگر تم مجھے امان نہیں دیتے تو میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دیتا،

ایک خچر لاکر آپ کو اس پر سوار کیا گیا لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے آپ کی تلوار چھین لی گئی گو یا اس وقت آپ پر ایک یا دو

کا عالم تھا آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر فرمایا کہ

اے پہلا دھوکہ اور خیانت ہے،

تو محمد بن اشعث نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کچھ نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا کہ

یہ تو صرف امید ہی ہے وہ تمہاری امان کہاں گئی! انا اللہ وانا الیہ راجعون اور آپ رونے لگے۔

تو عبید اللہ بن عباس سلی نے آپ سے کہا کہ

ہو شخص اس چیز کو طلب کرتا ہے کہ جس کو آپ نے طلب کیا ہے اس پر جب آپ کی طرح کوئی مصیبت نازل ہو تو

وہ روتا نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

خدا کی قسم میں اپنی ذات کے لیے نہیں رو رہا اور نہ اس کے قتل ہونے کا مشیر پڑھ رہا ہوں اگرچہ میں اپنی جان کے تلف ہونے کو ایک آنکھ چھپکنے جتنا بھی پسند نہیں کرتا لیکن میں تو اپنے خاندان کے لیے رو رہا ہوں جو میری طرف آرہے ہیں میں حسین علیہ السلام کے لیے روتا ہوں ۔

پھر آپ محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ۔

اے اللہ کے بندے میں سمجھتا ہوں کہ تم عنقریب میری امان سے عاجز ہو جاؤ گے تو کیا تمہارے پاس کوئی خیر و بھلائی ہے اور یہ استطاعت ہے کہ اپنی طرف سے کسی شخص کو بھیجو جو میری زبانی حسین کو یہ پیغام دے کہ تو تکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اور ان کے اہل بیت تمہاری طرف روانہ ہو چکے ہیں یا کہ روانہ ہو جائیں گے اور وہ شخص آپ سے کہے کہ

ابن عقیل نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے جو قوم کے ہاتھ میں قید ہے رات تک مار دیا جائے گا اور وہ کہتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قرآن جائیں آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ واپس چلے جائیں ہاں کہ اہل کوفہ آپ کو دھوکہ نہ دیں یہ آپ کے باپ کے وہی برے اصحاب (ساتھی) ہیں جو ان سے دور ہونا چاہتے تھے اس طرح کہ آپ کے باپ و جائیں یا مار دیے جائیں اور اہل کوفہ نے آپ سے بھڑک بول رہے اور بھولے شخص کی کوئی رائے نہیں ہوتی ، تو ابن اشعث کہنے لگا کہ ،

خدا کی قسم میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد کو یہ بھی بتاؤں گا کہ میں نے آپ کو امان دی ہے ،

پھر ابن اشعث آپ کے کہنے کو قصر کے دروازے کی طرف بڑھا اور اجازت چاہی تو اجازت ملی تو وہ ابن زیاد کے پاس گیا اور اسے جناب مسلم کے واقعہ اور بگڑاؤ آپ کو ضرب لگانا اور خود اس کا آپ کو امان دینے کی اطلاع دی تو ابن زیاد نے کہا ۔
گو کہ ہمارے امان دینے والا گویا ہم نے تجھے امان دینے بھیجا تھا ہم نے تو تجھے صرف اس لیے بھیجا تھا کہ اسے ہمارے پاس لے آؤ ۔

ابن اشعث خاموش ہو گیا اور جناب مسلم قصر کے دروازے تک پہنچے آپ کو سخت پراس گئی تھی اور قصر کے دروازے پر کچھ لوگ اجازت ملنے کے منتظر بیٹھے تھے جن میں عمارہ بن عقیقہ بن معیط عمرو بن حریت ، مسلم بن عمرو اور کثیر بن شہاب تھے دروازے پر ایک ٹھنڈے پانی کی مارجی رکھی تھی تو جناب مسلم نے فرمایا کہ

مجھے اس میں سے پانی پلاؤ

تو مسلم بن عمرو کہنے لگا ۔

کیا تم دیکھتے ہو کہ کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن خدا کی قسم تم اس میں سے ہرگز نہیں پیو گے یہاں تک کہ جا کر جہنم کا گرم پانی پیو تو جناب مسلم نے فرمایا ۔

تو ہلاک ہو، تو کون ہے، تو وہ کہنے لگا کہ میں وہ ہوں کہ جس نے حق کو پہچانا جب کہ تم نے اس کا انکار کیا، اپنے اباؤں کو تو اس کی جب کہ تم نے اسے دھوکہ دیا اور اس کی اطاعت کی جب کہ تم نے اس کی مخالفت کی میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں، تو جناب مسلم نے فرمایا کہ

تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کس قدر تندرست فراح، جفا کار اور سخت دل ہے اسے ابن باہلہ تو جہنم کے گرم پانی اور اس میں ہمیشہ رہتے کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے۔

پھر آپ بیٹھ گئے اور دیوار سے ٹیک لگائی تو عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو بھیجا وہ آپ کے پاس پانی کی صراحی لے آیا کہ جو رو مال سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک پیالہ تھا پس اس نے پیالہ میں پانی ڈال کر دیا اور کہا کہ پیچھے پس آپ نے پیالہ لیا لیکن جب آپ پانی پینا چاہتے تو پیالہ آپ کے منہ کے خون سے پُر ہو جاتا پس آپ اسے نہ پی سکتے آپ نے دو تین مرتبہ ایسا کیا جب تیسری مرتبہ پینے لگے تو آپ کے اکٹھے دو دانت اس میں جا گئے تو آپ نے فرمایا کہ

”اگر یہ میرے مقسوم رزق میں ہوتا تو پی لیتا،“

اسنے میں ابن زبیر کا اپنی لہجہ آیا اس نے آپ کو دیکھا کہ اس نے جانے کا حکم دیا چنانچہ جب آپ اس کے پاس گئے تو ابن زبیر کو سلام نہ کیا تو آپ سے ایک محافظ نے کہا کہ امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ

اگر وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہوتا تو میرا اس پر سلام نہیں اور اگر مجھے

قتل کرنا نہیں چاہتا تو میرا اس کو بہت سلام دکھا ہرگز یہ الفاظ جناب مسلم کی عظمت کے مد نظر درست معلوم نہیں ہوتے بلکہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے یہ جواب دیا کہ امیر احبیب کے علاوہ کوئی امیر نہیں، مترجم ابن زیاد نے کہا۔

میری جان کی قسم کہ تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔

فرمایا یہ بات ہے اس نے کہا کہ ہاں!

تو آپ نے فرمایا کہ

مجھے جہالت دو کہ میں اپنی قوم کے کسی شخص کو وصیت کروں!

اس نے کہا کہ لو، تو جناب مسلم نے ابن زیاد کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں پر نظر دوڑائی اور ان میں عمر بن سعد بن ابی وقاص بھی تھا آپ نے فرمایا۔

اے عمر بن سعد اور میرے درمیان ایک رشتہ ہے میری ایک حاجت ہے جسے پورا کرنا تیرے لئے لازم ہے اور وہ ایک راز ہے۔

پس عمر نے اس کے سنتے سے انکار کر دیا تو عبید اللہ نے اس سے کہا کہ تم اس سے کیوں انکار کرتے ہو کہ اپنے رشتہ دار کی حاجت میں غور کرو!

پس وہ آپ کے ساتھ اٹھا اور وہاں جا کر بیٹھ گیا کہ جہاں سے عید اللہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کوہ میں ٹھہر کر قرض ہٹے جو میں نے لیا ہے اور وہ سات سو درہم ہیں تم میری تلوار اور زردیچ کر اسے میری طرف سے ادا کرنا اور جب میں قتل ہو جاؤں تو میری لاش کو این زیادہ سے مانگ کر اسے زمین میں پھسا دینا اور کسی کو حسین کے پاس بھیج دو تمہیں لکھا تھا اور اس میں یہ بتایا تھا کہ لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ ہی رہے ہوں گے۔
تو عمر نے ابن زیاد سے کہا کہ اسے امیرا آپ کو پتہ ہے کہ اس نے کیا کہا ہے اس نے یہ یہ باتیں ذکر کی ہیں تو ابن زیاد نے اسے کہا کہ

وا تھا این خیانت نہیں کرے گا لیکن کبھی خائن انسان کو امین سمجھ لیا جاتا ہے (یعنی اگر تو امین ہوتا تو مسلم سے خیانت نہ کرتا ہو اس نے راز دار نہ بتایا اسے تو نے فاش کر دیا حضرت مسلم نے امین سمجھا لیکن وہ خائن تکلام رہا ان کا مال تو وہ تمہارے اختیار میں ہے ہم تمہیں منع نہیں کرتے کہ اس کی لاش تو جب تم قتل کر دیں گے تو پھر میں اس کی پرواہ نہیں کر اس سے کیا کیا جملے رہا حسین کا معاملہ تو اگر انہوں نے ہمارا قصد کیا تو ہم اس کا قصد نہیں کریں گے پھر ابن زیاد آپ سے کہتے لگا۔

ہاں اسے ابن عقیل اتم لوگوں کے ہاں آئے جب کہ وہ منجم اور متفق تھے تم نے ان میں افتراق ڈالا اور ان کے اتفاق کو اختلاف میں تبدیل کیا اور بعض کو بعض پر ابھارا۔

تو آپ نے فرمایا

ہرگز نہیں میں اس بے نہیں آیا تھا اہل شہر کا خیال تھا کہ تیرے باپ نے ان کے اچھے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے خون بہائے ان میں قبصر و کسریٰ والے کام کیے پس ہم ان کے پاس آئے ہیں تاکہ تمہیں عدل کا حکم دیں اور تمہیں کتاب خدا کے حکم کی طرف بلائیں۔

تو ابن زیاد نے آپ سے کہا

اے خاسق تھے ان چیزوں سے کیا لگاؤ تو نے ان لوگوں میں ان چیزوں پر اس وقت عمل کیوں نہیں کیا جب تم مدینہ میں تھے اور شراب پیتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں شراب پیتا تھا؟

یاد رکھو خدا کی قسم خدا جانتا ہے کہ تم اس بات میں سچے نہیں ہو اور تم بغیر علم و دلیل کے بات کر رہے ہو اور میں ایسا نہیں جیسا تو نے ذکر کیا ہے اور میری نسبت شراب پینے کے زیادہ حقدار اور اس کے ساتھ وہ اولویت رکھتا ہے جو مسلمانوں کے خون پینا اور اس نفس کو قتل کرنا ہے کہ جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے اور وہ خون جس کا بہنا حرام قرار دیا اسے غضب و عداوت اور بدگمانی کی بنا پر بہا تا ہے اور وہ ہر دلعب یوں کرتا ہے گویا اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے۔

تو آپ سے ابن زیاد نے کہا

اے فاسق تیرا نفس اس چیز کی تمنا کرتا ہے کہ جس کے درمیان خدا نے حائل و مانع پیدا کیا ہے اور خدا تجھے اس چیز کا اہل نہیں سمجھتا۔

تو جناب مسلم نے کہا

اگر ہم اس کے اہل نہیں تو پھر کون اس کا اہل ہے؟

تو ابن زیاد نے کہا

امیر المؤمنین یزید

تو جناب مسلم نے فرمایا

خدا کی حمد ہے ہر حالت میں ہم اللہ کو تمہارا رے اور اپنے درمیان فیصلہ کرتے کے لیے پسند کرتے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا

خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں کہ اسلام میں جس طرح کوئی قتل نہ ہوا ہو۔

جناب مسلم نے کہا

ہاں ہاں تو زیاد تو حق رکھتا ہے کہ اسلام میں ایسی بدعت جاری کرے جو پہلے نہ ہو تو وہ چھوڑ کر قتل کرنا اور قبیح طریقہ سے شہدہ دناک کان کاٹنا اور حدیث سیرت پر چلنا اور کسی پر کینگی سے غلبہ حاصل کرنا۔

پس ابن زیاد آپ کو امام حسینؑ اور حضرت علیؑ اور جناب عقیل کو گالیاں دینے لگا اور جناب مسلم خاموش ہو گئے اور وہ

کوئی بات نہیں کرتے تھے، پھر ابن زیاد نے کہا قصر کے اوپر لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا کر پھینک دو اور اس کے پیچھے

بدن بھی پھینک دو۔

تو جناب مسلم نے فرمایا

اگر تیرے اور میرے درمیان رشتہ داری ہوتی تو تم مجھے قتل نہ کرتے دکنائے اس بات سے کہ تو تارا دہے (یہ حلال

زادہ کا کام نہیں)۔

تو ابن زیاد کہنے لگا۔

وہ کہاں ہے کہ جس کے سر پر ابن عقیل نے تلوار ماری تھی تو یکسے عمران احمدی کو بلایا گیا اور اس کے کہا کہ اوپر جاؤ

اور تم ہی اس کی گردن اڑاؤ۔

پس آنجناب کو قصر کے اوپر لے جایا گیا اور آپ تکبیر پڑھتے اللہ سے استعفا کرتے اور اس کے رسول پر درود

پڑھتے تھے اور کہتے کہ

خدا یا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو فیصلہ کر، جنہوں نے ہم سے بھڑکے، بولا دھوکہ دیا اور ہماری درود

چھوڑ دی۔

اور آپ کو وہاں سے گذار گیا جہاں آج کل دروازہ صاحب کتاب الارشاد جوتے بنانے والے بیٹھتے ہیں پس آپ کی گردن اڑا لی گئی اور سر کے پیچھے ہی بدن بھی نیچے پھینکا گیا۔

شہادت حضرت ہانی بن عروہ

محمد بن اسود عید اللہ بن زیاد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس سے ہانی بن عروہ کے بارے بات پچیت کی اور کہنے لگا کہ آپ کو معلوم ہے کہ شہر میں ہانی کی کیا قدر و منزلت ہے اور قبیلہ میں اس کے گھرانے کا کیا مقام ہے اور اس کی قوم کو پتہ ہے کہ میں اور میرے دوست بھی اس کو آپ کے پاس لے کر آئے تھے، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہانی مجھے بخش دیں کیونکہ میں اہل شہر اور اس کے خاندان کی دشمنی کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں۔

تو ابن زیاد نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ ایسا کرے گا پھر اس کے دل میں کچھ آیا اور اس نے اسی وقت ہانی کے بارے علم دیا کہ اسے نکال کر بازار میں لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔

پس ہانی کو نکالا گیا یہاں تک کہ اسے بازار کی ایک ایسی جگہ پر لے گئے کہ جس میں بھیڑ مگروں کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور اس کے ہاتھ پیچھے سے بندھے ہوئے تھے اور وہ کہتے جا رہے تھے اے مذحج قبیلہ آج میرے لیے مذحج نہیں رہا۔ اے مذحج اے مذحج کہاں ہے مذحج قبیلہ!

پس جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی انکا مددگار نہیں تو اپنا ہاتھ کھینچا اور اسے ہاتھ باندھنے والے سے کھینچ لیا پھر کہنے لگے۔

کوئی لاٹھی یا چھری یا پتھر یا ہڈی نہیں کہ جس کے ذریعہ انسان اپنے نفس کا بچاؤ کرے،

پس وہ اس پر چھپے اور انہیں مضبوطی سے باندھا لیا پھر ان سے کہا گیا کہ گردن آگے بڑھاؤ تو وہ کہنے لگے کہ میں اس معاملہ میں سخی نہیں ہوں اور تر ہی میں اپنے آپ کے خلاف تمہاری اعانت و مدد کروں گا۔

پس عید اللہ کے ترکے غلام تے جسے رشید کہتے تھے ان پر تلوار کا وار کیا لیکن وہ مؤثر نہ ہوا، تو ہانی نے کہا کہ اللہ کی ہی طرف جانا ہے خدا یا تیری رحمت اور تیری رضا تو وحی کی طرف پھر اس نے دوسری طرف ضرب لگائی اور اس سے اتنی قتل کر دیا اور سلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عید اللہ بن زبیر اسلامی نے کہا ہے کہ

فان كنت لا تدبرين مالموت فانظري الى هاني في السوق وابن عقیل

وآخر يهوى من طمار قنيل
احاديث من ليسى بكل سبيل
ونفس دم قد سال كل سبيل
واقطم من ذى شفتين صقيل
وقد طبته من جرح بذحول
على رقبة من سائل و مسول
فكونوا بغايا ارضيت بقليل

الى بطل قد هشم السيف وجهه
اصابهما امر الامير فاصبحا
تري جسدا قد غير الموت لونه
فكفى هر احيا من فتاة حبيبة
ايركب اسماء الهماليج آمنة
يطيف حواليه مراد و كلمه
فان انتم لم نشاموا بانحيكه

اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور ابن عقیل کو دیکھو ایسے بہادر کو جس کے چہرے کی ہڈیاں تلوار سے چورہ ہو گئیں اور دوسرا بلندی سے مقتول ہو کر گر رہا تھا ان کو امیر لعین کا حکم پہنچا تو وہ موضوع گفتگو بن گئے ہر راستہ پر کسی طرف جانے والے کے یہے تجھے ایسا بدن نظر آئے گا کہ موت نے جس کے رنگ کو بدل دیا ہے اور پہتے والا خون جو کہ ہر راستے پر پہلے ہے وہ واقف و توجہ زیادہ باثر تم تھا پاک دامن جوان عورت سے اور دو دھاری صیقل شدہ تلوار سے زیادہ کاٹنے والا تھا، کیا اسما تیز رفتار گھوڑوں پر اس کے ساتھ سوار ہو گا حالانکہ مذبح قبیلہ اس سے خون کا طلب گار ہے اس کے گرد مراد قبیلہ چکر لگا رہا ہے اور سب کے سب ایک ہی گردن پر جمع ہیں سائل ہو یا وہ کہ جس سے سوال کیا جائے اور اگر تم نے اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیا تو پھر وہ رنڈیاں ہو جائیں گی جو تھوڑے پیسوں پر راضی کر لی جاتی ہیں۔

جب جناب مسلم اور ہانی رحمۃ اللہ علیہما شہید ہو گئے تو عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن ابوجحہ وادعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ہاتھ دونوں کے سر ہائے مبارک کو زبرد کے پاس بھیجا اور اپنے کاتب سے کہا کہ مسلم اور ہانی کا جو واقعہ ہوا ہے اسے زبرد کی طرف لکھو

لہذا کاتب جو عمر بن نافع ہے نے لکھا اور اس نے خط کو طویل کر دیا وہ پہلا شخص تھا جس نے خط کو طویل کر دیا جب ابن زیاد نے خط دیکھا تو اسے ناپسند آیا اور کہنے لگا یہ کسی تطویل اور کیا ہے ہو وہ پنہاں لکھو

اما بعد حمد ہے اس اللہ کی جس نے مومنین کے امیر (زید) کا حق لیا اور ان کے دشمن کے بوجھ کی کفایت کی میں خبر دیتا ہوں مومنین کے امیر (زید) کو کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر پناہ لے رکھی تھی میں نے ان پر ننگران و جاسوس مقرر کیئے ان میں کچھ لوگ داخل کر دینے اور ان سے مکاری اور فریب کیا یہاں تک کہ میں نے دونوں کو وہاں سے نکال لیا خدا نے مجھے ان پر قدرت دی، لہذا میں نے تمہیں آگے کر کے ان کی گردنیں اڑا دیں

اور میں آپ کے پاس ان دونوں کے سر پائی بن ابو حنیہ و ادعی اور زبیر بن قیس کے ہاتھ بجمع رہا ہوں اور یہ دونوں بات کو سننے والے اطاعت کرتے والے اور مخلص ہیں،
پس مونین کے امیر ان سے سوال کر سکتے ہیں جو کچھ انہیں قتل ہوتے والوں کے بارے میں پسند ہوں کیونکہ ان کے پاس علم، سچائی اور پرہیزگاری ہے۔

(والسلام)

پس زبیر نے اسے جواب میں لکھا
اے ابوبکر تم میری پسند سے تجاوز نہیں کیا تم نے عقل مند شخص کا سا کام کیا اور شجاع اور بہادر مضبوط دل والے شخص کی طرح حکم کیا ہے اور تو نے مجھے بے فکر کر دیا اور کفایت کی ہے اور تمہارے بارے جو میرا اچھا ملن اور رائے تھی اسے سچ کر دکھایا ہے میں نے تمہارے دونوں ایلچیوں کو بلایا اور ان سے غلوت میں بات کی تو میں نے انہیں ان کی رائے اور فضل میں ویسے پایا ہے جس طرح تم نے ذکر کیا ہے پس ان سے اچھا سلوک کرنا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین علیہ السلام عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں پس نگہبان اور حفاظت کی حدیں مقرر کر دو پوری نگرانی کرو بدگمانی کی بنا پر قید کر دو اور تہمت لگا کر قتل کر دو اور جو واقعہ پیش آئے مجھے لکھ بھیجو، انشاء اللہ۔

سفر امام حسین مکہ سے عراق

حضرت عقیل رحمۃ اللہ علیہ کا کوثر میں خروج دشمن کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلنا آٹھ ذی الحجہ ساٹھ ہجری بروز منگل ہوا اور آپ بدھ کے دن نو ذی الحجہ عرفہ کے روز شہید ہوئے جناب امام حسینؑ مکہ سے عراق کی طرف اسی دن روانہ ہوئے جس دن جناب مسلم نے کوثر میں خروج کیا اور وہ ترویہ آٹھ ذی الحجہ کا دن تھا بعد اس کے کہ آپ نے شہان کے بقایا دن ماہ رمضان اشوال اور ذیقعد اور آٹھ راتیں ذی الحجہ کی ستھ ساٹھ ہجری مکہ میں گزاریں اور مکہ میں قیام کے دوران اہل حجاز اور اہل بعثہ میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے جو اہل بیت اور موالیوں کے ساتھ مل گئے تھے اور جب امام حسین علیہ السلام نے عراق کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تو خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا صفا و مروہ کے درمیان سستی کی اپنے اہل و عیال سے غلٹ ہو گئے اور اس کو عمرہ قرار دیا کیونکہ حج کے ادا کرتے پر قدرت تھے اس خوف سے کہ کہیں کہ انہیں مکہ میں گرفتار کر کے یزید بن معاویہ کی طرف نہ بھیجا جائے لہذا آپ اپنے اہل و عیال اولاد اور چلوگ شیعوں میں سے آپ کے ساتھ ل گئے تھے ان کے ساتھ جلدی سے مکہ سے نکلے آپ کو جناب مسلم کی خبر نہیں ملی تھی جو کہ آپ مکہ سے اسی دن نکلے جس دن حضرت مسلم نے خروج کیا تھا جس طرح ہم ذکر کر آئے ہیں۔

پس فرزوق شاعر سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

میں نے اپنی ماں کے ساتھ ستھڑھ ساٹھ بھری میں حج کیا میں اپنی ماں کا اونٹ کھینچتے چلا آ رہا تھا جب میں حرم میں داخل ہوا اچانک میری ملاقات امام حسین بن علی سے ہوئی کہ وہ تلواروں اور ڈھالوں کے ساتھ مکہ سے خارج ہو رہے تھے تو میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ اونٹوں کی قطار کس کی ہے! تب مجھے بتایا گیا کہ حسین بن علی کی ہے پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا اور آپ سے عرض کیا کہ خدا آپ کی حاجت اور ان امیدوں کو پورا کرے جن کو آپ چاہتے ہیں میرے ماں یا باپ آپ پر قربان جائیں اے فرزند رسول! حج سے پہلے آپ کو کون سی جلدی ہے! فرمایا کہ

اگر میں جلدی نہ کرتا تو مجھے کہ قتل کر لیا جاتا پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کون ہو؟

میں نے عرض کیا کہ میں ایک عرب شخص ہوں، خدا کی قسم آپ نے مجھ سے اس سے مزید کچھ نہیں پوچھا پھر مجھ سے فرمایا کہ تیرے پیچھے جو لوگ ہیں ان کی مجھے خبر بتاؤ! تو میں نے عرض کیا کہ باخبر شخص سے آپ نے سوال کیا ہے دیا اچھی بات آپ نے پوچھی ہے! لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور خدا چاہتا ہے کہتا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے سچی بات کہی، اللہ کے لیے ہی حکم و امر کہتا ہے اور وہ ہر دن نئی شان میں ہے اگر تو فیصلہ نازل ہوا جس طرح کہ ہمیں محبوب ہے اور جسے ہم پسند کرتے ہیں تو ہم کہیں گے، اللہ کی اس کی نعمتوں پر اور اسی سے اعانت طلب کی جاتی ہے شکر کے ادا کرنے میں اور اگر قضا و فیصلہ امید ورجاء کے سلسلے میں ہو گیا تو وہ شخص بھی حق سے دور نہیں کہ جس کی نیت حق ہے اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہے میں نے عرض کیا کہ بے شک خدا آپ کو اس مقصد تک پہنچائے جسے آپ چاہتے ہیں اور آپ کو جس سے خوف ہے اس سے محفوظ رکھے اور میں نے آپ سے کچھ ندو و مناسک کے مسائل پوچھے تو آپ نے وہ مجھے بتائے پھر آپ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور فرمایا السلام علیک! پھر ہم چلے ہو گئے امام حسینؑ جب مکہ سے نکلے تو آپ کا بیٹا بن سعید بن عامر سے سامنا ہوا جس کے ساتھ ایک جماعت تھی کہ تہنیں عمرو بن سعید نے آپ کی طرف بھیجا تھا تو وہ آپ سے کہنے لگے کہ ذیہ دستور دے کہ بھیجا تھا کہ آپ کو گرفتار کر دے ورنہ دھمکے سے مار دوں

آپ واپس چلیں آپ کہاں جا رہے ہیں!

آپ نے واپسی سے انکار کر دیا اور چل دیئے، اور دونوں فریقوں کے درمیان دھکم پیل بھی ہوئی اور ایک دوسرے کو کوڑے مارے امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے قوت و طاقت سے ان کا مقابلہ کیا پھر آپ وہاں سے چل کر مقام تنیم پہنچے تو آپ کی ملاقات یمن سے آئے داءے ایک قافلہ سے ہوئی آپ نے قافلہ والوں

سے کچھ اونٹ اپنے سامان اور ساتھیوں کے لیے کرایہ پر لیے اور ان سے کہا کہ جو ہمارے ساتھ عراق تک جانا چاہتا ہے ہم اس کو پورا کرایہ دیں گے اور اس سے اچھا سلوک کریں گے اور جو راستہ میں ہم سے جدا ہونا چاہے گا تو ہم اس کو اتنا کرایہ دیں گے کہ بتنا اس نے راستہ طے کیا۔ تو کچھ لوگ آپ کے ساتھ چل پڑے اور یا قیوں نے انکار کیا۔

عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں بیٹوں کو آپ کے پیچھے خط لے کر روانہ کیا جس میں لکھا۔

ابا بکر میں اللہ کا واسطہ دے کہ آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھیں تو واپس آجائیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جس طرف آپ جا رہے ہیں آپ اور آپ کے اہل بیت ہلاکت اور موت کا شکار رہے ہو جائیں اور اگر آج آپ کی وفات ہو گئی تو زمین کی روشنی اور نور ختم ہو جائے گا کیونکہ آپ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے دینار ہدایت اور متین کی امید و آرزو ہیں اور چلنے میں جلدی نہ کیجیے اور میں بھی اپنے خط کے پیچھے آ رہا ہوں۔ (والتکلم)

اور جناب عبداللہ خود عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اس سے سوال کیا کہ امام حسین کے لیے امان نامہ لکھ دے اور انہیں امید دلانے کہ وہ جس طرف جا رہے ہیں اور صر سے واپس آجائیں پس آپ کی طرف عمرو بن سعید نے خط لکھا کہ میں صلہ اور نیکی کی امید دلائی اور آپ کی ذات کو امان دی اور وہ خط اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ساتھ بھیجا حضرت عبداللہ بن جعفر کا اپنے بیٹوں کو بھیجنے ان دونوں کا آپ کے حضور خط پہنچانے اور واپسی پر مجبور کرنے کے بعد آپ خود اور یحییٰ آنجناب سے آکر ملے تو آپ نے فرمایا۔

میں نے عالم خواب میں رسول اللہ کو دیکھا ہے اور آپ نے مجھے حکم دیا ہے میں اس پر چلوں گا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ

وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا کہ

میں نے اسے نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں پس جب عبداللہ بن جعفر آپ سے ملیں ہو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کو آپ کی خدمت میں رہنے آپ کے ساتھ چلنے اور آپ کے سامنے جہاد کرنے کا حکم دیا اور خود یحییٰ بن سعید کے ساتھ مکہ کی طرف چلے گئے۔ اور امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے اور سیدھے ذات عرق (مکہ سے دوسری منزل) میں پہنچ گئے۔

جب عبداللہ بن زیاد کو اطلاع ملی کہ امام حسین مکہ سے کوفہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس نے اپنی فوج کے افسر حسین بن نمیر کو بھیجا جو قادیسیہ میں قرا کش ہوا اور اس نے قادیسیہ کوفہ سے پندرہ فرسخ تقریباً ۹۰ کلومیٹر سے

تھکان (قادیسیہ سے اوپر کی طرف) اور قادیسیہ سے قطعاً نیدر کو ذکے نزدیک) تک گھر سواروں کو مقرر و منظم کیا (گویا تمام راستوں کی ناکہ بندی کر کے کنٹرول کیا) اور لوگوں سے کہا کہ یہ حسین ہیں جو عراق کا ارادہ رکھتے ہیں (یعنی ہوشیار رہو)

قیس بن مسر کی گرفتاری اور شہادت

جب امام حسین علیہ السلام مقام حاجز میں وادی رمہ پہنچے تو قیس بن مسر عبید اوی کو بھیجا (یہاں یہ بھی) کہا جاتا ہے بلکہ آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن قحطرب عبد اللہ نے غالباً امام حسن کے ساتھ دودھ پیلا ہے کیونکہ امام حسین نے کسی خاتون کا دودھ نہیں پیلا ہے مترجم (کو ذکے کی طرف بھیجا اور آنحضرت کو جناب ابن عقیل کی خبر کا (ظاہراً) علم نہیں تھا اور آپ نے اس کے ہاتھ اہل کو ذکے خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حسین ابن علی سے ان کے مومن اور مسلمان بھائیوں کی طرف سلام علیکم!

پس میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد گزاتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

ابا بعد تحقیق مسلم بن عقیل کا خط مجھے ملا ہے کہ جس میں اس نے تمہاری اچھی رائے اور تمہاری جماعت و گروہ کے

ہماری نصرت پر متفق ہونے اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کی خیر دہی ہے پس اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم

سے عمدہ اور نیک اچھا سلوک کرے اور تمہیں اس پر عظیم اجر دے اور میں نے مکہ سے منگل کے روز آٹھویں

قوی الحجہ ترویہ کے دن اپنا قاصد تمہاری طرف بھیجا ہے پس میرا یہ خط تمہاری طرف آئے تو ایسے معاملہ میں تیز

روی اختیار کرو اور پوری کوشش کرو میں انہی دنوں تمہارے پاس آ رہا ہوں،

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب سلم نے آپ کو اپنے شہید ہونے سے ستائشیں لائیں پہلے خط لکھا تھا اور اہل کو ذکے نے بھی آپ کو خط لکھا تھا کہ ایک

لاکھ تلوار یہاں پر آپ کی مدد و نصرت کے لیے تیار ہے لہذا آپ تاخیر نہ کریں چنانچہ قیس بن مسر امام حسین علیہ السلام کا خط

کے کو ذکے کی طرف بڑھے یہاں تک قادیسیہ میں پہنچے تو حصین بن نمیر نے آپ کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج

دیا تو عبید اللہ بن زیاد نے ان سے کہا کہ

منیر پر جا کر جوڑے (معاذ اللہ) حسین بن علی پر سب کر دو۔

تو قیس منیر پر گئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا

اے لوگو! یہ حسین ابن علی علیہ السلام ہیں جو خدا کی مخلوق میں سے سب سے بہتر اور فاطمہ دختر رسول اللہ کے فرزند ہیں

اور میں تمہاری طرف آپ کا قاصد ہوں پس ان کی دعوت کو قبول کرو اور اس پر لبیک کہو۔

بھرا ہوں تے عید اللہ اور اس کے باپ زیادہ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب کے لیے استغفار کی اور ان پر درود بھیجا تو
عید اللہ تے حکم دیا کہ "اتھیں قصر سے نیچے پھینکا جائے پس انہیں نیچے پھینکا گیا تو ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔
روایت کی گئی ہے کہ قہیں زمین پر گرے تو ان کے بازو بندھے ہوئے تھے جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ابھی کچھ
ساتن باقی تھے پس وہاں سے عبد الملک بن عمر لمخی کا گذر ہوا اس نے آپ کو فرج کر دیا جس کی حرکت پر اعتراض کیا اور
برا کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا مقصد انہیں (ترپیتے سے) راحت پہنچانا تھا۔

پھر امام حسین علیہ السلام عاجز سے کوفہ کی طرف پہلے اور عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے تو اچانک وہاں عبد اللہ بن مطیع عدوی ملا
جو وہاں اترا ہوا تھا جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
میرے ماں باپ آپ پر قربان اسے فرزند رسولؐ آپ کو کیا چیز ادھر لے آئی؟ اور آپ کو لے جا کر اپنے ہاں
ٹھہرایا۔

آپ نے فرمایا:

معاویہ کے مرتے کی خبر تو مجھے تنگ پہنچ چکی ہو گی پس اہل عراق نے مجھے خط لکھے اور اپنی طرف دعوت دی ہے
تو عبد اللہ بن مطیع عرض کرتے لگا،

اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو یاد دہانی کرتا ہوں کہ حرمت اسلام کی ہتک نہ ہونے پائے اور
میں اللہ کی قسم دیتا ہوں آپ کو حرمت قریش کے متعلق اور میں قسم دیتا ہوں اللہ کی حرمت عرب کے لیے خدا کی قسم
اگر آپ نے اس چیز کا مطالبہ جو نبی امیہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ آپ کو ضرور قتل کر دیں گے اور اگر انہوں نے آپ
کو قتل کر دیا تو پھر آپ کے بعد کسی کو قتل کرنے کا خوف ان میں باقی کبھی نہیں رہے گا، خدا کی قسم یہ اسلام کی حرمت
ہے کہ جس کی ہتک ہوگی اور قریش و عرب کی حرمت و عزت ہے پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ کی طرف نہ جائیں اور
اپنے آپ کو نبی امیہ کے سامنے پیش نہ کریں۔

لیکن آپ نے جاننے کے علاوہ ہر بات سے انکار کیا، اور عید اللہ بن زیاد کے حکم سے شام اور بصرہ کے راستے کنٹرول
کر لیے گئے تھے وہ کسی کو نہیں چھوڑتے تھے چاہے وہ اندر آئے یا باہر جائے۔

امام حسینؑ آگے بڑھے اور دس بھائیوں کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں تک کہ آپ کی بلاعات و بہائی عربوں
سے ہوئی تو ان سے سوال کیا وہ کہنے لگے کہ

خدا کی قسم ہمیں کسی چیز کا علم نہیں مولے اس کے کہ نہ ہم اندر جا سکتے ہیں اور نہ باہر نکل سکتے ہیں جس پر آپ نے
اپنی راہ خود اختیار کی۔

اور قبیلہ خزاعہ اور بھلیہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے،

کہ ہم زہمیروں قین بجلی کے ساتھ مکہ سے آرہے تھے ہم امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ ہی چلتے تھے لیکن ان کے ساتھ ایک ہی منزل پر اکٹھے ٹھہرنے کو ہم ناپسند کرتے تھے۔ پس جب ایک دفعہ امام حسینؑ نے سفر کے بعد ایک منزل پر قیام کیا تو ہمارے لیے بھی اسی منزل پر پڑاؤ کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا لہذا آپؑ نے ایک طرف قیام کیا اور ہم دوسری طرف اتر گئے۔

وہاں ابھی ہم کھانا کھاتے بیٹھے ہی تھے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کا قاصد آیا اس نے سلام کیا پھر اندر آیا اور کہا کہ لے زہمیروں قین آپ کو بلانے کے لیے مجھے ابو عبد اللہ حسینؑ نے بھیجا ہے۔

پس ہم میں ہر ایک نے وہ دفعہ جو اس کے ہاتھ میں تھا چھوڑ دیا اور ایسے ہو گئے اگو یا ہمارے سروں پر پرتے بیٹھے ہیں۔

اس پر زہمیر سے ان کی بیوی نے کہا، سبحان اللہ! آپ کی طرف فرزند رسولؐ پیغام بھیجتے ہیں پھر بھی تم ان کی طرف نہیں جاتے کاش تم ان کے پاس جاتے اور ان کی گفتگو سن آتے پس زہمیر آنحضرتؐ کے پاس گئے اور تھوڑی دیر بعد خوش خوش اور چلکتے چہرے سے واپس آکر حکم دیا کہ ان کا خیمہ و ملازمات، ان کا سامان اور مال وہاں سے اکھیڑ کر حضرت امام حسینؑ کے ہال بھیج دیا جملے پھر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہیں طلاق ہے اپنے خاندان سے جا ملو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں خبر و غوری کے علاوہ کچھ پہنچے پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے۔

جو میرے پیچھے آنا چاہتا ہے قہما ورتہ یہ آخری ملاقات ہے میں ابھی تمہیں ایک بات بتانا ہوں کہ ہم نے سمندر میں جنگ لڑی خدا نے ہمیں فتح دی اور ہمیں بہت مال غنیمت نصیب ہوا تو ہم سے سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کیا تمہیں اس فتح سے توقع تھی کہ تمہیں دی ہے خوشی ہوئی ہے اور جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ آیا ہے سے خوشی ہوئی ہے تو ہم نے کہا جی ہاں، تو جناب سلیمانؑ نے ارشاد فرمایا جب تم آل محمدؐ کے جو انوں کے مردار کو کھاؤ تو ان کی محبت میں جنگ کرتے پر زیا دہ خوش ہو تا بہ نسبت اس مال غنیمت کے جو تمہیں ملا ہے لہذا میں تو تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

وہ لوگ کہتے ہی پھر خدا کی قسم زہمیر اس قوم میں امام حسینؑ کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت مسلم کی شہادت کی خبر پہنچنا

روایت کی ہے عبد اللہ بن سلیمان اسدی اور منذر بن شمل اسدی نے دونوں کہتے ہیں کہ

جب ہم رج ادا کر چکے تو ہمارا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہم امام حسینؑ سے راستہ میں یا میں تاکہ دیکھیں کہ آپ کے محلے کا کیا بنا پس ہم آگے بڑھے اور ہماری اوٹیاں ہمیں تیزی سے لائیں یہاں تک کہ ہم آپ سے زبرد مقام پر جا ملے توجیب ہم آپ کے قریب پہنچے تو اچانک ہمیں اہل کوفہ میں سے ایک شخص آتا دکھائی دیا کہ جس نے امام حسینؑ کو دیکھ کر راستہ بدل لیا لیکن آپ کے گویا اس شخص کو ملنا چاہتے تھے پھر آپ نے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا اور آگے چل پڑے اور ہم بھی آپ کی طرف چلے پھر ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا چلو اس شخص کے پاس جا کر کچھ پوچھیں کیونکہ اس کے پاس کوفہ کے حالات کی خبر ہوگی پس ہم چلے اور اس کے پاس پہنچ گئے تو ہم نے کہا السلام علیک تو اس نے کہا وعلیک السلام، پھر ہم نے اس سے کہا کہ اسے شخص کس قبیلہ سے ہو، اس نے کہا اسدی ہوں تو ہم نے اسے کہا کہ ہم بھی اسدی ہی تم کون ہو؟ کہتے لگا کہ یکر بن فلاں اور ہم نے بھی اسے اپنا نام نسب بتایا پھر ہم نے اس سے کہا کہ لوگوں کے حالات بتاؤ تو ہمارے پیچھے ہیں کہنے لگا جی ہاں میں کوفہ میں ہی تھا جیب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہوئے اور میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ ان کے لاشے پاؤں سے پکڑ کر گھیسے جا رہے تھے بازار میں کھینچا جا رہا تھا۔

”پس ہم آگے بڑھ کر امام حسینؑ علیہ السلام سے آئے ہم آپ کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک آپ نے منزل تخلیبہ میں شام کے وقت نزول اہلال فرمایا،

جب آپ انہیں ملے تو ہم نے اگر سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا ہم نے عرض کیا، خدا کا آپ پر رحم و کرم رہے ہمارے پاس ایک خبر ہے اگر آپ چاہیں تو علی الاعلان بیان کریں، پس آپ نے ایک نظر ہمیں دیکھا اور پھر اپنے اصحاب کو اور فرمایا ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں تو ہم نے عرض کیا کہ آپ نے وہ سوار دیکھا تھا جو کل شام آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا فرمایا کہ ہاں، اور میں اس سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا تو ہم نے عرض کیا خدا کی قسم ہم نے اس سے آپ کے لیے ایک خبر حاصل کی ہے اور اس سے آپ کے سوال کرنے کی کفایت کی ہے وہ ہمارے قبیلہ کا ایک صاحب رائے سچا اور عقل مند شخص ہے اس نے ہم سے بیان کیا ہے کہ وہ کوفہ سے اس وقت تک نہیں نکلا جیب تک کہ مسلم اور ہانی شہید نہیں ہوئے اور اس نے دیکھا ہے کہ انہیں ان کے پاؤں سے بازار میں کھینچا جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ خدا ان دونوں پر رحمت نازل کرے یہ کلمات آپ بار بار فرماتے رہے پس ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ کو آپ کے اہل بیت کے بارے میں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ آپ اس مقام سے واپس چلے جائیں کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی مددگار اور شیعہ تمہیں بے بلکہ نہیں خوف ہے کہ وہ سب آپ کے خلاف ہیں تو آپ نے اولاد عقیل کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے مسلم تو شہید ہو گئے وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک ہم اپنا بدلہ نہیں لیں یا وہ کچھ ترچھ لیں جو مسلم نے چکھا ہے تو امام حسینؑ ہماری

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ان کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں تو ہم جان گئے کہ آپ کی پختہ رائے جاتے کے اتنی ہے تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ خدا آپ کو خیر و برکت دے تو آپ نے فرمایا کہ خدا تم دونوں پر رحم کرے اور آپ سے آپ کے اصحاب کہنے لگے خدا کی قسم آپ مسلم کی طرح نہیں اور اگر آپ کو فرمیں گئے تو لوگ آپ کی طرف زیادہ جلدی آئیں گے تو آپ خاموش ہو گئے پھر آپ نے انتظار کیا یہاں تک کہ سحری کا وقت ہو گیا آپ نے اپنے توجوالوں اور علاموں سے فرمایا کہ پانی زیادہ سے زیادہ بھر لو پس انہوں نے بہت زیادہ پانی لے لیا اور وہاں سے کوچ کیا اور آپ چلتے رہے یہاں تک کہ منزل تہالہ تک پہنچے تو آپ کے پاس عبداللہ بن یقظہ کی خیرائی پس آپ نے لوگوں کو (مضمون) خط بتایا اور انہیں یوں بیان فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہمیں مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقظہ کے شہید ہونے کی بہت غری جبری ہے اور ہمارے شیعوں (پیروکار) کا دم بھرنے والے) نے ہماری مدد چھوڑ دی ہے پس جو واپس جانا چاہتا ہے وہ بغیر نقصان کے واپس چلا جائے اور اس پر کوئی ذمہ داری نہیں پس لوگ آپ سے تفرق ہو گئے اور دائیں یا بائیں چلے گئے یہاں تک کہ آپ کے وہی ساتھی ٹھہرے جو آپ کے ساتھ آئے تھے یا تھوڑے سے وہ لوگ جو آپ کے ساتھ آئے تھے اور آپ نے یہ کام اس لیے کیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ وہ عرب جو آپ کے ساتھ ہو گئے ہیں انہوں نے آپ کی پیروی اس لیے کی ہے کہ ان کا گمان ہے کہ آپ ایک ایسے شہر کی طرف جا رہے ہیں جس کے رہنے والوں کی اطاعت آپ کے لیے قائم ہو چکی ہے تو آپ نے ناپ نظر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں مگر انہیں یہ علم ہو کہ وہ کیا اقدام کر رہے ہیں پس جب سحری کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اور انہوں نے بہت سا پانی بھر لیا پھر کوچ کر کے آپ دادی عقیقہ کے وسط میں پہنچے پس وہاں قیام کیا تو نبی عکرمہ کا عمرو بن نوزان نامی بوڑھا آپ سے ملا اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں فرمایا کہ کوثر کا، تو وہ بزرگ آپ کو کہنے لگا کہیں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ واپس چلے جائیں خدا کی قسم آپ نیرول اور تلوار کی دھار کی طرف بڑھ رہے ہیں اور یہ لوگ جنہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجے ہیں اگر انہوں نے جنگ کے بوجھ کی کفایت کرنی ہوتی اور معاملات آپ کے لیے ہموار کر دیے ہوتے تب تو رائے تھی لیکن ان حالات میں کہ جن کا آپ ذکر فرماتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپ ایسا کریں تو آپ نے اس سے فرمایا ہے اللہ کے بندے رائے مجھ پر تحقیق اور پوشیدہ نہیں ہے اور خدا اپنے حکم میں مطلوب نہیں ہوتا پھر آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک یہ علقہ (یعنی حیر یعنی میری جان) میرے اندر سے نہ نکال لیں جب ایسا کر لیں گے تو خدا ان پر ایسے شخص کو مسط کرے گا جو انہیں ذلیل و خوار کرے یہاں تک کہ تمام امتوں کے فرقوں سے زیادہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔

حرّیاحی اور امام حسینؑ

پھر آپ بطن عقیقہ سے چلے یہاں تک کہ منزل شرافت میں جا اترے، پس جب صبح ہوئی تو آپ نے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ پانی بھر لینے کا حکم دیا پھر وہاں سے دو پہر تک چلے وہ چل ہی رہے تھے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بیکیری اور اذیت کی تو حسینؑ نے فرمایا اللہ بزرگ ہی ہے لیکن تو نے کیوں تکبر کیا وہ کہنے لگا مجھے کھجور کے درخت نظر آئے ہیں تو آپ سے اصحاب کہنے لگے کہ ہم نے تو یہاں کبھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے تو حسینؑ نے فرمایا تو نہیں کیا نظر آتا ہے انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم ہم گھوڑوں کے کان دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی ہی دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا ہمارے لیے کوئی عذہ نہیں کہ جہاں ہم پناہ لیں اور اسے اپنی پشت کی جانب قرار دیں اور اس قوم کا سامنا ایک طرف سے کریں تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے پہلو میں یہ دو خم پہاڑ ہے آپ بائیں طرف جس کی طرف مائل ہو جائیں اور اگر آپ اس تک پہلے پہنچ گئے تو آپ کی مراد حاصل ہے چنانچہ آپ اس کی جانب بائیں طرف مڑے اور ہم بھی اسی طرف مڑ گئے ابھی زیادہ دیر نہیں گئی تھی کہ ہمیں گھوڑوں کی گردنیں ظاہر ہوتی ہوئی نظر آئیں جب ہم راستہ چھوڑ کر مڑے تو وہ بھی ہماری طرف مڑ گئے (ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا ان کے تیرے کھجوروں کے تنے اور ان کے علم پرندوں کے پر تھے پس ہم دو خم پہاڑ کے پاس ان سے پہلے پہنچ گئے اور امام حسینؑ کے حکم مطابق چیمے نصب کئے گئے اور وہ قوم جو ایک ہزار کی قریب تھی حرمین بزدلتیمی کے ساتھ آئی وہ اور ان کے گھوڑے امام حسینؑ علیہ السلام کے سامنے دو پہر کی گرمی میں کھڑے ہو گئے اور حسینؑ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے علم بے بہن رکھے تھے اور تلواریں گلے میں لٹکائے ہوئے تھے تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس قوم کو پانی پلاؤ اور سیراب کرو اور ان کے گھوڑوں کو بھی تھوڑا تھوڑا کر کے پانی پلاؤ نوجوان آگے بڑھے وہ بڑے بڑے پیلے اور طشت پانی سے پُر کرتے پیرا نہیں گھوڑوں کے قریب رہ جاتے جب ایک گھوڑا تین چار یا پانچ مرتبہ پانی پی لیتا تو پھر دوسرے گھوڑے کو پلاتے یہاں تک کہ سب گھوڑوں کو پانی پلایا علی بن طعان حجازی کہتا ہے میں اس دن کربلا سا تھی تھا اور اس کے ساتھیوں میں سب سے آخر پہنچا پس جب امام حسینؑ نے مجھے اور میرے گھوڑے کو پیاسا دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ راویہ کو بٹھاؤ اور میرے نزدیک راویہ کا سختی مشک تھا اور پھر فرمایا اے بیٹھے اونٹ کو بٹھاؤ پس میں نے اسے بٹھایا اور فرمایا کہ پانی پی لو پس جب میں پانی پینے لگا تو پانی مشک سے گرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ مشک کو ٹیڑھا کرو لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ کیا کروں پس آپ نے اٹھ کر مشک کو ٹیڑھا کیا اور میں نے خود بھی پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پلایا اور حرمین بزدلتیمی کا وسیعہ کی طرف سے آیا تھا چونکہ عبید اللہ بن زیاد نے حسین بن علی کو بھیجا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ قادسیہ

ہیں جا کر اترے اور اس نے حر کو آگے ہزار سوار کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ ان کے ساتھ امام حسینؑ کا سامنا کرے پس حرام حسینؑ کے مقابل کھڑا رہا یہاں تک نماز پھر کا وقت آیا تو امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق سے اذان کہنے کو کہا چنانچہ جب نماز کی اقامت کا وقت آیا تو امام حسینؑ تہتہ بندھے ردا اور ڈھکے اور پوتا پہنتے ہوئے یا ہر تشریف لائے آپؑ نے اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط اور قاصد میرے پاس نہیں پہنچے کہ ہمارے پاس آئیں یہ شک ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں، شاید ہمیں خدا آپ کی وجہ سے ہدایت اور حق پر جمع کر دے، اگر تم اس وعدہ پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں اپنے عہد و میثاق کو اس طرح پورا کرو تو میں مطمئن ہو جاؤں گا اور اگر تم یہ نہیں کرتے اور تمہیں میرا آنا پسند ہے تو میں تم سے اسی جگہ واپس چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں تو وہ سب خاموش ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی ایک کلمہ تک نہ کہا آپؑ نے مؤذن سے کہا اقامت کہو اور آپؑ نماز کے یہ کھڑے ہوئے تو آپؑ نے حرسے کہا تم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ آپؑ نماز پڑھاؤں ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے لہذا امام حسینؑ علیہ السلام نے انہیں نماز پڑھائی اور پھر آپؑ خیمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے اصحاب آپ کے پاس جمع ہو گئے حراچی جگہ کی طرف چلا گیا جہاں وہ ٹھہرا تھا اور اس خیمہ میں داخل ہوا تو اس کے بے نصیب کیا گیا تھا اس کے پاس اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت جمع ہوئی اور باقی لوگ اپنی سمتوں کی طرف مڑ گئے کہ جس میں وہ تھے اور دوبارہ انہوں نے صفت بندی کر لی پھر ہر شخص اپنے گھوڑے کی نگام پکڑ کر اس کے سائے میں بیٹھ گیا جب عصر کا وقت ہوا تو امام حسینؑ علیہ السلام نے کوچ کے لیے تیاری کا حکم دیا تو انہوں نے تعمیل کی پھر آپؑ نے اپنے منادی کو کہا جس نے نماز عصر کے لیے پکارا اور اقامت کہی اور امام حسینؑ علیہ السلام آگے آکر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی پھر آپؑ نے سلام پڑھ کر ان کی طرف رخ اقدس کیا اللہ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہنچا تو یہ چیز اللہ کو تم سے زیادہ قریب کر دے گی ہم اہل بیت محمدؐ ہیں اور ولایت امر کے تم پر ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جو اس کے دعویدار بن گئے ہیں جن کی یہ چیز نہیں جو تم میں ظلم و جور اور حق سے تجاوز کر کے چل رہے ہیں اور اگر تم انکار کرتے ہو مگر ہماری ناپسندیدگی کا اور ہمارے حق سے جاہلی ہونے کا تو اس وقت تمہاری رائے اس کے خلاف ہے جس پر تمہارے خطوط اور تمہارے اعلیٰ میرے پاس پہنچے ہیں تو میں تم سے واپس چلا جاتا ہوں تو جڑتے آپؑ سے عرض کیا خدا کی قسم میں ان خطوط اور ایچیوں کو نہیں جانتا کہ جن کا آپؑ ذکر کر رہے ہیں تو امام حسینؑ علیہ السلام نے ایک محبانی سے کہا کہ اے عقیل بن سمان وہ دو تھیلے آؤ جن میں ان کے میری طرف لکھے ہوئے خطوط ہیں تو وہ حرسے لے کر بھیر دیئے گئے جڑتے آپؑ سے عرض کیا میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جنہوں نے آپؑ کو خطوط لکھے ہیں ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم جب آپؑ سے ملاقات کریں تو آپؑ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپؑ کو کو قریں عید اللہ کے پاس نہ لے جائیں تو امام حسینؑ نے فرمایا موت اس کی نسبت تیرے زیادہ قریب ہے پھر آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور سوار ہو کر انتظار

کہ وہیں وہ سوار ہو کر انتظار رکھنے لگے یہاں تک کہ وہاں سوار ہو گئیں تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ واپس چلو اور جب وہ واپس مڑنے لگے تو قوم ان کے اور واپس مڑنے کے درمیان حائل ہو گئی اور امام حسینؑ نے حُر سے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کیا چاہتا ہے تو حُر نے آپ سے کہا اگر عرب میں سے کوئی شخص آپ کے علاوہ یہ بات مجھے کہتا اور اس حالت سے دوچار ہوتا جس میں آپ ہیں تو میں بھی اس کی ماں کا نام غم میں روئے کیا تھا بیٹا چاہے وہ کوئی بھی ہوتا لیکن خدا کی قسم آپ کی والدہ گرامی کا ذکر کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے کہ اچھا ذکر کریں کہ جتنا ہماری قدرت میں ہو تو امام حسینؑ نے فرمایا پھر کیا چاہتے ہو حُر نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو امیر عبید اللہ کے پاس لے چلوں تو آپ نے فرمایا پھر تو خدا کی قسم میں تمہارے پیچھے کبھی نہیں لوں گا پس اس گفتگو کا تذکرہ تین مرتبہ ہوا اور جب ان میں تین مرتبہ سے زیادہ گفتگو ہو گئی تو حُر نے عرض کیا کہ مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں مجھے تو اتنا علم ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو کوثر لے چلوں تو جب آپ انکار کرتے ہیں تو پھر ایسا راستہ اختیار کیجیے کہ جو تمہارے آپ کو کوثر کے جانے اور نہ مدینہ کی طرف پلٹا دے جو میرے اور آپ کے درمیان متفقہ نہ ہو یہاں تک کہ میں امیر عبید اللہ کو خط لکھوں شاید خدا کوئی ایسی سبیل نکال دے کہ مجھے عاقبت بخشے کہ میں آپ کے معاملہ میں مبتلا نہ ہوں پس یہ راستہ لیجیے اور غریب و قاصد کی باتیں طرف ہو جائیں پس امام حسینؑ چلتے رہے اور حُر بھی آپ کے ساتھ چلا اور چلتے چلتے آپ سے کہنے لگا اے حسینؑ میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں آپ کی فدا کے بارے میں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ مارے جائیں گے تو امام حسینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو کیا اس سے زیادہ کوئی مصیبت لاسکتے ہو کہ مجھے قتل کر دو اور اس میں وہی کہوں گا جو اوس قبیلہ کے شخص نے اپنے چچا زاد سے کہا تھا جب وہ رسول اللہؐ کی نصرت و مدد کرنا چاہتا تھا تو اس کے چچا زاد نے اسے ڈرایا اور کہا کہ کہاں جا رہے ہو تم تو قتل ہو جاؤ گے تو اس نے کہا کہ

سأَمْضَىٰ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَيَّ النَّفَىٰ إِذَا مَا نَوَيْ حَتَّىٰ وَجَاهِدَ مُسْلِمًا

وَأَوَّاسِي الرِّجَالِ الصَّالِحِينَ بِنَفْسِهِ وَفَارَاقَ مَشْبُورًا وَخَالَفَ مُجْرِمًا

فَكَانَ عَشْتُ لِحْدِ اَنْدَمٍ وَأَنْ مَتَّ لِمِ اَلْمِ كَفَىٰ بَكَ ذِلًّا اَنْ تَعِيشَ وَتُرْعَمَا

عنقریب میں جاؤں گا اور جو عمرو کے لیے موت میں کوئی عار نہیں جب اس کی نیت تھی ہو اور وہ مسلمان ہو کہ جہاد کے اور اپنے ذریعہ سے نیک لوگوں کی مدد کرے اور ہلاک ہونے والے سے الگ اور مجرم کا مخالفت ہو پس اگر میں زندہ رہا تو میرے لیے کوئی ندامت و پریشانی نہیں اور اگر مر گیا تو کوئی تکلیف نہیں اور تیری ذلت کے لیے تو اتنا کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور تیری ناک لگڑی جائے۔

جب حُر نے آپ سے یہ عرض کیا تو آپ نے الگ ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف چلتا رہا اور امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک طرف چلتے رہے یہاں تک کہ وہ غریب الجہانات مقام پر پہنچے پھر امام حسینؑ چلے یہاں تک کہ قصر جی تھاں تک

پہنچے اور وہاں قیام فرمایا اچانک آپ کو ایک نصیب شدہ خیمہ نظر آیا تو آپ نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے تو آپ کو بتایا گیا کہ عبید اللہ بن جریجی کا ہے تو آپ نے فرمایا اسے میرے پاس بلاؤ تو جب قاصد اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ حسین بن علی علیہما السلام تجھے بلا رہے ہیں تو عبید اللہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر اس لیے کہ اچھا نہیں سمجھتا تھا کہ حسین علیہ السلام جب کوفہ میں داخل ہوں تو میں وہاں موجود ہوں خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ میں انہیں دیکھوں اور وہ مجھے دیکھیں ہیں جب قاصد آیا اور اس نے آپ کو خبر دی تو امام حسینؑ خود چل کر اس کے پاس گئے جہاں اس کے خیمہ میں جا کر آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے پھر آپ نے اپنے ساتھ خروج کرنے کی دعوت دی تو عبید اللہ بن جریجی نے آپ کے سامنے بھی وہی گفتگو دہرائی اور آپ کی دعوت سے معذرت معافی چاہی تب امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے تو خدا سے ڈرو اس بات سے کہ تم ان کا ساتھ دو جو ہم سے جنگ کریں خدا کی قسم میں نے بھی ہمارے استغاثہ کی آواز سنی پھر ہماری مدد نہ کی تو وہ ضرور ہلاک ہو گا وہ کہتے لگا انشاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے قافلہ میں پہنچ گئے جب رات کا آخری وقت آیا تو آپ نے اپنے حوالم کو پانی بھرنے کا حکم دیا پھر کوچ کا فرمان جاری کیا اور قمر بنی مقاتل سے کوچ کیا تو عقیقہ بن سحان کہتا ہے کہ ہم گھنٹہ بھر آپ کے ساتھ چلے ہوں گے کہ آپ نے اپنے گھوڑے کی زین پر اونگھ سی لی پھر بیدار ہو گئے اور کہہ رہے تھے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون
والحمد للہ رب العالمین
ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے اور
حمد ہے اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے ۔

آپؑ نے دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا پس آپ کے فرزند علی بن الحسینؑ علیہما السلام آگے بڑھے اور عرض کیا کیا چیز ہے آپ نے الحمد للہ اور انا للہ پڑھا ہے آپ نے فرمایا ۔ بیٹا مجھے عموڑی سی بیند آگئی تھی کہ میرے سامنے ایک گھڑ سوار ظاہر ہوا اور اس نے کہا کہ یہ قوم علی جا رہی ہے اور موت ان کی طرف آ رہی ہے تو میں نے سمجھا ہے کہ میں ہماری موت کی خبر دی گئی ہے تو شہزادہ نے عرض کیا اے بابا جان خدا آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا آپ اور ہم قریبی ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ ہم قریبی ہی ہیں اس کی قسم جس کی طرف بندوں کی بازگشت ہے تو عرض کیا کہ پھر تو ہم اس کی پڑواہ نہیں کرتے کہ ہم قریبی ہو جائیں تو امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تجھے جزائے غیر دے میرے بچے کو کسی بیٹے کو باپ کی طرف سے جزائے پس جب صبح کا وقت ہوا تو آپ اترے اور صبح کی ناز پڑھی اور پھر جلدی سے سوار ہوئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ دائیں طرف چلنے لگے اور آپ چاہتے تھے کہ حرکتے لشکر سے الگ ہو جائیں پس حوا آتا اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو کوفہ کی طرف پلاتا ہیں جب سختی سے وہ کوفہ کی طرف پھیرتا تو وہ انکار کر دیتے اور اسی طرح دائیں طرف ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ نینوا میں پہنچے اور یہ وہی تھا

ہے جس میں حسین علیہ السلام نے نزول اعلان فرمایا۔

امام حسینؑ کا کربلا میں ورود

ایچانک ایک سوار ظاہر ہوا جو اپنی اذیت پر سوار ہتھیار لگائے اور کمان کندھے پر لٹکائے ہوئے تھا پس سب ملک اس کا انتظار کرنے لگے جب وہ اُن کے پاس پہنچا تو اس نے حر اور اس کے ساتھیوں کو تو سلام کیا لیکن امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کو سلام نہ کیا اور اس نے عبید اللہ بن زیاد کا خط حر کو دیا کہ جس میں تھا۔

اما بعد پس جب میرا خط اور قاصد تمہارے پاس پہنچے تو حسینؑ پر سختی کرنا اور انہیں نہ آنے دو مگر چیل میل لگ کر جہاں نہ بسترہ اور نہ پانی ہو اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے پاس رہے اور تم سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میرے پاس یہ خبر لے کر آئے کہ تم نے میرا حکم نافذ کر دیا ہے،

(رواک لکلام)

پس جب مرتے یہ خط پڑھا تو آپ اور آپ کے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ یہ امیر عبید اللہ کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ پر اسی مقام پر سختی اور تنگی کروں جہاں اس کا خط ملے اور یہ اس کا قاصد ہے اور اس کو حکم ہے کہ مجھ سے جدا نہ ہو جب تک کہ میں اُس کا حکم تم پر نافذ نہ کروں پس یزید بن ہاشم کندی نے جو امام حسینؑ کے ساتھ تھا ابن زیاد کے قاصد کو دیکھا اور اس کو پہچان لیا تو یزید نے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے تو اس خط میں کیا لے کر آیا ہے وہ کہنے لگا کہ میں نے اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت کی وفا کی ہے تو ابن ہاشم نے اس سے کہا کہ بلکہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی اور اپنے امام کی اطاعت اپنی ہلاکت میں کی ہے اور تو نے تو جہنم کی آگ اور تنگ و عار کو پایا ہے یہاں ہے تیرا امام خداوند فرماتا ہے کہ

وَجَعَلْنَاهُمْ اُمَّةً يَدْخُلُونَ اِلَى النَّارِ
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْصُرُونَ ۔

پس تیرا امام انہی میں سے ہے۔

خو نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اسی مقام پر اتریں جہاں بپاتی تھا اور نہ آبادی تو امام حسینؑ نے فرمایا۔

تیرا بھلا ہو ہمیں جانے دو کہ ہم اس بستی میں یا اُس میں اتر جائیں یعنی تیرا، غاضر یہ اس میں یعنی شقیۃ میں۔

مُر کہتے لگا۔

خدا کی قسم میرے بس کی بات تمہیں یہ شخص مجھ پر نگران بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تو ہیر بن قیس کہنے لگے کہ

اے فرزند رسول! میں سمجھتا ہوں کہ بعد میں جو ہونے والا ہے وہ اس موجودہ حالت سے زیادہ سخت ہوگا لہذا اس وقت بعد میں آنے والوں کی نسبت دشمن سے جنگ کرنا ہمارے لیے آسان ہے مجھے میری جان کی قسم جو آتے ولے ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ

”میں ان سے جنگ کی ابتدا نہیں کر سکتا، پھر آپ آئے اور یہ جہزات دوسری خرم لڑاکھ ہجری کا واقعہ ہے جب دوسرا دن ہوا تو عمرو بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار کا لشکر لے کر ان کی طرف آیا اور وہ ینو ایس آکر اترا اور اس نے امام حسین کی خدمت میں عروہ بن قیس اجمی کو بھیجنا چاہا اور اس سے کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟

اور عروہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جہنوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے تھے پس اسے شرم محسوس ہوئی کہ آپ کے پاس جلائے ابن سعد نے دوسرے رُوسا پر بھی چیز پیش کی جہنوں نے آپ کو خط لکھے تھے تو ہر ایک نے اس سے انکار کیا اور اس کو ناپسند کیا پھر اس کے سامنے کثیر بن عبد اللہ شعی کھڑا ہو گیا اور وہ شاہ سوار اور بہادر تھا کوئی چیز اسے موثر نہیں سکتی تھی تو وہ ابن سعد سے کہنے لگا کہ

میں آپ کے پاس جاتا ہوں اور خدا کی قسم اگر تو چاہے تو میں ان کو اچانک قتل کر دوں۔

عمر کہتے لگا کہ

میں نہیں چاہتا کہ تو اچانک قتل کرے لیکن ان کے پاس جاؤ اور سوال کرو کہ وہ کیوں آئے ہیں! پس کثیر آپ کی طرف چلا جب اس کو ابو ثناء مر ماضی نے دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا کہ خدا آپ کے حالات درست رکھے اے ابو عبد اللہ! آپ کے پاس اہل زمین میں سے بدترین شخص اور خون بہانے پر زیادہ جری اور اچانک قتل کرنے والا آ رہا ہے۔

پھر ابو ثناء ماضی کو اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اپنی تلوار رکھ دو،

وہ کہتے لگا۔

تو ہیر بن قیس ایسا کرنے میں کوئی عزت نہیں میں تو قاصد ہوں، اگر تم میری بات سنو گے تو وہ پیغام پہنچاؤں گا جسے دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں واپس چلا جاؤں گا تو ابو ثناء مر نے کہا کہ

میں تو ار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا اور تم اپنی حاجت بیان کرنا،
وہ کہنے لگا

تمہیں خدا کی قسم تم اسے چھوٹک نہیں سکتے۔
تو انہوں نے کہا کہ

پھر مجھے وہ خبر بتاؤ جو تم نے کہ آئے ہو میں تمہاری طرف سے آپ کو پہنچا دوں گا لیکن تجھے آپ کے قریب نہیں جلتے
دوں گا کیونکہ تو فاسق ہے۔

پس دونوں نے ایک دوسرے کو بلا لیا اور اس نے عمر بن سعد کے پاس واپس جا کر اس کو جو کچھ ہوا تھا، بتا دیا، پس عمر نے قرہ
بن قیس خثلی کو بلایا اور اس سے کہا،

اے قرہ تمہارا بھلا، حو حنین علیہ السلام سے ملاقات کر کے پوچھ وہ کیوں آیا ہے اور کیا چاہتا ہے؟
پس قرہ آپ کی طرف آیا تو حو بن امام حسین علیہ السلام نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا
کیا اس کو پہچانتے ہو؟

تو آپ سے جناب حبیب ابن مٹاہر نے عرض کیا،

جی ہاں، یہ قبیلہ تمیم کی خنظلہ شاخ سے ہے اور یہ ہماری بہن کا لڑکا ہے اور میں اسے اچھی رائے والا سمجھتا تھا اور
میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ اس جگہ موجود ہوگا۔

پس وہ آیا اور اس نے امام حسین کی خدمت میں سلام عرض کیا اور آپ کو عمر بن سعد کا پیغام پہنچایا کہ حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ
تمہارے اس شہر کے لوگوں نے مجھے خطوط لکھے کہ میں آؤں اب اگر تم میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں واپس
چلا جاتا ہوں۔

پھر اس سے حبیب ابن مٹاہر نے کہا کہ

اے قرہ افسوس ہے کہاں ظالم قسم کی طرف واپس جا رہے ہو! اس مرد خدا کی مرد و نفرت کرو کہ جس کے آباء و اجداد
کی وجہ سے خدا نے کرامت و عزت کے ساتھ تمہاری تائید کی ہے۔

تو قرہ ان سے کہنے لگا کہ

میں اپنے صاحب کے پاس اس کے پیغام کا جواب لے کر جاتا ہوں اور میں اپنی رائے پر سوچوں گا۔

پس اس نے عمر بن سعد کے پاس واپس جا کر خبر دی، تو عمر کہنے لگا۔

میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے اس سے جنگ کرنے اور لڑنے سے معاف رکھے گا۔

اور اس نے عید الشہین زیاد کی طرف خط لکھا۔



ابو ابراہیم جب حنین بن علیؓ کے قریب اُترے تو اُن کے پاس میں نے اپنا قاصد بھیجا اور دریافت کیا کہ وہ کیوں آئے اور کیا چاہتے ہیں یا تو اُنہوں نے کہا ہے کہ مجھے اس شہر والوں نے خطوط لکھے اور ان کے قاصد میرے پاس آئے جو مجھ سے آئے کا تقاضا کرتے تھے پس میں نے ایسا کیا اب اگر تم میرا انا پلستد کرتے ہو اور تمہارے لیے پینچاموں کے علاوہ کچھ اور ظاہر ہو اُسے تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔

پانی کی بندش

حسان بن قائد عسی کہتا ہے کہ میں عبداللہؓ کے پاس تھا جب یہ خط آیا ہے تو اس نے کہا کہ

الان اذ علفت محالبتنا به یرجوا

التحاة ولات حنین منا ین۔

اب جب کہ تمہارے پیچھے اس میں گڑھے ہیں نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی چارہ نہیں۔

اور اس نے عمر بن سعد کو لکھا۔

ابا بعد مجھے تمہارا خط مل گیا ہے اور میں نے سمجھ لیا جو کچھ تو نے ذکر کیا حسینؓ کے ساتھ پیش کر دو کہ وہ اور اس کے

اصحاب یزید کی بیعت کریں جب وہ ایسا کر لیں گے تو ہم پھر اپنی رائے دیکھیں گے۔ (دالسلام)

پس جب یہ خط عمر بن سعد کو ملا تو اس نے کہا کہ مجھے یہی ڈرتھا کہ ابن زیاد عاقبت کو قبول نہیں کرے گا۔

اور اس کے پیچھے ہی ابن زیاد کا عمر بن سعد کو ایک اور خط آیا کہ

حسینؓ علیہ السلام اس کے اصحاب اور پانی کے درمیان رکاوٹ بن جاؤ اور وہ پانی کا ایک قطرہ تک نہ پی سکیں جس طرح تعلق

نر کی عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا۔

پس اسی وقت عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا جو گھاٹ پر جا اُترے اور وہ امام حسینؓ آپ کے

اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے کہ وہ ایک قطرہ نہ پی سکیں اور یہ واقعہ امام حسینؓ علیہ السلام کی شہادت سے تین دن پہلے

کا ہے اور عبداللہ بن حصین اتروی نے بلند آواز سے بکا کر کہا اور اس کا شمار قبیلہ بعلبکہ کے قائدانہ سے تھا۔

اے حسینؓ کیا پانی کی طرف دیکھتے نہیں ہو؟ گویا وہ آسمان کا جگر ہے خدا کی قسم تم لوگ اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پکے

سکو گے یہاں تک کہ پیاس سے مر جاؤ۔

تو امام حسینؓ نے فرمایا۔

خدا یا اسے پیاس سے مار اور اسے کبھی نہ بخشنا۔

حیدر بن مسلم کہتا ہے کہ

خدا کی قسم میں نے اس کے بعد اس کی پیاری میں اس کی عبادت کی تو قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے اسے دیکھا کہ وہ پانی پیتا تھا یہاں تک کہ اس کی پیاس تھیں بھتی تھی پھر وہ تے کرتا اور چٹا ہلاتا تھا پیاس پیاس پھر دوبارہ پانی پیتا یہاں تک کہ اس کی پیاس نہ بھتی پھر تے کرتا اور وہ پیاس سے تڑپتا تھا یہی اس کا طریقہ رہا یہاں تک کہ اس کی روح نکل گئی خدا اس پر لعنت کرے۔

اور جب امام حسینؑ نے بنووی میں عمر بن سعد لعین کے پاس لشکر وں کا اترنا اور آپ سے جنگ کرنے کے لیے ان کی مدد کا نا دیکھا تو آپ نے عمر بن سعد کی طرف کسی کو بھیجا کہ میں تجھے ملنا اور تیرے ساتھ ایک نشست چاہتا ہوں تو ایک رات دونوں اکٹھے ہوئے اور کافی دیر تک علیحدہ گئی باتیں ہوتی رہیں پھر عمر بن سعد اپنی رہائش گاہ کی طرف واپس چلا گیا اور اس نے عبید اللہ بن زیاد و علیہ اللعنة کو خط لکھا »یا عبید بنے شک اللہ نے آتش جنگ و عداوت کو بجھا دیا ہے۔ بات اتفاق پا گئی اور امت کا معاملہ درست ہو گیا ہے یہ حسینؑ ہیں انہوں نے مجھ سے سہارہ کیا ہے کہ وہ اسی جگہ جہاں سے آئے ہیں واپس یا کسی سرحد کی طرف چلے جائینگے (اگر وہ ایسا کرتے ہیں) تو مسلمانوں میں سے ہی ایک (عام شخص قرار پائینگے جس کے لیے وہی کچھ ہو گا جو ان سب کے لیے ہو گا اور خلافت بھی وہی ہو گا جو ان کے خلاف ہو گا یا وہ امیر المؤمنین (یزید) کے پاس چلے جائینگے (اگر وہ یزید کے پاس چلے جاتے ہیں) تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینگے اور اپنا باہمی معاملہ خود دیکھ لیں گے۔ یہ بات آپ کو بھی پسند ہوگی امت کی بھی اسی میں بہتری ہے۔«

»عراقی مترجم) یہ عمر بن سعد کا خط ہے جس میں اس نے اپنے خیالات تحریر کئے ہیں)

جب عبید اللہ نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ

یہ خط ایک مخلص اور قوم پر مشفق و مہربان کا ہے۔

تو اس کے سامنے شمر بن ذوالجوشن کھڑا ہو گیا خدا اس پر لعنت کرے اس نے کہا۔

کیا تم ان کی اس بات کو قبول کر لو گے جب کہ وہ تمہاری زمین میں آنا چاہے اور تمہارے پاس ہے خدا کی قسم اگر وہ تمہارے شہر وں سے چلا گیا اور اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر نہ رکھا تو وہ زیادہ قوت پکڑ جائے گا اور تم کمزور و بے بس ہو جاؤ گے لہذا ایسا موقع نہ دو کہ کمزوری کی علامت ہے۔ لیکن اگر وہ اور ان کے اصحاب تمہارے علم کو مان میں تو پھر تم سزا دو تو سزا دینے کا زیادہ حق رکھتے ہو اور اگر معاف کرو تو تمہارا اختیار ہے تو ان زیادہ اس سے کہتے لگا۔

تو نے خوب سوچا تیری رائے بہتر ہے پس یہ خط عمر بن سعد کے پاس لے جاؤ کہ وہ حسینؑ اور اس کے اصحاب کو

پیش کرے کہ وہ میرے حکم پر آئیں (یعنی میرا فیصلہ قبول کر لیں) آپ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں میرے پاس بھیج دوں۔
 دیں اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کرو
 سنو اور اطاعت کرو اور اگر ان سے جنگ کرنے سے انکار کرے تو تم امیر لشکر ہو اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے
 پاس بھیج دو۔

اور عمر بن سعد کو لکھا کہ

میں نے حین کی طرف اس لیے تجھے نہیں بھیجا تھا کہ تو ان سے مصائب کو روکے، طویل ملاقاتیں کرے، سلامتی و بقا کی باتیں
 اُمید دلائے، معذرت کرے اور میرے پاس ان کی سفارش کرے۔

دیکھ اگر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب میرے حکم کو مان لیتے ہیں اور اپنے آپ کو سپرد کرتے ہیں تو بھیج دوں۔
 پاس بھیج دے اور اگر انکار کریں، تو ان کی طرف بڑھو یہاں تک کہ انہیں قتل کرو اور ان کا منہ دناک کان کاٹنا) کرو
 کیونکہ وہ اس کے سچی ہیں اور اگر حسین علیہ السلام قتل ہو جائے تو اس کے بیٹے اور رشتہ کو گھوڑے دوڑا کر روند ڈالو کیونکہ
 وہ منافران اور زیادہ ظالم ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ چیز مرنے کے بعد کوئی ضرر پہنچاتی ہے لیکن اس بات کی وجہ سے جو
 میں نے کہہ دی ہے اگر اس کو قتل کرو، تو اس کے ساتھ یہ بھی کرو اس اگر ان کے بارے میں ہمارے حکم کو بجالائے اور
 گزدرے تو تم نہیں ایک حکم من کر بجالاتے دے (اطاعت گزار) کا جیسا بدلہ و انتقام دینگے اور اگر انہیں انکار ہے تو
 ہمارے کام اور لشکر سے الگ ہو جاؤ اور ثمر بن ذی الجوشن اور لشکر کے درمیان سے علیحدہ ہو جاؤ ہم نے
 اسے حکم دے دیا ہے۔ (وَالسَّلَام)

نوحمر اور شب عاشور

تو جب ثمر بن ذی الجوشن نے عبید اللہ ملعون کا خط لے جا کر عمر بن سعد کو پیش کیا۔ اس نے پڑھا۔

تو عمر نے اس سے کہا

تجھے کیا ہو گیا ہے میرے لیے ہلاکت ہو، خدا تیرا گھر قریب نہ کرے، خدا برا کرے اس چیز کا جو تو میرے
 پاس لایا ہے اور خدا کی قسم میرا یہ گمان ہے کہ تو نے اسے روکا ہے کہ اس کو قبول کرے میں نے اسے لکھا ہے اور
 تو نے ہم پر اس معاملہ کو خراب اور فاسد کر دیا جس کی اصلاح و درست ہو جانے کی امید تھی خدا کی قسم حین اپنے
 آپ کو سپرد نہیں کرینگے کیونکہ وہ اپنے پہلو میں اپنے باپ کا خون رکھتے ہیں۔

تو ثمر اس سے کہنے لگا کہ

مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا کرنا ہے؛ کیا تم اپنے امیر کا حکم بجالا کر اس کے دشمن سے جنگ کرو گے نہیں تو میرے اور لشکر کے درمیان سے الگ ہو جاؤ۔

کہتے لگا

نہیں، اور تیرے لیے کوئی عزت نہیں بلکہ میں یہ ذمہ داری تو دنیاؤں کا تم اپنی جگہ پر رہو اور پیادہ لشکر کی کمان کرو۔
عربین سنہرتے تو حرم جمعرات کی شام امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرتے ہیں جلدی کی۔

شمر یحییٰ اکرام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے مقابل کھڑا ہو کر کہتے لگا۔

ہماری بہن کے بیٹو کہاں ہو؟

اس پر حضرت عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان جو سب حضرت علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں اس کی طرف نکلے اور کہتے

لگے تو کیا چاہتا ہے تو وہ کہتے لگا۔

اے بھانجہ تمہارے لیے امان ہے۔

تو وہ جوان کہنے لگے۔ خدا تجھ پر اور تیری امان دینا ہر لعنت کرے تو ہمیں پناہ دیتا ہے اور فرزند رسولؐ کے لیے

کوئی امان دینا نہیں۔

(شمر نے عرب کے دستور و محاورہ مطابق بھانجے اور بہن کے بیٹے کہہ کر پکارا کیونکہ دستور ہے اپنے خاندان کی کسی بھی

عورت کی اولاد کو بھانجا کہہ کر پکارا جاتا ہے ورنہ شمر کا باپ ذی الجوشن ہے اور حضرت عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان کی

والدہ گرامی جناب ام النبیینؑ کے والد حزام ہیں (متزوج)

پھر عربی سعد نے پکار کر کہا

اے اللہ کے سواروں! سوار ہو جاؤ۔ تمہیں جنت کی بشارت ہو پس لوگ سوار ہوئے یہاں تک کہ وہ عصر کے بعد ان

دامام حسینؑ اور ان کے اصحابؑ کی طرف بڑھے اس وقت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے تلوار کو صاف

کر رہے تھے۔

جب آپ کی بہن نے شور مچا تو وہ آپ کے پاس تشریف لائیں اور کہا

اے بھائی؛ کیا آپ آواز نہیں سنتے ہیں جو قریب ہوتی جا رہی ہیں

تو آپ نے سراٹھا کر فرمایا۔

میں تو بھی رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آنے والے ہو تو آپ کی بہن

نے اپنا منہ پیٹ لیا اور ہائے ہلاکت پکاریں تو آپ نے فرمایا۔

اے بہن تمہارے لیے ویل و ہلاکت نہ ہو چپ کرو خدا تم پر رحم کرے۔

پھر جناب عباس بن علیؑ نے آپ سے عرض کیا،

اے بھائی! قوم آپ کی طرف آ رہی ہے۔

پس آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

اے عباس میری جان تجھ پر قربان، اے بھائی سوار ہو کر ان سے ملو اور ان سے کہو کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا چیز

تمہارے ساتھ ظاہر ہوئی ہے؟ اور پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟

جناب عباس تقریباً بیس سو آدمی لے کر گئے کہ جن میں نہ میر بن تین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے جناب عباس نے

ان لوگوں سے کہا کہ اب پھر کوئی نئی بات تمہارے لیے ہوئی ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟

دیکھو کہ معاملہ تسلی ہو چکا ہے)

تو وہ کہنے لگے کہ

ہمارے پاس امیر کا حکم آیا ہے کہ ہم تمہارے سامنے پیش کریں کہ امیر کا حکم مانو یا پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔

تو آپ نے فرمایا

جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ میں جناب ابو عبد اللہ کی خدمت میں واپس جا کر ان کے سامنے وہ پیش نہ کروں جو تم

ذکر کرتے ہو۔

تو وہ رک گئے اور کہنے لگے کہ

انہیں خبر دو اور پھر سوچو کہ وہ کہیں ہیں اگر بتاؤ؟

تو جناب عباس تیزی کے ساتھ واپس امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تاکہ انہیں وہ بات بتائیں اور آپ کے

اصحاب وہیں ٹھہرے دشمن سے خطاب کرتے وعطو نصیحت فرماتے اور انہیں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرتے سے

متح کرتے رہے اور جناب عباسؑ امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں دشمن نے جو کہا تھا اس کی خبر دی تو

آپ نے فرمایا کہ

ان کے پاس واپس جاؤ اور اگر کر سکو تو انہیں کل تک تاخیر کرنے پر آمادہ کرو اور رات بھر کے لیے انہیں ہم سے دور کرو،

تاکہ ہم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھ سکیں اور اس سے دعا اور استغفار کر سکیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں اس کے لیے نماز

پڑھنے، اس کی کتاب کی تلاوت کرتے زیادہ دعا مانگتے، اور استغفار کرنے کو زیادہ دوست رکھتا ہوں۔

پس جناب عباس دشمن کی طرف گئے اور جیب وہاں سے واپس آئے تو آپ کے ساتھ عمر بن سعد کی طرف سے پیغام لائے

والا بھی تھا جو کہہ رہا تھا کہ

”ہم نے کل تک آپ کو ہدایت دی ہے پس اگر آپ لوگوں سے تسلیم غم کر دیا تو ہم تمہیں اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس

سے چلیں گے اور اگر تم نے الکار کر دیا تو پھر تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

پھر وہ واپس چلا گیا تو امام حسینؑ نے شام کے وقت اپنے اصحاب کو جمع کیا حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

میں آپ کے قریب ہوا تاکہ سنوں کہ آپ ان سے کیا فرماتے ہیں اور اس وقت میں بیمار تھا تو میں نے اپنے والد گرامی سے مشاویہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے، کہ

میں اللہ کی بہترین شہادت کرتا ہوں خوشحالی و مدد عالی میں اس کی مدد کرتا ہوں، خدایا بے شک میں تیری حمد کرتا ہوں اس بات پر کہ تو نے ہمیں عزت و کرامت بخشی قرآن کی تعلیم دی اور دین میں فہم و فراست عطا کی اور ہمارے لیے کان بٹکھیں اور دل دھبی نعمت بنائے ہیں ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شمار کر لے۔

اما بعد بے شک میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ باوقار و زیادہ بہتر اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکی کرنے والے اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے کسی کے اصحاب اور اہل بیت نہیں دیکھے، پس خدا تمہیں میری طرف سے جزائے خیر دے میں ان لوگوں سے کسی ایسے دن کا گمان نہیں رکھتا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں ہذا تم سب واپس چلے جاؤ

میں تمہارے لیے جانا حلال و جائز قرار دیتا ہوں میری طرف سے تمہارے اوپر کوئی جہیز مان دیا جندی نہیں اس رات نے ہمیں ڈھاتپ لیا ہے پس اس کو تم سواری کا اونٹ بنا لو۔ (رات سے فائدہ اٹھاؤ) اس پر آپ سے آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بیٹیوں اور عید اللہ بن جعفر کے دونوں بیٹوں (بھانجوں) نے کہا ہم آپ کے بعد باقی رہیں ایسا نہیں کر سکیں گے خدا ہمیں ایسا کبھی نہ دکھائے۔

اس قول کی ابتدا جناب عباسؑ بن علی علیہ السلام نے کی اور باقیوں نے اس میں پیروی کی اور اسی قسم کی گفتگو کی، پس امام حسینؑ نے فرمایا کہ

اے اولاد عقیل تمہاری طرف سے مسلم کی شہادت کافی ہے، لہذا تم چلے جاؤ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔

بھان بھان واپس لوگ کیا کہیں گے، وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ سردار اور اپنے چچوں کی اولاد کو اور جو کہ بہترین چچے ہیں ان کو چھوڑ دیا نہ ہم نے ان کی معیت میں تیر چھوڑا نہ ان کے ساتھ مل کر نذرہ مارا نہ ان کے ساتھ ہو کر تلوار چلائی اور نہ ہمیں پتہ ہے کہ ان پر کیا کڑی، خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ آپ پر قربان ہوں گے اور آپ کی معیت میں جنگ کریں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں گے وہیں ہم وارد ہوتے ہیں خدا برا کہے اس زندگی کا جو آپ کے بغیر ہو۔

اور پھر آپ کے سکنے سے مسلم بن عویض کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کو اکیلا چھوڑ دیں، تو پھر خدا کے

ہاں آپ کا حق ادا کرتے ہیں کیا عذر پیش کریں گے؟ یاد رہے خدا کی قسم میں ان (دشمن) کے سینوں میں اپنا نیزہ ماروں گا اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہا نہیں لگاؤں گا اور اگر میرے پاس جنگ کرنے کے لیے ہتھیار رہا تو میں ان پر پتھر پھینکوں گا خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا جان لے کہ ہم نے اس کے رسولؐ کی عدم موجودگی میں آپ کے بارے میں (جو حق تھا اس کی) حفاظت کی ہے، خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا پھر مجھے زندہ کیا جائے گا پھر مجھے جلایا جائے گا پھر زندہ ہوں گا پھر میری خاک ہو ا میں منتشر کر دی جائے گی اور یہ عمل میرے ساتھ مترد (مرتبہ کیا جائے گا تب بھی جب تک آپ کے ساتھ مرتہ جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ قتل ہوتا تو ایک ہی مرتبہ ہے پھر اس کے بعد وہ عزت و کرامت ہے جس کے لیے ختم ہونا نہیں یعنی ابدی ہے۔

جناب زہیر بن عیینہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں (پسند کرتا ہوں) کہ قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مجھے قتل کیا جائے یہاں تک کہ اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں اور اللہ میرے اس طرح ہوتے سے آپؐ اور آپ کے اہل بیت کے ان جوانوں سے قتل کو سے بچائے۔

اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے ایک دوسرے سے ملتی جلتی گفتگو کی جس کا مقصد ایک ہی تھا امام حسینؑ نے ان کے لیے جزا خیر کی دعا کی اور اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں۔

میں اس رات جس کی صبح میرے باپا شہید ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور میرے پاس میری بھوپھی جناب زینبؓ میری تیمارداری کر رہی تھیں کہ میرے والد اپنے خیمہ میں الگ تشریف لے گئے جہاں آپ کے پاس جوہن ابو ذر غفاری کے غلام تھے جو آپ کی تلوار کو صاف اور اس کی اصلاح کر رہے تھے اور میرے والد گرامی یہ اشعار کہہ رہے تھے کہ

كذلك بالاشراق والاصيل

ياد هراف لك من خييل

والدهر لا يقطع بالبديل

من صاحب او طالع قتيل

وكل حي سالك سبيل

وانما الامر الى الجليل

اے زمانہ نف ہے تجھ پر تو کتابِ اُردو دست ہے کہ ہر صبح و شام کتنے ساتھی اور طلب گار مقتول ہوتے ہیں اور زمانہ تبادلہ پر قناعت نہیں کرتا اور مردِ حکم تو طلیل کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ میرے راستے پر چلنے والا ہے۔

آنحضرتؐ نے ان اشعار کی دو باتیں مرتبہ تکرار کی حتیٰ کہ میں نے انہیں پورے طور پر سمجھ لیا اور جان گیا کہ آپ کی

مرا گیا ہے گریہ مجھے گویا ہو گیا لیکن میں نے اسے روکا اور خاموشی اختیار کی میں نے جان لیا کہ بلا و مصیبت اور امتحان کی منزل آگئی ہے لیکن میری بھوپھی نے بھی وہ کچھ سنا جو میں نے سنا تھا وہ عورت تھیں اور عورتوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہوتی ہیں اور گھبرا جاتی ہیں لہذا وہ اپنے آپ کو تہ روک سکیں یہاں تک کہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئیں وہ اپنے دامن کو کھینچ رہی تھیں اور ان کے سر سے چادر اتوڑ گئی تھی یہاں تک کہ وہ بابائے پاس گئیں اور کہا کہ ہائے اقصیٰ کاش! موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی آج ایسے ہی ہے جیسے میرے باپ علی علیہ السلام، ماں فاطمہ علیہا السلام اور بھائی حسنؑ مرے ہیں اے گذشتہ بزرگوں کے جانشین اور باقیوں کے سہارا۔

تو امام حسین علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

اے ماں جانئی بہن! تمہارے علم و بردباری کو شیطان نہ لے جائے اور آپ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے ڈبک جائیں اور فرمایا لَوْ لَمْ يَكُنْ الْعَطَاءُ لَمْ يَكُنْ

تو بی بی نے فرمایا

ہائے مصیبت کیا آپ کہ جھین لیا جائے گا یہ چیز تو میرے دل کو زیادہ زخمی کرنے والی اور میرے لیے سخت مصیبت ہے پھر اس محذره نے اپنا منہ پٹیا گریبان چاک کر لیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں، ایسی امام حسینؑ نے ان کے پاس جا کر چہرہ پر پانی چھڑکا (ہو سکتا ہے آنسوؤں کا پانی ہو) اور فرمایا میری بہن چپ کرو اللہ کا تقویٰ اختیار اور اللہ کی دی ہوئی تسلی اور تعزیت پر صبر کرو اور جان لو کہ زمین میں رہنے والے مر جائیں گے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے اس ذات پروردگار کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی کجس نے تمام مخلوق کو اپنی قدرت سے خلق کیا ہے، خدا مخلوق کو قبروں سے اٹھائے گا اور ان کو دوبارہ لوٹائے گا وہ ایک اکیلا ہے میرے نانا مجھ سے بہتر میرے باپ مجھ سے بہتر میری ماں مجھ سے بہتر اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے (وہ تمام اس دنیا سے چلے گئے) اور میرے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہؐ ہی نمونہ عمل ہیں۔

پس آپ نے ان اور ان جیسے الفاظ سے تسلی دی اور ان سے فرمایا۔

اے بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور میری قسم کو پورا کرتا، جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھ پر نہ گریبان چاک کرنا نہ چہرہ خواستہ اور تہ ویل و شبور و ہلاکت دینا ہی اپکارنا۔

پھر آپؐ نے انہیں لاکھ میرے پاس بٹھا دیا اس کے بعد آپؐ اپنے اصحاب کے پاس چلے گئے اور حکم دیا کہ وہ اپنے پیچھے ایک دوسرے کے نزدیک کر کے ان کی ٹٹیاں ایک دوسرے میں پیوست کر لیں اور خود خیموں کے درمیان رہیں تاکہ دشمن کا سامنا ایک طرف سے کریں اور پیچھے دائیں اور بائیں انہیں گھیرے ہوئے ہوں سوائے اس طرف کہ جن سے دشمن ان کی طرف آئے۔

پھر آپ اپنی جگہ پر واپس آئے اور ساری رات نماز، استغفار و دعا اور تضرع و توبہ میں بسر کر دی اور آپ کے اصحاب بھی اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے نماز پڑھتے، دعا مانگتے اور استغفار کرتے تھے۔

خاک بن عبد اللہ کہتا ہے کہ

ہمارے پاس سے ابن سعد کے گھڑ سوار گذرے جو ہماری نگرانی کر رہے تھے اور امام حسین علیہ السلام آیات پڑھ رہے تھے کہ

و لا تحسین الذین کفروا انما نملی

اور نہ گمان کرو ان لوگوں کے متعلق کہ جہنم میں کفر اختیار کیا

لہم خیرا لا نفسہم انما نملی لہم

ہے کہ جس چیز کی ہم ان کے لیے زیادتی کرتے ہیں وہ ان کے لیے بہتر

لیزدادوا انما ولہم عذاب

ہے ہم زیادتی زوال و دولت و اولاد کی اس لیے کرتے ہیں تاکہ

مہین

وہ گنہگار زیادتی کریں اور ان کے لیے رسوا کرنا عذاب ہے

ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ

اور خدا مومنین کو اس حالت پر چھوڑنے والا نہیں کہ جس پر

حق یہیذیر النبیذ من الطیب

تم ہو جب تک کہ خبیث کو طیب سے ممتاز اور الگ نہ کر دے

پس ان گھوڑ سواروں میں سے عبد اللہ بن سمیر نامی ایک شخص نے سن لیا اور وہ زیادہ مسخرہ شجاع و بہادر شاہ سوار

اچانک قتل کرنے والا اور قوم کا بڑا سچا جاتا تھا وہ یمن کے گئے کعبہ کے رب کی تم ہم طیب و پاکیزہ ہیں جو تم لوگوں

سے تمیز اور الگ ہو گئے ہیں تو جناب بریر بن خضیر نے اسے کہا کہ اے فاسق خدا نے تجھے طیبین اور پاکیزہ لوگوں میں

سے قرار دیا ہے تو وہ کہتے لگا، تم کون ہو تو آپ نے فرمایا، بریر بن خضیر، پھر دونوں ایک دوسرے کو دھچکا پہنے لگے۔

روز عاشور

امام حسین علیہ السلام نے صبح کی تو آپ نے نماز صبح کے بعد اپنے اصحاب کو تیار کیا، آپ کے ساتھ بیس سو اور چالیس

بیادے تھے آپ نے زہیر بن قین کو اپنے اصحاب کے خیمہ پر حبیب بن مظاہر کو مسیرہ پر مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی

جناب عباس کو دیا اور انہوں نے مجھے اپنی پشت پر قرار دیئے اور آپ نے حکم دیا کہ جو لکڑیاں اور سرکنڈے

خیموں کے پیچھے پڑے تھے انہیں کھود دی گئی خندق میں ڈال کر آگ لگا دی جائے اس خندق سے کہیں وہ ملائین

خیموں کے پیچھے سے نہ آئیں۔

عمر بن سعد نے اس دن صبح کی وہ جمعہ کا دن تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ہفتہ کا دن تھا اس نے بھی اپنے ساتھیوں کو

تیار کیا اور امام حسین کی طرف چلا، اور اس کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا اور اس کے میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن تھا اور گھڑ سواروں پر عروہ

بن قیس تھا اور پیدل لشکر پر شبث بن ربیع تھا اور اس نے علم اپنے غلام درید کو دے رکھا تھا۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

جب (لشکرینید) کے گھوڑے صبح کے وقت امام حسین کی طرف بڑے تو آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا (دعا مانگی)

”اللهم انت ثقتی فی کل کوب وانت رحالی فی کل شدۃ وانت لی فی کل امر نزلت لی ثقتہ و
عدۃ کھ من ہم یضعف فیہ العزاد و تغفل فیہ الحیلۃ و یخذل فیہ الصدیق و یثمت فیہ
العدو انزلتہ بک و شکوتہ الیک و رغبتہ معی الیک عن سواک فقرحتہ عنی و کشفتمہ
فانت ولی کل نعمۃ و صاحب کل حسنۃ و منتہی کل رغبتہ۔

آپ نے فرمایا کہ دشمن خیرام حسینؑ کے گرد چکر لگاتے لگے پس انہوں نے پھلی جانب خندق دیکھی جس میں ڈال گئی لکڑیوں
اور سرکندوں کو آگ لگی ہوئی تھی تو دشمن ذی الجوشن نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔
کہا قیامت کے دن سے پہلے آگ کی طرف جلدی کی ہے۔

تو امام حسینؑ نے فرمایا، یہ کون ہے ایسے ہے جیسے یہ دشمن ذی الجوشن ہو۔

تو لوگوں نے کہا جی ہاں تو آپ نے اس سے فرمایا

اے بکریاں چرانے والی عورت کے پیٹے تو اس آگ میں جلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اس عین کو تیرا میں تو حسین علیہ السلام نے انہیں اس سے منع فرمایا، مسلم کہنے لگے۔

مجھے اس کو تیرا تے دیکھ کر یہ فاسق دشمنان خدا میں سے ہے اور عظیم جاہلین اور متکبرین میں سے ہے

اور خدا نے مجھے اس پر تمکین دی ہے تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ

اسے تیرے مارو کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ ان سے بڑے میں ابتداء کروں۔۔۔۔۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے اپنا نام

شکوایا اور اس پر سکوار ہو کر بلند آواز سے پکار کر کہا کہ

اے اہل عراق! تو ان میں سے اکثر سن رہے تھے آپ نے فرمایا کہ

اے لوگو! میری بات کہ ستوا اور جلدی نہ کرو تا کہ میں تمہیں وعظا اور نصیحت کروں جو تمہارا مجھ پر حق ہے اور تا کہ میں

تمہارے سامنے عذر بھی پیش کر لوں پس اگر تم نے میرے ساتھ انصاف کیا تو تم بہت ہی سید اور نیک بخت ہو

پھر اُدگے اور اگر تم نے اپنے آپ سے مجھے انصاف نہ دیا تو پھر اپنی رائے کو جمع کرو۔

پھر تم پر تمہارا معاملہ چھپا نہیں رہے گا پھر فیصلہ کر کے میری

نُصْحَ لَہُم یٰکُن اَمْرُکُمْ عَدِیکُمْ غَمَہ

نُصْحَ اقْضُوا اِلَی دَلَا تَنْظُرُوْنَ اِنْ دَلِی اللّٰہ

الذی نَزَلَ الْکِتَابَ وَ یَتَوَلٰی الصّٰلِحِیْنَ

پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور خدا کا ایسا ذکر کیا کہ جس کا وہ اہل ہے۔ اور آپ نے نبی کریمؐ پر صلوات بھیجی (خدا کی آپ

پر صلوات ہو) پھر فرمایا

اے بعد پس میرا نسب بیان کرو اور خود و فکر کر کے دیکھو کہ میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے آپ کو سزاؤ

کرد، اور دیکھو کہ کیا تمہارے بیٹے مجھے قتل کرنا اور میری ہتک حرمت کرنا اچھا ہے، کیا میں تمہارے بیٹے کی بیٹی ان کے
وصی اور ان کے اس چچا زاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں جو کہ ایمان لاتے والوں میں پہلے اور رسول اللہؐ اپنے پروردگار کی طرف
سے جو کچھ لے کر آئے تھے، اس کی تصدیق کرتے والے تھے تو کیا حمزہؓ سید الشہد میرے چچا نہیں تو کیا جعفرؓ جو دروں
کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں کیا نہیں یہ حدیث تہیں پہنچی، جو رسول اللہؐ نے میرے اور
میرے بھائی کے متعلق فرمائی تھی کہ

”ہذان سیدان شباب اهل الجنة“ یہ دونوں جو امان جنت کے سردار ہیں پس اگر تم میری تصدیق کرتے
ہو کچھ میں کہہ رہا ہوں (تو تمہارا) اور وہ حق ہے۔ خدا کی قسم میں نے جھوٹ نہیں بولا اور ارادہ تک نہیں کیا جب سے
مجھے علم ہے کہ اللہ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم (اس حدیث بالا کے متعلق) میری تکذیب کرتے
ہو۔ تو تم میں (تمہارے اس زیادت میں) ابھی وہ لوگ موجود ہیں جن سے اگر تم سوال کرو تو وہ تمہیں خبر دیں گے سوال
کرو جابر بن عبد اللہ انصاری، ابوسعید خدری، اسلم بن سعد سعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے تو وہ تمہیں
خبر دیں گے کہ انہوں نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے میرے اور میرے بھائی کے متعلق سنی ہے تو کیا اس حدیث میں
کوئی چیز نہیں جو تمہیں میرا خون بہاتے سے روکے تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ سے کہا کہ وہ اللہ کی ایک حرمت
پر عبادت کرے اگر وہ جانتا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں (یعنی میں نہیں جانتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں)
تو حبیب ابن مظاہر نے اسے کہا کہ

خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر حقوں پر کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے تو تمہیں
جانتا کہ آپؐ کو تمہارے ہیں خدا نے تیرے دس چہرہ لگا دی ہے۔
پھر حسینؑ نے ان سے فرمایا

اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے تو اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے بیٹے کی بیٹی کا فرزند ہوں پس خدا کی
قسم مشرق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ تم میں اور تمہارا سے غیر میں کوئی نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے تم پر
ہلاکت ہو کیا تم مجھ سے کسی مقتول کا مطالعہ کرتے ہو؟ کہ جسے میں نے قتل کیا ہے یا اپنے کسی مال کا جسے میں نے برباد
کیا ہے یا کسی شخص کے قصاص اور بدلے کا؟

پس وہ خاموش کھڑے تھے کوئی بات نہیں کرتے تھے تو آپ نے پکار کر فرمایا

اے شہید بن ربیع! اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن عمارت! کیا تم نے مجھے
نہیں لکھا تھا کہ پھل اور مہوے پک چکے ہیں اور مٹھوں پر سبزہ بلبلا رہا ہے اور ایک تیار لشکر کی طرف آپ بڑھ رہے ہیں،
تو قیس بن اشعث نے کہا

ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن آپ اپنے چچا کی اولاد کے حکم کو مان لیں کیونکہ وہ آپ کو نہیں دکھائیں گے مگر وہ جو آپ کو پسند و محبوب ہوگا۔

تو حسین نے فرمایا

تمہیں خدا کی قسم میں تمہیں اپنا ہاتھ قریب شخص کی طرح نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگ جاؤں گا۔
پھر پکار کر فرمایا

اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں ہر سنگبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

پھر آپ نے اپنا ناقہ بٹھا دیا اور عقبہ بن سہمان کو حکم دیا تو اس نے اس کا ہاؤں باندھ دیا پھر وہ لوگ تیزی سے آپ کی طرف بڑھنے لگے تو جناب عربین یزید نے دیکھ کر وہ لوگ تیزی سے آپ کی طرف بڑھنے لگے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کا مضمع ارادہ رکھتے ہیں تو جا کر عمر سعد سے کہا
اے عمر کیا تم اس شخص سے جنگ کرو گے؟
وہ کہنے لگا

ہاں خدا کی قسم بڑی سخت جنگ کہ جس میں کم از کم یہ ہوگا کہ سر گریں گے اور بازو گٹھیں گے۔
قرہ بن قیس کہتے تھے تو جرتے اس سے کہا، در اسے قرہ کیا تو نے اپنے گھوڑے کو آج پانی پلایا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں، تو فرمایا، کیا اسے پانی نہیں پلانا چاہتا؟ قرہ کہتا ہے کہ میں نے یہ گمان کیا کہ تم تنہائی چاہتا ہے اور جنگ میں حاضر نہیں ہوتا۔ چاہتا پس وہ ناپسند کرتا ہے کہ میں اسے ایسا کرتا دیکھوں تو میں نے اسے کہا کہ میں نے اسے پانی نہیں پلایا اسے پلاتے چلا رہا ہوں تو اس جگہ سے ہٹ گیا کہ جہاں وہ تھا پس خدا کی قسم اگر وہ مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کرتا تو میں بھی اس کے ساتھ جیسی کی خدمت میں نکل جاتا پس وہ آہستہ آہستہ حبش کے قریب ہونے لگا تو اس سے مہاجرین اس نے کہا
اے ابن یزید آپ کیا کرتا چاہتے ہیں کیا آپ کا حملہ کرنے کا ارادہ ہے تو اس (حُجْر) پر لپکی اور رشتہ کی سی کیفیت طاری تھی۔
حُجْر نے کہا

تو جو کچھ انہوں نے پیش کیا ہے کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو جاتے؟
تو عمر نے کہا
یاد رکھو کہ اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر انکار کرتا ہے۔
پس حُجْر آگے بڑھا یہاں تک کہ لوگوں سے ہٹ کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کا ایک شخص تھا جسے

طاری ہو گئی تہا جرنے اس سے کہا کہ آپ کا معاملہ مشکوک ہے خدا کی قسم کسی میدان جنگ میں میں نے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی ہے اور اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ کوہ کا سب سے بڑا مہار کو نہ ہے تو میں آپ سے تجاوز نہ کرتا دتمہارے علاوہ کسی اور کا نام نہ لیتا لیکن یہ میں تم سے کیا دیکھ رہا ہوں !
تو جرنے اس سے کہا

خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جنت اور جہنم کے درمیان اختیار دے رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا چاہے میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں اور مجھے بلا دیا جائے۔
پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کو چایک مارا اور حسینؑ سے جا ملے اور ان سے عرض کیا کہ
ہیں آپ پر قربان جاؤں اسے فرزند رسول! میں وہی آپ کا ساتھی ہوں جس نے آپ کو واپس جلتے سے روکا
اور جو آپ کے ساتھ ساتھ راستہ بھر چلتا رہا اور جس نے اس سخت جگہ اترنے پر آپ کو مجبور کیا مجھے گمان نہیں تھا
کہ یہ قوم اس بات کو ٹھکرا دے گی جو آپ نے ان کے سامنے پیش کی ہے اور یہ کہ وہ آپ کے متعلق اس حد تک
پہنچ جائیں گے خدا کی قسم اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ آپ کو یہاں تک پہنچا دیں گے جہاں اب پہنچا یا ہے تو میں اس
چیز کا مرتکب نہ ہوتا جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے پس میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے اپنے کیے
کرتے سے توبہ کرتا ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میری توبہ قبول ہو جائے گی !
تو حسین علیہ السلام نے کہا کہ

ہاں بے شک خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا پس گھوڑے سے اتر آؤ۔
تو وہ کہنے لگے کہ وہاں آپ کے لیے میرا گھوڑے پر سوار رہنا پیادہ ہونے سے بہتر ہے میں آپ کے لیے
گھوڑے پر کچھ وقت ان سے جنگ کروں گا اور میرا آخری معاملہ اس سے اترنا ہو گا۔
تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ

خدا تم پر رحم کرے جو تمہارے جی میں آتا ہے وہ کرو۔
پس وہ امام حسینؑ کے سامنے سے میدان کی طرف بڑھ گئے اور کہا کہ
اے اہل کوہ! تمہاری ماں تمہارے غم میں گریہ دیکھا کرے کیا تم نے خدا کے اس نیک بندے کو دعوت دی یہاں
تک کہ جب وہ تمہارے پاس آ گیا تو تم نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے دشمن کے حوالے کر دیا اور تم نے یہ ظاہر
کیا کہ اس کے سامنے اپنی جائیں قربان کرو گے پھر اس کے خلاف دوڑ پڑے تاکہ اسے قتل کرو اور ان کو روکے ہوئے
ہو اور ان کا کلا دیا رکھا ہے اور ان کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے تاکہ ان کو اللہ کے وسیع و عریض شہروں میں جانے
نہ دو، وہ جناب گویا تمہارے درمیان قیدی ہو گئے نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنی ذات سے رخصت

نقصان کو دور کر سکتے ہیں، اور انہیں، ان کی عورتوں ان کے بچوں اور ان کے خاندان کو فرات کے پار سے دور رکھنا ہے کہ جسے یہود و نصاریٰ و مجوسی پیتے ہیں اور جس میں جنگل کے سوڑا اور گئے کوڑے پڑتے ہیں اور یہ دیکھو کہ پیاس نے انہیں نہال کر دیا ہے۔ یسک تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت اور اولاد کے حق میں ان کی بری باتیں کی ہے خدا تمہیں پیاس کے دن میرا نہ کھے۔ تو وہ پہلی افراد تھے کہ حملہ کر دیا اور ان پر تیروں کی بارش کر دی (دھواں لگا کر) خراگے بڑھے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو عمر بن سعد نے پکار کر کہا کہ، "اے دریدار! عالم قریب کر لو،" تو اس نے عالم قریب کیا پھر عمر بن سعد نے اپنا تیر مکان میں بوڑھ کر لایا اور کہنے لگا، "گواہ رہنا، میں پہلا شخص ہوں کہ جس نے تیر مارا ہے،" پھر دوسرے لوگوں نے تیر مارا تو شروع کر دی، اور ایک دوسرے کے مقابلے میں تنکے چنانچہ زیادہ ان ابوسفیان کا غلام ایسا میدان میں آیا اور اس کے مقابلے میں عبداللہ بن عمر گئے تو یسار ان سے کہنے لگا، "تو کون ہے؟" انہوں نے اپنا نام و نسب اسے بتایا تو وہ کہنے لگا، "میں تجھے نہیں پہچانتا میرے مقابلے میں تو دھیر بن قین یا حبیب بن مظاہر تنکے تو عبداللہ بن عمر سے اس سے کہا کہ، "اے زن فاحشہ کے بیٹے! تجھ میں بھی یہ ہمت ہے کہ کسی کے مقابلے سے روگردانی کرے۔"

یہ بھرتوں نے اس پر حملہ کر کے اپنی تلوار سے ایسا وار کیا کہ اسے ٹھنڈا کر دیا وہ اسے مارنے میں مشغول ہی تھی کہ عید اللہ بن زیادؑ کے غلام سالم نے ان پر حملہ کر دیا تو اصحاب جیتی تے پکار کر کہا کہ، "تمہیں غلام آئے اگیرا،" وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے یہاں تک کہ اس نے آپ کے سر پر آکر بھڑکی سے اپنی تلوار کا وار کر دیا جسے ان غیرتے بائیں ہاتھ پر لیا تو ان کی تھیلی سے تنکیاں کٹ گئیں پھر انہوں نے اس پر پھر پور حملہ کیا اور تلوار مار کر اسے بھی قتل کر دیا جب ان دونوں کو قتل کیا تو آپ رجز پڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

ان تنکوں کی فانا بن الکلبانی
امروہ ذومرج و غصیب ولست بالحداد
اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں ابن کلب ہوں۔ میں صاحب
قوت و غضب و انفراد ہوں۔ اور مصیبت کے وقت کمزور
نہیں ہوں۔

عمر بن جراح نے اصحاب حسینؑ علیہ السلام کے میمنہ پر ان لوگوں کو ساتھ لے کر بحال کو قہقہے سے اس کی کمان میں سے تھمے حملہ کر دیا اور جب وہ اب حسینؑ کے قریب پہنچا تو وہ باوقار اپنے گھسٹوں کے بل بیٹھ گئے اور ان پر نیزے تان لیے اور ان کے گھوڑے نیزوں کی طرف نہڑنے لگے سوڑے والیں مڑنے لگے تو اصحاب حسینؑ نے ان پر تیر برسائے اور ان سے کچھ لوگوں کو پچھاڑ دیا اور کچھ کو زخمی کر دیا۔ بنی تمیم کا عید اللہ بن خزہ ثانی شخص اگر شکر حسینؑ علیہ السلام کی طرف برصا تو اس کی قوم نے اسے پکار کر کہا۔ کہاں جا رہے ہو، تو اس نے کہا۔

سید رحیم اور شفیق ملاء دشقاعت کرنے والے جس کی شقاوت اثر رسا ہے کی طرف جا رہا ہوں۔
امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ "یہ کون ہے؟"
وہ نے کہا "یہ ابن خزہ ثانی ہے۔"
پس نے فرمایا۔

خدا یا! اسے جہنم کی آگ کی طرف لے جا۔
 اس کا گھوڑا اسے اپنے ایک گڑھے میں لڑکھڑایا جس سے وہ گرا اور اس کا بایاں پاؤں تو رکاب میں پھنس گیا اور حایاں اوپر (ہوا میں)
 اٹھ گیا پس مسلم بن عوسجہ نے حملہ کر کے اس کے دائیں پاؤں پر تلوار ماری اور وہ الٹ گیا اور اس کا گھوڑا اسے اپنے دوڑا اور اس کے سر کو مس پتھر اور ٹھیلے
 سے پٹختا تھا یہاں تک کہ وہ مرد و مر گیا اور خدا اس کی روح کو جلدی جہنم کی آگ میں لے گیا، اور گھمسان کی جنگ ہوتے گئی اور جناب عمر بن ابی
 نے عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور وہ غنترہ کا قول بطور تمثیل کہنے لگے۔

ما نزلت ارمیہم بغرة وجہہ
 میں ہمیشہ اپنے گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی اور اس کے سینے سے انہیں مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے خون کی ٹھیں پھینکی۔
 پس آپ کے مقابلہ میں بی حالت کا ایک شخص نکلا جو بنی مدین سفیان سے پکارا جاتا تھا تو جناب عمر نے اسے قتل کرنے میں دیر نہ لگا
 نافع بن ہلال نکلے اور وہ کہہ رہے تھے کہ۔

انا علی دین علی
 میں علی کے دین پر ہوں۔

انا ابن ہلال البجلی
 میں ہلال بجلی کا بیٹا ہوں۔

پس ان کی طرف مزاحم بن حریر نکلا اور اس نے کہا
 یمن عثمان کے دین پر ہوں،
 تو نافع نے اس سے کہا کہ "تو شیطان کے دین پر ہے" اور اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، پھر عمرو بن حجاج نے پیچھے

سے کہا کہ
 اے احمق اور بے وقوف! تمہیں معلوم بھی ہے کہ کن سے جنگ کر رہے ہو؟ تمہاری جنگ شہر کے شاہ سواروں کے ساتھ ہے
 اور ایسی قوم سے لڑ رہے ہو جو مرنے پر تیار ہیں، تم میں سے کوئی بھی تمہاں کے مقابلے میں نہ نکلے وہ تو تھوڑے سے ہیں
 اور قصوری دیر باقی رہیں گے خدا کی قسم اگر تم انہیں مرنے پتھروں سے مارو تب بھی انہیں قتل کر دو گے، تو عمر بن سعد نے کہا
 تو نے سچ کہا رائے وہی ہے جو تو نے سمجھی۔

پس اس نے لوگوں کے پاس کسی کو بھیجا اور انہیں قسم دی کہ
 تم میں سے کوئی شخص ان میں سے کسی کے مقابلے میں نہ نکلے۔

پھر عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے دریائے فرات کی جانب سے حملہ کر دیا ایک گھنٹہ تک ایک دوسرے
 زنی کرتے رہے پس مسلم بن عوسجہ اسدی پھیلا دیئے گئے خدا کی ان پر رحمت ہو، اور عمرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں
 غبار جنگ ختم ہوا تو جناب مسلم کو پھیلا دیا یا گیا پس امام حسینؑ جل کر ان کے پاس پہنچے ابھی ان کے کچھ سانس باقی

نے قہر مایا۔

خدا تم پر رحم کرے اے مسلم!

”منہم من قضی نحیہ ومنہم من ینتظر وما بد لہا تبدیلا“

ان میں سے بعض نے اپنی آرزو پوری کر لی اور بعض منتظر ہیں اور انہیں نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔

حبیب ابن مظاہر ان کے قریب ہوئے اور فرمایا کہ

اے سلم! آپ کا پچھاڑا جانا مجھ پر دشوار گزار ہے آپ کو جنت کی بشارت ہو۔

تو سلم نے نجف آواز میں جواب دیا تھا آپ کو میری بشارت دے۔

جناب حبیب ان سے کہنے لگے،

اگر مجھے علم نہ ہوتا کہ میں اسی گھڑی آپ کے پیچھے آ رہا ہوں تو میں دوست رکھتا کہ آپ مجھے ہر اس چیز کی وصیت فرماتے جو

آپ کے نزدیک اہم ہے۔

دشمن قوم امام حسینؑ کی طرف دوبارہ پٹی شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ کے ساتھ میسرہ والوں پر حملہ کیا لیکن انہوں نے نہایت قدم رستے

ہوئے اس پر نیزے برسائے۔ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب پر ہر طرف سے حملہ ہوا لیکن اصحاب سب نے ڈٹ کر جنگ کی ان کے شاہ سوار نہیں

ہوتے کے باوجود حملے کرتے رہے۔ پس بدر ہر حملہ کرتے اس طرف کا صفایا کر جاتے۔

جس وقت اہل کوفہ کے گھڑ سواروں کے افسر عروہ بن قیس نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا۔

کیا تم دیکھتے تھیں ہو جو کچھ میرے گھڑ سوار ان مختصر سے لوگوں سے آج بھیل رہے ہیں ان کی طرف پیادہ فوج اور تیر اندازوں

کو بھیجو۔

تو اس نے تیر اندازوں کو بھیجا۔

جناب حُر بن زید کا گھوڑا مارا گیا تو وہ پیدل ہو گئے اور کہہ رہے تھے کہ

ان تعصرونی فانا بن الحمر اشجع من ذی لبدا ہذیر

اگر تم نے میرا گھوڑا مار کر مجھے پیادہ کر دیا، تو میں آزاد مرد کا بیٹا ہوں اور شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔

آپ نے تلوار سے ان پر حملہ کیا تو کئی لوگوں نے آپ کا گھیر لیا۔ ابوب بن صرح اور ایک کوفی شاہسوار آپ کے قتل کرتے

میں شریک ہوئے اصحاب حسینؑ نے ان سے ڈٹ کر جنگ کی یہاں تک کہ دو پہر ہو گئی۔

جب تیر اندازوں کے سردار حسین بن نمیر نے اصحاب حسینؑ کا مبرداً استقلال دیکھا تو اپنے پانچ سو تیر انداز ساتھیوں کو اصحاب حسینؑ

پر تیروں کی بوچھاڑ کرنے کا حکم دیا۔ لہذا انہوں نے تیر بارانی کر کے تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑے مار دیئے اور ادر مردوں کو

زخمی کر دیا ایک گھڑی تو جنگ شدت اختیار کر گئی شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں سمیت آیا تو حضرت زہیر بن قین نے اس اصحاب

حسینؑ کے ساتھ ان پر حملہ کر کے خیام سے دور بھاگ دیا۔ شمر بن ذی الجوشن ان کی طرف ملا تو حضرت زہیر نے کچھ دشمنوں کو مار دیا اور

یا نبیرہ کو ان کے ٹھکانوں کی طرف پہنچا دیا۔

اصحاب امام حسینؑ کم تھے اس لیے ان کا قتل واقعہ و ظاہر ہو جاتا تھا لیکن عمر بن سعد کی قروح میں مظاہرہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بہت زیادہ تھے سخت جنگ اور پے در پے حملے جاری رہے روال آفتاب تک امام حسینؑ کے اصحاب میں سے بہت مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ اس وقت آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی۔

امام حسینؑ کے ساتھیوں میں سے غلام بن سعد شامی پیش قدمی کرتے ہوئے بلند آواز سے پکارے۔ اے اصل کو قرا

یا قوم افی اخاف، حدیکم مثل یوم الاحزاب
یا قوم افی اخاف، حدیکم یوم التناد
اے قوم حسینؑ کو قتل نہ کرو۔
اے قوم مجھے تم پر احزاب جیسے دن کا خوف ہے۔
اے قوم مجھے تم پر قیامت کے دن کا خوف ہے۔

فی ساحتکم اللہ بعد ان اب و قد
خالد من اختری
پس اللہ تمہیں عذاب سے ہلاک کرے گا جو بہتان و افترا
باندھے وہ ناکام ہے۔

پھر وہ آگے بڑھے اور جنگ کی یہاں تک کہ وہ شہادت پا گئے خدا کی ان پر رحمت ہو۔

آپ کے بعد شاکر کے غلام شوزب بڑھے اور عرض کی السلام علیک یا ابا عبد اللہ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں
پھر انہوں نے جنگ کی اور شہید ہو گئے ان پر خدا کی رحمت ہو۔

پھر عمار بن شیبہ شاکری آگے آئے امام حسینؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ سے الوداع ہو کر جا کر جنگ کی اور شہادت
پرفاں ہو گئے۔

یہ سلسلہ جاری رہا آپ کے اصحاب باری باری پیش قدمی کرتے اور شہادت پاتے گئے یہاں تک کہ امام حسینؑ کے ساتھ صرف آپ کے
مخصوص اصل خاندان رہ گئے۔

پس آپ کے فرزند جناب علی بن الحسینؑ (علی اکبرؑ) آگے بڑھے جن کی والدہ جناب علی بنت ابی قرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ و
شہزادہ علی اکبرؑ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی انہوں نے دشمن پر حملہ کیا اور وہ یہ کہہ رہے

انا علی بن الحسین بن علی
نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

تالله لا یحکم فینا ابن النعمی
اصوب بالسیف احادی عن النعمی

ضرب غلام ہاشمی قرشی

میں علی بن حسینؑ بن علی ہوں خاتمہ خدا کی قسم ہم جی کہیم کے زیادہ حق دار ہیں، خدا کی قسم ہم میں حرام زادے کا حکم نہیں چل سکتا
میں اپنے باپ کی حمایت کرتے ہوئے تلوار کی ضرب لگاؤں گا، یہ وار ایک نوجوان ہاشمی و قرشی کا ہو گا۔

آپ نے کئی مرتبہ حملہ کیا اور اصل کو قریب کو شہید کرنے (مقابلہ کرنے) سے خوف کھاتے تھے۔ آپ کو مرہ بن متعبد عبدی۔

دیکھا تو کہا کہ

نما عوب کے گناہ بھڑپڑ ہوں اگر میرے قریب سے گزرے اور اسی طرح کرے جس طرح آپ تک کرتا رہا ہے اور میں اس کے باپ کو اس کے غم میں تڑلاؤں۔

پس آپ حملہ کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرے تو مرہ بن منذر آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ کو نیزہ مار کر پھاڑ دیا اور دشمن قوم نے آپ کو گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا،

پھر امام حسین آئے اور ان کے پاس رک گئے اور فرمایا،
بیٹا خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تمہیں قتل کیا انہیں خدا نے رحمت رسول پر کتنی حرمت پیدا ہو گئی ہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پھر فرمایا کہ
تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔

اور جناب زینبؓ، حسینؓ کی بہن تیزی سے نکلیں اور وہ پکار رہی تھیں کہ ہائے میرے بھائی، ہائے میرے بھتیجے! اور اگر لڑکی لاش لاش پر گر پڑیں اور امام حسینؓ نے ان کے سر کو اٹھایا اور انہیں خیمہ میں واپس لے گئے اور پھر اپنے نوجوانوں کو حکم دیا کہ
»اپنے بھائی کو اٹھا لاؤ، یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو اس خیمہ کے سامنے لا کر رکھ دیا کہ جس کے بالمقابل وہ جنگ کرتے تھے۔

پھر عربی سعد کے ساتھیوں میں سے عمرو بن صبیح ثانی شخص نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو ایک تیر مارا تو عبداللہ نے اسی سے بچنے کے لیے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ دیا تو تیر آپ کی تحصیل میں لگ کر پیشانی سے یوں پیوست ہو گیا کہ ہاتھ کو پیشانی کے ساتھ مضبوطی سے پیوست کر دیا کہ وہ اسے حرکت نہیں دے سکتے تھے پھر دوسرا شخص ان تک آیا پہنچا اور اس نے ان کے دل پر نیزہ مارا کہ انہیں شہید کر دیا۔
عبداللہ بن قلیہ ثانی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

عامر بن نضیل مہتمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

محمد بن مسلم کہتا ہے کہ ہم اس حالت میں تھے کہ ابان تک ایک نو خیز عمرٹ کا ہمارے سامنے نکلا تو کیا وہ چاند کا ٹکڑا تھا کہ جس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس نے قیصر، تہمت اور جوتاہیں دکھاتا تھا کہ جس کے ایک پاؤں کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا تو مجھ سے عربی سعد بن قیل ازوی نے کہا »خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، میں نے کہا، سبحان اللہ اور اس سے تیرا کوئی مقصد و ارادہ پورا ہو گا، چھوڑ اس کو تیری طرف سے تیری قوم و نوح ہی کافی ہو رہے گی وہ ان میں کسی ایک کو نہیں چھوڑے گی وہ یقین کہتے لگا، خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا۔

پس اس نے ہنر دے پر حملہ کر دیا اور وہ واپس نہیں لوٹا یہاں تک کہ اس نے ان کے سر پر تلوار ماری اور ان کا سر کھل گیا اور منہ کے بل گرتے ہوئے پکارے اور اُسے چچا، پس حسینؓ اس طرح چھٹے جس طرح بانہ اپنے شکار پر چھٹتا ہے پھر انہوں نے غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا اور عربی سعد بن قیل کو ایک تلوار ماری اس نے وار کو بازو سے روکنا چاہا تو

آپ نے اس کہنی سے کاٹ دیا پس اس نے بیچ ماری جسے پورے لشکر نے سنا پھر حسینؑ اس سے الگ ہو گئے کوفہ کے کھڑے سواروں نے اسے چھڑوانے کے لیے حملہ کیا تو گھوڑوں نے اسے اپنے سموں سے روند ڈالا یہاں تک کہ وہ دم و دم مر گیا اور جب قبا ر صاف ہوا تو میں نے حسینؑ کو دیکھا کہ وہ شہزادے کے سر حاتے کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حسینؑ فرما رہے ہیں » دُوری ہے اس قوم کے یہے جس نے تجھے قتل کیا اور جن کا مذمتقابل قیامت کے دن تیری طرف سے تیرا نانا ہوگا پھر آپ نے فرمایا کہ تیرے چچا کے لیے دُشوار ہے کہ تو اسے بلائے اور وہ اسے جواب نہ دے سکے یا تجھے جواب دے تو اواز تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے خدا کی قسم (تیرے چچا کے) دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں پھر آپ نے اسے اپنے سینہ پر اٹھایا اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ شہزادے کے قدم زمین پر خط دے رہے تھے اور آپ نے اسے لاکر اپنے بیٹے علی اکبرؑ بن الحسینؑ علیہما السلام اور اپنے خاندان کے دوسرے مقتولین کے پاس رکھ دیا اور میں نے اس شہزادے کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ قاسم بن حسن بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

پھر امام حسینؑ خیمے کے سامنے بیٹھ گئے اور آپ کے پاس آپ کے بیٹے عبداللہ بن حسینؑ (کہ جن کا نام علی اصغرؑ بن حسینؑ بیان کیا جاتا ہے) کو لے آئے اور وہ بچہ تھا اور آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا تو بنی اسد کے ایک شخص نے اسے تیرا مارا اور زخم کر دیا پس امام حسینؑ نے اس کا خون چلو میں یا یاجب آپ کی تھیلی اس سے چر ہو گئی تو اسے زمین پر گر دیا اور عرض کیا کہ اے پروردگار اگر تو نے ہماری مدد و نصرت آسمان سے روک دی ہے تو اس کے عوض وہ کچھ قرار دے جو اس سے بہتر ہے اور ظالم قوم سے ہمارا بدلہ لے پھر اس بچہ کو اٹھایا اور اپنے اہل بیت کے مقتولین کے ساتھ اسے رکھ دیا۔

عبداللہ بن عقیقہ غوی نے ابوبکر بن حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ کو تیرا مارا اور انہیں شہید کر دیا۔

پھر جب جناب عباسؑ نے اپنے خاندان کے مقتولین کی کثرت دیکھی تو اپنے مادی بھائیوں سے کہا کہ عبداللہ بن جعفرؑ اور عثمانؑ تھے۔

اے میرے مان جائے بھائیو آگے بڑھو تاکہ میں دیکھوں کہ تم نے خدا اور اس کے رسولؐ کے لیے خلوص اور نصیحت کا

مظاہرہ کیا ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی اولاد نہیں دکھائیں کسی قسم کا فکری ہو

پس عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ میدان میں نکلے اور سخت جنگ کی پھر یانی بن ثنیبؑ (یا ثنیب) حضرمی اور آپ نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کئے اور ہاتی نے انہیں شہید کر دیا۔

اور ان کے بعد جعفر بن علیؑ آگے بڑھے اور انہیں بھی ہاتی نے شہید کیا۔

اور خولی بن یزید اصمعیؑ عیین نے عثمان بن علیؑ علیہ السلام کا ارادہ کیا اور وہ اپنے بھائیوں کی جگہ پر کھڑے تھے اس عیین نے انہیں تیرا مار کر پھینک دیا اور بنی دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے ان کا سر قلم کر دیا۔

اور اس جماعت نابکار نے امام حسینؑ پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ آپ کے لشکر پر غالب آ گئے آپ کو سخت

پریاس لگی تو آپ قرأت کے بند پر گئے۔ اور دریا آئے قرأت کی طرف جہانے کا ارادہ کیا۔
آپ کے سامنے آپ کے بھائی حضرت عباس تھے ابن سعد ملعون کے گھر سوار درمیان میں حائل ہو گئے۔ ان میں سے نبی دارم
کا ایک شخص ان (کے اپنے ساتھیوں) سے کہنے لگا۔
تمہارے لیے ہلاکت و قسوس ہو اس کے اور قرأت کے درمیان رکاوٹ بن جاؤ اور پانی کی طرف راہ نہ دو۔ اس پر امام
حسینؑ نے فرمایا۔

خدا یا! اس کو یا سار کھنا، اس داری نے غصہ میں اگر آپ کو ایک کے گلوئے اطہر میں بیوسست ہو گیا آپ نے وہ تیر نکالا
اور اپنے حلق کے پیچھے ہاتھ رکھ دیا تو آپ کی دونوں ہتھیلیاں خون سے پُر ہو گئیں پھر آپ نے وہ خون پھینک دیا اور کہا۔
خدا یا میں تیری بارگاہ میں ہو کچھ تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ ہو رہا ہے، اس کی شکایت کرتا ہوں۔
پھر آپ اپنی جگہ پر پلٹ آئے اور آپ پر پریاس کی شدت تھی۔

دشمن نے جناب عباس کو گھیر لیا اور انہیں جناب حسینؑ سے جدا کر دیا اور وہ تنہا جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے، خدا
ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے آپ کو زید بن ورقہ حنفی اور حکیم بن فضال بن سنی (یا شیبی) نے اس وقت قتل کیا جب کہ آپ زخموں
سے چور ہو چکے تھے اور ہلنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی دیر یا در ہے کہ مولف چونکہ اختصار کر رہے ہیں لہذا انہوں نے شہدائے
واقعات اور ان کی جنگ کی تفصیلات نقل نہیں کیں لہذا تفصیلات کے لیے دوسری کتب کی طرف رجوع کریں مترجم اور جب
امام حسینؑ دریا کے بند سے خمیر کی طرف پلٹ آئے تو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آگے بڑھا اور انہوں
نے آپ کو گھیر لیا پس ان میں سے ایک شخص بنے مالک بن لیسر کنزی کہا جاتا تھا وہ زیادہ تیزی دکھا رہا تھا۔

اس (یعنی) نے امام حسینؑ کے سر پر تلوار ماری اور آپ کے سر پر ایک ٹوپی تھی اس ضرب نے اس کو کاٹ دیا اور سر تک پہنچی
جس سے خون بہنے لگا اور ٹوپی خون سے پُر ہو گئی تو حسینؑ نے اسے فرمایا تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھاپی نہیں سکے گا اور خدا یہ تجھے
ظالموں کے ساتھ محشور کرے گا، پھر آپ نے وہ ٹوپی پھینک دی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا نکال لیا کہ جس سے سر کو باندھ لیا اور دوسری
ٹوپی تنگ کر لی اور اس پر آپ نے عمامہ باندھا۔

اور شمر بن ذی الجوشن اور جو یحییٰ اس کے ساتھ تھے وہ اپنی جگہ واپس چلے گئے پس آپ تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہے پھر آپ
میدان کی طرف لوٹے وہ ملائین بھی آپ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو گھیر لیا۔

لکا جہد اللہ بن حسن بن علیؑ کو ابھی پیچھے تھے اور مدبلغ کو نہیں پہنچے تھے عورتوں کے ہاں سے فوج کی طرف نکلے اور وہ
تیزی سے دوڑ کر اپنے چچا حسینؑ کے پاس آکھڑے ہوئے تو ان کی بھو بھی جناب زینبؑ بنت علیؑ علیہم السلام بچہ کے پاس پہنچیں
تاکہ اسے روکیں اور حسینؑ نے بھی فرمایا۔

”اے ہر، اس کو روک لو، تو بچہ نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ

تہیں خدا کی قسم میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔

اور ابجرین کعب حسین کی طرف تلوار لے کر لپکا تو بچے نے اسے کہا کہ

اے خبیث عورت کے بیٹے! کیا تو میرے چچا کو قتل کرے گا؟

پس ابجرین نے شہزادے کو تلوار ماری بچے نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا اس نے چڑے تک ہاتھ کاٹ دیا اور اس وقت وہ

ہاتھ لٹکنے لگا اور بچے نے پکار کر کہا درہائے اماں، پس حسین نے بچے کو پکڑ کر سینے سے لگایا اور فرمایا کہ،

اے میرے بھائی کی یادگار! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اس کے بدلے خدا سے بہتری کی

توقع رکھو بے شک وہ تمھارے نیک اور صالح آباء و اجداد سے ملا دے گا۔

پھر امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا

خدا یا پس اگر کچھ وقت تک انہیں دنیا کے منافع سے بہرہ ور رکھنا ہے تو انہیں فرقوں میں بانٹ دے اور انہیں

مختلف گروہوں میں قرار دے اور ان سے دایوں اور عاکوں کو کبھی راضی نہ رکھنا کیونکہ انہوں نے ہمیں یلایا تھا کہ یہ

ہماری مدد کریں گے پھر انہوں نے ہم پر زیادتی کی اور ہمیں قتل کیا۔

پیدل فوج نے دائیں بائیں حملہ کر کے امام حسینؑ کے پیچھے ہوئے ساتھیوں میں سے سوائے تین چار افراد کے سب کو

شہید کر دیا۔

جب حسینؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپؑ نے بیٹی شلوار منگوائی کہ جس میں سے دکھائی دیتا تھا (سوراخ تھے) پھر اسے جگہ جگہ سے

پھاڑ کر پھینکا کہ آپؑ کی شہادت کے بعد اس کو اتار نہ جائے لیکن جب آپؑ شہید ہوئے تو ابجرین کعب نے جا کر وہ شلوار اتار لی

اور آپؑ کی لاش کو برہنہ چھوڑ دیا۔

اس واقعہ کے بعد ابجرین کعب کے ہاتھ گریزوں میں خشک ہو جاتے گویا وہ خشک لکڑی ہیں اور سردیوں میں ان میں رطوبت

آبائی تھی اور ان سے خون اور پیپ بہتی تھی یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔

جب امام حسینؑ کے پاس سوائے اپنے خاندان کے تین افراد کے کوئی بھی باقی نہ رہا تو دیوسیدہ لباس پہن کر آپؑ دشمن کی

طرف بڑھے اور انہیں اپنے سے دور کرنے لگے اور وہ تین افراد آپؑ کی حمایت و مدد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی مارے

گئے اور آپؑ تنہا رہ گئے ہر اور بدن کے زخموں سے چور چور دبا و جود اس کے آپؑ دشمن پر تلوار سے حملہ کرتے تھے اور وہ

دائیں بائیں منتشر ہو جاتے تھے۔

”جیدین سلم کہتا ہے“ خدا کی قسم میں نے کبھی اننا شدید زخمی شخص نہ دیکھا تھا کہ جس کے بیٹے، اہل خاندان اور اصحاب مارے

گئے ہوں اور اس کا دل اپنے مقصد کے حصول میں اتنا مضبوط ہو حسینؑ کی حالت یوں تھی کہ جب آپؑ پر پیدل فوج حملہ کرتی تو

آپؑ تلوار لے کر ان پر حملہ آور ہوتے تو وہ یوں دائیں بائیں بھاگتے جیسے بکریاں الجھڑی کے حملہ کے وقت بھاگتی ہیں۔

بس جب شمر بن ذی الجوشن نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے گھڑسواروں کو بلایا جو پیدل فوج کی پشت پر آگئے پھر اس نے انہیں آپ پر تیر مارا تا کہ حکم دیا۔ تو انہوں نے آپ پر اتنے تیر برسائے کہ آپ قمار پشت کی طرح ہو گئے۔ (خار پشت یعنی جس کی پشت پر بے شمار کاٹے ہوتے ہیں۔)

پھر آپ کچھ دیر کے تو قوم اشقیاء آپ کے بالمقابل کھڑے ہو گئے۔ آپ کی بہن زینبؓ خیمے کے دروازے تک آئیں اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کو پکار کر فرمایا۔

اے عمر! کیا ابو عیدارد قتل ہو رہے ہوں اور تو انہیں دیکھ رہا ہے۔
تو عمر نے اس مخدرہ کو کوئی جواب نہ دیا۔

بی بی نے پکار کر کہا کہ،

تمہاری تباہی ہو کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے، پھر بھی کسی نے جواب نہیں دیا۔

بلکہ شمر بن ذی الجوشن نے گھڑسواروں اور پیادوں سے کہا کہ

ہلاک ہو جاؤ تم اس شخص کے معاملہ میں کسی چیز کے منتظر ہو، تمہاری مائیں تم پر روئیں۔

پھر انہوں نے آپ پر ہر طرف سے حملہ کر دیا زمر بن شریک نے آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری اور اسے کاٹ ڈالا اور ایک دوسرے نے آپ کے شاتہ پر ضرب لگائی تو اس سے آپ منہ کے بل گر گئے اور سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا جس نے آپ کو پچھلا دیا اور تیزی سے آپ کی طرف خولی بن یزید مہجی بڑھا تا کہ آپ کا سر قلم کر دے پس وہ لعین کا پینٹے لگا تو شمر نے اس سے کہا کہ

خدا تیرے بازو کاٹ کر ٹکڑے کرے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو کانپ رہا ہے۔!

پھر شمر بین گھوڑے سے اتر کر آپ کی طرف گیا اور اس نے آپ کو ذبح کیا اور سر کاٹ کر خولی بن یزید کو دیا اور کہا کہ اسے امیر عمر بن سعد کے پاس لے جاؤ۔

اس کے بعد وہ حسینؑ کی لاش کو لوٹنے لگے آپ کی تمہین اسحاق بن حوۃ صفری تلوار بجوں کعب آپ کا عمامہ اتھس بن مرثد اور آپ کی تلوار بنی دارم کا ایک شخص لے گیا اور انہوں نے آپ کے خیمے لوٹے اور آپ کے اوتار اور سامان اور آپ کی خواتین سے ہر چیز چھین لی۔

حیدر بن مسلم کہتا ہے کہ خدا کی قسم،

میں آپ کی ازواج، بیٹیوں اور خاندان کی عورتوں کو دیکھ رہا تھا ان کی پشت سے پیادہ بھیتی جاتی تھی اور وہ خاتون اپنی طرف کھینچتی یہاں تک کہ مغلوب ہو جاتی اور چادر اس سے چھین لی جاتی۔

پھر ہم علی بن الحسینؑ تک پہنچے وہ بستر پر پڑے تھے اور بہت بیمار تھے۔ شمر کے ساتھ پیادوں کا

ایک دستہ تھا وہ کہنے لگے کہ اس بیمار کو کیوں نہیں قتل کرتے؟ تو میں نے کہا کہ، محمدان اللہ کیا بچے بھی قتل کیے جائینگے وہ تو ابھی بچہ ہے اور جس بیماری میں وہ مبتلا ہے وہی اس کے لیے کافی ہے اور میں اصرار کرتا رہا یہاں تک میں نے انہیں اس سے ہٹایا عمر بن سعد آیا تو مستورات نے اس کے سامنے بیچ و پکار کی تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ تم میں سے کوئی بھی ان عورتوں کے خیموں میں داخل نہ ہوا ورنہ کوئی اس بیمار لڑکے سے معترض ہو تو عورتوں نے اس سے کہا کہ جو چاہو میں چھٹی گئی ہیں وہ انہیں واپس کی جائیں تاکہ وہ پردہ کر سکیں تو وہ کہنے لگا کہ جس کسی نے مال و متاع میں سے کچھ لیا ہے وہ انہیں واپس کر دے لیکن خدا کی قسم کسی نے کوئی چیز واپس نہ کی، پس اس نے بڑے خیمے اور عورتوں کے خیمے اور علی بن حسین علیہ السلام پر اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو مقرر کیا اور کہنے لگا کہ ان کی ٹگرائی کرنا کہ ان میں سے کوئی نکل نہ جائے لیکن ان سے کوئی برا سلوک نہ کرنا پھر وہ اپنے خیمہ میں لوٹ آیا، اور اپنے اصحاب سے کہنے لگا۔

کون حسینؑ پر گھوڑے دوڑاے گا تاکہ وہ ان کی لاش کو پاٹمال کرے۔

پس ان میں سے دس آدمی گھوڑے دوڑانے کے لیے تیار ہوئے کہ جن میں اسحاق بن حیوۃ اور اخس بن مرشد تھے پس انہوں نے حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے یہاں تک کہ آپ کی پشت کی ہڈیاں روٹ ڈالیں اور اسی جمعہ جو کہ عاشورہ کا دن تھا عمر بن سعد نے غوثی بن قریب صبحی اور حمید بن مسلم ازدی کے ساتھ حسینؑ کا سر عید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا اور اس نے حکم دیا تو آپ کے باقی اصحاب اور اہل بیت کے سر بھی کاٹ لیے گئے اور وہ بہتر رہا، سر تھے، اور ان کے ساتھ شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو بھیجا وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ انہیں بے کر عید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچے اور خود عمر نے اس دن اور دوسرے دن نوال تک وہیں قیام کیا پھر لوگوں میں کوہ کرنے کی منادی کرائی اور کوہ کی طرف روانہ ہوا۔

اس کے ساتھ حسینؑ کی بیٹیاں، بہنیں اور خواتین جو ان کے ساتھ آئی تھیں وہ سب بچے اور ان میں امام علی بن الحسینؑ بھی تھے جو کہ سعد بن ابی وقاص کی بیماری میں مبتلا اور قریب المرگ تھے جب ابن سعد چلا گیا تو نبی اسدی سے ایک قوم جو غاصرہ بستی میں آئے ہوئے تھے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب (کے لاشوں) کی طرف نکلی اور انہوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور وہیں دفن کیا جہاں پر آج آپ کی قبر مبارک ہے اور ان کے بیٹے علی بن الحسینؑ اصغر کو (نسبت امام زین العابدین کے ورنہ اکبر مشہور ہیں) آپ کی پائنتی کی طرف دفن کیا اور انہوں نے آپ کے اصحاب اور اہل بیت کے لیے جو آپ کے گزشتہ ہوئے بڑے تھے ایک گڑھا امام حسینؑ کی پائنتی کی طرف کھودا اور ان سب کو جمع کر کے ایک جگہ دفن کر دیا اور انہیں نے جناب عباسؑ بن علیؑ کو وہاں دفن کیا جہاں وہ غاصرہ کے راستہ پر شہید ہوئے تھے جہاں اب آپ کی قبر ہے (دیکھ کیفیت عام مؤرخین سے منقول ہے ورنہ روایات اہل بیت سے ثابت ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اعجاز امت سے بنی اسد کے تعاون سے شہداء و خصوصاً امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کو دفن کیا، مترجم)

اور جب سر حسینؑ پہنچ گیا اور سر کے پہنچنے کے دوسرے دن عمر بن سعد پہنچ گیا کہ جس کے ساتھ امام حسینؑ کی شہزادیاں اور

دوسرے اہل خانہ تھے، تو ابن زیاد دربارِ عام کے طور پر قصر الامارہ میں آکر بیٹھا اور لوگوں کو اذنِ عام دیا اور سر کو حاضر کرتے کا حکم دیا، پس اسے اس لعین کے سامنے رکھا گیا اور وہ اس سرِ مطہر کی طرف دیکھ کر ہستتا تھا اس کے ہاتھ میں چھتری تھی جو وہ آپ کے داندِ مبارک پر مارتا تھا اس کے پہلو میں زید بن ارقم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیٹھے ہوئے تھے جو کافی بوڑھے ہو گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ چھتری سے آپ کے داندِ مبارک کو مار رہا ہے تو اس سے کہا :-
 (یعنی چھتری ان دونوں ہونٹوں سے ہٹ لے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے رسولؐ کے دونوں لب ہائے مبارک اتنی بوں پہ اتنی بار دیکھے ہیں کہ جن کا میں شمار نہیں کر سکتا۔

پھر وہ بلند آواز سے روتے لگے تو ابن زیاد نے کہا کہ
 خدا تیری آنکھوں کو دلانے کی تم اللہ کی دی ہوئی فتح پر روتے ہو اور اگر تو بہت بوڑھا اور بے ہودہ باتیں کرتے
 والا نہ ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہوئی ہوتی تو میں تیری گردن اٹا دیتا۔

پس زید بن ارقم اس کے دربار سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر چلے گئے۔
 امام حسینؑ کے اہل و عیال دربارِ ابن زیاد میں داخل ہوئے تو خواہرام حسینؑ بنی زنیب بد حال و بوسیدہ لباس میں
 تھیں آپ قصر میں ایک طرف با بیٹھیں اور آپ کی کنیزوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔
 ابن زیاد دہانے دیکھا تو کہنے لگا یہ ایک طرف جا کر بیٹھنے والی کون ہے جس کے ساتھ باقی مستورات بھی ہیں !
 بنی زنیب نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے سوال دہرایا۔

تو آپ کی ایک کنیز نے اسے کہا کہ یہ زنیبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دخترِ فاطمہؑ کی بیٹی ہیں۔
 اس پر ابن زیاد آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا
 حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں رسوا اور قتل کیا اور تمہاری بات کو بھوٹا کر دکھایا۔

تو جناب زنیب علیہا السلام نے فرمایا
 مد حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہمیں عزت و کرامت بخشی اور جس نے ہمیں
 رخص اور پکدگی سے دور رکھا جو پاک رکھتے کا حق ہے، فاسق شخص ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور فاجر بھوٹ
 بولتا ہے اور الحمد للہ وہ ہمارے غیر ہے (یعنی ہم نہیں ہیں)
 تو ابن زیاد کہنے لگا کہ

یو اللہ نے تمہارے گھروالوں کے ساتھ کیا اس میں تمہاری کیا رائے ہے !
 تو آپ نے فرمایا کہ

اُن پر شہادت لکھ دی گئی تھی اور وہ اپنی آرام گاہ کی طرف چلے گئے اور عقربِ خدا تجھے اور انہیں اکٹھا کرے

کا پس اس کی بارگاہ میں تم آپس میں احتجاج کرو گے اور اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔

تو اس سے ابن زیاد آگ بکولہ ہو گیا تو عمرو بن حریث نے کہا کہ

اسطیرہ محدث ہے اور عورت کا اس کی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور اس کی خطا پر اس کی ندمت نہیں کی جاتی۔

تو ابن زیاد نے بی بی زینب سے کہا۔ تیرے رکش و نافرمان خاندان سے خدائے مجھے سکون بخشا۔

پس آپ پر رقت طاری ہو گئی اور رو پڑیں اور فرمایا مجھے میری جان کی قسم تو نے میرے جوانوں کو قتل میرے خاندان کو برباد کیا اور میری شناخت کو کاٹا اور میری جڑ کو اکھاڑ پھینکا، اگر اس سے تجھے تسلی و تسفی ہو تو بے شک تو نے تسفی حاصل کر لی ہے۔

ابن زیاد نے آپ کے متعلق کہا کہ ”یہ عورت مفق و مستح گفتگو کرتی ہے اور اس کا باپ بھی مستح شاعر تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ

عورت کو کیا واسطہ کہ وہ مسیح گفتگو کرے یہ تو میرے دل کی حقیقت حال بات ہے جو میں نے کہی۔

حقرت علی بن الحسین کو اس کے سامنے لایا گیا تو وہ کہنے لگا۔

تم کون ہو؟ فرمایا میں علی بن الحسین ہوں تو وہ یولا کہ

کیا علی بن الحسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ

میرے ایک بھائی کا نام بھی علی تھا اسے (تم) لوگوں نے قتل کیا ہے تو ابن زیاد کہنے لگا بلکہ خدائے قتل کیا ہے۔

علی بن الحسین نے فرمایا کہ

اللہ یتوفی الانس حیث موتھا۔

خدا تو نفسوں کو ان کی موت کے وقت پورے طور پر لیتا ہے۔

تو ابن زیاد غصہ میں آگیا اور اس نے کہا کہ

تم میں میرے جواب دینے کی سکت و جرأت اور میری تردید کرنے کی تجھ میں ہمت باقی ہے ہے جاؤ اور

اس کی گردن اڑا دو۔

اس پر آپ کی بھوپھی جناب زینب آپ سے بیٹ گئیں اور فرمایا۔

اے ابن زیاد تیرے لیے ہمارے خون جو تو نے چکا ہے کافی ہیں، اور ان کی گردن پر اپنی گردن رکھ دی اور کہنے

لگیں ”خدا کی قسم میں ان سے جدا نہیں ہوں گی

اگر انہیں قتل کرتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔

پس ان زیاد نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ

رشتہ بھی عجیب چیز ہے خدا کی قسم مجھے گمان ہے کہ وہ اس بات کو پسند کرتی ہے کہ میں اسے بھی اس کے ساتھ قتل کر دوں، اس کو جھوٹو دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس بیماری میں وہ ہے وہی اس کے لیے کافی ہے۔

پھر اپنی حفصہ سے اٹھ کر قصر سے یا ہر نکلا اور مسجد میں یا کہ منبر پر گیا اور کہنے لگا کہ۔

حمد ہے اس خدا کی جس نے حق اور اہل حق کو واضح اور امیر المؤمنین یزید اور ان کی جماعت کی مدد کی اور (معاذ اللہ) جھوٹے کے جھوٹے بیٹے اور اس کے گروہ کو قتل کیا۔

پس اس کے سامنے عبداللہ بن عقیف ازدی کھڑے ہو گئے اور وہ امیر المؤمنین کے شیعوں میں سے تھے اور انہوں نے اس سے کہا کہ

اے دشمن خدا تحقیق تو تیرا باپ، اور وہ جس نے تجھے والی بنایا اور اس کا باپ سب کذاب و جھوٹے ہیں اے مرجانہ کے بیٹے! تو انبیاء کی اولاد کو قتل کرتا ہے اور منبر پر صدیقین کی جگہ بیٹھتا ہے۔

ان زیاد کہنے لگا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، پس سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا، تو انہوں نے قبیلہ ازو کا شمار (وہ مخصوص نطق جو لڑائی کے وقت اپنے لشکر کو پکارتے کے لیے استعمال کرتے ہیں) پکارا تو ان میں سے پانچ موافقہ جمع ہو گئے اور وہ انہیں سپاہیوں کے جنگلی سے چھڑوا کر لے گئے جب رات ہوئی تو ان زیاد نے ان کے پاس کسی کو بھیجا جس نے انہیں گھر سے نکال کر ان کی گروہی اڑادی اور مقام بنجہ میں انہیں (دلاش کو) سونپی لٹکا دیا خدا ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے مرہام حسین کو کوثر کے سب گلی کوچوں اور قبائل میں پھیلانے کے لیے بھیج دیا۔

تیردین ارقم سے روایت ہے کہ

آپ کا سر میرے قریب سے تیرہ پر سوار گذرا گیا میں اپنے سے بالا خانے پر تھا جب آپ کا سر میرے سامنے آیا تو میں نے اسے کہتے ہوئے سنا۔

۴۱ حسب ان اصحاب الکھلف و الرقہ کانوا من آیاتنا عجبا

کیا تیرا گمان ہے کہ اصحاب کھلف اور رقیم ہماری عجیب آیات میں سے ہیں۔

تو خدا کی قسم میرے بال گھبراہٹ سے کھڑے ہو گئے اور میں نے پکار کر کہا کہ خدا کی قسم اے فرزند رسول آپ کا سر بہت ہی عجیب ہے اور جب کوثر میں نہر کو گردش دے چکے تو اسے قعر کے دروازے کی طرف واپس لے گئے، اور وہ نہر میں زیاد نے زحون قیس کو دیا اور آپ کے اصحاب کے سر بھی اسی کے حوالے کر کے

اس کو یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابیظہان کو کوثر کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا، یہاں تک کہ وہ یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں پہنچے۔

عبداللہ بن ربیعہ حمیری کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں تھا کہ اچانک زحون قیس اگریرید کے پاس پہنچا تو یزید نے اسے کہا تیرے لئے ویل ہو تیرے پیچھے کیا حال ہے اور تو کیا تبر لایا ہے؟ تو وہ کہنے لگا

اے مومنین کے امیر (یزید) آپ کو بشارت ہو اللہ کی فتح و نصرت کی حسین بن علی اپنے اہل بیت میں سے اٹھا رہا اور اپنے شیعوں میں سے اٹھا افراد کے ساتھ وارد ہوئے پس ہم ان کی طرف بڑھے اور سوال کیا کہ وہ اپنے آپ کو (ہمارے) حوالے کر دیں اور وہ امیر عبداللہ بن زیاد کے حکم کو مانیں (بیعت کریں) یا جنگ کریں تو انہوں نے اپنے آپ کو سپرد کرنے کی بجائے جنگ کو منتخب کیا، پس ہم سورج نکلنے ہی ان کی طرف دوڑ پڑے اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیا یہاں تک کہ جیب تلواروں نے اپنی جگہ اس قوم کے سروں میں لے لی تو وہ بغیر کسی پناہ گاہ کے بھاگنے لگے اور ٹیلوں اور گڑھوں میں پناہ لیتے لگے جس طرح بکوتیراز سے پناہ لیتا ہے پس خدا کی قسم اے امیر المومنین تمہیں گذرا مگر کسی اونٹ کو تھر کرنے کا موقعہ یا قیلو کہ کرنے والے کی نیند بقتا وقت یہاں تک کہ ہم نے سب کو ختم کر دیا، تو یہ بیٹھے کہ ان کے جسم ننگے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے کپڑوں پر ریت پڑی ہے اور ان کے رخسار خاک آلود ہیں، ان پر تمازت آفتاب پڑ رہی ہے اور ہوائیں چل رہی ہیں ان کی زیارت عقاب اور کتے کر رہے ہیں۔

پس یزید نے تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا پھر سرائٹھا کر کہنے لگا کہ میں قتلی حسین کے علاوہ تمہاری ہر امانت کو پسند کرتا ہوں۔

یاد رکھو اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اسے معاف کر دیتا (یزید یہ ظاہر اکہہ تھا تاکہ الزام مجھ پر نہ آئے حالانکہ قتل کا حکم اس نے خود دیا تھا)۔

ادھر عبید اللہ بن زیاد نے حسینؑ کو رواتہ کر دینے کے بعد خود قتل اور بچوں کی تیاری اور علی بن الحسینؑ و سید سجاد کے لیے گردن میں طوق پہنانے کا حکم دیا اور سروں کے پیچھے پیچھے محقر بن ثعلبہ عائدی اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ رواتہ کیا لہذا وہ اس قافلہ کو لے کر اسنے تیر چلے کہ ان لوگوں کو جالے جو سرے کر جا رہے تھے پورے راستہ میں علی بن حسینؑ نے ان لوگوں سے کوئی بات نہیں کی جو سرے کر جا رہے تھے یہاں تک کہ وہ پہنچے اور یزید کے دروازے پر آئے تو فخر سے بلند آواز سے پکار کر کہا۔

یہ محقر بن ثعلبہ ہے جو امیر المؤمنین کے پاس لٹام و فخرہ یعنی کینے اور قاجر لوگوں کو لے کر حاضر ہوا ہے (نور الباشہ)
تو ساری راہ خاموش رہتے والے سید سجاد حضرت علی بن الحسین نے فرمایا۔

محقر کی مال نے محقر سے زیادہ بد اور کینہ پیدا نہیں کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب زید کے سامنے سر رکھے گئے جن میں امام حسینؑ کا سر بھی تھا تو زید نے کہا۔

فخلق هاهنا من رجال اعزته وعلينا و هم كانوا اعز وأظما

پس پاک کئے گئے ایسے مردوں کے سر جو میں بہت عزیز تھے لیکن وہ زیادہ نافرمان اور زیادہ ظالم تھے۔

تو مروان بن حکم کے بھائی یحییٰ بن حکم نے جو زید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہا

لهمم بآد في الطف اذ في قرابة من ابن زياد العبد ذی الحب الوعد

امیہ امیہ! سلسلہ ما عدد الحصى و بنت رسول اللہ! یس لہا نسل

البتہ وہ سر جو میدان کر بلا کے زیادہ قریب تھے وہ زیادہ نزدیک تھے ابن زیاد غلام سے کہ جس کا حسب نسب ملحق کیا گیا ہے
امیہ کی نسل تو لکڑیوں کے برابر ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹی کی کوئی نسل نہیں رہی۔

تو زید نے یحییٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ خاموش ہو جا پھر اس نے علی بن الحسینؑ سے کہا کہ

اے فرزند رسولؐ! آپ کے والد نے مجھ سے قطع رحمی کی اور میرے حق کو فراموش کیا اور میری سلطنت میں

مجھ سے نزاع کی تو خدا نے ان کے ساتھ جو کیا وہ آپ نے دیکھ لیا۔

تو علی بن الحسینؑ نے فرمایا کہ

(ما اصعب من مصیبة في الارض ولا في انفسكم الا في كتاب من قبل ان نبراهنا

ان ذلك على الله يسیر)

زمین میں یا تمہارے نفسوں میں کوئی مصیبت نہیں آتی مگر وہ ایک کتاب میں ہے اس سے پہلے کہ وہ مصیبت ہم

بچا دے یہ شک یہ چیز تیرے رب کے لیے آسان ہے۔

تو زید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ

ان کے قول کی تردید کرو، لیکن خالد نہ سمجھ سکا کہ وہ کس طرح تردید کرے تو زید نے کہا تم کہو۔

”ما اصعبکم من مصیبة فیما کسبت ایدیکم یعفو عن کثیر“

جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تو وہ ان اعمال کی وجہ سے ہے کہ جنہیں تم خود بجالائے ہو۔ اور بہت سے کاموں کو تو

وہ معاف کر دیتا ہے۔

پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو بلایا اور جنہیں اس لعین کے سامنے بٹھایا گیا جب اس نے ان کی بری حالت

جھی تو کہنے لگا کہ

خدا برا کرک ابن مرخانہ کا، اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت اور رشتہ داری ہوتی تو تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور نہ تمہیں اس حالت میں بھیجتا (مولف علامہ نے اختصار کی بنا پر اکثر واقعات کو قرعے شام اور کوثر کے بازار اور یزید کے دربار کے چھوڑ دیئے ہیں اور اسی طرح یزید کے بہت سے کلمات کہ جن سے اس کا کفر اور بے دینی ثابت ہے اور یہ کہ وہ واقعہ کہ بلا پر غوش ہوا، ذکر نہیں کیے، یہ کلمات جو ذکر ہوئے ہیں اگر اس نے کہے ہیں تو وہ بھی صرف سیاست کی بنا پر در شمر ابن سعد اور ابن زیاد سے یہ زیادہ کمینہ اور خبیث تھا، مترجم جناب فاطمہ بنت الحسین فرماتی ہیں۔

جب ہم لوگ یزید کے سامنے بیٹھ گئے تو وہ ہمارے ساتھ کچھ رچی کا اظہار کرنے لگا اس اثنا میں اہل شام میں سے ایک سرخ رنگ شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے امیر المؤمنین! مجھے یہ لڑکی بخش دو اور وہ مجھے مراد لے رہا تھا اور میں ایک یا کد امن لڑکی تھی پس میں کانپنے لگی اور میں نے گمان کیا کہ شاید یوں نمیشنا ان کے ہاں درست ہو، پس میں نے اپنی پھوپھی جناب زینب کا دامن پکڑ لیا اور وہ جانتی تھیں کہ یہ نہیں ہو سکتا تو یہی پھوپھی نے اسے جواب دیا تو نے غلط بات کہی ہے نہیں ہو سکتا علی تم تو نے کیا کا اظہار کیا ہے خدا کی قسم اس کا نہ تجھے حق ہے اور نہ اس کو پس یزید غصہ میں آگیا اور کہنے لگا کہ، تو غلط کہتی ہے (معاذ اللہ) یہ مجھے حق پہنچتا ہے اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں تو آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں، خدا نے تجھے اتنا اختیار نہیں دیا مگر یہ کہ تو ہماری ولایت و دین سے تکل کر کوئی اور دین و ولایت اختیار کرے، پس اس سے وہ عین آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ تو میرے سامنے یہ گفتگو کرتی ہے، دین سے تو (معاذ اللہ) تیرا بھائی اور تیرا باپ رگل گئے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو تو پھر اللہ اور میرے باپ و بھائی کے دین سے تو تم نے تیرے دادا اور تیرے باپ کی ولایت حاصل کی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ اے خدا کی دشمن تم غلط کہتی ہو (معاذ اللہ)

آپ نے فرمایا اس وقت حکومت کے گھنٹہ میں گایاں دے کر ازیت دے رہا ہے اور اپنی سلطنت کے نشہ میں غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے!

اس سے گویا اس نے کچھ حیا کی اور خاموش ہو گیا۔

شامی نے دربارہ سوال کیا اور کہا کہ یہ لڑکی مجھے دے دو۔

یزید نے اسے کہا۔ خدا مجھے فیصلہ شدہ موت دے۔ باز رہو۔

پھر بڑید نے عورتوں کے متعلق حکم دیا کہ

انہیں علیحدہ مکان میں ٹھہرایا جائے اور ان کے ساتھ ان کا بھائی علی بن الحسین بھی ہو۔

پس ان کے لیے بڑید کے مکان کے متصل ایک مکان علیحدہ کیا گیا اور وہ کچھ دن وہاں رہے پھر اس نے نعمان بن بشیر کو بلایا اور اس سے کہا کہ

تیار کر دو تاکہ تم عورتوں کو مدرسہ لے جاؤ اور انہیں بھیجنا چاہو تو علی بن الحسین کو علیحدگی میں بلایا اور کہا کہ

تھلا بن مرثدہ پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم کاش میں آپ کے باپ کے پاس ہوتا تو جو کچھ وہ مانگے میں ضرور دیتا اور جہاں تک مجھ سے ہو سکتا میں موت سے انہیں بچا تا لیکن عدل نے فیصلہ کیا جو آپ لے دیکھا (یعنی بیت کو اس کو رہائے درندہ و لید کو خطا اسی لے لکھا، حرم کعبہ میں آپ کو گرفتار کرتے اور قتل کرتے کا منصوبہ اسی نے بنایا) عید اللہ کو سرخون کے مشورہ سے جناب مسلم اور سید الشہداء اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرانے کے لیے اسی نے کوفہ کا حاکم بنایا اور اسے ہدایت دیں آپ چونکہ رائے عامہ اس کے خلاف ہو گئی تھی لہذا کبھی کبھی یہ باتیں کرتا تھا ورنہ یہاں بہت ترین مردم تھا جیسا کہ اس کے سیرت و کردار سے واضح ہے و مترجم آپ مدینہ جا کر مجھ سے خط و کتابت جاری رکھتا اور جو بھی کوئی حاجت و ضرورت ہو تو وہ مجھ تک پہنچاتا اور آپ کی خدمت میں آپ کے لیے اور آپ کی مستورات کے لیے کچھ لباس پیش کئے اور ان کے ساتھ نعمان بن بشیر کے دستہ میں ایک قاصد کو بھی بھیجا اور اسے حکم دیا۔

انہیں رات کو سفر کرائے اور انہیں آگے آگے رکھے تاکہ وہ اس کی نگرانی میں ہوں اور وہ جہاں کہیں بھی اترے تو وہ ان سے ایک طرف رہے اور وہ اور اس کے ساتھی محافظین کی طرح ان سے دور ہو جائیں اور ان سے اس طرح پیش آئیں کہ اگر ان میں سے کوئی دشمن یا قصاب حاجت کرتا چاہتا ہو تو اسے شرم اور کوئی جھک خصوصاً نہ ہو۔

پس وہ قاصد بھی نعمان کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ان کی معیت میں چلا اور اس سے پہلے انہیں منزل پہنچا

ٹھہراتا، اور ان سے ملاقات و ترمیمی کرتا رہا جس طرح بڑید نے کہا تھا۔ اور ان کی روزمرہ عایت کرتا رہا جہاں تک کہ وہ مدینہ میں پہنچے۔

شہادت امام حسینؑ کی خبر کا مدینے پہنچنا

جب ان زیاد نے سر حسینؑ بڑید کی طرف روانہ کیا تو اس نے عبداللہ بن ابوالحدیثؓ دیا حمیثؓ سلمیٰ کو اپنے

پاس بلا کر اسے کہا کہ

تم مدینے میں عمرو بن سعید بن وقاص کے پاس جاؤ اور اسے حسین کے قتل ہونے کی بشارت دو۔
تو عبد الملک کہتا ہے کہ

میں اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلا میں مجھے قریش کا ایک شخص ملا جس نے پوچھا کیا خبر لائے ہو، میں نے کہا کہ خیر حاکم کے پاس چل کر سنو تو وہ کہنے لگا کہ

اِنَّا كُنْهِهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَا جِعُوْنَ خدا کی قسم، مجھیں شہید ہو گئے ہیں، اور حب میں عمرو بن سعد کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے پوچھا کہ تیرے پیچھے کیا ہے! میں نے کہا وہ کچھ جو امیر کو خوش کرے حسین بن علی مارے گئے ہیں، تو وہ کہنے لگا کہ باہر جا کر لوگوں میں اعلان کرو، پس میں نے اعلان کیا تو میں نے اس قسم کی آہ بکا اور واویلا و فریاد کیجی تھیں سستی تھی جیسی بنی ہاشم کے گھروں سے حسین بن علی پر ان کی شہادت کی خبر سننے پر ان سے سستی

پھر میں عمرو بن سعید کے دربار میں داخل ہوا تو مجھے دیکھ کر تنہا اور بطور تمثیل عمرو بن سعد کی کرب کا شعر پڑھا،

عجبت نساء بنی ذیاد عجبہ کعجیبہ نسوتنا عداۃ الادنب

خفی زیاد کی عورتوں نے اس طرح بیخ و بیکار کی جس طرح ارنب کی صبح ہماری عورتوں کی بیخ و بیکار تھی۔

پھر عمرو نے کہا کہ

یہ واویلا و فریاد عثمان کی داد و فریاد کے بدلے ہے۔

پھر اس نے منبر پر جا کر لوگوں کو جناب حسین بن علی کے قتل ہونے کی خبر بتائی اور یزید بن معاویہ کے لیے دعا کر کے منبر سے نیچے آگیا۔

جناب عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب کا ایک غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ان کے بیٹوں کے شہید ہونے کی خبر دی تو انہوں نے انانہ کہہ کر جناب عبداللہ کا غلام ابوسلال کہنے لگایہ وہ مصیبت ہے جو میں حسین بن علی کی وجہ سے مل رہے ہیں پر جناب عبداللہ نے اس کو جو نام دے مارا اور کہا۔

اے بدکار عورت کے بیٹے! تو حسین علیہ السلام کے متعلق یہ کہتا ہے!

خدا کی قسم اگر میں بھی ان کے پاس ہوتا تو ان پر قربان ہوئے بغیر الگ ہوتا پسند کرتا۔ بے شک آپ ایسے ہی مقام پر تھے جس کے لیے میں نے اپنے بیٹوں کو قربان کیا اور راہ خدا میں دیا ان دونوں کی جو مصیبت مجھے پہنچی ہے اس کی دُعا میں تجھے اس سے ہوتی ہے کہ وہ میرے بھائی و چچا زاد کا ساتھ دیتے ہوئے ثابت قدمی و صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں پھر وہ اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

حمد ہے خدا کی کہ جس نے مجھیں کے بچھا کرے جانے کی مجھے یوں تسلی دی ہے کہ اگر میں خود اپنے ہاتھوں

ان کی مدد نہیں کر سکا تو میرے بیٹوں نے ان کی مدد کی ہے۔

بی بی آمنہ بنت حضرت عقیل بن ابوطالب رحمۃ اللہ علیہم اپنی بہنوں آمنہ، اسماء و سلمہ اور زینب و خیران عقیل بن ابوطالب رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ شہادت امام حسینؑ کی خبر سن کر ننگے سر باہر نکلیں اور وہ میدان کربلا میں اپنے شہادت پا جاتے والے مقتولین پر گریہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

مَاذَا تَقُولُونَ اِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اَخْرَا لَامَم

بعثتني و باهلي بعد مفتقدى منهم اساءة و قتلى ضوجوا بد م

مَا كَانَ هَذَا جَزَاءً اِذْ نَصَحْتَ لَكُمْ اِنْ تَخْلَعُوْا فِىْ سُبُوْعٍ فِىْ ذَوَى رَحِمٰى

کیا کہو گے جب نبی کریمؐ تم سے پوچھا کہ میرے جاتے کے بعد تم نے میری عترت اور اہل بیت سے کیا سلوک کیا حالانکہ تم آخری امت ہو، ان میں سے بعض قید ہوئے اور بعض قتل ہو کر خون آلود ہوئے۔

جب میں نے تمہیں نصیحت کی تو میرا بدلہ یہ نہیں تھا کہ میرے عزیزوں کے ساتھ تم میرے بدلہ سلوک کرو۔

پس جب اس دن کی رات آئی کہ جس میں عمرو بن سعد نے امام حسینؑ کی شہادت کے سلسلہ میں مدینہ میں خلیفہ دیا تھا اور اس کے پردے میں اہل مدینہ نے کسی ستادی کی آواز سنی کہ جس کی پکار تھی لیکن وہ نظر نہیں آتا تھا،

اِيْمَا الْفَاتِكُونَ جَهْلًا حَسِينًا الْبَشَرَا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيلِ

كل اهل السماء يدعو عليكم من بنى ملئك و قبيل

قَدْ لَعْنَتْكُمْ عَلَى لِسَانِ بَنِي دَاوُدَ مُوسٰى وَصَاحِبِ الْاَنْجِيلِ

اے حسینؑ کو چالاک و فادائی سے مارنے والوں تمہیں عذاب و سخت و سزا کی بشارت ہو۔ تمام اہل آسمان خواہ وہ نبی ہوں یا ملائکہ یا خدا کے برگزیدہ اطاعت گزار بندے سب تمہارے لیے بد دعا کرتے ہی تمہیں حضرت ابن داؤدؑ و موسیٰؑ اور صاحب انجیل حضرت عیسیٰؑ کی زبان پر لعنت کی گئی ہے۔

شہدائے نبی ہاشم در کربلا

میدان کربلا میں امام حسینؑ کے خاندان سے شہید ہونے والے افراد کے اسماء درج ذیل ہیں جن کی تعداد سترہ ہے اور اطحاریوں تو در امام حسینؑ علیہ السلام ہیں۔

۱۔ عباس ۲۔ عبد اللہ ۳۔ جعفر ۴۔ عثمان

(یہ چاروں حضرت امیر المؤمنین علیؑ کے فرزند ہیں ان کی مادر گرامی ام ابیہ ہیں)

۵۔ عبداللہ ۶۔ ابوبکر

(یہ دونوں بھی امیر المؤمنین کے صاحب زادے ہیں ان کی والدہ ابلی بنت مسعود ثقفیہ ہیں)

۷۔ علی ۸۔ عبداللہ

(دونوں امام حسین کے فرزند ہیں)

۹۔ قاسم ۱۰۔ ابوبکر ۱۱۔ عبداللہ

(یہ حضرات امام حسین بن علی کے فرزند ہیں)

۱۲۔ محمد ۱۳۔ عون

(یہ دونوں جناب عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب کے فرزند ہیں)

۱۴۔ عبداللہ ۱۵۔ جعفر ۱۶۔ عبدالرحمن

(یہ جناب عقیل بن ابوطالب کے فرزند ہیں)

اور ۱۷۔ محمد بن ابوسعید بن عقیل بن ابوطالب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

یہ سترہ افراد نبی ہاشم رضوان اللہ علیہم اجمعین امام حسین کے بھائی آپ کے بیٹھے اور آپ کے دو چچوں جعفر اور عقیل کے بیٹے ہیں اور یہ سارے کے سارے آپ کی پائنتی کی طرف روضہ مبارک میں دفن ہیں ان کے لیے ایک کوسا کھودا گیا اور سب حضرات کو اس میں رکھ کر کھٹی ڈال دی گئی سو اسے جناب عباس بن علی علیہ السلام کے، وہ اپنی شہادت گاہ میں دفن ہوئے۔ و دریا کے بند پر قاضیہ کے راستہ میں ہے اور ان کی قبر مبارک واضح طور پر موجود ہے البتہ آنحضرت کے باقی بھائیوں اور ان کے خاندان کے جن سے تم نے نام گواہے ہیں ان کی قبروں کا کوئی نشان موجود نہیں پس تراثر امام حسین کی قبر کے پاس ان کی زیارت کرتے اور اس قبر کی طرف سلام کا اشارہ کرتے ہوئے جو آپ کے پائنتی کی طرف ہے اور علی بن الحسین بھی انہیں میں داخل ہیں انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ امام حسین کے زیادہ خریب دفن ہیں

باقی رہے اصحاب حسین رحمۃ اللہ علیہم جو کہ آپ کے ساتھ شہید ہوئے اور وہ آپ کے گرد و اطراف میں دفن ہیں ہم ان کی قبور تحقیق و تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں کر سکے مگر اس میں شک نہیں کہ سائر حسین ان سب کو لکھتے ہوئے ہے صدان سے راضی رہے اور انہیں جنات نعیم میں سکونت بخشنے۔



جناب امام حسینؑ کے کچھ فضائل و مصائب - اور

زیارت کی فضیلت

سید بن راشد نے یحییٰ بن مرہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

”حُسَيْنٌ مَعِي وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ احب الله من احب حسيناً

حسین سبط من الاسباط“

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، خدا اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرے، حسین

اسباط (نواسوں) میں سے ایک سبط (نواسہ) ہیں۔

اور ابن ابی عمیر نے ابو عروہ سے رسول اللہؐ کی لے جا کر روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ

حسین و حسین عرش کی زینت ہیں اور جنت نے عرض کیا کہ اے پروردگار تو نے مجھے فضا و اور ساکین کا مسکن بتایا

ہے تو خداوند عالم نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ اور حسینؑ سے زینت دی ہے

آپؐ نے فرمایا کہ جنت اس سے چھوٹی نہیں سماتی تھی جس طرح دہن خوشی میں ناز و مخروں سے چلتی ہے۔

عبداللہ بن میمون قداح نے جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ

حسنؑ اور حسینؑ نے آنحضرتؐ کے سامنے کشتی لڑی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ شاباش حسنؑ پکڑو حسینؑ کو، تو جناب

فاطمہؑ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ کیا آپؐ بڑے کوچھوٹے پر ابھارتے ہیں، تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ چونکہ یہ

جبرائیل حسینؑ سے کہہ رہے ہے شاباش حسینؑ کو پکڑو (یعنی میں اس کے جواب میں حسنؑ کو کہتا ہوں)۔

ابو ایوبؓ نے اپنے باپ سے جس نے آگے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ حج کی طرف پیدل

جا رہے تھے تو جس سوار کے قریب گزرتے وہ (آپ کے احترام میں) اتر کر پیدل چلنے لگتا پس بعض لوگوں پر دپیدل

چلنا، گر ان گزرا تو انہوں نے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ ہمارے یہ چلتا مشکل ہے لیکن یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے

کہ سوار ہوں اور یہ دونوں سید و سردار پیدل چل رہے ہوں، تو سعدؓ نے عرض کیا کہ اے ابو محمدؑ یا جو لوگ آپؐ

کے ساتھ جا رہے ہیں اور ان میں سے کچھ کے لیے چلنا دشوار ہے اور لوگ جب آپؐ کو چلتا دیکھتے ہیں تو ان

کے دل میں نہیں چاہتے کہ سوار ہوں لہذا کیا ہی اچھا ہو کہ آپ دونوں سوار ہو جائیں، تو انا آٹھ گھنٹے فرمایا، ہم سوار تو نہیں ہوں گے کیونکہ ہم نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا ہے کہ بیت اللہ کی طرف اپنے قدموں سے چل کر جائیں گے لیکن ہم اس راستہ سے عدول کر رہے ہیں، پس وہ لوگوں سے ایک طرف ہو گئے۔

اور اسی نے عید اللہ بن شداد سے جس نے ام الفضل بنت حارث سے یہ روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آج رات ایک برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے! وہ کہنے لگی کہ گویا آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو نے اچھا خواب دیکھا، فاطمہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری گود میں رہے گا۔ پس جناب فاطمہ کے ہاں حسین پیدا ہوئے ام الفضل کہتی ہیں کہ وہ رسول اللہ کے فرمان کے مطابق میری آغوش میں بھی رہتے۔ پس میں ایک دن حسین کو لے کر نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہیں آپ کی گود میں رکھ دیا پھر میں نے کن اکھنوں سے دیکھا تو اچانک رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسول! کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت مغرب میرے اس بیٹے کو شہید کر دے گی اور میرے پاس اس کی تربیت کی خاک بھی لے کر آیا ہے جو کہ سرخ ہے۔

سہمک نے ابن حنابل سے اس نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ بیٹھے ہوئے تھے اور حسین آپ کی گود میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کو روتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے اور مجھے میرے بیٹے حسین کی تعزیت کہی اور مجھے خبر دی کہ میری امت کا ایک گروہ اسے قتل کرے گا۔ خدا میری شفاعت انہیں نصیب نہ کرے۔

دوسری سند کے ساتھ ام سلمہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک ہم سے غائب رہے پھر وہ ہمارے ہاں آئے تو آپ کے بال پریشان اور جسم خاک سے اٹا ہوا تھا اور آپ کی مٹھی بند تھی تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کو پریشان بال اور غبار آلود دیکھ رہی ہوں؟ فرمایا مجھے اسی وقت عراق کی جگہ لے جایا گیا کہ جس کو کر بلا کہتے ہیں پس مجھے وہاں میرے بیٹے حسین اور اس کی اولاد اور میرے اہل بیت میں سے ایک جماعت کے گرتے کی جگہ دکھائی گئی اور میں مسل ان کے خون جمع کرتا رہا، اور وہ یہ میرے ہاتھ میں ہے اور اسے میرے سامنے کھول دیا، اور فرمایا یہ لے لو اور اسے حفاظت سے رکھو پس میں نے اسے آپ سے لیا تو وہ سرخ مٹی کی طرح تھا تو میں نے اسے ایک شبی میں رکھ کر اس کا منہ باندھا اور اس کو محفوظ کر لیا، پھر جب حسین کو

سے عراق کی طرف نکلے تو سردن اور سرات بن اس شیشی کو منگھتی، اس کی طرف دیکھتی، ان کی مصیبت پر گریہ کرتی جیب دسویں خرم کا دن آیا اور یہ دہی دن تھا کہ جس میں حسینؑ شہید ہوئے تو بنی اس شیشی کو دن کے پہلے پر نکالا تو وہ اپنی اصلی حالت پر تھی پھر بنی اس کے پاس دن کے آخر میں گئی تو اچانک وہ تازہ خون تھی تو کمرے میں میری پیچیں نکل گئیں اور میں روتی رہی لیکن میں نے ضبط سے کام لیا اور اسے چھپائے رہی کہ کہیں مدینہ میں ان کے دشمن سن کر خوشی کا اظہار نہ کریں۔ میں اس وقت اور اس دن کو یاد رکھے رہی یہاں تک کہ ان کی شہادت کی خبر دیتے والا آیا اور اس نے خبر دی تو جو کچھ میں نے دیکھا تھا ثابت ہو گیا۔

روایت ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے گرد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہیں پچھا جائے گا اور تمہاری قبریں الگ الگ ہوں گی تو حسینؑ نے عرض کیا ہم طبعی موت میں گئے یا قتل ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا اے بیٹا تم اور تمہارے بھائی علیؑ و فاطمہؑ کے ساتھ قتل ہوں گے اور تمہاری ذریت کو زمین میں در بدر کیا جائے گا تو حسینؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں کون قتل کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ بدترین لوگ تو آپؐ نے عرض کیا، کیا ہماری شہادت کے بعد کوئی ہماری زیارت بھی کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بیٹا! میری امت کا ایک گروہ مجھ سے نیکی اور تعلق برقرار رکھنے کی بناء پر تمہاری زیارت کرے گا، تو جب قیامت کا دن ہوگا تو میلان محشر میں میں ان کے پاس آؤں گا اور ان کے بازوؤں سے پکڑ کر قیامت کی ہولناکیوں، اس کے شدائد اور سختیوں سے انہیں نجات دوں گا۔

عبد اللہ بن شریک عامری روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اصحاب علیؑ سے مُساکرتا تھا جب عمر بن سعدؓ مجھ کے دروازے سے داخل ہوتا تو آپؑ کہتے کہ۔

”یہ حسین بن علیؑ کا قاتل ہے اور یہ آپؑ کی شہادت سے کافی پہلے کی بات ہے۔“

سالم بن ابو حفصہ روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

عمر بن سعدؓ نے امام حسینؑ سے عرض کیا کہ

اے ابابعد اللہ! ہمارے ہاں کچھ بے وقوف لوگ ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میں آپؑ سے جنگ کروں گا تو امام حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ

وہ بے وقوف نہیں بلکہ وہ علیم و بروبور ہیں اور یاد رکھو کہ میری آنکھوں کو یہ چیز ٹھنڈا رکھے گی کہ تم میرے بعد زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہیں کھا سکو گے (میرے بعد تھوڑی مدت زندہ رہو گے)

یوسف بن عبدہ روایت کرتا ہے کہ میں نے محمد بن سیرینؒ کو یہ کہتے سنا کہ آسمان میں یہ سرخی شہادت حسینؑ کے بعد سے ہی دیکھی گئی ہے۔

مسداسکات سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا کا قاتل حرامزادہ تھا اور حسین بن علی کا قاتل بھی حرامزادہ تھا اور آسمان پر سرخی انہیں دونوں کی وجہ سے ہے۔

سفیان بن عیینہ نے علی بن زید سے انہوں نے علی بن الحسین سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم امام حسین کے ساتھ نکلے تو جب کسی منزل پر اترتے یا کسی منزل سے کوچ کرتے تو جناب یحییٰ بن زکریا کا ذکر اور ان کا شہید ہونا بیان کرتے ایک دن فرمایا کہ اللہ کے ہاں دنیا کی انتہائی کمینگی و بے غیرتی ہے کہ یحییٰ بن زکریا کا سر بنی اسرائیل کے ایک بدکار کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا اختیار کثیرہ ایک دوسرے کی معاون ہیں کہ امام حسین اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قاتلوں میں سے ہر ایک اپنی طبعی موت سے پہلے ہی قتل و ابتلاء کی سوائی و ذلت میں مبتلا ہوا۔

ابا ہفصہ کے دن دس محرم ۱۱ھ اسٹھ ہجری نماز ظہر کے بعد شہید مظلوم پیا سے اللہ کی رضا پر صابر و شاکر ہماری بیان کردہ حالت کے مطابق اس دنیا سے روانہ ہوئے اس وقت آپ کا سن مبارک اٹھاون سال تھا، ان میں سے سات سال اپنے تانا رسول اللہ ستیس سال اپنے باپ جناب امیر المومنین اور ستالیس سال اپنے بھائی حسن کے ساتھ رہے آپ کی مدت خلافت اپنے بھائی کے بعد گیارہ سال تھی آپ نہندی اور وسمہ کا غضاب لگاتے تھے اور جب آپ شہید ہوئے تو خضاب آپ کے رخساروں کے کناروں سے جدا ہو چکا تھا بہت سی روایات آئی ہیں جو آپ کی زیارت کی فضیلت بلکہ اس کے وجوب کے قریب ہیں۔

چنانچہ حضرت صادق جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زیارت حسین ہر اس شخص پر واجب ہے جو اللہ کی طرف سے حسین کی امامت کا اقرار کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ حسین کی زیارت تلویح مبرورہ قبول اور تلویح مبرورہ مقبول کے برابر ہے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ جو حسین کی شہادت کے بعد ان کی زیارت کرے گا اس کے لیے جنت ہے!۔

اختیار و روایات اس بارے میں بہت زیادہ ہیں جن میں سے کافی تعداد ہم نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں جو ”مناسک مزار“ کے ساتھ

مشہور ہے۔



حسین بن علی علیہما السلام کی اولاد کا تذکرہ

۱۔ امام حسینؑ کے چھ بیٹے ہیں۔
 ۲۔ علی بن الحسین اکبر (زین العابدین) جن کی کنیت ابو محمد ہے اور آپ کی مادر گرامی جناب شاہ زنان بنت کسری
 یزدجرد ہیں۔

۳۔ علی بن الحسین اصغر (علی اکبر) جو اپنے والد کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اور
 ان کی والدہ گرامی جناب لیلیٰ بنت ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ ہیں۔

۴۔ جعفر بن حسین ان کی کوئی اولاد نہیں آپ کی والدہ قضا عیمہ تھیں اور یہ (جعفر) حسینؑ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

۵۔ عبد اللہ بن حسین (علی اصغر) وہ صغیر سی ہیں اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے وہ اپنے باپ کی گود میں تھے کہ
 نیر آیا اور اس نے انہیں زخم کر دیا جن کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے۔

۶۔ سکینہ بنت الحسینؑ اور آپ کی والدہ جناب رباب بنت امر القیس بن عدی کلبیہ معذیہ ہیں اور آپ حضرت
 علی اصغر عبد اللہ بن حسینؑ کی بھی والدہ ہیں۔

۷۔ فاطمہ بنت الحسینؑ، ان کی مادر گرامی ام اسحاق بنت طلحہ بن عید اللہ تیمیہ ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام علی زین العابدین کے حالات

امام حسینؑ کے بعد اے امام کا ذکر تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت خلافت، وقت

وفات، اسباب وفات، قبر، اولاد اور مختصر حالات زندگی

حسین بن علیؑ کے بعد ان کے بیٹے ابو محمد علی بن الحسین زین العابدینؑ امام ہیں اور آپ کی کنیت ابو الحسن بھی تھی اور آپ کی مادر گرامی جناب شاہ زنانہ بنت یزید جردین شہر یاربین کسریٰ ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کا نام شہر بانو تھا اور امیر المومنینؑ نے حریت بن جابر حنفی کو مشرقی جانب کا وادی و حاکم بنایا تو اس نے آپ کی خدمت میں یزید جردین شہر یاربین کسریٰ کی دو شہزادیوں بھیجیں ان میں سے شاہ زنانہ آپ نے اپنے بیٹے حسینؑ کو بخش دی اور جس سے زین العابدینؑ اور دوسری بہن محمد بن ابوبکر کو بخشی جس سے قاسم بن محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے اور یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

امام علی بن الحسینؑ کی ولادت ۳۵ھ اڑتیس ہجری میں مدینہ میں ہوئی آپ اپنے چچا امیر المومنینؑ کے ساتھ دو سال اپنے چچا امام حسنؑ کے ساتھ بارہ سال، اپنے والد بزرگوار امام حسینؑ کے ساتھ تیس سال اور اپنے پدر گرامی کے بعد چونتیس سال رہے۔ آپ کی وفات مدینہ میں ۴۵ھ چنانچہ ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ساڑھے ساتھی اور آپ کی امامت پونتیس سال رہی اور جنت البقیع میں اپنے چچا حسنؑ بن علیؑ کے پہلو میں دفن ہوئے آپ کی امامت کئی وجوہ اور طریقوں سے ثابت ہے۔ ایک یہ کہ آپ اپنے باپ کے بعد علم و عمل کے لحاظ سے اللہ کی پوری مخلوق سے بہتر تھے اور دلائل عقلی کی بناء پر امامت انصاف کے لیے ہو سکتی ہے نہ کہ منقول کے لیے۔

۴۵ھ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے باپ امام حسینؑ کے فضیلت و نسب میں وارث و حقدار اور ان کے بعد ان کے مقام کے زیادہ لائق و حقدار تھے۔ اور گذشتہ امام سے جو اس طرح کی یاقوت رکھے وہ اس کے مقام کا اپنے غیر سے (جو اس کی یاقوت نہیں رکھتا) زیادہ حقدار ہے کیونکہ آیۃ اولوالارحام کی اور جناب زکریا کے واقعہ کی دلالت اسی پر ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں امامت کا ہونا عقلی طور پر ضروری ہے اور علی بن الحسینؑ کے زمانے میں جس کسی نے

امامت کا خود دعویٰ کیا ہے یا اس کے علاوہ کسی نے اس کے لیے دعویٰ کیا ہے تو وہ خود بخود باطل و غلط ثابت ہو گیا (کسی اور شخص کے امامت کے اوصاف سے متصف نہ ہونے کی بنا پر) ترجمہ: تو امامت آپ کے حق میں ثابت ہوگی، کیونکہ زمانہ کا امام سے خالی رہنا محال ہے۔

چوتھی وجہ امامت صرف عترت رسولؐ میں خاص طور سے ثابت ہے۔ دلیل عقلی یعنی نظر و فکر اور نبی کریمؐ کی حدیث کی بناء پر، اور جو محمد بن حنفیہؓ کے لیے دعویٰ کرتا ہے اس کا قائل غلط ہے کیونکہ وہ نص سے خالی ہے تو ثابت ہوا کہ وہ علی بن الحسین کے لیے ہے کیونکہ عترت رسولؐ میں سوائے محمد بن حنفیہؓ کے کسی کے لیے امامت کا دعویٰ نہیں ہوا اور ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق وہ اس منصب سے خارج ہیں۔

پانچویں وجہ رسول اللہؐ کا آپ کی امامت پر اُس حدیث لوح میں نص قائم کرنا جسے جابر نے نبی کریمؐ سے روایت کیا اور امام محمد بن علی باقر علیہما السلام نے اپنے والد سے انہوں نے سے جہوں نے جناب فاطمہ بنت رسول اللہؐ سے روایت کیا۔

غلامیر المؤمنین (کا ان (زین العابدینؑ) کے والد گرامی امام حسینؑ کی زندگی میں نص قائم کرنا جس پر بہت سی اخبار کا مضمون شاہد ہے۔

تو امام حسینؑ علیہ السلام کا انہیں وصیت کرنا۔ وصیت نامہ کو جناب بی بی ام سلمہؓ کے حوالے کرنا جسے امام علیؑ علیہ السلام (زین العابدینؑ) بن حسینؑ نے آپ کے بعد وصول کرنا۔

آپ کا بی بی ام سلمہؓ سے وصایائے امامت کا مطالبہ کرنا خود تمام لوگوں پر آپ کی امامت کی علامت ہے۔ یہ وہ باب جسے وہی جان سکتا ہے جس نے اخبار و روایات کی چھان بین کی ہو۔ اور اس کتاب میں ہر بات کی تہ تک اور انتہا تک پہنچنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔ (صرف اجمالی جائزہ ہے)



مختصر حالات جناب علی زین العابدینؑ

مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن محمد یحییٰ نے کہ ہم سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا اور لیس بن محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن اور احمد بن عبد اللہ بن موسیٰ اور اسمعیل بن یعقوب نے (ان سب نے) کہا، ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن موسیٰ نے اپنے باپ سے جس نے اپنے دادا سے وہ کہتے ہیں کہ۔

میری والدہ فاطمہ بنت الحسینؑ مجھے حکم دیا کرتی تھیں کہ میں اپنے ماموں علی بن الحسینؑ کے پاس جا کر بیٹھا کروں۔

پس جب بھی میں ان کے پاس گیا ایسی بھلائی لے کر اٹھا جس نے مجھے فائدہ ہی دیا۔

آپ کا خوف خدا میرے دل پر بھی اثر انداز ہوا میں نے جب بھی آپ کا خوف خدا یا علم دیکھا اس سے میں نے فائدہ حاصل کیا۔

مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن محمد علوی نے اپنے دادا محمد بن میمون بن رازر سے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے ابن شہاب زہری سے وہ کہتا ہے کہ ہم سے علی بن حسینؑ جنہیں ہم نے بہترین ہاشمی پایا نے بیان فرمایا اسلام کے ساتھ محبت جیسی ہمارے ساتھ محبت کرو۔ اور اس محبت میں دوام ہو نہ کہ وہ جو ہمارے خلاف عیب بن جائے۔ (یعنی تم محبت کا دعویٰ بھی کرو اور تمہارا کردار بھی درست ہو)

میر نے عبد العزیز بن ابو حازم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے کوئی ہاشمی علی بن الحسینؑ سے بہتر نہیں دیکھا۔

مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا ابو محمد انصاری نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا محمد بن میمون بن رازر نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا حسن بن علوان نے ابو علی زیاد بن رستم سے جن نے سعید بن کثوم سے وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت امام صادق جعفر بن محمدؑ کے پاس موجود تھا آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کا ذکر کر کے ان کی بہترین تعریف و مدح کی کہ جس کے وہ اہل تھے پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ نے کبھی دنیا کے حرام میں سے کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ اس دنیا سے چلے بسے اور آپ کے سامنے دو چیزیں پیش نہیں ہوئیں کہ جن دونوں میں اللہ کی رضا تھی مگر آپ نے ان دونوں سے اسے اختیار و منتخب کیا جسے اپنے

دین کے لحاظ سے سخت و دشوار پایا اور (ایسے ہی) رسول اللہ پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو حضورؐ آپ (علیؑ) کو بلا تے کیونکہ حضورؐ کو آپ پر وثوق و اطمینان تھا اور رسول اللہؐ جیسا عمل کرنے کی طاقت بھی آپ کے علاوہ کسی میں نہیں تھی۔ آپ کی نصیحت تھی کہ انسان کو ایسے شخص جیسا عمل کرنا چاہئے جو اپنے آپ کو جنت و جہنم کے درمیان یوں پاتا ہو کہ امید و تاب کے ساتھ ساتھ خوف و عقاب بھی رکھتا ہو۔ آپ نے اپنے ذاتی مال سے جس میں آپ کے دونوں ہاتھوں کی محنت اور پیشانی کا پسینہ شامل تھا (یعنی خود محنت کی تھی) ہزار غلام، رضاء الہی کی خوشنودی اور آتش جہنم سے نجات کی خاطر آزاد کئے۔ آپ اپنے گھر والوں کو زیور و سحر اور عجمہ (عمدہ) قسم کی کھجوریں کھلاتے تھے۔ آپ کا اپنا لباس کھر درے کپڑے کا ہوتا۔ اگر آپ کی آستین لمبی ہوتی تو قیمتی منگو کر کاٹ دیتے۔ آپ کی اولاد و اہل بیت میں لباس اور دین شناسی و دین فہمی میں علی بن حسینؑ سے زیادہ قریب ترین مشابہ اور کوئی نہ تھا ایک دفعہ آپ کے صاحب زادے ابو جعفرؑ (امام محمد باقرؑ) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ اس منتر پر پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں کوئی نہیں پہنچا پس آپ نے دیکھا کہ بیدار رہنے کی وجہ سے آپ کا رنگ زرد ہو چکا تھا اور زور و کمر اٹھیں ملے ہوئے ہیں۔ پیشانی زخمی اور آپ کی ناک سجدہ کرنے سے پھد چکی ہے۔ اور پڑیلوں اور قدموں پر نماز میں قیام کر کے مر گیا ہے تو جناب ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں آپ کی یہ حالت دیکھی تو میں اپنے گریہ کو ضبط کر سکا اور آپ پر رحم کھاتے ہوئے رو پڑا ایک محنت آپ کسی سوچ میں پڑ گئے پھر آپ کی بارگاہ میں میرے داخلے کے کچھ دیر بعد میری طرف ملتفت ہوئے اور کہنے لگے بیٹا ذرا مجھے ان صحائف و کتب میں سے وہ دینا جس میں حضرت علی بن ابی طالب کی عبادت کا تذکرہ ہے میں نے آپ کو دیا تو آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پڑھا پھر دکھائے ہوئے اس کو ہاتھ سے رکھا اور فرمایا کہ

کس میں قوت و طاقت ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام جیسی عبادت کرے۔

محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن قرقشی نے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ «علی بن حسینؑ (زین العابدینؑ) جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا ان کے اہل خانہ نے آپ پر طاری ہونے والی اس کیفیت کے متعلق دریافت کیا۔

آپ فرمانے لگے: کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے حضور کھڑے ہونے کی تیاری کر رہا ہوں؟»

عمر بن شمر نے جا رہے تھے کہ حضرت ابو جعفرؑ اسے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ

علی بن الحسینؑ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ہوا آپ کو گھاس کی طرح حرکت دیتی تھی۔ سفیان ثوری نے عبد اللہ بن الرحمن بن موجب سے روایت کی ہے کہ علی بن الحسینؑ کے سامنے ان کی فصیلت کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ۔

”ہمارے لیے اپنی قوم کے صالح افراد (شمار) ہوتا ہیں کافی ہو۔“

مجھے خبر دی ہے ابو محمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے جس نے سلمہ بن شیب سے اس نے عبد اللہ بن محمد بتی سے روایت کی اور وہ کہتا ہے کہ میں نے عبد القیس کے ایک بوڑھے کو کہتے سنا کہ طاؤس کا کہنا ہے کہ میں رات کے وقت حجر (مقام اسمعیل) میں داخل ہوا تو علی بن الحسین بھی تشریف لے آئے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پس آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے پھر آپ سجدہ میں گئے، تو میں نے (دل میں) کہا آپ بائیں بیت خیر کے صالح مرد ہیں ان کی دعا سنی چلائے پس آپ کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

(”عبيدك بعناك مسكينك بعناك فقيرك بعناك سائلك بعناك“)

تیرا حقیر بنتہ تیری ڈیوڑھی پر تیرا مسکین تیرا فقیر اور تجھ سے سوال کرنے والا، تیری ڈیوڑھی پر کھڑا ہے، پس طاؤس کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نے جب بھی کسی مصیبت میں ان فقرات کے ساتھ دعا مانگی وہ مجھ سے دور ہو گئی۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے اس نے احمد بن محمد رافعی سے اُس نے ابراہیم بن علی سے اس نے اپنے باپ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ میں نے علی بن الحسین کے ساتھ حج کیا آپ کے ناقر نے چلتے میں سستی کی تو آپ نے اسے جبری کا اشارہ کیا پھر فرمایا ہائے افسوس! کاش قصاص نہ ہوتا پھر اس سے ہاتھ روک لیا اور اسی اسناد کے ساتھ وہ کہتا ہے کہ علی بن الحسین نے پابیانہ حج کیا تو مدینہ سے مکہ تک بیس روز چلتے رہے ابو محمد حسن بن محمد نے مجھے بتایا کہ ہم سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے عمر بن ایان نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن بکیر نے زرارہ بن امین کے حوالہ سے روایت کی کہ۔

”پر وہ شب میں کسی پوچھنے والے کو سنا گیا (یہ) دریافت کر رہا تھا کہ دنیا میں زہد اور آخرت میں رغبت کرنے والے کہاں ہیں! تو اس کے جواب میں یقین کی طرف سے کسی پکارنے والے کی آواز تو سنائی دی لیکن خود دکھائی نہیں دیا کہ اس صفات کے مالک (یر علی بن الحسین) موجود ہیں۔“

اور عبد الرزاق نے معمر سے اور اس نے زہری سے روایت کی کہ

میں نے اس خاندان یعنی خاندان نبی میں سے کسی ایسے شخص کی ملاقات نہیں کی ہے جو علی بن الحسین علیہما السلام سے بہتر ہو۔

مجھے خبر دی ہے ابو محمد حسن بن محمد نے کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے ابو یونس محمد بن احمد نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ اور ہمارے کئی ساتھیوں نے بیان کیا کہ قریش میں سے ایک نوجوان سعید بن مسیب کے پاس جا بیٹھا تو اچانک علی بن الحسین علیہما السلام ظاہر ہوئے تو اس قریشی نے ابن مسیب سے پوچھا اے محمد یہ کون

شخص ہے تو اس نے کہا یہ عبادت گزاروں کے سید و سردار علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔
مجھے ابو محمد حسن بن محمد نے بتایا کہ

بن جعفر وغیرہ نے بیان کیا جو کہتے ہیں کہ

علی بن الحسین کے سلسلے آپ کے قاتلان کا ایک شخص کھڑا ہو گیا جس نے آپ کو بہت کچھ کہا اور گالیاں بکلیں تو
آپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ پھر جب وہ چلا گیا تو آپ نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا۔

تم نے سن لیا جو کچھ اس شخص نے کہا، اب میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ اس کے ہاں چلو تاکہ مجھ سے
اس کا رویدی بیان سنو، راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم تیار ہیں ہم تو چاہتے تھے کہ آپ اسے کچھ
کہیں تو ہم بھی کہیں، راوی کہتا ہے کہ جو تاہن کہ آپ پہلے اور کہے جا رہے تھے۔ والکاملین الغیظ
والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین اور غصہ کو پی جاتے والے اور لوگوں کو معاف

کرنے والے اور خدا اچھے کام کرتے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تو ہم جان گئے کہ آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے راوی کہتا ہے کہ وہ شخص ہمارے سامنے بڑی نیت اور حملہ
کرنے والے کی مانند نکلا اور اس سے شک تھا کہ آپ ان بعض باتوں کا بدلہ لیتے آئے ہیں جو اس سے ہوئی تھیں
لیکن علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا کہ

اے بھائی! تو ابھی ابھی میرے پاس کھڑا تھا تو نے کہا جو کچھ کہا پس جو کچھ تو نے کہا اگر وہ ایسی باتیں تھیں جو مجھ
میں پائی باقی ہیں تو میں ان کے متعلق اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اگر تو نے ایسی باتیں کہی ہیں جو مجھ میں
ہیں تو خدا تجھے معاف کر دے۔

راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ بے شک جو میں نے باتیں
کی ہیں وہ آپ میں موجود نہیں ہیں اور میں ان باتوں کا زیادہ متحی ہوں راوی حدیث کہتا ہے کہ وہ شخص حسن بن
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

اور مجھے حسن بن محمد نے اپنے دادا سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ مجھے مین کے ایک بوڑھے شخص نے بتایا کہ جس
کی عمر نوے اور کچھ سال تھی وہ کہتا ہے کہ مجھے عبید اللہ بن محمد نامی ایک شخص نے خبر دی کہ وہ کہتا ہے میں نے
عبد المزدق کو کہتے سنا کہ علی بن الحسین کی ایک کینز آپ پر پانی ڈال رہی تھی تاکہ آپ نماز کے لیے تیار ہوں
پس وہ تھک گئی اور لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس نے آپ کے سر میں زخم کر دیا آپ نے سر اٹھا کر
کینز کی طرف دیکھا تو اس نے عرض کیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے والکاملین الغیظ اور غصہ کو ضبط کرنے والے تو آپ
نے فرمایا کہ میں نے غصہ کو ضبط کیا اس نے کہا والعافین عن الناس اور لوگوں کو معاف کرنے والے آپ

نے اس سے فرمایا، خدا تجھے معاف کرے، کہنے لگی وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور خدائی اور احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا، جاؤ تم اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہو۔

واقفی نے روایت کی کہ مجھ سے عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی نے بیان کیا کہ (حاکم مدینہ) ہشام بن اسماعیل ہمارے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا اور علی بن الحسین اس کی وجہ سے سخت تکلیف و اذیت میں مبتلا رہے۔ جب اسے عزول کیا گیا تو ولید بن عبد الملک نے حکم دیا کہ اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے (تاکہ جس کسی کو اس سے تکلیف و اذیت پہنچی ہو وہ اس سے انتقام لے سکے) راوی کہتا ہے کہ اسے مروان کے گھر کے پاس کھڑا کیا گیا علی بن الحسین علیہ السلام وہاں سے گزرے راوی کے بیان مطابق آپ نے اسے سلام کیا اور آپ اپنے خواص کو پہلے ہی کسی قسم کا بدلہ لینے سے روک چکے تھے۔

روایت ہے کہ علی بن الحسین نے اپنے غلام کو دو مرتبہ آواز دی تو اس نے جواب نہ دیا پھر تیسری دفعہ جواب دیا تو آپ نے اس سے فرمایا۔

اے بیٹا کیا تو نے میری آواز نہیں سنی، کہنے لگا کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ کیا ہوا کہ تو نے مجھے جواب نہیں دیا، وہ کہنے لگا جو نیک میں آپ سے مطمئن و مومن تھا تو آپ نے فرمایا! حمد اس خدا کی جس نے میرے غلاموں کو مجھ سے مطمئن و مومن رکھا۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے خبر دی وہ کہتا ہے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے یعقوب بن بزید نے بیان کیا میں ابو عمیر نے عبد اللہ بن مغیرہ سے جس نے ابو جعفر عثقی سے اس نے ابو حمزہ شمالی سے اس نے علی بن الحسین علیہما السلام سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ

میں اس دیوار تک پہنچا اور اس سے ٹیک لگائی تو ایک شخص جس پر دوسفید کپڑے تھے اچانک ظاہر ہوا اور میرے بہرے میں خود کرنے لگا پھر اس نے مجھے کہا اے علی بن الحسین کیا بات ہے میں آپ کو غلبین و دھکی دیکھ رہا ہوں کیا کوئی دنیاوی پریشانی ہے؟ اگر ایسا ہے تو یاد رکھو اللہ کا رزق نیک و بد کے لیے حاضر ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں دنیاوی بات پر پریشان نہیں کیونکہ وہ اسی طرح ہے جیسے تو نے کہا ہے تو وہ کہنے لگا کیا آخرت کے بارے میں ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے کہ جس میں تمہارا روعالیب بادشاہ حکم فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا میں نے کہا میرا یہی غم و خزن نہیں کیونکہ یہ بھی وہی ہے جیسے تم نے کہا ہے۔ وہ کہنے لگا پھر آپ کسی چیز پر محزون و متفکر ہیں میں نے کہا کہ مجھے ابن زبیر کے قتل کا خوف ہے تو تمہیں کہنے لگا اے علی بن الحسین آپ نے کسی کو کبھی دیکھا ہے کہ وہ خدا پر توکل کرے اور وہ اس کی کفایت نہ کرے میں نے کہا کہ نہیں تو اس نے کہا کہ اے علی بن الحسین! کیا آپ نے کسی کو کبھی دیکھا ہے کہ وہ خوف خدا رکھتا ہو اور وہ اسے نجات نہ دے

میں نے کہا کہ تمہیں اس نے کہا کہ اے علی بن حسین کیا کسی کو آپ نے دیکھا کہ وہ سوال کرے اور وہ اسے نہ دے پھر میں نے دیکھا تو مجھے اپنے سامنے کوئی نظر نہ آیا۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ ہم سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ابو نصر نے ہمیں بتایا کہ ہم سے عبد الرحمن بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے یونس بن بکر نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ مدینہ میں ایسے ایسے گھر تھے جن کا رزق اور ضروریات زندگی ان کے پاس آتا لیکن ان کو پتہ نہیں تھا کہ کہاں سے آتا ہے تو جب علی بن الحسین کی وفات ہوئی تو انہوں نے اس کو پھرتہ پایا۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد نے خبر دی وہ کہتا ہے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہمیں ابو نصر نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن علی بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ ہم سے عبد اللہ بن ہارون نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے مجھ سے عمرو بن دنیار نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے کہ زید بن اسامہ بن یزید کی موت کا وقت آیا تو وہ رونے لگا اس پر علی بن الحسین نے فرمایا، کیوں روتا ہے تو وہ کہتے لگا مجھے یہ بات رلائی ہے کہ مجھ پر پندرہ ہزار دینار کا قرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں چھوڑ رہا راوی کہتا ہے کہ علی بن الحسین نے اس سے فرمایا کہ گریہ نہ کرو، وہ قرض میرے ذمہ ہوا اور تو اس سے بری الذمہ ہے پس آپ نے وہ رقم اس کی طرف سے ادا کر دی۔

ہارون بن یحییٰ نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ہم سے عبد الملک بن عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ جب عبد الملک بن مروان خلیفہ بنا تو اس نے رسول اللہ اور علی بن ابی طالب کے صدقات جو اکٹھے تھے علی بن الحسین کو واپس کر دیئے تو عبد الملک کے پاس عمر بن علی اپنی فریاد لے کر گیا کہ یہ صدقات پہلے امیر المومنین کے بیٹے عمر بن علی کے پاس تھے اس پر عبد الملک نے کہا اس بارے میں وہی کہتا ہوں جو شاعر ابن ابو الحقیق نے کیا ہے۔

انا اذا مالک وداعی الہوی	وانصت السامع للمعاتل
واضطرب الناس بالباہم	تقتضی بحکم عادل فاضل
لا یجعل الباطل حقاً ولا	نلظ دون الحق بالباطل
تخاف ان نفسہ احلاما	فتحمل الدھر مع الخامل

وجوب حالات کا یہ رخ ہو کہ خواہشات کی پکار جھکاری ہو سامع قائل کو چپ کر رہا ہو لوگ اپنی عقلوں کے ذریعے ایک دوسرے کو پھپھا رہے ہوں تو ہم (اس وقت) ایک عادل اور حق و باطل کے درمیان تمیز پیدا کرنے والے شخص کی مانند فیصلہ دیتے ہیں۔ باطل کو حق قرار نہیں دیتے اور نہ باطل کی وجہ سے حق کا انکار کرتے ہیں ہم دُرتے ہیں کہ کہیں ہم اپنی عقلوں کو بے وقوفی و حماقت کا شکار نہ بنا دیں اور زمانے کو گناہ موبے قدر کے ساتھ

ہمارے بس میں اتنا ہوتا کہ جس کے سہارے آپ کے شایان اچھائی کر سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے تو علی بن الحسین نے اس سے فرمایا کہ حاکم کے عذر پیش کرنے کا کیا کہنا!

اور سوار ہو گئے تو صرف نے اپنے ہم نشینوں سے کہا کہ یہ وہ خیر ہیں کہ جن میں شر کا کوئی پہلو نہیں ہے اور ساتھ ساتھ رسول اللہ کی وصہ سے بھی ان کی قدر و منزلت ہے۔

ایک روایت آئی ہے کہ علی بن الحسین ایک دن مسجد نبوی میں تھے کہ آپ نے پھر لوگوں کو سنا کہ وہ خدا کو اس کی مخلوق سے متشایر بنا رہے ہیں آپ اس سے پریشان اور غور نہ ہو کر کھڑے ہوئے اور فرمایا رسول پر پہنچے جس کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے اپنے پروردگار سے مناجات کرنے لگے آپ نے اپنی مناجات میں اپنے پروردگار سے کہا۔

”الہی بدت قدرتك لم تبد ہیئۃ جلالک فجعلک و قد ردک بالتقدیر علی غیر ما انت بہ شہودک و انا برئ یا الہی من الذین بالتشبیہ طلبوک لیسی کمثلک شیء الہی و لم یدرک فضلک ما یجہد من نعمۃ دلیلہد علیک لوعر خولہ و فی خلقک یا الہی منذ و حہ عن ان یبنا و لولہ بل سؤوک بخلقک فمن ثم لم یعرفوک و اتخذوا بعض آیاتک رباً فبدلک و صغرک فتعالمیت یا الہی عما بہ المشیہون نعتوک

اے موجود تیری قدرت تو ظاہر ہوئی لیکن تیرے جلال کی حیثیت ظاہر نہ ہوئی پس لوگ تجھ سے جاہل رہے اور انہوں نے تیرا اندازہ لگا کر جس حالت میں تو ہے اس حالت کے غیر کے ساتھ تجھے تشبیہ دی اور اے موجود میں اُن لوگوں سے بری ہوں جنہوں نے تشبیہ سے تلاش کیا پس کشتک شئی تیری مانند کوئی چیز نہیں۔ اے موجود وہ تجھے نہیں پا سکتے۔ اگر وہ پہچانیں تو ان پر تیری نعمتوں کا وجود ہی تیرے وجود کی دلیل ہے لیکن انہوں نے تجھے تیری مخلوق کے برابر و مساوی قرار دیا لہذا اسی وجہ سے وہ تجھے پہچان نہیں سکے۔ انہوں نے تیری بعض نشانیوں و آیات ہی کو رب بنالیا اور اسی کے ساتھ تیری تعریف و توصیف کی حالانکہ اے موجود جس کے ساتھ انہوں نے تیری نعت و تعریف کی اور تشبیہ دی ہے اس سے تو بلند و بالا تر ہے۔

یہ ان فضائل کا ایک مختصر سا حصہ ہے جو حضرت امام زین العابدین کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ آپ سے فقہائے اہل سنت نے بے شمار علوم و روایت کئے ہیں اور آپ سے مواظبات و عائن، فضائل قرآن، احلال و حرام جنگوں کے واقعات اور علماء مشہور و یادگار دن محفوظ کئے ہیں لہذا اگر ہم ان کی شرح و وضاحت کرنے لگے تو خطاب طول پکڑ جائے گا اور زمانہ ختم ہو جائے گا۔ اور اہل تشیع (شیعوں) نے آپ کے وہ معجزات و نشانیاں اور روشن واضح دلائل نقل کئے ہیں جن کے ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں بل تشیع کی دوسری تصانیف میں آجانا اس کتاب کی نیابت کر جاتا ہے۔ اور

خدا ہی درستی کی توفیق و طاقت دینے والا ہے۔

علی بن الحسین علیہما السلام کی اولاد

بنیابی علی بن الحسین علیہما السلام کے پندرہ بچے ہیں،

۱۔ محمد جن کی کنیت ابو جعفر باقر علیہ السلام ہے۔ آپ کی والدہ ام عبد اللہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں

۲۔ عبد اللہ

۳۔ حسن

۴۔ حسین اور ان تینوں کی والدہ کنیز ہیں۔

۵۔ زبیر

۶۔ عمر اور ان دونوں کی والدہ بھی کنیز ہی ہیں۔

۷۔ حسین الاصغر

۸۔ عبد الرحمن

۹۔ سلیمان ان تینوں کی والدہ بھی کنیز ہیں۔

۱۰۔ علی اور یہ اولاد امام علی بن الحسین میں سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔

۱۱۔ قدیجہ۔ علی اور قدیجہ کی والدہ ایک کنیز ہیں۔

۱۲۔ محمد اصغر۔ ان کی والدہ بھی کنیز ہے۔

۱۳۔ قاطبہ

۱۴۔ علیہ

۱۵۔ ام کلثوم

ان تینوں بچیوں کی والدہ بھی کنیز ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام محمد باقر علیہ السلام

علی بن الحسین کے بعد والے امام کا ذکر ان کی تاریخ ولادت، امامت، مدت عمر، مدت خلافت،

وقت وفات اور سبب، قبر، تعداد اولاد اور مختصر حالات

جناب یاقر محمد بن علی بن الحسین اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد علی بن الحسین کے خلیفہ ان کے وصی اور ان کے بعد امام تھے۔ آپ فصیلت علم و زہد و سرداری میں سب سے برتر اور شیعہ و سنی کے ہاں آپ تذکرہ کے لحاظ سے بلند تر اور قدرو مرتبہ میں بزرگ تر تھے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے کسی سے علم دین آثار و سنت، علم قرآن و سیرت اور قلم و قلم کے اخلاق و آداب اتنے ظاہر نہیں ہوئے جتنے ابو جعفر علیہ السلام سے ظہور پذیر ہوئے آپ سے باقی ماندہ صحابہ سرکردہ تابعین اور جلیل القدر فقہاء مسلمین نے دین کے احکام و معالم نقل کئے ہیں اور اسی فضل و کمال کی وجہ سے آپ اہل دین کے لیے وہ دینار ہدایت تھے جس کی ضرب اشلیس بیان کی جاتی رہی اور آپ کی توصیف و تعریف میں آثار و اشعار چلتے رہے آپ ہی کے بارے میں قرطبی کہتا ہے۔

و خیر من لئی علی الأجل

یا باقر العلم لا ھل التھی

اے اہل تقویٰ کے لیے علم کو ظاہر کرنے والے اور بہترین ان میں سے جو ہم کے پہاڑوں پر بیک کہتے ہیں۔

مالک بن اعین جتنی نے آپ کی مدح کرتے ہوئے کہا

کانت قریش عیہ عیالاً

اذا طلب الناس عہم القرآن

نلت بذالک فروعاً طوالاً

وان قیل ابن بنت النبی

جبال توالت علماً جبلاً

نجوم تفضل للمہد لجین

جب لوگ علم قرآن کو تلاش کریں تو قریش آپ کے بچے معلوم ہوں گے اور اگر کہا جائے کہ دفتر رسول کا بیٹا

مجھے ابوحنن بن محمد نے اپنے دادا سے تبریدی وہ کہتا ہے کہ ہم سے داؤد بن قاسم نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسین بن زید نے اپنے چچا عمر بن علی سے جنہوں نے اپنے والد علی بن الحسین سے روایت کی آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔

میں نے دعائیں پیش قدمی کرنے کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی بندہ کے لیے ہر وقت دعا کی قبولیت حاضر ہیں ہوتی اور جو دعائیں آپ سے محفوظ ہیں ان میں سے ایک دعا اس طرح ہے کہ جب آپ کو تبریلی کہ سرف بن عقیقہ مدینہ کی طرف آ رہا ہے تو فرمایا،

ربکم من نعمۃ النعمت بہا علی قلک عندہا شکری وکم من بلیۃ ابتلیتہا بہا قلک عندہا صبری فیا من قل عند نعمتہ شکری فلم یحرمنی دیا من قل عند بلائہ صبری فلم یخذلنی یا ذا العرف النہی لا یقطع ابد او یا ذا النعماء النہی لا تحصى عدد اصل علی محمد وال محمد اذفع عنی شرۃ غافی اذعربک فی نحرہ استعید بک من شرۃ۔

پس دور و گار کتنی زیادہ بری نعمتیں ہیں جو تو نے مجھے بخشیں جس پر میرا شکریہ بہت ہی کم ہے اور کتنے مصائب ہیں کہ جن میں تو نے مجھے مبتلا کیا ہے اور میں تیرے حقوق کم صبر نکلا اے وہ ذات کہ باوجود اس کے کہ میرے پاس شکر اس کی نعمت پر کم تھا لیکن اس نے مجھے محروم نہیں کیا اے وہ ذات کہ باوجود اس کے ابتلا میں میری کم صبری کے اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا یا اے صاحب احسان کہ جس کا احسان کبھی ختم نہیں ہوتا اور اے نعمتوں والے کہ جس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوتا، محمد وال محمد پر رحمت نازل فرما اور اس (سرف) کے شر کو مجھ سے دور رکھیں اس کی گردن کو تیرے ذریعہ دور کرتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

پس سرف مدینہ میں آیا اور کہا جاتا تھا کہ اس کا علی بن الحسین کے (قتل کرنے کے) علاوہ کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن آپ اس سے محفوظ رہے اس نے آپ کی عزت و تکریم کی اور آپ کو صبر اور صلہ دیا۔ اور ایک اور طریقہ سے یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ

سرف بن عقیقہ جب مدینہ میں آیا تو اس نے علی بن الحسین کے پاس کسی کو بھیجا جب آپ تشریف لائے اور اس کے ہاں پہنچے تو اس نے آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور آپ کا احترام و اکرام کیا اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے امیر المؤمنین (زید پلید) نے آپ سے تنگی و احسان کرنے اور آپ کو صلہ دینے اور دوسروں کی نسبت امتیازی سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے پس اس نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہمدردوں کی نسبت امتیازی سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے اس کا مظاہرہ کیا اور اپنے اطرافیوں (دربار یوں) سے کہا کہ میرے خیر پر ان کے لیے زمین کمو۔ اور آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے گھر والوں کے پاس واپس تشریف لے جائیں میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے (آپ کو بلا کر) انہیں پریشانی و گھبراہٹ میں ڈالا اور یہاں آتے ہیں جو آپ کو زحمت و تھکاؤ طے ہوئی اس کا سبب ہم ہیں۔ اگر

کہاں ہے تو تم انہیں اس وقت (علم و عقیدت میں) طویل شاقوں والا پاؤ گے وہ تارکیوں میں چلنے والوں کے یہ درختاں ورہماتارے ہیں اور وہ ورثہ میں پائے جانے والے علم کے کوہ گراں ہیں۔

آپ ﷺ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور کالمہ میں مدینہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر شان برس تھی آپ (پہلے) ایسے ہاشمی ہیں جو دونوں (مال اور باپ) ہاشمیوں سے پیدا ہوئے اور ایسے علوی ہیں جو دونوں علویوں سے پیدا ہوئے (آپ کی والدہ اور والد دونوں علی کی اولاد ہیں اور یہ خصوصیت کبریٰ اور امام میں نہیں مہریم) آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں (مدینہ منورہ) ہے۔

سہمون قداح نے جعفر بن محمد سے جہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں... جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا، پھر مجھے کہا کہ آپ کون ہیں اور یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جب جابر نابینا ہو گئے تھے تو میں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں تو وہ کہنے لگے اے ہجران درامیرے قریب ہوتا میں ان کے قریب گیا تو انہوں نے میرے ہاتھ کے پوسے لیے پھر وہ میرے پاؤں کی طرف جھکے کہ ان کا بوسہ میں تو میں ان سے ہٹ گیا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے تو میں نے کہا کہ رسول اللہ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں (السلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) اور یہ کیسے اے جابر! تو انہوں نے کہا کہ میں ایک دن آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

اے جابر! تم زندہ و باقی رہو گے یہاں تک کہ تم میری اولاد میں سے ایک مرد سے ملاقات کرو گے جس کا نام محمد بن علی بن حسین ہو گا خدا اسے نور و حکمت سے مالا مال کرے گا انہیں میرا سلام کہنا۔

امیر المؤمنین نے اپنی اولاد کو جو وصیت کی اس میں بھی محمد بن علی بن حسین کا تذکرہ ہے اور آپ کے پاسے میں بھی وصیت ہے۔

مورخین کی روایت مطابق آپ کا نام خود رسول اللہ نے رکھا اور آپ کی تعریف باقر العلوم کے ساتھ فرمائی۔ باقر العلوم (علوم کو پوشیدگی سے ظاہر کرنے والا)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے جدا گانہ حدیث میں ہو روایت ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا۔ قریب ہے کہ تو باقی رہے یہاں تک کہ حسین سے ہونے والے میرے ایک بیٹے سے ملاقات کرے جسے محمد کہا جائے گا جو علم کی الجھنوں کو کھول کھول کر بیان کرے گا میں جب اس سے ملاقات کرو تو میرا آپس سلام کہنا۔

اہل تشیع نے لے خبر لوج میں روایت کی ہے کہ جسے جبرائیل جنت سے لے کر رسول اللہ پر نازل ہوئے تھے تو آپ نے وہ جناب قاطعہ کو دے دی اور لوج میں آپ کے بعد آنے والے تمام آئمہ کرام کے نام

تھے اور اس میں تھا کہ محمد بن علی اپنے باپ کے بعد امام ہوں گے۔
نیز یہ بھی روایت ہے کہ

خداوند عالم نے اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ پر ایک کتاب نازل فرمائی کہ جس پر بارہ مہر لگی ہوئی تھیں اور حضور کو حکم دیا کہ اسے امیر المؤمنین کے حوالے کریں اور انہیں حکم دیں کہ ان میں سے پہلی مہر کو توڑ کر اس میں جو کچھ بھی ہو اس پر عمل کریں پھر آنجناب اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے حسن کے سپرد کریں اور انہیں حکم دیں کہ وہ دوسری مہر کو توڑ کر اس کے نیچے جو کچھ ہو اس پر عمل کریں پھر وہ اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی حسین کے سپرد کریں اور انہیں حکم دیں کہ وہ تیسری مہر کو توڑ کر اس کے نیچے جو کچھ ہو اس پر عمل کریں پھر حسین اپنی وفات کے وقت اپنے بڑے بیٹے علی بن الحسین کے سپرد کریں اور انہیں اس قسم کا حکم دیں پھر وہ محمد (باقی) کے سپرد کریں یہاں تک کہ آخر آئمہ تک یہ سلسلہ پہنچے۔

علاء شیعہ نے نبی کریم سے امیر المؤمنین سے امام حسن و امام حسین سے اور علی بن الحسین سے آپ کے پدر بزرگوار کے بعد آپ کی امامت پر بہت سی قصوں روایت کی ہے۔

لوگوں نے آپ کے فضائل و مناقب اتنے روایت کیے ہیں کہ جنہیں اگر تم تحریر کریں تو معاملہ بڑھ جائے گا لہذا ہم ان میں وہی تحریر کیلئے جو انشاء اللہ ہمارے مقصد و مطلب کو ادا کرے

ابو محمد حسن شریف نے مجھے خبر دیتے ہوئے کہا کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھے محمد بن قاسم شیبانی نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن صالح ازدی نے ابوالکاسم جعتی سے جنہوں نے عبداللہ بن عطاء کی سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے علماء کو کبھی کسی کے سامنے اتنا چھوٹا واپست نہیں دیکھا جتنا ابوجعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام کے سامنے دیکھا میں نے حکم بن قیس کو آپ کے حضور یوں دیکھا جیسے ایک بچہ اپنے معلم کے سامنے ہو حالانکہ لوگوں کی نظر میں وہ جلالت و عظمت کے مقام پر تھا۔

جابر بن یزید جعتی جب محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام سے کوئی چیز روایت کرتا تو وہ کہتا کہ

مجھ سے بیان کیا وہی اوصیاء و وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام تھے۔

اور محمد بن ابراہیم نے قیس بن ربیع سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالسحاق سیسی سے، مسیح علی الحقیقین، کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ..... میں نے لوگوں کو مسیح

کہتے ہوئے پایا یہاں تک کہ میں نے بنی ہاشم کے ایک مرد محمد بن علی بن حسین سے ملاقات کی جس کی مانند

میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا انہیں موزہ پر مسیح کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے موزے کے

اد پر مسیح کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ

امیر المؤمنین علیہ السلام موزے پر مسیح نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ موزہ پر مسیح کرنے سے

پہلے کتاب اچکی ہے یعنی کتاب خدا کا علم لوگوں کے علم سے مقدم ہے۔

تو ابوالسحاق کہتا ہے کہ

جب سے آپؐ نے مجھے منع کیا ہے میں نے موزہ پر مسح نہیں کیا۔

قیس بن ربیع کہتا ہے کہ

جب سے میں نے ابوالسحاق سے سنا تو میں نے بھی مسح خفین (موزے پر مسح کرنا) چھوڑ دیا۔

مجھے خبر دی ہے شریعت ابو محمد حسن بن محمد نے، وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے یعقوب بن یزید سے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا محمد بن ابو عمیر نے عبد الرحمن بن حجاج سے جس نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ

محمد بن منکدر کہا کرتا تھا کہ میں علی بن الحسین کی فضیلت کو دیکھ کر نہیں سمجھتا تھا کہ علی بن الحسین جیسی شخصیت بھی کوئی

اچھا یا نشین چھوڑیگی یہاں تک کہ میں نے محمد بن علیؑ کو دیکھا پس میں نے آپؐ کو وعظ کرنا چاہا تو انہوں نے مجھے وعظ کیا

تو اس کے ساتھی نے اس سے پوچھا کہ انہوں نے تجھے کیا وعظ کیا تو اس نے کہا کہ

میں سخت گری میں مدینہ کی ایک طرف نکلا تو میری ملاقات محمد بن علیؑ سے ہو گئی اور آپؐ بھاری جسم رکھتے تھے اور

انہوں نے اپنے دو سیاہ نوکروں یا غلاموں کا سہارا لیا ہوا تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ بزرگان قریش میں سے

ایک بزرگ اس گھڑی اس حالت میں طلب دنیا میں ہے، میں ضرور اسے وعظ کروں گا۔

پس میں آپؐ کے قریب گیا اور آپؐ پر سلام کیا تو آپؐ نے مجھ پر جھڑک کر سلام کیا اور وہ پستہ میں ڈوبے ہوئے

تھے تو میں نے آپؐ سے کہا کہ خدا آپؐ کی اصلاح کرے، قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اس گھڑی اس

حالت میں دنیا کی تلاش میں ہے اگر آپؐ پر موت آجائے اور آپؐ اس حالت میں ہوں (تو کیا ہوگا) وہ کہتا ہے

آپؐ نے غلاموں کو چھوڑ دیا پھر اپنے سہارے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ

خدا کی قسم اگر مجھے اس وقت موت آجائے اور میں اسی حالت میں ہوں تو ایسے وقت میں آئے گی جب کہ میں اللہ

کی ایک اطاعت میں مصروف ہوں گا کہ جس سے میں نے اپنے آپؐ کو تجھ سے اور دوسرے لوگوں سے کچھ لینے

سے روکا ہے اور موت کا خوف تو مجھے تب ہوتا اگر وہ اس وقت آتی جب میں خدا کے معاصی میں سے کسی سمیٹ

اور نافرمانی میں مبتلا ہوتا، میں نے عرض کیا کہ خدا کی آپؐ پر رحمت نازل ہوتی رہے میں نے چاہا تھا کہ آپؐ کو

وعظ کروں اور آپؐ نے مجھے وعظ کیا۔

مجھے شریعت ابو محمد حسن بن محمد نے خبر دی کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھ سے الی ری کے ایک لڑکے

شیخ نے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ مجھ سے یحییٰ بن عبد الحمید حافی نے معاویہ بن عمار وحی سے جس نے محمد بن علی بن الحسین

سے خدا کے اس ارشاد کے سلسلہ میں بیان کیا۔

تو آپ نے فرمایا وہ اہل ذکر ہم ہیں۔

ابو جعفر نے ابتداء کائنات اور انبیاء کے واقعات روایت کیئے ہیں اور آپ سے جنگوں کے حالات اور طور طریقے نقل کیئے گئے ہیں اور علماء نے متاسک حج میں آپ پر اعتماد کیا ہے کہ جنہیں آپؑ نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے، اور انہوں نے آپؑ سے تفسیر قرآن بھی نقل کی ہے۔ اہل تشیع و سنن نے آپؑ سے اخبار کی روایت کی ہے اور اہل رائے میں جس نے آپؑ کی تردید کی تھی ان میں سے آپؑ نے مناظرہ کیا، لوگوں نے آپؑ سے علم کلام کی بہت سے مسائل محفوظ کئے ہیں۔

تو ایہ جعفر امام یا قمر تے فرمایا کہ

راوی کہتا ہے کہ ہشام نے بھی کرا سے آپ پر کامیابی حاصل ہوئی ہے (گویا امام محمد باقرؑ کا جواب نفوز یافتہ غلط ہے)

کہتے لگا اللہ اکبر ان کے پاس (دوبارہ) جاؤ اور کہہ دوہ دشنام کہہ رہا ہے کہ اس دن وہ کھاتے پیتے

سے کسی قدر غافل ہوں گے، (یعنی حساب کی وجہ سے کھاتے پینے کا ہوش ہی کب ہوگا)
تو امام ابو جعفر باقرؑ نے جواب دیا۔

وہ جہنم کی آگ میں زیادہ مشغول ہوں گے باوجود اس کے کہ وہ یہ کہتے سے غفلت نہیں کریں گے اذیضوا عدینا من الماء
اَوْ مِمَّا دَنَا فَتَكُنْهُمُ اللّٰهُ دَہم پر پانی کا فیضان کر دیا اس میں سے جو خدا نے ہمیں رزق دیا ہے،
پس ہشام خاموش ہو گیا اور کوئی بات نہ کر سکا۔

اخبار و روایات میں آیا ہے کہ محمد بن علیؑ کی خدمت میں نافع بن اُزرق آیا اور اُکر، آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ سے
حلال و حرام کے مسائل پوچھتا رہا تو ابو جعفرؑ نے اپنے ارشادات کے دوران فرمایا کہ

ان حتی سے نکل جانے والوں (خارجین) سے کہو کہ تم نے امیر المؤمنین سے الگ دھڑا ہونا کیسے حلال و جائز قرار دیا ہے۔
حالانکہ تم نے ان کی اطاعت میں تون بہلے اور ان کی نصرت و مدد میں تقرب الہی کا حصول چاہا۔ شاید وہ (خارجی) متفرق
(اس سوال کے جواب میں) تجھے کہیں گے چونکہ انہوں (حضرت علیؑ) نے دینِ خدا میں حکم اور فیصلہ دینے والے مقرر کئے
ہیں۔ تو ان (خارج) سے کہنا "خدا نے اپنے نبیؐ کی شریعت میں اپنی مخلوق سے دوسروں کو فیصلہ کرنے والا مقرر کرتے
کے لیے کہا ہے۔

پس فرمایا: فاجدوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہما ان یریدوا اصلاحا یوفق اللہ بینہما
پس مرد کے خاندان سے اور عورت کے خاندان سے ایک ایک فیصلہ کرنے والا بھیجو اگر وہ اصلاح چاہیں تو خدا ان
کے درمیان توفیق دے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابین معاذ کو نبی قرینہ کے معاملہ میں حکم مقرر کیا تھا پس اس نے جو حکم کیا خدا نے اسے
قبول کیا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ امیر المؤمنینؑ نے حکم دیا تو فیصلہ کرنے والے کو حکم دیا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے
اور اس سے تجاوز نہیں کریں گے اور شرط کی تھی کہ ان کے احکام میں سے جو کچھ قرآن کے مخالف ہو اسے رد کریں گے اور
جب انہوں نے کہا کہ آپؐ نے اپنے اوپر ایسے شخص کو حاکم بنایا کہ جس نے آپ کے خلاف حکم دیا تو آپؐ نے فرمایا۔
میں نے مخلوق کو تو حاکم ہی نہیں بنایا بلکہ میں نے تو کتابِ خدا کو حاکم بنایا ہے پس کہاں سے یہ حق سے نکل جانے
والی جماعت اس شخص کو گمراہ سمجھتی ہے جس نے امر کیا تھا کہ قرآن کے مطابق حکم ہو اور شرط کی تھی کہ جو اس کے مخالف
ہوگا وہ مردود ہے مگر یہ کہ وہ اپنے دعویٰ میں بہتان تراشی کریں۔

پس نافع بن اُزرق نے کہا

خدا کی قسم یہ وہ (مدل) کلام ہے جو اس سے پہلے کبھی میرے کان کے قریب سے بھی نہیں گزرا اور میرے دل
میں کھٹکا اور یہی انشاء اللہ حق ہے۔

علماء نے روایت کی ہے کہ محمد بن علی بن الحسین کے پاس عمرو بن عبید حاضر ہوا تاکہ وہ سوالات کے ذریعہ سے آپ کا امتحان کرے پس آپ سے کہتے لگا کہ آپ پر قربان جاؤں خدا تعالیٰ کے اس قول کا کیا معنی ہے۔

اولہیر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناھما
کیا دیکھتے نہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے کہ آسمان وزمین ملے ہوئے تھے پس ہم نے ان دونوں کو جدا کیا۔
تو یہ رقی (ملنا) اور قتی (جدا کرنا) کیا ہے۔

تو ابو جعفر نے فرمایا کہ آسمان رقی (ملا ہوا) تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین رقی (ملی ہوئی) تھی اس سے سبزہ نہیں اگتا تھا۔

تو عمرو لا جواب ہو گیا اور پھر کوئی اعتراض نہ کر سکا اور پلا گیا پھر لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان جاؤں مجھے خدا کے اس قول کے متعلق بتائیے کہ،

ومن یحلل علیہ غضبی فقتل ھوی۔

اور جس پر میرا غضب نازل ہو بے شک وہ ہلاک ہو گیا۔

اللہ عزوجل کا غضب کیا ہے؟

امام محمد باقر ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ

اے عمر واللہ کا غضب اس کی منرا و عقاب ہے اور جو یہ گمان کرے کہ اللہ کو کوئی چیز متغیر کر دیتی ہے تو وہ کافر ہے

آنجناب ہمارے ذکر کردہ اوصاف فضل علمی اسرار و ریاست و امامت کے علاوہ خاصہ و عامہ میں جو دروسنا

سے بھی تصفت تھے اور باوجودیکہ آپ کثیر العیال اور متوسط حال تھے پھر بھی تمام لوگوں میں آپ کا کرم تفصل و احسان

کے ساتھ معروف و مشہور تھا۔

محمد سے شریف ابو محمد بن محمد نے اپنے دادا سے بیان کیا جو کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نصر نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد

بن حسین نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے ابو دین عامر نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے ہم سے جہان بن علی نے حسن بن کثیر

سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے کسی حاجت اور بھائیوں کی جفا کاری کی شکایت کی، تو آپ

نے فرمایا کہ

برا بھائی وہ ہے جو تو نگری میں تیری رعایت کرے اور فقیری میں تجھ سے قطع تعلقی کرے۔

پھر آپ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا تو وہ ایک تھیلی نکال لایا آپ نے فرمایا اسے خرچ کرو اور جب

ختم ہو جائے تو پھر مجھے بتانا اور اس تھیلی میں سات سو درہم تھے۔

محمد بن حسین نے روایت کی کہ عبد اللہ بن زبیر نے ہم سے ذکر کیا کہ کچھ لوگوں نے عمرو بن دینار اور عبد اللہ بن عبید

بن عمر کے حوالے سے ہیں بتایا کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم نے ابو جعفر محمد بن علی سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ آپ نے ہمارے پاس نان نفقہ عطیہ اور لباس بھیجا اور فرمایا یہ تمہارے لیے تیار کیا گیا تھا اس سے پہلے کہ تم میری ملاقات کرتے۔

ابو نعیم نخعی نے معاویہ بن ہشام سے جس نے سلیمان بن قرم سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام ہماری قریا درسی پانچ سو درہم سے لے کر چھ سو اور ہزار درہم تک کیا کرتے تھے۔ اور وہ کبھی بھی اپنے بھائیوں آپ کے پاس آنے والے سائل اور امیدوار زور رکھنے والوں پر انعام و اکرام سے تنگ دل اور ملول خاطر نہیں ہوتے تھے۔

آپ نے اپنے اباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تین اہم ترین اعمال ہیں۔

۱۔ مال کے ساتھ بھائیوں کی مدد کرتا۔

۲۔ اپنے آپ کے بارے میں لوگوں سے انصاف کرنا۔

۳۔ اور ہر حالت میں خدا کو یاد رکھنا۔

اسحاق بن منصور سلوی نے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے سنا جس نے آگے ابو جعفر محمد بن علی کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی چیز کو دوسری سے مخلوط کرنا اتنا مفید نہیں جتنا علم کے ساتھ علم کو۔

آپ ہی سے روایت ہے کہ آپ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا جسے آپ اسناد کے بغیر چھوڑ دیتے۔ تو آپ نے (جواب میں) فرمایا کہ جب میں تمہیں کوئی حدیث بغیر اسناد کے بیان کروں تو اس میں میرا سلسلہ سند اس طرح ہو گا میں اپنے والد گرامی (زین العابدین) سے وہ میرے دادا اور اپنے والد (امام حسین) سے وہ اپنے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور وہ جبریل سے اور وہ اللہ عزوجل سے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا ہم سے ابتلاء و امتحان بہت سخت ہے اگر ہم انہیں بلا لیں تو ہماری بات پر لبیک نہیں کہتے اور اگر ان کو چھوڑ دیں تو ہمارے غیر سے ہدایت نہیں حاصل کر سکتے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو ہماری کوئی چیز ناپسند ہے ہم اہلبیت رحمت، شجرہ نبوت، معدن مہکت، ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ اور وحی کے اترنے کا مقام ہیں۔

آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے سات بچے چھوڑے (پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں)

آپ کے بھائیوں کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے ہر ایک صاحب نفیست تھا اگرچہ وہ آپ کے امام ہونے اللہ کے ہاں مرتبہ ولایت پر فائز ہونے اور نبی کریم کے جانشین ہونے کی وجہ سے آپ کے فضل و کمال کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔

آپ کی مدت امامت اور لوگوں پر خلافت اہلبیت میں اپنے والد کی جانشینی کا زمانہ سترہ سال ہے۔

آپ کے بھائیوں کا تذکرہ اور ان کے کچھ واقعات

عبد اللہ بن علی بن الحسین ابو جعفر کے بھائی رسول اللہ اور امیر المومنین کے صدقات کے متولی تھے اور وہ فاضل و فقیہ تھے انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہیں اور لوگوں نے ان کے حوالے سے احادیث بیان کی ہیں اور ان سے بہت سے آثار حاصل کیے ہیں۔

ان میں سے وہ ہے کہ جو ابوالہسیم بن محمد بن داؤد بن عبد اللہ جعفری نے عبد العزیز بن محمد دراوروی نے عمارہ بن عزیہ نے عبد اللہ بن علی بن الحسین سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ نجیل شخص وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے صلوات اللہ علیہ وآلہ)۔

زید بن حسن بن عیسیٰ نے روایت کی ہے کہ ہم سے ابو بکر بن ابوالیس نے عبد اللہ بن سمعان سے نقل کیا کہ میں نے عبد اللہ بن علی بن الحسین سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے اپنے پیر بزرگوار (زین العابدین) سے جنہوں نے انکے دادا (حسین) سے اور انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے حدیث بیان کی کہ۔

آپ چور کا دایاں ہاتھ پہلی پوری میں کاٹتے اور اگر وہ دوبارہ پوری کرتا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹتے اور اگر تیسری مرتبہ بھی پوری کرتا تو اسے عین دوام یعنی عرقید کرتے۔

عمر بن علی بن الحسین بھی فاضل و جلیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امیر المومنین کے صدقات کے متولی تھے اور وہ بہرہ نگار اور سخی تھے۔

داؤد بن قاسم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں حسین بن زید نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے چچا عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اس شخص کے ساتھ شرط کرتے جو صدقات علی کے بانات (خرید تاکہ باغ کی دیواریں ان اس طرح شکاف رکھنا اور جو اندرا کر کھانا چاہے اسے منع نہ کرنا۔

مجھے شریعت ابو محمد نے خبر دی وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے دادا نے بتایا کہ ہم سے ابوالحسن بکار بن احمد زدی نے بیان کیا کہ ہم سے حسن بن حسین عرقی نے عبید اللہ بن جریہ سے نقل کیا کہ میں نے عمر بن علی بن الحسین کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

جو ہماری محبت میں کوتاہی کرے وہ مثل اس کے ہے جو ہمارے بعض میں زیادتی کرے ہمارا ایک حق تو وہ ہے

جو ہمارے نبی کریم کے ساتھ ہماری قرابت کی وجہ سے ہے اور ایک نئی ہے جو اللہ نے ہمارے لیے قرار دیا ہے جو ان حقوق کو ترک کرے اس نے ایک عظیم پتھر کو ترک کیا، ہمیں اس منزل میں رکھو کہ جس میں ہمیں خدا نے رکھا ہے اور ہمارے متعلق وہ باتیں نہ کرو کہ جو ہم میں نہیں ہیں اگر خدا ہمیں سزا دے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے اور اگر اللہ ہم پر رحم کرے تو یہ اس کا فضل و کرم ہے۔

زید بن علی بن حسین اپنے بھائی حضرت ابو جعفر (باقدر) کے بعد اپنے باقی تمام بھائیوں سے معزز و بزرگ تھے وہ مایہ و زائد پرہیزگار، فقید، سخی اور بہادر تھے۔ وہ تلوار لے کر نبی کا حکم، برائی سے روکنے اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے اٹھے۔

مجھے شریف ابو محمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے جس نے حسن بن یحییٰ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسن بن حسین نے یحییٰ بن مساور سے جس نے ابو جبار و ذریاد بن منذر سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں جب مدینہ گیا تو جب بھی کسی سے زید بن علی کے متعلق سوال کرتا تو مجھے جواب ملتا وہ جو "حلیف القرآن" ہیں یعنی جو قرآن سے جدا نہیں۔ جو قرآن ہی کا ساتھی ہے جس کا قرآن سے عہد و پیمان ہے۔

ہشام بن ہشام نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے خالد بن صفوان سے زید بن علی کے متعلق سوال کیا اور وہ ان کے حوالے سے ہمیں اکثر احادیث بیان کیا کرتا تھا میں نے اس سے پوچھا تو نے ان سے کہاں ملاقات کی ہے تو اس نے کہا کہ رصافہ بستی میں، میں نے پوچھا وہ کیسے شخص ہیں؟ تو وہ کہتے لگا۔

جس طرح جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ خوف خدا سے گریہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسو ناک کے پانی سے مل جاتے تھے۔

بہت سے زیدی شیعہ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے ان کے اس اعتقاد کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے تلوار کے ساتھ خروج کیا اور وہ آل محمد کے پسندیدہ مرد کی طرف دعوت دیتے تھے اور لوگوں نے گمان کیا کہ اس سے وہ اپنے آپ کو مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ یہ مراد نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ پہلے ہی سے اپنے بھائی (باقدر) علیہ السلام کو مستحق امامت جانتے تھے اور انہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت ابو جعفر (امام صادق) علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا۔

ابو الحسین زید بن علی رضی اللہ عنہ کے خروج کا سبب علاوہ اس کے جو غرض ہم نے ذکر کی ہے کہ وہ امام حسین کے خون کا مطالبہ کرتے تھے یہ بھی تھا کہ آپ ہشام بن عبد الملک کے پاس (دشام میں) گئے تو اس نے آپ کے لیے اہل شام کو جمع کر کے حکم دیا کہ مجلس کو تنگ کر لو نہ کہ وہ جناب اس کے قریب نہ پہنچ سکیں تو جناب زید نے اس سے کہا کہ کوئی شخص اس سے بلند نہیں ہے کہ اسے خوف خدا کی وصیت کی جائے اور کوئی شخص اس سے پست نہیں

کہ وہ کسی کو خوف خدا اور تقویٰ کی وصیت کرے۔

اور میں تجھے اے (مومنین کے حاکم) اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں پس اللہ سے ڈر تو آپ سے ہشام نے کہا کہ تم وہ ہو جو اپنے کو خلافت کا اہل سمجھتے ہو اور اس کی آرزو رکھتے ہو حالانکہ تمہارا اس سے کیا ربط ہے تیری ماں نہ ہو تم تو ایک کینڑ کے بیٹے ہو حالانکہ تو جناب زید نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ نبی سے بڑھ کر اللہ کے ہاں کسی کا مقام ہو حالانکہ اللہ نے اسے نبی عیسیٰ کو نبوت کیا اور وہ کینڑ کا بیٹا تھا اور اگرچہ یہ چیز انتہائے غایت و مقصد سے کمی و کوتاہی کا باعث ہوتی تو اس کو نبی عیسیٰ نہ کرتا اور وہ جناب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں اے ہشام بتاؤ اللہ کے ہاں نبوت کا مقام کون ہے یا خلافت کا اور علاوہ اس کے اس شخص میں کیا کمی ہے کہ جس کے باپ رسول اللہ ہوں اور وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کا بیٹا ہو۔

پس ہشام اپنی مجلس سے اٹھا اور اس نے اپنے ناظم امور کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ یہ شخص رات میرے شکر (یا شام کی حمد) میں نہ گزارے۔

تو زید اس کے دربار سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ جب بھی کوئی قوم تلواروں کی دھا کو ناپسند کرتی ہے وہ دلیل ہو جاتی ہے جب آپ (شام سے) کو فہ پہنچے تو اہل کوفہ ان کے گرو جمع ہو گئے اور وہ آپ کا ساتھ دیتے رہے یہاں تک کہ دشمن کے ساتھ جنگ کرنے پر تیار ہوئے آپ کی بیعت کر لی اور پھر (آخر میں) ان کی بیعت توڑ کر تنہا چھوڑ دیا۔ پس آپ شہید کر دیئے گئے اور آپ کو چار سال تک انہیں لوگوں میں مولیٰ پر لٹکائے رکھا گیا اور ان میں سے کسی نے نہ تو برا مانا یا اور نہ ہی ہاتھ یا زبان سے آپ کی مدد کی۔

اور جب زید شہید ہو گئے تو ان کی شہادت نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام پر بہت اثر کیا اور آپ بہت محزون و غمگین ہوئے یہاں تک کہ اس کا اثر آپ پر نمایاں تھا اور آپ نے اپنے مال میں سے ہزار دینار زید کے اصحاب میں سے ہوشہید ہوئے ان کے اہل و عیال میں تقسیم کیے اس کی روایت ابو خالد واسطی نے کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ نے ہزار دینار میرے حوالے کر کے مجھے حکم دیا کہ جو لوگ زید کے ساتھ مارے گئے ہیں اسے ان کے اہل و عیال میں تقسیم کر دو یہی فضیل رسان کے بھائی عبد اللہ بن زبیر کے اہل و عیال کو اس میں سے چار دینار ملے۔

حضرت زید کی شہادت پیر کے دن دو سفر ایک سو بیس سالہ ہجری میں ہوئی اور اس وقت ان کی عمر بیالیس سال تھی۔

حسین بن علی فاضل اور پرہیزگار تھے اور انہوں نے بہت سی احادیث اپنے والد علی بن الحسین علیہما السلام اور اپنی

پھر بھی فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی ابو جعفرؑ سے بیان کی ہیں۔

احمد بن علیؑ نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے والد گرامی نے یہی روایت کرتے ہوئے بتایا کہ میں جب حسین بن علیؑ بن الحسینؑ کو دعا مانگتے دیکھتا تو کہا کرتا تھا۔

کہ وہ دعا سے ہاتھ نہ ہٹائیں جب تک تمام مخلوق کے لیے اُن کی دعا قبول نہ ہو جائے۔ (یعنی اگر وہ تمام مخلوق کے لیے دعا کرے تو اُن کی دعا قبول ہوگی۔ مترجم)

حرب طحان نے روایت کی ہے کہ مجھ سے حسن بن صالح کے ساتھی سعید نے کہا۔

میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ میں مدینہ گیا تو میں نے حسین بن علی بن حسین علیہما السلام کو دیکھا کہ اُن سے بڑھ کر خوف خدا رکھنے والا نہیں گویا ان کا شدت خوف ایسا تھا کہ جہنم کی آگ میں ڈال کر نہ کا لایا ہو۔

اور یحییٰ بن سلیمان بن حسین نے اپنے چچا ابراہیم بن حسین سے جنہوں نے اپنے باپ حسین بن علی بن حسینؑ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ۔

ابراہیم بن ہشام حمزومی مدینہ کا حاکم تھا اور وہ جمعہ کے دن میں منبر کے پاس جمع کرتا پھر حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہتا اور انہیں گالیاں بکتا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حاضر ہوا تو وہ بلکہ لوگوں سے پرتھی پس میں منبر سے چٹا ہا اور مجھے نیندری آگئی تو میں نے دیکھا کہ ایک قبر کھلی اور اس سے ایک شخص نکلا جس پر سفید کپڑے ہیں اور اس نے مجھے کہا کہ اے ابا عبد اللہ! کیا تجھے دکھ نہیں پہنچتا اس سے جو یہ کہتا ہے! میں نے کہا خدا کی قسم! ہی طرح سے (یعنی دکھ ہوتا ہے) تو اس نے کہا کہ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خدا اس سے کیا سلوک کرے گا میں حضرت علیؑ کا ذکر کیا ہی تھا کہ اسے منبر سے نیچے پھینک دیا گیا اور وہ لیں مر گیا۔



ابو جعفر کی اولاد کی تعداد اور نام

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقرؑ کے سات بچے ہیں۔

۱۔ ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام اور انہیں کے نام سے آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔

۲۔ عبد اللہ بن محمد ان دونوں کی والدہ ام قزوہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہے۔

۳۔ ابراہیم

۴۔ عبید اللہ یہ دونوں بچپن ہی قوت ہو گئے تھے اور ان کی والدہ ام حکیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ تھیں۔

۵۔ علی ۶۔ زینب ان دونوں کی والدہ کثیرہ تھیں۔

۷۔ ام سلمہ ان کی والدہ بھی کثیرہ تھیں۔

حضرت ابو جعفر امام باقرؑ کی اولاد میں سے سوائے حضرت ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کی ذات کے کسی کی امامت کا اعتقاد نہیں رکھا گیا۔

اور آپ کے بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ فیصل و صلاح میں مشہور تھے اور روایت ہے کہ نبی امیہ کے ایک شخص کے پاس گئے

تو اس نے چاہا کہ آپ کو قتل کر دے تو جناب عبد اللہ نے اس سے کہا کہ

مجھے چھوڑ دو تو میں اللہ کے ہاں تمیرا

معاون ہوں گا آپ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے ہاں تیری شفاعت کروں گا تو اللہ شفاعت کو قبول کرے گا تو اموی

معیین نے کہا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو اور آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام جعفر صادق علیہ السلام

امام محمد باقر کے نائب کا تذکرہ، انکی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدت عمر، مدت خلافت،

وفات، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات زندگی

حضرت صادق جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام اپنے بھائیوں میں سے اپنے پدرِ زکوار محمد بن علی علیہما السلام کے خلیفہ و جانشین ان کے وصی اور ان کے بعد امامت میں ان کے قائم مقام اور فضیلت میں ان سب سے نمایاں نامور اور قادر و مہر لبت میں بالاتر اور سخی و شیعہ کے ہاں ان سے بلند مرتبہ تھے۔ اور لوگوں نے آپؑ اتنے علوم نقل کئے ہیں جن کو لے کر قافلے چلے اور آپؑ کا ذکر شہروں میں پھیلا اور علماء نے آپؑ کے قائدان سے کسی سے اتنے علوم نقل نہیں کیے کہ جتنے آپؑ سے کیئے ہیں اور اہل آثار اور ناقلین اخبار میں سے انہیں کوئی نہیں ملا اور یہ کسی نے ان سے نقل کیا ہے جس طرح ابو عبد اللہؑ سے روایت پہنچنے والے نقل کیا ہے محدثین نے آپؑ سے روایت کرتے والوں کے نام جو باوجود اختلاف آراء اور اعتقادات کے قابل وثوق ہیں چار ہزار شمار کئے ہیں۔

آپؑ کی امامت کی اتنی واضح دلیلیں ہیں جو قلوب پر اثر انداز اور مخالفین کے اعتراضات و شبہات کا مہر و جواب ہیں آپؑ کی ولادت مدینہ میں ۳۵ھ ترمسی ہجری میں اور وفات ماہ شوال ۱۲۰ھ ہجری میں واقع ہوئی آپؑ کی عمر پندرہ برس تھی آپؑ جنت البقیع میں اپنے والد دادا اور چچا امام حسنؑ کے پاس ہی دفن ہوئے آپؑ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابویکیہ ہیں اور آپؑ کی امامت کا زمانہ پچونتیس سال ہے اور آپؑ کے والد ابو جعفر امام محمد باقرؑ نے واضح اور صاف طور پر آپؑ کے بارے میں وصیت فرماتے ہوئے نص قائم فرمائی۔

محمد بن ابوعبیر نے ہشام بن سالم سے جس نے ابو عبد اللہ امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ

اے جعفر میں تمہیں اپنے اصحاب کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

تو میں نے عرض کیا کہ

ہیں آپ پر قربان جاؤں خدا کی قسم میں ضرور انہیں بلاؤں گا اور ان میں سے ایک شخص بھی اگر شہر میں ہو تو وہ کسی سے سوال نہیں کرتا پھرے گا۔

ابان بن عثمان نے ابو صیاح کنانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے بیٹے عید اللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا اسے دیکھتے ہو یہ ان افراد میں سے ہے ایک، کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے۔

وَنُودِ اَنْ نَّنْ عَلٰی الَّذِیْنَ اَسْنَدُ نَضَعُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَدْهُمْ اَنْکُمُ وَنَجْعَلْهُمْ الْوَارِثِیْنَ
اور ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں زمین میں کمزور سمجھا گیا اور انہیں امام بنائیں اور انہیں وارث قرار دیں۔

ہشام بن سالم نے جابر بن یزید صفی سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر سے ان کے بعد ان کے قائم مقام کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ابو عید اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے خدا کی قسم قائم آل محمد دینی اس زمانہ میں امور امامت کے ساتھ قیام کرنے والا مترجم)

علی بن حکم نے ابو جعفر کے صحابی طاہر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے پاس تھا کہ جعفر آگے بڑھے تو ابو جعفر نے فرمایا۔

یہ میں خیر البریہ (یعنی بہترین تخلیق)

یونس بن عبد الرحمن نے آل سام کے غلام عید الاعلیٰ سے جین نے حضرت ابو عید اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ

بے شک میرے والد نے جو کچھ آپ کے ہاں تھا میرے پیرو کیا اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ میرے پاس کچھ گواہ و شاہد لے کر آؤ تو میں نے قریش میں سے چار آدمیوں کو بلایا کہ جن میں ابو عید اللہ بن عمر کا غلام نافع بھی تھا تو آپ نے فرمایا لکھو۔

هٰذَا مَا اَوْصٰی بِهِ یَحْمُودُ
بِسْمِکَ یَا نَبِیَّ اِنْ اِنَّہٗ اَصْرَطْفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ

یہ وہ ہے جس کی یحیوی نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ اے بیٹا یہ شک اللہ نے تمہارے لیے دین کو چن لیا ہے پس تم تہ مرو، مگر سلمان ہو کر۔

اور وصیت کی ہے محمد بن علی نے جعفر بن محمد کو اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ انہیں اسی پادری میں کفن پہنائیں کہ جس میں وہ جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے اور انہیں ان کا عمامہ پہنائیں قبر کو مریع بنائیں اور چار انگلیوں کے برابر بلند رکھیں اور دفن کرتے وقت بند کفن کھول دیں پھر آپ نے گواہوں سے کہا کہ چلے جائیں، خدا آپ پر رحم کرے، تو میں

نے آپ سے عرض کیا کہ بابا جان یہ امور ایسے تھے کہ جن پر گواہ بلائے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ بیٹا مجھے پسند نہیں کہ تمہیں مغلوب کیا جائے اور کہا جائے کہ اس کو وحی نہیں بتایا گیا، لہذا میں نے چاہا کہ تمہارے پاس حجت و دلیل ہو۔

اور اس جیسی بہت زیادہ احادیث موجود ہیں نیز وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس کا ذکر خبر لوح میں کر چکے ہیں جس میں آپ کی امامت پر اللہ کی طرف سے نص موجود ہے۔ اس کے ساتھ عقلی دلائل پیش کر آئے ہیں کہ امام کے لیے لازم ہے کہ وہ سب سے بہتر اور افضل ہو۔ اور آپ میں یہ بات موجود ہے کیونکہ فضیلت علم و زہد و عمل میں آپ اپنے تمام بھائیوں، خاندان اور اپنے اہل زمانہ سے بلند نمایاں تھے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات ہے کہ جو انبیاء کی مانند معصوم تھے اور علم میں کمال پر تھے وہ امام نہیں ہو سکتا آپ اگر دیکھا جائے تو آپ کے علاوہ جس جس کے لیے آپ کے زمانہ میں دعویٰ امامت کیا گیا ہے وہ آپ کے مقابلہ میں عصمت سے خالی اور علم میں کمال پر تھے لہذا اس سے بھی آپ کے امامت ثابت ہوتی ہے اور ہمارے گزشتہ بیان کے مطابق پر زمانے میں امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

نیز لوگوں نے آپ کے ہاتھوں روتا ہوتے دانی وہ خدائی علامتیں اور نشانیاں روایت و نقل کی ہیں جو آپ کی امامت اور آپ ہی کا حقدار ہونے اور آپ کے علاوہ کسی اور کی امامت کے وجود کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ ان روایات میں ایک وہ روایت ہے جسے مؤرخین نے منصور کے ساتھ آپ کے واقعہ کی خبر بیان کرتے ہوئے نقل کی ہے کہ جب منصور نے ریح کو حضرت ابو عبد اللہ (امام جعفر) کو حاضر کرنے کا حکم دیا تو اس نے ایسا ہی کیا جب منصور (لعین) نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا۔

”اگر میں تمہیں قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کر دے کیا میری سلطنت و حکومت کا انکار کرتے ہو اور میرے خلاف فساد برپا کر رہے ہو؟“

تو آپ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا اور تم ہی ایسا کوئی ارادہ ہے اگر تجھے کوئی ایسی خبر ملی ہے تو کسی جھوٹے شخص نے دی ہے۔ اور اگر میں نے ایسے کیا ہے۔

تو (کیا ہوا) یوسف پر ظلم ہوا تو اس نے معاف کر دیا اور ایوب مصائب میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا اور سلیمان کو سلطنت و ملک دیا گیا تو انہوں نے شکر ادا کیا پس وہ تمام اللہ کے انبیاء ہیں اور انہی کی طرف تیرا نسب پلٹتا ہے۔

تو منصور نے کہا، جی ہاں! اس جگہ سے آپ اور تشریفات لائیں حضرت اوپر گئے۔
تو منصور نے آپ سے کہا کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے اس کی خبر فلاں بن فلاں نے مجھے دی ہے۔
آپ نے فرمایا۔

اب مجھ سے بلاؤ تاکہ وہ مجھ سے اس بارے میں موافقت پیدا کرے۔ وہ شخص حاضر کیا گیا تو منصور نے اسے

کہا کہ

تو نے خود سنا ہے جو کچھ تو نے جعفر کے بارے حکایت کی ہے!

اس نے کہا کہ ہاں!

ابو عبد اللہ نے فرمایا اس سے اس بارے میں قسم طلب کرو۔

تو منصور نے کہا: کیا تو قسم کھائے گا؟

اس نے کہا، ہاں اور قسم کھانا شروع کی تو ابو عبد اللہ نے فرمایا: مجھے اختیار دو

کہ میں اسے قسم کھلاؤں۔

تو اس نے آپ سے کہا: کریں۔

تو عبد اللہ نے اس جھیل توڑ سے فرمایا کہ

کہو کہ جعفر نے اس طرح کہا اور ایسے ایسے کہا ہے ورنہ میں اللہ کی (دی ہوئی) طاقت و قوت سے پھٹکا راجا ہوتا اور اپنی

قدرت و طاقت کا سہارا لیتا ہوں۔

تھوڑی دیر وہ یہ قسم کھاتے سے رکا یا تاغراس نے بھی قسم کھائی جس کے ساتھ ہی ایشیاں رگڑتے لگا یعنی زمین پر تر پنے لگا

تو ابو جعفر (منصور) نے کہا اسے پاؤں سے گھیسٹ کر باہر لے جاؤ خدا اس پر لعنت کرے۔

ربیع کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد کو دیکھا جب آپ منصور کے پاس تشریف لائے تو آپ کے ہونٹ خش کر

رہے تھے۔ جب آپ کے ہونٹ صلتے تو منصور کا غصہ ختم ہو جاتا یہاں تک کہ اس نے آپ کو اپنے قریب بلکہ دی

اور خوش ہوا۔

تو جب ابو جعفر (منصور) کے ہاں سے حضرت ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) باہر تشریف لائے تو میں آپ کے پیچھے

ہو لیا میں نے آپ سے کہا کہ یہ شخص تو آپ پر بہت زیادہ ناراض تھا۔ لیکن آپ جب اس کے پاس تشریف لائے

تو آپ کے ہونٹ متحرک تھے آپ کے ہونٹوں کو حرکت دینے سے اس کا غصہ کا فور ہو جاتا تھا وہ کیا چیز تھی جس

سے آپ اپنے ہونٹوں کو جھٹ دے رہے تھے۔

آپ نے فرمایا میں اپنے عید محمد حسین بن علی علیہما السلام کی دعا سے ہونٹوں کو متحرک کئے ہوئے تھا۔

میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں وہ کوئی دعا ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ۔

”يَا عَدُوَّ عِنْدَ شِدْقِي وَيَا غَوَّيَّ عِنْدَ كُوبَتِي أَحْرُسُنِي بَعِيدَكَ الْحَيَّ لَا تَنَامُ وَ

أَكْفِنِي بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا يَدَامُ“

اے میری نچی و شدت کے وقت میرے ساز و سامان اے مصیبت کے وقت میرے قریادرس میری حفاظت اس
آنکھ کے ساتھ فرما جو سوتی نہیں اور اپنی اس قوت و عزت کے ساتھ میری نگہبانی فرما جس تک رسائی نہیں۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے یہ دعایا دکر لی اور پھر جب بھی کوئی مصیبت آئی میں نے یہی دعا مانگی جس سے وہ دور ہوگی
ربیع کہتا ہے کہ

میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا کہ

آپ نے چیل تور کو خدا کی قسم کھانے سے منع کیوں کیا؟

تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ خدا اس شخص کو دیکھے جو اس کی وصایت اور بزرگی کو بیان کرے، پس وہ علم
و برز باری سے کام لیتے ہوئے اس کی سزا میں تاخیر ڈال دے لہذا میں نے وہ قسم کھلائی جو تو نے سنی تو خدا نے
اسے زیادہ سختی سے جکڑ لیا۔

روایت ہے کہ داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے حضرت امام جعفر بن محمد کے غلام علی بن خنیس کو قتل کر کے اس کا مال

لے لیا تو حضرت جعفر اس کے پاس گئے اور آپ عیا کو کچنچ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ

تو نے میرا غلام قتل کر دیا اور میرا مال لے لیا ہے کیا مجھے معلوم نہیں کہ مرد کا بیٹا مڑ جائے تو وہ سو جاتا ہے لیکن وہ جنگ

کی صورت میں نہیں موتا یا در کھو کہ خدا کی قسم میں خدا سے تیرے حق میں بدو عاکروں گار

تو داؤد نے کہا کیا میں اپنی دعا سے ڈراتے ہوں؟ جیسے آپ کی بات کا مذاق اڑا رہا ہوں۔

پس آپ اپنے گھر واپس آ گئے اور آپ نے ساری رات قیام و قعود میں گزار دی یہاں تک کہ جب سحری کا وقت ہوا تو آپ

کو یہ کہتے سنا گیا کہ

هَيَّا ذَا الْقُوَّةِ الْقَوِيَّةِ وَيَا ذَا الْمَعَالِ الشَّدِيدِ وَيَا ذَا الْعِزَّةِ الَّتِي كَوَّنَتْ خَلْقَكَ لَهَا ذَلِيلٌ

اَكْفَى هَذِهِ الطَّاعِينَ وَانْتَقَمَ لِي مَذَلٌ

اے قوی قوت والے اے سخت عقاب والے، اے صاحب عزت کہ جس کے مقابلہ میں تیری ساری مخلوق ذلیل

ہے اس سرکش سے مجھے بچا اور اس سے میرا انتقام لے۔

پس ایک گھنٹہ گزرا تھا کہ چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہوئیں اور کہا گیا کہ داؤد بن علی ابھی مر گیا ہے۔

ابو بصیر کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

میں مدینہ گیا اور میرے ساتھ میری ایک کینتر تھی جس سے میں نے جبا ع کیا اور پھر میں حمام کی طرف نکلا تو میری ملاقات

اپنے شیعہ ساتھیوں سے ہوئی جو جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں جا رہے تھے تو میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا

نہ بہ کہ وہ مجھ سے پہلے ملاقات کر لیں اور میں ذکر سکون لہذا میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا تو جب میں گھر میں داخل ہوا کہ

حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر کے سامنے آیا تو آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا
اے ابوبصیر کیا تجھے معلوم نہیں کہ انبیاء اور اولاد انبیاء کے گھر میں محنت داخل نہیں ہو سکتا۔

تو مجھے شرم و حیا آئی اور عرض کیا، اے فرزند رسول!

میں نے اپنے ساتھیوں سے ملاقات کی تو مجھے خوف لاحق ہو گیا کہ اگر میں ان کے ساتھ نہ آیا تو میری آپ کے ساتھ ملاقات
نہ ہو سکے گی، آئندہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور میں باہر نکل گیا۔

اور بہت سی روایات آپ سے منقول ہیں جن سے ہمارے ذکر کردہ ہجرات اور غیب کی اخبار جیسا فائدہ حاصل ہوتا ہے
جن کا شمار طول کا باعث ہو گا۔

پچھٹ فرمایا کرتے تھے کہ

ہمارا علم غایب مزبور نہ نکلتا فی القلوب اور نفرتی الاسماع اور ہمارے پاس جعفر، حمزہ، جعفر ابیض اور مصحف فاطمہ ہے
اور ہمارے پاس وہ جامعہ ہے کہ جس میں تمام وہ علوم ہیں کہ جن کی لوگوں کو ضرورت ہے۔
آپ سے اس کلام کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ

غایب اس چیز کا علم ہے جو ہونے والی ہو اور مزبور اس چیز کا علم جو ہو چکی ہے۔ اور نکلتا فی القلوب دلوں پر اتار کر تمام وہ
الہام ہے اور نفرتی الاسماع دکاتوں میں آواز کا پڑنا، ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہم سنتے ہیں اور ان کا ہم نظر نہیں آتا اور
باقی رہا جعفر آخر تو وہ ایک طرف ہے کہ جس میں رسول اللہ کے ہتھیار ہیں اور وہ ہرگز نہیں نکالے جائیں گے جب تک
ہم اہل بیت کا قائم مقام نہیں کرے گا اور رہا جعفر ابیض تو وہ بھی ایک طرف ہے کہ جس میں تورات موسیٰ اور انجیل
عیسیٰ و زبور داؤد اور باقی پہلی کتب ہیں اور باقی رہا مصحف فاطمہ تو اس میں ہونے والے حوادث اور ان لوگوں کے نام
ہیں جو قیامت تک بادشاہی کریں گے اور رہا جامعہ تو وہ ایسی تحریر ہے کہ جس کا طول مثلاً ہاتھ ہے جیسے رسول اللہ نے
بول کر لکھوایا اور علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اس میں خدا کی قسم تمام وہ چیزیں ہیں جن کی
لوگوں کو قیامت تک حاجت اور ضرورت ہے یہاں تک کہ اس میں خراشنے کا تاوان ایک تازیانہ اور
آدھے تازیانے تک کا ذکر ہے۔

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ

میری حدیث میرے باپ کی حدیث ہے اور میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے اور میرے
دادا کی حدیث علی بن ابی طالب کی حدیث ہے اور علی بن ابی طالب کی حدیث رسول اللہ کی حدیث ہے اور رسول اللہ
کی حدیث خدا کا قول وارشاد ہے

ابو حمزہ ثمالی نے ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے

سناتا ہے کہ

الواح (تختیاں) موسیٰ ہمارے پاس ہیں اور عشاء موسیٰ ہمارے پاس ہے اور ہم انبیاء کے وارث ہیں۔ معاویہ بن وہب نے سعید سمان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کے پاس تھا کلاچانک مذہب زیدی کے دو مرد آئے، تو دونوں نے آپ سے کہا کیا آپ میں سے کوئی امام ہے کہ جس کی اطاعت فرض و واجب ہو؟ راوی کہتا ہے کہ آپ نے (تقیہ کرتے ہوئے) فرمایا۔

نہیں!

تو وہ دونوں کہنے لگے! ہمیں آپ کے متعلق قابل و ثوق افراد نے خبر دی ہے، اور انہوں نے کچھ لوگوں کے نام لیے اور کہنے لگے وہ صاحب تقویٰ و ایثار ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔ تو ابو عبد اللہ غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ میں نے انہیں اس چیز کا حکم نہیں دیا۔

پس جب ان دونوں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو باہر چلے گئے۔ اور آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا ان دونوں کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! یہ ہمارے اہل بازار ہیں اور یہ دونوں زیدی مذہب کے ہیں اور ان دونوں کا گمان ہے کہ رسول اللہ کی تلوار عبد اللہ بن حسن کے پاس ہے۔ عبد اللہ بن حسن سے مراد عبد اللہ بن حسن بن حسن ہے جو فقط عبد اللہ سے معروف تھے منصور کے زمانہ میں انہوں نے خروج کیا اور مارے گئے، تو آپ نے فرمایا، یہ جھوٹ بولتے ہیں خدا ان دونوں پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم عبد اللہ بن حسن نے تو اپنی دونوں اور نہ ہی ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے باپ نے اسے دیکھا البتہ اس کے باپ نے حضرت علی بن الحسین کے پاس دیکھا ہوگا۔

پس اگر یہ سچے ہیں (تو بتائیں) اس تلوار کے قبضہ پر کون سی علامت ہے؟ اور اس کے مارنے کی جگہ (دھار) پر کیا نشانی ہے؟

یہ شک میرے پاس رسول اللہ کی تلوار ہے اور میرے پاس رسول اللہ کا علم (پرچم و جھنڈا) ہے، زرہ و لآئمہ (زرہ کی ایک قسم) اور خود بخود پر ہوتا جاتاہے، تو اگر سچے ہیں تو رسول اللہ کی زرہ کی کیا علامت ہے؟ اور میرے پاس رسول اللہ کا علم (پرچم) ہے جو کھڑا ہے یا جس سے غلبہ حاصل ہوتا تھا میرے پاس موسیٰ کے الواح اور ان کا عصا ہے میرے پاس سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہے اور میرے پاس وہ طشت ہے کہ جس میں موسیٰ قربانی پیش کرتے تھے اور میرے پاس وہ اسم ہے کہ جسے جب رسول اللہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان رکھ دیتے تو مشرکین کا

کوئی تیرے مسلمانوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور میرے پاس اسی قسم کی چیز ہے کہ جسے ملائکہ لے آتے تھے اور ہم میں رسول اللہ کے سلاح و ہتھیار کی مثال بنی اسرائیل کے تابوت ایسی ہے، بنی اسرائیل میں جس گھر کے دروازے پر تابوت کو پاتے اس کو نبوت دی جاتی تھی اور ہم میں سے جس کے پاس سلاح اور ہتھیار ہیں اسے امامت ملتی ہے اور میرے والد نے رسول اللہ کی ذرہ بہتی تھی تو وہ زمین پر خط کھینچتی تھی اور میں نے بھی اسے پہتا ہے اور ہمارا قائم جیب اسے پہنتے گا تو اسے پوری ہوگی انشاء اللہ۔

عبد الماعلیٰ بن اعین نے روایت کرتے ہوئے کہا میں نے حضرت ابو عبد اللہ (امام جعفر الصادق) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میرے پاس رسول اللہ کے ہتھیار و سامان جنگ ہے اس میں کوئی مجھ سے نزاع و جھگڑا نہیں کر سکتا، پھر فرمایا کہ ہتھیار وہ ہیں کہ جن کی وجہ سے برائیاں دور کی جاسکتی ہیں اگر انہیں بدترین مخلوق کے پاس رکھ دیا جائے تو وہ بہترین ہو جائے گی، فرمایا یہ امر خلافت اس حد تک جائے گا جس کی ٹھوڈی میں خم ہے جب اللہ کی مشیت اس میں ہوگی تو اس کا قیام دور کر دے گا تو لوگ کہتے ہیں کیا ہوا وہ جو تھا اور خدا اپنا ہاتھ اس کی رعیت کے سروں پر رکھ دیتا ہے عمر بن ابان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو عبد اللہ سے اس بارے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ام سلمہ کو ایک مہر شہ صحیفہ دیا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ

رسول اللہ کی جب رحلت ہوئی تو ان کے علم و پرچم اور ان کے اسلحہ و سامان جنگ اور جو کچھ وہاں موجود تھا، کے علی وارث ہوئے پھر امام حسینؑ اور پھر امام حسینؑ وارث ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ پھر علی بن الحسینؑ کی طرف منتقل ہوا پھر ان کے بیٹے کی طرف اور پھر وہ آپ تک پہنچا، فرمایا کہ ہاں۔

اور اس بارے میں بہت زیادہ اخبار ہیں جن میں سے ہم نے جو تحریر کی ہیں وہ ہماری مطلوبہ غرض کو انشاء اللہ پورا کرتی ہیں۔



باب

امام جعفر صادق کے مختصر حالات و اشارات

خبر غیب

مجھے عمر بن عبد اللہ غفکی نے عمر بن شبیبہ سے تبرودی کہ مجھ سے فضل بن عبد الرحمن ہاشمی اور ابن داہبہ نے ابو زید سے اس نے عبد الرحمن بن عمرو بن جلد اس نے حسن بن ابوب موئی بنی نمیر سے اس نے عبد اللہ بن علی بن ائین سے اس نے ابوالہیثم بن محمد بن ابوالکلام جعفری سے جس نے اپنے باپ (محمد) سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے عبد اللہ بن یحییٰ سے اس نے علی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے (اس طرح اس روایت میں راویوں کا بیان ایک دوسرے سے متتابع ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام الراء (مکہ مدینہ کے درمیان) میں اکٹھی ہوئی، مگر بنی ابوالہیثم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس، ابو جعفر منصور (معروف منصور و طائی) بن علی، عبد اللہ بن حسن اس کے دونوں بیٹے محمد و ابوالہیثم اور محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان تھے تو صالح بن علی نے کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ تم وہ لوگ ہو کہ جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں اور خدا تعالیٰ تمہیں اس جگہ جمع کر دیا ہے پس کئی شخص کے لیے اپنے میں سے عقد بیعت باندھو اور اپنی طرف سے اس کو یہ (سخی) بیعت دو اور اس پر ایک دوسرے سے ہمد و مینا کر دو یہاں تک کہ خدا تمہیں فتح دے اور وہ بہترین فتح دینے والا ہے پس عبد اللہ بن حسن نے خدا کی حمد و ثناء کی پھر کہا کہ

یہ حقیقت ہے کہ تم جانتے ہو کہ میرا یہ بیٹا وہ مہدی ہے پس آؤ اور اس کی بیعت کریں۔

ابو جعفر (منصور) نے کہا کس چیز کے لیے اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہو۔ خدا کی قسم تم سب جانتے ہو کہ لوگ اس جوان سے ہٹ کر تہ تو کسی اور کی طرف گزریں (اطاعت کریں) گے اور نہ ہی کسی کی (آواز کی) طرف بیک کہیں

گے۔ اس کی مراد محمد بن عبد اللہ تھی۔

وہ کہنے لگے خدا کی قسم تو نے سچ کہا ہے یہ وہ چیز ہے، جیسے ہم جانتے ہیں پس سب نے محمد بن عبد اللہ کی بیعت کرنی اور اس کے ہاتھ کو سس کیا؟ عیسیٰ کہتا ہے کہ عبد اللہ بن حسن کا قاصد میرے والد کے لیے پیغام لایا کہ ہم ایک معاملہ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں آپ تشریف لائیں اور یہی پیغام جعفر بن محمد کی طرف بھی بھیجا، اور عیسیٰ کے علاوہ کسی اور کا کہنا ہے کہ عبد اللہ بن حسن نے حاضرین سے کہا کہ جعفر کو نہ بلاؤ کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ وہ تمہارے معاملہ کو خراب کر دیں گے۔

عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد کہتا ہے کہ مجھے میرے باپ نے بھیجا تھا کہ میں دیکھوں کہ وہ کبوں جمع ہوئے ہیں، تو میں ان کے پاس آیا اور محمد بن عبد اللہ پلیٹے ہوئے سامان کے فرش پر نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے ان سے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ حضرات سے پوچھوں کہ آپ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ تو عبد اللہ نے کہا کہ ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ ہمدی محمد بن عبد اللہ کی بیعت کریں۔ راوی کہتا ہے کہ جناب جعفر بن محمد علیہما السلام آئے تو عبد اللہ بن حسن نے اپنے پہلو میں آپ کو جگہ دی اور پہلی کی مانند گفتگو کو دوہرایا جس پر حضرت جعفر نے فرمایا۔

ایسا نہ کرو کیونکہ اس بات کا ابھی وقت نہیں آیا اور اگر تم یعنی عبد اللہ سمجھتے ہو کہ تمہارا یہ بیٹا، وہی ہمدی ہے تو یہ وہ نہیں ہے اور نہ ہی اس (اصل ہمدی) کے قیام کا وقت ہے اور اگر تم چاہتے ہو کہ اس سے اللہ کے لیے غضب و غصہ کھاتے ہوئے خروج کراؤ اور وہ امر بالمعروف اور نہی المنکر کرے تو خدا کی قسم آپ کو چھوڑ کر آپ کے بیٹے کی بیعت نہیں کریں گے کیونکہ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ عبد اللہ غصہ میں آگیا اور کہا کہ میں آپ کی مخالفت کو جانتا ہوں اور خدا کی قسم خدا نے اپنے غضب پر آپ کو مطلع نہیں کیا، لیکن میرے بیٹے کا خدا آپ کو اس چیز پر ابھار رہا ہے، تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ خدا مجھے نہیں ابھارتا (پھر آپ نے غیب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا) تم تو نہیں الیہ یہ شخص، اس کے بھائی اور بیٹے (اور ساتھ ہی آپ نے ابوالعباس (سقاچ) کی پشت پر ہاتھ رکھا) یا و شاہ نہیں گے۔

پھر آپ نے عبد اللہ بن حسن کے کندھے پر ہاتھ مار تے ہوئے فرمایا۔ قاموش رہو خدا کی قسم یہ (سلطنت و ظاہری خلافت) تجھے اور تیرے تیرے دونوں بیٹوں میں سے کسی کو ملے گی بلکہ یہ تمہیں (ابوالعباس سقاچ) کے بیٹے سے تیرے دونوں بیٹے قتل ہو جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت آپ عبد العزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا مہلا لیے ہوئے تھے آپ نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

تو نے زرد چادر والے یعنی ابو جعفر (منصور) کو دیکھا ہے؟
عبد العزیز نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا ”خدا کی قسم ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ اسے قتل کرے گا۔ جس
عبد العزیز نے پوچھا کہ کیا یہ محمد کو قتل کرے گا؟
آپؑ نے فرمایا ہاں۔

(عبد العزیز کہتا ہے کہ) میں نے دل میں کہا رب کعیر کی قسم امام جعفرؑ کا محمد سے صد ظاہر ہوتا ہے (یعنی یہ سب کچھ
صد کی وجہ سے کہہ رہے ہیں) لیکن خدا کی قسم میں قریب سے نہیں نکلا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اس نے محمد کو قتل کیا
راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت جعفرؑ نے یہ گفتگو کی تو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گئے لیکن عبدالصمد اور
ابو جعفر آپؑ کے پیچھے چلے اور انہوں نے کہا اے ابو عبد اللہ! آپؑ یہ کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم میں یہ کہتا ہوں
اور اسے جانتا ہوں۔

ابو الفرج کہتا ہے کہ مجھے علی بن عباس مقانی نے یہیں بکار بن احمد کے والد سے قبری وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسن بن
حمین نے عباس بن محمد عابد کے والد سے بیان کیا۔ کہ جعفر بن محمد علیہما السلام جب بھی محمد بن عبد اللہ بن حسن کو
دیکھتے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں اور فرماتے مجھے اپنی جان کی قسم۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے
میں لوگ باتیں کرتے ہیں حالانکہ یہ قتل کر دیا جائے گا اور حضرت علیؑ کے گوشہ میں یہ اس امت کے خلفاء ہیں
درج نہیں ہے۔

شامی مناظر اور آپؑ

اور یہ واقعہ بھی گزشتہ واقعہ کی طرح مشہور ہے مؤرخین کو ان دونوں واقعات کی صحت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے
اور یہ دونوں واقعات حضرت ابو عبد اللہ جعفرؑ کی امامت پر دلالت کرتے ہیں نیز آپؑ کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوتے
تھے۔ آپؑ قائب پیروں اور روپیہ ہوتے واسے واقعات کی ان کے ہوتے سے پہلے خبر ایسے ہی دے رہے تھے
بہینہ جیسے انبیاء علیہم السلام خبر دیا کرتے تھے جو اخبار ان کی نشانی، ان کی نبوت کی علامت اور اپنے پروردگار کے بارے
میں ان کے صدق و صداقت کی دلیل ہوتی تھیں۔

مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولوبہ نے محمد بن یعقوب کلینی سے جس نے بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ سے
جس نے رجال کی ایک جماعت سے اس نے یونس بن یعقوب سے کہ فریدی ہے وہ کہتا ہے کہ
میں ابو عبد اللہ کے پاس تھا کہ آپؑ کی بارگاہ میں اہل شام سے مرو آیا اور کہنے لگا کہ

میں صاحب کلام وقفہ اور قرآن (احکام دین) ہول اور میں آپ کے اصحاب کے ساتھ مناظرہ کرنے آیا ہوں۔
تو حضرت ابو عبد اللہؑ نے فرمایا کہ جو کچھ اس کے بارے میں تیرا کلام ہو گا وہ فرمان رسول خدا ہو گا یا تیرا اپنا کلام؟
کہنے لگا کہ بعض رسول اللہؐ کی طرف سے اور بعض میری طرف سے۔

تو ابو عبد اللہؑ نے فرمایا کہ پھر تو تم رسول اللہؐ کے شریک ہوئے وہ کہنے لگا کہ نہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تو نے وحی سنی ہے؟
وہ کہنے لگا کہ نہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تیری اطاعت بھی واجب ہے جس طرح رسول اللہؐ کی اطاعت واجب ہے؟ وہ
یہ کہنے لگا کہ نہیں تو ابو عبد اللہؑ نے میری طرف مہفت ہو کر فرمایا۔

اے یونس بن یعقوب یہ شخص کچھ کہنے سے پہلے اپنے آپ ہی میں الجھ گیا ہے پھر آپؐ نے فرمایا اے یونس اگر تجھے کلام
و مناظرہ خوب آتا ہو تو اس سے بات کرتا۔ یونس نے کہا میں نے اظہار اقنوس کیا اور عرض کیا آپؐ پر قربان جاؤں میں نے
سنا ہے کہ آپؐ نے کلام و مناظرہ سے منع فرمایا ہے اور آپؐ کا فرمان ہے کہ اہل کلام و مناظرہ کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ کہتے
ہیں کہ یہ مد مقابل کو چھکاتا اور یہ نہیں جھکاتا اور یہ چلتا اور یہ نہیں چلتا اور یہ بات ہماری عقل میں آتی اور یہ نہیں آتی۔
تو ابو عبد اللہؑ نے فرمایا کہ یہ تو میں صرف ان لوگوں کے لیے کہتا ہوں جو میرا قول چھوڑ کر اپنی من مانی کرتے ہیں یعنی اپنی مرضی
کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا باہر جا کہ دیکھو اور جو متکلم نظر آئے اسے اندر لے آؤ۔

یونس کہتا ہے کہ میں جب باہر نکلا تو وہاں پر میں نے بہترین مناظر حمران بن امین، متکلم محمد بن نعمان احوال اور ہشام
بن سالم اور قیس ماصر جو دونوں متکلم و مناظر تھے کہ پایا میں انہیں آپؐ کے پاس لے آیا جب مجلس جم گئی اور ہم لوگ اس
وقت ابو عبد اللہؑ کے خیمہ میں پہاڑ کے کنارے پر تھے جو حرم کی طرف تھا اور حج سے کچھ دن پہلے کا واقعہ ہے تو ابو عبد اللہؑ
نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اچانک انہیں ایک تیز رفتار اونٹ نظر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ رب کہیہ کی قسم ہشام ہے راوی کہتا
ہے کہ میں گمان ہوا کہ اولاد عقل میں سے جو ہشام تھا وہ ہے، کہ جس کو آپؐ سے بڑی محبت تھی اچانک ہشام بن حکم وارد
ہوئے اور انہیں تازی وار بھی آ رہی تھی اور ہم میں سے ہر شخص اس سے سن میں بڑا تھا راوی کہتا ہے کہ میں آپؐ نے اس کے
پلے جگہ کشادہ کی اور فرمایا یہ ہمارا دل، زبان اور ہاتھ سے مددگار ہے۔

پھر آپؐ نے حمران سے کہا کہ اس شخص سے مناظرہ کرو یعنی شامی سے میں حمران نے اس سے مناظرہ کیا اور اس پر غالب
آگیا پھر ہشام بن سالم سے فرمایا تم اس سے مناظرہ کرو اس نے مناظرہ کیا لیکن ایک دوسرے پر زیادتی کرتے لگے پھر آپؐ نے
قیس ماصر سے کہا کہ تم اس سے مناظرہ کرو اس نے کلام کیا تو ابو عبد اللہؑ ان کی باتوں سے مسکراتے لگے اور فرمایا کہ شامی اس کے
ہاتھوں بے یار و مددگار ہو گیا ہے پھر آپؐ نے شامی سے کہا کہ اس نوعمر جوان سے مناظرہ کرو یعنی ہشام بن حکم سے تو اس
نے کہا کہ بہت اچھا پھر شامی نے ہشام سے کہا، اے لڑکے مجھ سے ان کی امامت کے بارے سوال کرو یعنی ابو عبد اللہؑ

کے متعلق سوال کرو تو ہشام غصہ میں اُگیا یہاں تک کہ کانپنے لگا پھر اس سے کہا کہ کسے فلاں مجھے بتاؤ کہ
کیا تمہارا پروردگار اپنی مخلوق کے لیے بہتر سوچ بچار اور ان کی فلاح اور بہبود کے لیے نگرانی کر سکتا ہے یا وہ
خود اپنے نفسوں کے لیے بہتر سوچ سکتے ہیں؟
شامی کہنے لگا کہ
میرا پروردگار بہتر نگرانی کر سکتا ہے۔

تو ہشام نے کہا، تو ان کے دین کے لیے اس نے کیا کچھ سوچا ہے؟
کہنے لگا کہ

انہیں مکلف قرار دیا اور ان کے لیے اس پر حجت و دلیل قائم کی جس کی انہیں تکلیف و ذمہ داری سونپی اور
اس سلسلہ میں ان کے شبہات و عمل کو دور کیا۔

تو ہشام نے کہا کہ وہ کون سی دلیل ہے جو ان کے لیے قائم کی؟
تو شامی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ۔

تو ہشام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کون ہے؟
اس نے کہا کہ قرآن و سنت۔

تو ہشام نے کہا کہ کیا آج بھی قرآن و سنت اس چیز میں تفرق دے سکتے ہیں جس چیز میں ہمیں اختلاف ہو؟ یہاں
تک کہ ہم سے وہ اختلاف دور ہو کر اتفاق ہو سکے۔

شامی نے کہا کہ ہاں! ————— تو ہشام نے کہا کہ پھر ہم میں اور تمہیں اختلاف کیوں ہے؟ حالانکہ تو ہشام سے
ہماری مخالفت کرنے کے لیے آیا ہے اور تو گمان کرتا ہے کہ رائے ہی دین سمجھنے کا طریقہ ہے حالانکہ تو اقرار
کرتا ہے کہ رائے مختلف لوگوں کو ایک جگہ پر جمع نہیں کر سکتی ہے۔

پس شامی مثل ایک متفکر شخص کے خاموش ہو گیا تو ابو عبید اللہ نے فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا بوسے تمہیں ہو؟
کہنے لگا کہ، اگر میں کہوں کہ ہم اختلاف نہیں کرتے تو میں یہ بھی واضح کا انکار کروں گا اور اگر کہوں کہ قرآن و سنت
ہم سے اختلاف کو دور کر دیتے ہیں تو بھی حرج باطل کہوں گا؛ کیونکہ ان میں کئی وجوہ کا احتمال ہے، لیکن میں اس
پر یہی سوال کرتا ہوں۔

ابو عبید اللہ نے اس سے فرمایا، اس سے سوال کرو اس کو کامل پاؤ گے۔
تو شامی نے کہا کہ مخلوق کے لیے کون بہتر سوچ سکتا ہے ان کا رب یا وہ خود؟
ہشام نے کہا بلکہ رب ہی بہتر سوچ سکتا ہے۔

نوشامی نے کہا کہ، کیا خدا نے کسی کو کھڑا کیا ہے ان کے لیے جو انہیں ایک بات کے صحیح کرے اور ان کے اختلاف کو دور کرے اور ان کے لیے حق و باطل واضح کرے۔

ہشام نے کہا کہ ہاں !
 نوشامی نے کہا وہ کون ہے !
 نوشامی نے کہا کہ ابتدا میں تو رسول اللہ ﷺ تھے شریعت میں، اور نبی کے بعد ان کے علاوہ تو نوشامی نے کہا نبی کریم ﷺ کے بعد ان کے علاوہ ان کی حجت و دلیل کو واضح کرنے کے لیے کون ان کا قائم مقام ہے !
 ہشام نے کہا ہمارے اس زمانہ میں یا اس سے پہلے !
 نوشامی نے کہا، بلکہ اس وقت میں۔

تو ہشام نے کہا کہ یہ جو تفریق فرمائی یعنی ابو عبد اللہ ان کی طرف لوگ سامان سفر باندھ کر آتے ہیں اور یہ ہمیں آسمان کی خبریں اپنے باپ دادا سے وراثت کے طور پر دیتے ہیں۔

تو نوشامی کہنے لگا کہ اس کا مجھے کیسے علم ہو !

ہشام کہنے لگا کہ جو کچھ تمہارے چچا میں آئے تم ان سے اس کے بارے سوال کرو
 نوشامی نے کہا کہ تو نے میرا عذر ختم کر دیا پس اب مجھ پر لازم ہے کہ سوال کروں،

تو ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اے شامی میں تمہیں سوال کرنے سے بے نیاز کرتا ہوں یعنی تمہیں سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تجھے تیرے چلنے اور تیرے سفر کرنے کی خبر دیتا ہوں۔ تو فلاں دن گھر سے نکلا اور فلاں فلاں راستہ سے آیا اور فلاں فلاں جگہ سے گزرا اور فلاں فلاں تمہارے قریب سے گزرا اور جو کچھ حضرت فرماتے رہے شامی کہتا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ خدا کی قسم پھر شامی نے کہا کہ

میں اب اللہ کے لیے اسلام لاتا ہوں تو عبد اللہ نے فرمایا بلکہ اب اللہ پر ایمان لائے ہو ایسے شک اسلام ایمان سے پہلے ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث اور ایک دوسرے سے شادی بیاہ اور نکاح کرتے ہیں اور ایمان کے اوپر انہیں ثواب دیا جائے گا تو شامی نے کہا آپ نے سچ فرمایا پس میں اس وقت گواہی دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وانک وصی الادمیاء اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ اوصیاء کے وصی ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ آپ حمران کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے حمران۔ تم کسی بات کے متعلق گفتگو شروع کر کے دستی تنگ پہنچ جاتے ہو۔ ہشام بن سالم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم معرفت کے بغیر بات کرتے ہو۔ پھر آپ نے احوال کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا قیاس اور جملہ بہانے سے گفتگو کرتے ہوئے باطل کو باطل سے ختم تو کرتے ہو لیکن اس میں تمہاری اپنی غلطی زیادہ واضح ہوتی ہے اس کے بعد قیس مصر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تم کلام کرتے

ہوئے حق کو باطل سے ملا دیتے ہو یعنی غلط ملط کر لیتے ہو اس طرح حوقی اور قرآن رسول کے قریب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہو جاتا ہے حالانکہ حق تصور اور سمجھتی بھی ہوتی ہے وہ باطل کے لیے کافی ہوتا ہے تم اور اصول زیادہ چالاک دکھانے والے ہو۔

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ مجھے خدا کی قسم گمان تھا کہ آپ (امام جعفر الصادق) ہشام بن حکم کے بارے میں بھی ان دونوں کے قریب قریب کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا اسے ہشام تمہارے پاؤں نہیں ٹکے تم اگر زمین کا بھی قصد کرو تب بھی پرواز کرتے ہو۔ تم جیسے کو لوگوں سے بات چیت کرتا چاہیے اللہ تمہیں لغزش سے محفوظ رکھے شفاعت تمہارے پیچھے پیچھے ہے۔ اس مذکورہ تجربہ میں دلیل نظری اور امارت پر دلالت ہونے کے ساتھ ساتھ غیب کی تہر دینے کا ایک معجزہ بعینہ اپنے سے پہلی دو تجربوں کی مانند ہے اور ان کے ساتھ معنی برہان میں بھی ملتی جلتی ہے۔

ابن ابو عوباء اور ابوشاکر (زندقی) کے سوالات

مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب کلینی سے جس نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ سے جس نے عباس بن معروفی سے خبر دی کہ ابن ابو عوباء، ابن طاووت، ابن اعمیٰ اور ابن مقفع کچھ زندقیوں (مشکین خدام) کے ہمراہ ایام حج میں بھی الحرام میں موجود تھے اور حضرت ابو عبد اللہ جعفر بن محمد وہاں پر لوگوں کو احکام دین قرآن کی تفسیر اور دلائل کے ساتھ مسائل کا جواب دے رہے تھے ان زندقیوں نے ابن ابو عوباء سے کہا کیا تم اس بیٹھے ہوئے شخص کی غلطی کر سکتے ہو اور کوئی ایسا سوال کر سکتے ہو جس سے وہ اپنے اس سلف میں رسوا ہو جائے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ لوگ اس کے کتنے گرویدہ ہیں جیسے علامہ دھر ہو۔

ابن ابی عوباء نے انہیں جواب دیا میں ایسا کر سکتا ہوں پھر وہ لوگوں کو پھرتا ہوا آگے بڑھا۔

اور کہنے لگا

اے ابو عبد اللہ! مجالس امانت ہیں اور کھانسی والا کھانا ہے کیا آپ مجھے سوال کرنے کی اجازت دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر چاہا تو سوال کرو تو اس نے کہا کہ اب تک اس خرمن گاہ کو روندو گے اس پتھر کو پناہ گاہ سمجھو گے اور اس گھر کی عبادت کرتے ہو گے جو پختہ اینٹوں اور ڈھیلوں سے بلند کیا گیا ہے دکانہ کعبہ اور اس کے گرد بھگائے ہوئے اونٹ کی طرح اڑتے رہیں گے جو اس میں غور و فکر کرتے ہوئے اندازہ لگائے تو جان لے گا کہ یہ فعل حکیمانہ اور دانش مندانہ نہیں ہے پس آپ بتائیے کیونکہ آپ ہی اس معاملہ کی اصل و جڑ ہیں آپ ہی کے باپ نے اس کی بنیاد ڈالی اور نظام بنایا ہے۔ تو صادق نے اس سے فرمایا کہ خدا سے گمراہ اور دل کو اندھا کر دے تو وہ حق کو قبیح و برا ہی سمجھتا ہے اور اس کی

پناہ میں نہیں آتا چاہتا شیطان اس کا ملک و رب بن کر اسے ہلاکت کی گھاٹیوں میں آمار دیتا ہے اور ان سے ٹکے نہیں دیتا یہ ایک گھر ہے جس کے ذریعہ خدا نے اپنی مخلوق سے عبادت کا مطالعہ کیا ہے تاکہ اس کے پاس آنے سے ان کی اطاعت کا امتحان ہو جائے پس انہیں اس کی تعظیم و زیارت کرنے پر آمادہ کیا۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لیے اس کو قبلہ قرار دیا ہے یہ اس کی رضا کا ایک حصہ و راستہ ہے جو اس کی بخشش تک پہنچاتا ہے یہ کامل اعتدال پر نصب کیا گیا ہے اور یہ عظمت و جلال کا سنگم ہے۔ اس کو خدا نے زمین کے پچھلے سال پہلے پیدا کیا پس زیادہ حق وار ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس چیز میں کہ جس کا اس نے حکم دیا ہے اور روکا جائے اس چیز سے کہ جس سے اس نے روکا ہے وہ اللہ ہے جس نے صورتوں شکلوں اور ارواح کو پیدا کیا ہے۔ تو ابن العوجہ جانتے آپ سے کہا کہ

آپ نے کچھ چیزیں ذکر کی ہیں کہ جن میں غائب کا حوالہ دیا تو آپ نے فرمایا افسوس وہ کیسے غائب ہے جو اپنی مخلوق کے ساتھ شاہد ہے ان کی شررگ کے زیادہ قریب ان کا کلام مستاتا اور ان کے اسرار کو جانتا ہے جس سے کوئی جگہ خالی نہیں رہا اسے کوئی جگہ مشغول کیے ہوئے ہے اور نہ ہی کسی جگہ کی نسبت وہ دوسری جگہ زیادہ قریب ہے اس کے آثار اس کی شہادت دیتے ہیں اور اس کے افعال اس کی دلیل ہیں اور وہ شخصیت کہ جن کو آیات حکم اور براہین واضح کے ساتھ بھیجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ ہمارے پاس یہ عبادت لے کر آئے ہیں اگر ان کے بارے میں تجھے کوئی شک ہے تو ان کے متعلق سوال کر میں وضاحت کر سکتے ہیں تیار ہوں راوی کہتا ہے کہ ابن ابی العوجہ جانتا امید رہا ہو کر خاموش ہو گیا اور اسے پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا کہنے پس اپنے ساتھیوں سے بھا کر کہنے لگا کہ میں نے تمہیں اپنے لیے کوئی شراب کا پیالہ تیار کرنے کو کیا تھا لیکن تم نے تو مجھے آگ پر ڈال دیا۔ تو وہ اس سے کہنے لگے چپ رہ۔ تو نے اپنی گھبراہٹ اور لاجواب ہونے کی وجہ سے ہمیں رسوا کر دیا، ہم نے تو تجھے کسی محل میں اتنا ذلیل و حقیر ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

تو وہ کہنے لگا کہ

مجھ سے یہ باتیں کرتے ہو یہ اس کا بیٹا ہے جس نے ان سب کے سر موٹہ دیئے جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور اس نے ہاتھ سے اہل موسم و حج کی طرف اشارہ کیا۔

اور روایت ہے کہ ابوشامہ و یحیٰی (زندیق) ایک دن ابو عبد اللہ کی مجلس میں کھڑا ہو گیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ چمکنے والے ستاروں میں سے ایک اور آپ کے آباء و اجداد و چودھویں کے واضح چاند تھے اور آپ کی مائیں شریف و کریم اور جامع صفات تھیں اور آپ کی اہل کریم ترین اصل ہے اور جب علما کو ذکر کیا جائے تو آپ کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اسے ٹھٹھیں مارتے ہوئے سمندر کہ ہمیں خبر دیتے کہ عالم کے حادثات

ہوتے کیا دلیل ہے تو ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ
 زیادہ قریب دلیل اس پر وہ ہے کہ جسے میں تیرے سامنے پیش کرتا ہوں،
 پھر آپ نے ایک انڈا منگوایا اور اسے اپنی تنھیلی پر رکھا اور فرمایا کہ
 یہ ہر طرف سے بند ہے اور ایک بند شدہ قلعہ ہے اس کے اندر ایک باریک سا چمکنا ہے اور بہنے والی چاندی اور
 چلنے والا سونا گردش کر رہے ہیں کیا تمہیں اس میں شک ہے؟
 ابوشاکر نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں!
 تو ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ

بھراس کے پھٹنے سے ایک تصویر نکلتی ہے مور کی طرح، کیا اس میں کوئی چیز داخل ہوئی ہے ان چیزوں کے علاوہ
 جو تو جانتا ہے؟
 وہ کہنے لگا۔ نہیں

تو آپ نے فرمایا۔ یہی حدوث عالم کی دلیل ہے جس پر ابوشاکر کہتے لگا۔
 اے ابو عبد اللہ آپ نے میری راہنمائی کرتے ہوئے معاملہ واضح کر دیا ہے کتنی عمدہ اور نہایت مختصر بات کی ہے۔
 آپ کو تو علم ہے کہ ہم جیب تک آنکھوں سے دیکھ، کانوں سے سُن منہ سے چکھ، ناک سے سونگھ اور جلد کو چھوتے
 ہیں قبول نہیں کرتے تو ابو عبد اللہ نے فرمایا۔ تو نے پانچ حواس کا تذکرہ کیا ہے مگر یہ بات دلیل کے بغیر ثابت
 نہیں ہوتی جیسے تائیکی چراغ کے بغیر تم نہیں ہوتی!۔

آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ حواس بغیر عقل کے غائب چیزوں کو نہیں پا سکتے اور آپ نے اسے اللہ کے میں صورت و شکل کا
 تبدیل ہونا جو بتایا وہ ایک معقول بات تھی جس کا جانتا محسوس کی بنیاد پر تھا۔

اللہ کی معرفت واجب ہے

اور جو کچھ آپ سے محفوظ کیا گیا ہے اللہ کی معرفت اور اس کے دین کے سمجھنے کے وجوب پر انہیں کا ارشاد ہے میں نے
 لوگوں کے تمام علوم کو چار چیزوں میں پایا ہے اور ان میں سے پہلی یہ ہے کہ اپنے رب کو پہچاننا اور دوسری یہ کہ اس نے تم
 پر کون سے احسانات کیے ہیں اور تیسری یہ کہ وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟ اور چوتھی یہ کہ جان لو کہ کون سی چیز تمہیں دین سے
 خارج کر دے گی اور یہ ایسی تقسیم ہے کہ جو فرق شدہ فرائض و واجبات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ سب سے پہلی
 چیز جو بندہ پر واجب ہے وہ اس کا اپنے پروردگار کو پہچاننا اور جیب وہ یہ جان لے کہ اس کا کوئی معبود ہے تو یہ جانتا

واجب ہے کہ اس نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے جب وہ یہ جان لے گا تو اس کی نعمتوں کو پہچانے گا اور جب نعمتوں کو پہچانے گا تو اس پر اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہوگا اور جب اس کا شکریہ ادا کرتے کا ارادہ کرے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ اس کے مقصد و مراد کو سمجھے تاکہ اس مقصد کو ادا کر کے اسی کی اطاعت کرے اور جب اس کی اطاعت واجب ہے تو اس پر ان چیزوں کا جانتا ضروری ہے جو اس کو دین سے تاراج کر دیتی ہیں تاکہ وہ ان سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے رب کی اطاعت کرے اور اس کی نعمتوں پر شکر بجالائے۔

نفی تشبیہ

جو کچھ آپ سے توحید اور نفی تشبیہ کے سلسلہ میں محفوظ ہے اس میں سے آپ کا ارشاد ہے ہشام بن حکم کے لیے ہے کہ خدا کسی چیز سے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اس سے شبہا بہت رکھتی ہے۔ وہ ذات بر خلاف ہے اس کے جو وہم و گمان میں آسکے

عدل

اور جو کچھ آپ سے عدل کے بارے میں محفوظ ہے مختصر کلام میں سے آپ کا ارشاد زرارہ بن امین کے لیے ہے اے زرارہ! میں تجھے قضاء و قدر میں مجمل سی بات بتاؤں زرارہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! میں آپ پر قربان جاؤ تو آپ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور خدا مخلوق کو جمع کر لے گا تو ان سے جس چیز کے متعلق کہا گیا ہے باز پرس ہوگی لیکن قضاء و قدر کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

تکمیل سعادت

حکمت و موعظہ کے سلسلہ میں آپ سے محفوظ (کلام) میں سے آپ کا ارشاد ہے کہ ضروری نہیں کہ انسان جس چیز کی نیت کرے اس پر قادر بھی ہو پھر اگر قادر ہو تو وہ موفق بھی ہو اور اگر موفق بھی ہو تو اسے گزرے ہذا نیت، قدرت، توفیق اور گزرنے کا مقام جب پہنچا ہو جائے تو سعادت کی تکمیل ہوتی ہے۔

دین خدا اور امام کی معرفت

دین خدا میں غور و فکر کرنے اور اولیاء خدا کی پہچان پر ابھارنے کے لیے جو کچھ آپ سے محفوظ رہا اس میں سے آپ کا ایک ارشاد ہے کہ اس چیز میں اچھی طرح غور و فکر کر لو جس سے جاہل و غافل رہنا فائدہ نہیں دے گا۔ اپنے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے اس چیز کے حصول کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ جس سے دوری کا عذر قائم نہ ہو دے گا۔ کیونکہ دین خدا کے کچھ ارکان ایسے بھی ہیں جن کو جلتے بغیر سخت قسم کی عبادت بھی بے فائدہ ہے اور جس نے جان لیا اور اطاعت کی اس کی درمیانی قسم کی عبادت بھی مضرت نہیں (یعنی معرفت امام) اور اس کی طرف اللہ کی مدد بغیر کوئی راہ نہیں پاسکتا۔

توبہ میں جلدی کرو

توبہ پر ابھارنے کے بارے میں آپ سے محفوظ ارشاد میں سے ہے کہ توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ اور زیادہ دیر کرنا موجب پریشانی ہے اور خدا کے عطا کیے ہوئے ہلکتے ہلاکت و تباہی ہے۔ اور گنہ پر اصرار و تکرار کرنا (ایسے ہے جیسے) اللہ کے عذاب سے مطمئن و مامون ہوتا ہے اور گناہے اور گناہے و خسارہ میں رہتے والی قوم کے علاوہ کوئی بھی خدا کے عذاب سے مامون نہیں رہتا۔ اور وہ اخبار و روایات جو آپ سے علم و حکمت، بیان و حجت و بہت قولے اور مواعظ اور تمام قسم کے علوم میں محفوظ کی گئی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں کہ گنتی میں انہیں شمار کیا جائے یا کسی کتاب میں ان کا احاطہ کیا جائے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس عرض کے لیے کافی ہے جو ہمارا مقصد ہے اور تعالیٰ درستی اور اصلاح کے توفیق دینے والا ہے۔

سید حمیری کا واقعہ اور اس کے اشعار

(آنحضرت کی شان میں سید اسماعیل بن محمد حمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ مذہب کیساتھ) (محمد بن ضیفہ) کی امامت کے معتقد کے عقیدہ سے روگرداں ہو کر پلٹ آئے تھے جب انہیں یہ پتہ چلا کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق ؑ اس کے اس عقیدہ کا انکار کرتے ہوئے اسے نظام امامت کی طرف بلاتے ہیں۔

ایا را کبا نحو المندینۃ حسرة
غذا فریۃ بطوی بہا کل سبب
اذا ما ہدایک اللہ غایت جعفر
فقل لولی اللہ وابن المہذب

- ۳- الا یا ولی الله وابن ولیہ اتوب إلى الرحمن ثم تأوب
 ۴- اليك من الذنب الذی كنت مطنبا اجاهد فيه دائبا كل معرب
 ۵- وما كان قولى فی ابن حولة دائبا معاندة منى لنسل المطیب
 ۶- ولكن دعینا عن وصی محمد ولم یك فیها قال المتكذب
 ۷- بان ولی الامر یفتد لا یرى سنین كفعل الخائف المترقب
 ۸- فیقسم اموال الفقید كانها تغیبه و بین الصفیح المنصب
 ۹- فان قلت لا فالحق قولك والذی نقول فحتم غیر ما متعصب
 ۱۰- واشهد بان ان قولك حجة علی الخلق طرا من مطیع ومنذبا
 ۱۱- بان ولی الامر والقاتم الذی تطلم نفسی نحوه و تطرب
 ۱۲- له غیبة لا مبدان سیغیبها فضلی علیه الله من متغیب
 ۱۳- فیسكت حینا ثم یظهر امره فیملأ عدلا كل شرق ومنرب

- ۱- اے میرے طرف جانے والے اس تیز رفتاری اور مٹنی کے سوار جو دور کی زمین کو طے کرتے والے ہیں۔
 ۲- خدا ہمیں ہدایت دے جب تم جعفر صادق کو دیکھو تو اللہ کے ولی اور تہذیب یافتہ کے بیٹے سے کہنا۔
 ۳- یا دیکھو اے اللہ کے ولی اور ولی کے بیٹے میں خدا رحمن کی بارگاہ میں تو یہ کرتا ہوں۔ اور میرا رجوع۔
 ۴- آپ کی طرف سے اس گناہ سے کہ طویل زمانہ تک جس میں میں ہمیشہ پوری وضاحت کے ساتھ کوشاں رہا۔
 ۵- میرا عقیدہ ابن قولہ (محمد بن عقیقہ) کے متعلق بطور دین پاک و پاکیزہ نسل سے عناد کی بنا پر نہیں تھا۔
 ۶- لیکن میں وحی محمد سے روایت ملی تھی جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس میں وہ غلط بیان کرتے والے نہیں تھے۔
 ۷- (اور وہ روایت یہ تھی کہ خدا کا ولی غائب ہو جائیگا اور کئی سال تک اسے نہیں دیکھا جاسکے گا مثل اس خورزدہ کے ہو کسی انتظار میں ہو۔

- ۸- پس اس غائب ہو جانے والے کے مال تقسیم ہو جائیں گے گویا وہ بلند آسمان میں غائب ہو چکا ہے۔
 ۹- اب اگر آپ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے تو حق آپ کا قول ہے اور جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ سچی ہے اس میں کوئی تعصب کی بات نہیں۔
 ۱۰- اور میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ کا ارشاد تمام مخلوق میں سے فرمانبردار اور تافران کے لیے حجت ہے۔
 ۱۱- تحقیق ولی امر اور وہ قائم کہ جس کی طرف میری جان مجبور و ازاد و خوشی محسوس کرتی ہے۔
 ۱۲- اس کے لیے یہ ایک غیبت ہے جس کے بغیر بارہ نہیں وہ مخترب غائب ہو گا اس غائب پر اللہ کی رحمت ہو۔

۱۳۔ پس وہ ایک زمانہ تک (غیبت میں) ٹھہرا ہے گا پھر اس کی حکومت ظاہر ہوگی اور وہ مشرق و مغرب کو عدل و انصاف سے چمکرو دے گا۔

ان اشعار میں سید کے کیسانہ مذہب سے پٹنے، امام جعفر صادق کی امامت کے قائل ہوتے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں شیعہ حضرات کی طرف سے آپ کی امامت کی طرف دعوت کے وجود کے واضح ہوتے اور جناب صاحب الزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ عجل کے غیبت کے قول و عقیدے کے ہوتے پر دلیل ہے۔ اور یہ غیبت خود آپ بزرگوار کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور یہی امامیہ اثنا عشریہ کے قول و عقیدہ کی وضاحت ہے۔

باب

امام جعفر صادق کی اولاد ان کے نام و حالات

آپ کے دس بچے تھے۔

۱۔ اسمعیل ۲۔ عبد اللہ ۳۔ ام فردہ (ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت الحسین بن علی بن الحسین تھیں)

۴۔ موسیٰ (کاظم) علیہ السلام ۵۔ اسحاق ۶۔ محمد (ان کی والدہ ام ولد تھیں)

۷۔ عباس ۸۔ علی ۹۔ اسماء ۱۰۔ فاطمہ یہ مختلف ماؤں سے تھے

اسماعیل بن جعفر

اسماعیل سب بھائیوں سے بڑے تھے اور ابو عبد اللہ امام جعفر صادق کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی اور ان پر بہت مہربان و شفیق تھے اور شیعوں کا ایک گروہ یہ گمان رکھتا تھا کہ یہ اپنے باپ کے بعد امام اور ان کے خلیفہ ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے اور ان کے والد بھی ان کی طرف میل و محبت رکھتے تھے اور ان کا اکرام و تعظیم کرتے تھے اور وہ اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی مقام عریض پر فوت ہو گئے اور لوگوں کی گر دلوں پر ان کی لاش ان کے والد کی خدمت میں مدینہ میں لائی گئی یہاں تک کہ آپس جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

روایت ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ ان کی موت پر سخت پریشان و مغموم ہوئے اور بغیر کوتاہی کے اپنے پروردگار کو

جنازے کے آگے آگے تھے اور آپ نے کئی مرتبہ ان کے دفن سے پہلے حکم دیا کہ ان کا تالوت زمین پر رکھا جائے اور ان کے چہرے سے کفن ہٹا کر انہیں دیکھتے تھے اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کی وفات کا معاملہ ان لوگوں کے لیے محقق و ثابت ہو جائے جو یہ گمان کرتے تھے کہ آنحضرت کے بعد آپ خلیفہ ہیں اور آپ اپنی زندگی میں اس شیعہ کو زائل کرنا چاہتے تھے تو جب اسماعیل فوت ہو گئے تو جو لوگ آپ کے والد کے اصحاب ہیں سے آنحضرت کے بعد ان کی امامت کے قائل اور اس کا گمان رکھتے تھے وہ اس عقیدہ سے روگرداں ہو گئے تھوڑے سے لوگ اسماعیل کے زندہ و سلامت ہونے پر قائم تھے جو آپ کے پدر و زکواری کے خواص اور آپ سے روایت کرتے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ وہ دور کے اطراف کے رہنے والے تھے پس جب حضرت صادق کی وفات ہوئی تو ان سے ایک گروہ تو حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت والے قول کی طرف پلٹ آیا کہ وہ جناب اپنے والد کے بعد امام ہیں اور باقی دو فرقوں میں بٹ گئے ایک گروہ اسماعیل کے زندہ رہنے والے قول سے رجوع کر کے ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل کی امامت کا قائل ہو گیا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ امامت ان کے باپ کا حق تھی اور بیٹا بھائی کی نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے ایک گروہ اسماعیل کے زندہ رہنے پر ثابت رہا اور وہ آج کل بہت کم ہیں ان میں سے کوئی بھی حروف نہیں کہ جس کی طرف اشارہ کیا جاسکے اور یہ دونوں فریق اسماعیلیہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور ان میں سے جو آج کل موجود ہیں ان کا گمان ہے کہ امامت اسماعیل کے بعد ان کے بیٹے کے لیے اور ان کے بیٹے کی اولاد کے لیے زمانہ آخر تک ہے۔

عبداللہ بن جعفر

عبداللہ بن جعفر اسماعیل سے سبب بھائیوں سے بڑے تھے لیکن باپ کے ہال ان کی وہ عزت و منزلت نہ تھی جو آپ کی دوسری اولاد کی عزت و اکرام میں تھی اور وہ مہتمم تھا کہ اعتقاد میں وہ اپنے والد کا مخالف ہونے اور کہا گیا ہے کہ حشویہ مذہب والوں سے اس کا میل بول تھا اور مرجئہ مذہب کی طرف مائل تھا اور اس نے اپنے باپ کے بعد امامت کا دعوے کیا اور یہ دلیل بنائی کہ وہ باقی بھائیوں میں سب سے بڑا ہے پس اصحاب امام جعفر صادق انہیں سے ایک گروہ نے اس کی پیروی کی پھر جب ان پر عبداللہ کے دعویٰ کی کمزوری اور حضرت امام موسیٰ کاظم کے معاملہ کی مفصلی اور دلیل حق و براہین امامت واضح ہوئے تو اکثر امام موسیٰ کاظم کی امامت کے قائل ہو کر پلٹ آئے اور ان میں سے بہت ہی تھوڑے سے لوگ اس معاملہ پر قائم رہتے ہوئے عبداللہ بن جعفر کی امامت کے پیرو رہے اور یہ وہی گروہ ہے کہ جن کا لقب فطیہ ہے اور یہ لقب اس لیے ان کے ساتھ چمٹ گیا چونکہ وہ عبداللہ کی امامت کے قائل تھے اور عبداللہ اقطع (جس کے پاؤں چوڑے ہوں) تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ جن نے لوگوں کو عبداللہ کی امامت کی دعوت دی اس کو عبداللہ بن اقطع کہتے تھے۔

اسحاق بن جعفر

اسحاق بن جعفر صاحب فضل، دانش مند، پرہیزگار اور صاحب اجتہاد تھے لوگوں نے آپ سے حدیث و واقعات کی روایت کی ہے۔

ان کا سبب جب ان سے حدیث بیان کرتا تو کہتا کہ مجھ سے بیان کیا ثقہ رضی اسحاق بن جعفر نے اور اسحاق اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر کی امامت کے قائل تھے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے اپنے بھائی موسیٰ کی امامت پر نص کی روایت کی ہے۔

محمد بن جعفر

محمد بن جعفر مخفی و شجاع تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور وہ زید بن ابی ریحہ کی رائے رکھتے تھے کہ تلوار سے خروج کیا جائے۔

ان کی بیوی حمزہ بنت جبرائیل بن حسین سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ

”محمد کوئی لباس پہن کر کبھی کسی دن باہر نہیں جاتے تھے مگر یہ کہ واپس آ کر وہ لباس کبھی کو پہنا دیتے اور ہر دن ہاتھوں کے

یہ ایک منیڈ صاف کر کے اور انہوں نے ماموں کے خلاف ۱۹۹ھ میں مکہ میں خروج کیا زید بن جبار و فہر نے محمد بن جعفر

کا ساتھ دیا ان کے ہتھیلے میں عیسیٰ بلوی نکلا اور جس نے ان کی جمیعت کو منتشر کر کے آپ کو گرفتار کر کے ماموں کے پاس

بھیج دیا جب آپ ماموں کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کا احترام کرتے

ہوئے قریب جگہ دی اور صلہ رحمی کے طور پر بہترین سلوک کیا۔ آپ ماموں کے ساتھ خراسان میں مقیم رہے اور اس کے

پاس جانے کے لیے اسی کی سواری استعمال کرتے اور ماموں آپ کی وہ باتیں بھی روایت کرتے جو بادشاہ اپنی رعایا سے

برداشت نہیں کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ ماموں ناپسند کرتا تھا اسی بات کو آپ و محمد بن جعفر ماموں کے پاس اپنے ان چاہنے والوں کے ساتھ

سوار ہو کر آئیں جنہوں نے سب ۲۰۰ھ میں ماموں کے خلاف خروج کیا تھا اور اس نے ماموں نے انہیں امان دی تھی ہذا ماموں کی

طرف سے ان لوگوں کے پاس ایک خط لیا کہ تم جبرائیل بن حسین کے ساتھ آیا کرو نہ کہ محمد بن جعفر کے ساتھ تو انہوں نے آنے سے

انکار کیا دیا اور اپنے گھروں میں بیٹھ گئے تو پھر بار وائے آبا کہ جس کے ساتھ چاہو، سوار ہو کر آؤ، تو وہ محمد بن جعفر کے ساتھ ہی

سوار ہو کر مامون کی طرف جاتے اور اسی کے ساتھ واپس آجاتے تھے۔

اور موسیٰ بن سلمہ سے ذکر ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ

محمد بن جعفرؒ کے پاس خبر پہنچی جس میں کہا گیا کہ ذوالریاستین (مامون کا وزیر) کے غلاموں نے آپ کے غلاموں کو ان لکڑیوں کی وجہ سے مارا پیٹا گیا ہے جو انہوں نے خرید کی تھیں تو محمد و موسیٰ چادریں پہنے نکلے اور ان کے ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے ”الموت خیر لك من عیش و بخل“ دولت کی زندگی سے موت بہتر ہے اور کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے ذوالریاستین کے غلاموں کو مارا پیٹا اور ان سے وہ جلاتے والی لکڑیاں چھین لیں۔

جب یہ تیرا مامون تک پہنچا تو اس نے کسی کو ذوالریاستین کے پاس کسی کو بھیجا اور اس سے کہا کہ محمد بن جعفرؒ کے پاس جا کر ان سے معذرت کرو اور اپنے غلاموں میں ان کو منصف و فیصلہ کرنے والا قرار دو۔ راوی کہتا ہے کہ پس ذوالریاستین محمد بن جعفرؒ کی طرف نکلا، موسیٰ بن سلمیٰ کہتا ہے کہ میں محمد بن جعفرؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس کوئی آیا اور ان سے کہا گیا کہ ذوالریاستین آپ کے ہاں آ رہا ہے تو آپ نے کہا کہ

”وہ نہ بیٹھے مگر زمین پر“، اور انہوں نے اور اس کے ساتھیوں نے جو فرش اس کمرے میں تھے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیئے اور کمرے میں کوئی چیز باقی نہ رہی سوائے اس گدی کے جس پر محمد بن جعفرؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ پس جب ذوالریاستین ان کے پاس آیا اور انہوں نے گدی پر اس کے لیے جگہ کشادہ کی تو اس نے اس پر بیٹھنے سے انکار کر دیا اور زمین پر بیٹھ گیا اور ان سے معذرت کی اور اپنے غلاموں کے معاملہ میں انہیں فیصلہ دینے کا مجاز قرار دیا۔

اور محمد بن جعفرؒ کی وفات خراسان میں مامون کے پاس ہوئی پس وہ ان کے جنازہ پر حاضر ہوتے کے لیے سوار ہو کر اس وقت پہنچا جیسے کہ وہ جنازہ اٹھا کر نکل چکے تھے تو جب مامون نے تابوت دیکھا تو سواری سے اتر کر پیدل ہو گیا اور یہاں تک کہ تابوت کے دونوں تنوں کے درمیان داخل ہوا اور سارے راستے کندھا دیئے رہا یہاں تک کہ تابوت رکھا گیا پس مامون آگے بڑھا اور نماز جنازہ پڑھائی پھر اس کو اٹھایا یہاں تک کہ قبر تک لے آیا پھر خود قبر میں داخل ہوا اور اس میں رکھا یہاں تک کہ قبر کی گئی، پھر وہاں سے نکل کر قبر پر کھڑا رہا یہاں تک کہ انہیں دفن کر دیا گیا تو مامون کو عید الشکر بن حسینؑ نے دعا دیتے ہوئے کہا اے مومنین کے امیر! آج بہت تھکے ہوئے ہو اب سوار ہو جاؤ۔

تو مامون نے کہا کہ

یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو دو سو سال سے کٹ چکا تھا۔

اور اسماعیل بن محمد بن جعفرؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب مامون قبر پر کھڑا تھا تو میں نے اپنے چھوٹے

بھائی سے جو میرے پہلو میں کھڑا تھا کہا کہ کیوں تم ہم کو ایسا کہ قرض کے بارے اس سے بات کریں پھر اس سے زیادہ قریب ہم اسے نہیں پائیں گے، پس ہم نے مامون سے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ کہنے لگا کہ ابو جعفر کے ذمہ کتنا قرض ہے تو میں نے اس سے کہا کہ پچیس ہزار دینار تو وہ کہنے لگا کہ خدا نے اس کے قرض کو ادا کر دیا ہے انہوں نے کسی کو دینی بنایا ہے ہم نے کہا کہ اپنے بیٹے کو جسے میچلی کہتے ہیں جو مدینہ میں ہے مامون نے کہا کہ اپنے بیٹے کو جسے میچلی کہتے ہیں جو مدینہ وہ تو مصر میں ہے اور یہیں بھی پتہ تھا کہ وہ مصر میں ہے لیکن ہم نے پسند نہ کیا کہ اسے بتائیں کہ وہ مدینہ سے چلا گیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے تارافش ہو کہ یہ نیکو بیانا تھا کہ ہم اس کے مدینہ سے نکلنے کو پسند نہیں کرتے۔

علی بن جعفر اور عباس بن جعفر

علی بن جعفر مدینہ کے بہت بڑے راوی درست طریقہ کے پیرو سخت پرہیزگار بہت فضل و کم کے مالک اور اپنے بھائی موسیٰ کاظمؑ کے شیعہ تھے اور ان سے بہت سے اخبار کی روایت بھی کی ہے۔
عباس بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ صاحب فضل و کمال تھے۔

جناب موسیٰ بن جعفر حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ کی اولاد میں سے زیادہ علیل القدر زیادہ عظمت کے مالک اور لوگوں میں زیادہ دوزنک ان کے حسن سیرت کی دعوت تھی اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ سخی کریم النفس اور اپنے میل و جہل والا نہیں دیکھا گیا اور اہل زمانہ سے زیادہ عابد و پرہیزگار علیل و رقیع اور فقیہ و دین فہم تھے اور جمہور شیعہ کا آپ کی امامت کے اعتقاد آپ کے حق کی تعظیم اور آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر اجماع و اتفاق تھا، اور انہوں نے آپ کی امامت پر آپ کے پدر بزرگوار سے بہت سی نفوس اور ان کی خلافت کے بارے میں ارشادات کی روایت کی ہے۔

اور

انہوں نے محالم و احکام دین انہی سے حاصل کیے ہیں اور آپ سے ایسی آیات و معجزات کی روایت ہے۔

کہ جن سے

ان کی محبت اور ان کی امامت کے عقیدہ کی درستگی کا یقین ہوتا ہے۔



Handwritten text, likely a letter or document, written in a cursive script. The text is mostly illegible due to extreme fading and noise.

Handwritten title or section header, possibly "Letter to..." or "To the Honorable...".

Handwritten text, likely the main body of a letter or document. The text is mostly illegible due to extreme fading and noise.

Handwritten text, likely a closing or signature line. The text is mostly illegible due to extreme fading and noise.

Handwritten text, likely a footer or date line. The text is mostly illegible due to extreme fading and noise.

Handwritten text, likely a final note or signature. The text is mostly illegible due to extreme fading and noise.

باب

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات زندگی

حضرت ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کے بعد آپ کی اولاد میں سے ان کے قائم مقام امام کا ذکر، تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، سن مبارک، مدت خلافت، وقت وفات، سبب قبر، اولاد، حالات زندگی

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ امام جعفر صادق کے بعد ان کے فرزند عبد صالح حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر امام تھے کیونکہ آپ میں امامت والی تمام صفات فضل و کمال، ان کے والد کی نص اور رہنمائی و اشارے موجود تھے۔

آپ کی ولادت ۱۸۲ھ میں (مکہ و مدینہ کے درمیان) بمقام البراء ہوئی اور آپ کی وفات چھ رجب ۱۸۲ھ بغداد میں سدری میں شاپک کے قید خانہ میں ہوئی آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ کی والدہ اُم ولد حمیدہ خاتون بربر تھیں آپ کی اپنے والد گرامی کے بعد مدت خلافت پچیس سال تھی کثرت ابو ابراہیم، ابو الحسن اور ابو علی تھی بعد صالح اور کاظم کے القاب سے مشہور و معروف تھے

آپ کی امامت پر دلائل و نصوص

حضرت امام جعفر صادق کے بڑے بڑے صحابہ، آپ کے خاص رازدان لوگوں اور قابل و ثوق فقہاء صاحبین رحمۃ اللہ علیہم میں جنہوں نے آپ سے اپنے بیٹے اور ابو الحسن موسیٰ کاظم کی امامت پر نص قائم کی ہے وہ مفصل بن عمر جعفی، معاذ بن کثیر، عبد الرحمن بن حجاج، فیض بن مختار، یعقوب سراج، ہلیمان بن خالد، صفوان جمال وغیرہ ہیں جن کے ذکر سے کتاب میں طول ہوگا۔ اور اس کو امام موسیٰ کاظم کے دو بھائیوں فرزند ان امام جعفر صادق، جناب اسحاق اور علی نے روایت کیا ہے جن دونوں کے صاحب فہمیت

درپیش گزار ہونے میں کسی دو نے اختلاف نہیں کیا۔

(۱) موسیٰ صیقل نے مقفل بن عمر جعفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابو عبد اللہ (جعفر صادق) کے پاس تھا کہ ابو ابراہیم موسیٰ کاظم داخل ہوئے جب کہ ابھی وہ نوخیز تو مجھ سے ابو عبد اللہ نے فرمایا۔
ان کے امر (امامت) کو اپنے ان دوستوں میں بوقابل و ثوق ہیں اظہار و پرچار کرو۔

(۲) شبیت (یا شبیت) تے معاذ بن کثیر سے ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ اس خدا سے جس نے آپ کو آپ کے پدر بزرگوار سے یہ قدر و منزلت دی ہے سوال کرو کہ وہ آپ کو بھی آپ کی وفات سے پہلے آپ کی اولاد میں سے کسی میں اس جیسی منزلت عطا فرمائے تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے ایسا کر دیا ہوا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں وہ کون ہیں؟ تو آپ نے عبد صالح کی طرف اشارہ کیا اور وہ سوئے ہوئے تھے اور فرمایا یہ سویا ہوا اور آنجناب اس وقت نوخیز تھے۔

(۳) ابو طلحہ ار جانی نے عبد الرحمن بن حجاج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا تو آپ اپنے گھر کے اس کمرے میں تھے جس میں آپ کے لیے نماز و عبادت کی جگہ بنی ہوئی تھی آپ دعا مانگ رہے تھے اور آپ کی دائیں طرف موسیٰ بن جعفر تھے جو آپ کی دعا پڑھتے تھے تو میں نے عرض کیا خدا مجھے آپ کا قدیہ قرار دے آپ جانتے تھے کہ میری تمام توجہ کا مرکز آپ ہیں اور میں آپ کا خدمت گزار ہوں آپ کے بعد ولی امر امامت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اے عبد الرحمن! موسیٰ کاظم نے زہ پہنچا ہے تو وہ اسے پوری آئی ہے، تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ اس کے بعد مجھے کسی چیز کی حاجت و ضرورت نہیں۔

(۴) عبد الاعلیٰ نے فیض بن خنار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ کی خدمت میں عرض کیا یہ اہل تھ جہنم کی آگ سے پکڑیئے آپ کے بعد ہمارا کون (امام) ہے؟

راوی کہتا ہے کہ اچانک حضرت ابو ابراہیم موسیٰ کاظم داخل ہوئے اور وہ اس وقت نوخیز لڑکے تھے آپ نے فرمایا یہ تمہارے صاحب ہیں پس ان کا دامن تھام لو۔

(۵) ابن ابی نجران نے منصور بن عازم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ

میرے ال باپ آپ پر قربان جائیں نفوس پر صبح و شام (خدا کی طرف سے موت کے پیغام) آتے رہتے ہیں جب حال و معاملہ یوں ہے تو پھر کون (امام و رہنما) ہوگا؟
تو آپ نے فرمایا جب ایسا ہو تو یہ تمہارا صاحب ہے اور آپ نے ابو الحسن (موسیٰ کاظم) کے دائیں کندھے پر ہاتھ مارا۔

اور جہان تک میں جانتا ہوں ان کی عمر اس وقت پانچ سال تھی اور اس وقت عبد اللہ بن جعفر بھی ہمارے پاس

بیٹھے ہوئے تھے۔

(۶) ابن ابی نجران نے حبیب بن عبد اللہ بن محمد بن عمرو بن علی بن ابی طالب سے جس نے ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آپ (ص) صاف صاف کی خدمت میں

عرض کیا کہ اگر کچھ ہو جائے اور خدا مجھے وہ دن دکھائے تو پھر میں کس کی اقتداء کروں! رلوی کہتا ہے میں حضرت نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا تو میں نے عرض کیا کہ اگر حضرت موسیٰ کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر کس کی اقتداء کروں تو آپ نے فرمایا ان کے بیٹے کی میں نے عرض کیا اور ان کے بیٹے کو کچھ ہو جائے تو آپ نے فرمایا ان کے بیٹے کو کچھ ہو جائے؛ تو آپ نے فرمایا ان کے بیٹے کی میں نے کہا کہ ان کو کوئی حادثہ پیش آجائے اور وہ بڑا بھائی اور چھوٹا بیٹا چھوڑ جائیں تو آپ نے فرمایا ان کے بیٹے کی اقتداء کرو پھر اسی طرح ہمیشہ ہوگا۔

(۷) فضل بن طاہر بن محمد سے جس نے ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے راوی کہتا ہے۔ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو ملاحت اور وعظ و نصیحت کر رہے تھے اور اسے کہتے تھے تجھے کون سی چیز اس سے رکاوٹ اور مانع ہے کہ اپنے بھائی جیسے نبوی خدا کی قسم میں اس کے پہرے میں تو رہ دیکھتا ہوں تو عبد اللہ نے کہا کہ

یہ کیسے؟ کیا اس کا اور میرا باپ ایک نہیں کیا اس کی اور میری اصل ایک نہیں!

تو ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ وہ میرا نفس و جان ہے اور تو میرا بیٹا ہے۔

(۸) محمد بن سنان نے یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ حضرت ابو الحسن موسیٰ کے سر پہنے کھڑے تھے اور وہ گہولے میں تھے اور آپ طویل وقت تک ان سے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے تو میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضرت فارغ ہوئے اور میں اٹھ کر آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے مولا کے قریب جاؤ اور ان پر سلام کرو پس میں نے قریب جا کر سلام کیا تو آپ نے فیصیح زبان میں مجھے سلام کا جواب دیا پھر مجھ سے فرمایا کہ

جا کر اپنی بیٹی کا وہ نام بدل دو جو تم نے کل رکھا ہے کیونکہ خدا اس نام کو مینوفض رکھتا ہے۔

اور میرے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا میں نے حمیرا نام رکھا تھا تو ابو عبد اللہ نے فرمایا ان کے حکم کو بجالاؤ ہدایت پاؤ گے، میں نے اس کا نام بدل دیا۔

(۹) ابن مسکان نے سلیمان بن خالد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے، کہ ایک روز حضرت ابو عبد اللہ نے ابو الحسن کو بلایا اور ہم آپ کے پاس تھے اور فرمایا کہ

”تم پر میرے بعد ان کی اطاعت لازم ہے پس خدا کی قسم میرے بعد بھی تمہارے آقا و صاحب ہیں۔“

(۱۰) وثناء نے علی بن الحسین سے اور انہوں نے صفوان جمال سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہؑ سے امر امامت کے صاحب و مالک کے شعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ

اس امر (امامت) کا مالک (یعنی امام) ہو و لعوب نہیں کرتا۔

اسی وقت ابو الحسنؑ تشریف لائے اور وہ ابھی بچے تھے اور ان کے ساتھ ایک کی بکری کا بچہ تھا اور وہ اس بچے سے کہتے تھے کہ اپنے پروردگار کے لیے سجدہ کرو۔

پس ابو عبد اللہؑ نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے سینہ سے لگالیا اور فرمایا میرے مال باپ قربان جائیں اے وہ بولہو و لعوب نہیں کرتا۔

(۱۱) یعقوب بن جعفر جعفی نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اسحاق بن جعفر صادقؑ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ

میں ایک دن اپنے باپ کے پاس تھا کہ آپ سے علی بن عمر بن علی نے سوال کیا کہ

میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بعد ہم لوگ کس کی پناہ میں جائیں؟

تو آپ نے فرمایا کہ

ان دونوں زرد کپڑوں اور دو زلفوں والے کی طرف اور ابھی ابھی وہ اس دروازے سے تم پر ظاہر ہوگا۔

پس تھوڑی دیر ہم رکے کہ ہم پر دو ہشتیاں ظاہر ہوئیں جنہوں نے دروازے کے دونوں پارٹ پکڑ رکھے تھے یہاں

تک کہ وہ کھل گئے اور حضرت ابو ابراہیم (موسیٰ کاظمؑ) ہم پر ظاہر ہوئے وہ اس وقت پہنچے تھے اور انہوں نے دو

لرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

(۱۲) محمد بن ولید نے روایت کی ہے کہ

میں نے علی بن جعفر صادقؑ بن محمدؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میں نے اپنے والد جعفر بن محمدؑ کو اپنے خواص اور اصحاب کی ایک جماعت سے خطاب کرتے یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میرے بیٹے موسیٰ کے بارے میں ابھی وصیت کر دیکھو کہ وہ میری اولاد میں سے افضل ہیں اور انہی کو میں اپنے

بعد خلیفہ بناؤں گا اور وہی میرے قائم مقام اور میرے بعد ساری مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔

جناب علی بن جعفرؑ اپنے بھائی حضرت موسیٰ (کاظمؑ) سے شدت سے تعلق و تسک رکھنے ان کا دامن تھامنے اپنی توجہ کا مرکز

رہائے ان سے تمام احکام و دین مائل کرتے تھے آپ (علی بن جعفرؑ) نے آنحضرتؐ سے مشہور مسائل اور ان کے جوابات سنا

آگے روایت کئے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے بیان و توضیح کی ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات و اخبار ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام

کچھ دلائل اور آپ کی آیات و علامات اور معجزات کا ذکر

(۱) مجھے خبر دی ہے ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولوب نے محمد بن یعقوب کلینی سے جس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اس نے ابو یحییٰ واسطی سے اس نے ہشام بن سالم سے وہ کہتا ہے کہ ہم ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق ع) کی وفات کے بعد مدینہ میں تھے اور صاحب طاق محمد بن نعمان اور دوسرے لوگ عبد اللہ بن جعفر کے پاس اکٹھے ہوئے کہ وہ اپنے باپ کے بعد صاحب امر ہیں پس ہم بھی اس کے پاس گئے جب کہ دوسرے لوگ اس کے پاس موجود تھے تو ہم نے اس سے پوچھا کہ کواۃ کے متعلق کہہ سکتے ہیں یا نہیں ہوتی ہے تو اس نے کہا کہ

وہ موجود رہے ہیں سے پانچ درہم

تو ہم نے کہا کہ

پھر تنویر کتنی ہوگی اس نے کہا کہ

اڑھائی درہم

تو ہم نے کہا کہ

خدا کی قسم یہ تو مرجعہ بھی نہیں کہتے!

وہ کہنے لگا

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ مرجعہ کیا کہتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہم وہاں سے گمراہی کی حالت میں نکلے ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ہم کدھر جائیں تو ہم یحییٰ میں اور ابو جعفر اولیٰ مدینہ کے ایک کوچہ میں روتے ہوئے بیٹھ گئے یہ نہیں جانتے کہ کس طرف جائیں اور کس کا قصد و ارادہ کریں ہم کہتے تھے مرجعہ کی طرف قدریہ کی طرف یا زیدیہ کی طرف جائیں پس ہم اسی حالت میں تھے کہ میں نے ایک بوڑھے مرد کو دیکھا کہ جسے میں نہیں پہچانتا تھا جو مجھے ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کر رہا تھا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ ابو جعفر منقولہ کا جاسوس نہ ہو اور یہ اس لیے کہ اس کے جاسوس مدینہ میں موجود تھے کہ حضرت جعفر علیہ السلام کے بعد جس پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے اس کو گرفتار کر کے اس کی گردن اڑادی جائے۔ تو مجھے ڈر لگا کہ انہی میں سے نہ ہو اور میں نے احوال سے کہا کہ مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ مجھے اپنے اور تمہارے درمیان خطر ہے اور وہ اس وقت مجھے بلا رہا ہے کہ کہہ رہے ہیں

تم مجھ سے دور چلے جاؤ۔ اور ہلاکت میں نہ پڑو اور اپنے آپ کے ساتھ معین و مددگار نہ بنو پس وہ مجھ سے کافی دور ہو گیا اور میں اس بوڑھے کے پیچھے چل پڑا اور یگانا مجھے اس لیے ہو گیا کہ میں اس سے چھٹکا را پانے کی قدرت نہیں رکھتا اور میں اس کے پیچھے چلتا رہا اور میں مرتے کا عزم کر چکا تھا یہاں تک کہ وہ مجھے ابو الحسن موسیٰ کے دروازے پر لے آیا اور مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا اچانک اس دروازے پر ایک خادم تھا جس نے مجھے کہا، خدا تم پر رحم کرے اندر آیا وہ میں اندر گیا تو سنا منے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام موجود تھے اور انہوں نے بغیر کسی تہید کے فرمایا

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے پدر گرامی دنیا سے چلے گئے فرمایا ہاں! راوی نے کہا قوت ہو گئے فرمایا ہاں! تو میں نے کہا کہ اب ان کے بعد کون ہے! فرمایا اگر خدا نے تمہاری ہدایت چاہی تو مجھے ہدایت کر دے گا۔

میں نے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں آپ کا بھائی عبد اللہ گمان کرتا ہے کہ اپنے باپ کے بعد وہ امام ہے تو آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ چاہتا ہے کہ خدا کی عبادت نہ ہو سکے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں تو آنحضرت کے بعد ہمارے لیے کون ہے! فرمایا اگر خدا نے تیری ہدایت چاہی تو وہ تیری ہدایت کر دے گا میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں تو آپ ہی وہ فرمایا میں نے ابھی تو نہیں کہا، راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے صحیح طریقہ سے سوال نہیں کیا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں آپ پر کوئی امام ہے فرمایا نہیں، راوی کہتا ہے پس آپ کی عظمت و مسیت سے کوئی ایسی چیز مجھ میں داخل ہو گئی کہ جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔

پھر میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں آپ سے اسی طرح سوال کروں جس طرح آپ کے پدر بزرگوار سے سوال کیا تھا تھا آپ نے فرمایا کہ سوال کرو گے تو تمہیں بتا دیا جائے گا لیکن اس راز کو فاش نہ کرو اور اگر اسے افشاء کیا تو اور لوگوں کے سامنے اسے ظاہر کیا تو پھر قتل و فوج ہونا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے آپ سے سوالات کیے تو آپ ایسا سمندر تھے جو کہ پانی نکالے کم نہیں ہوتا تھا میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بابا کے شیعہ تو گمراہ ہو رہے ہیں تو میں انہیں اس امر و امامت کی خبر دوں اور انہیں آپ کی طرف بلاؤں لیکن آپ نے تو مجھ سے چھپانے کا عہد لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس میں ان میں سے رشد و ہدایت مخصوص کرو اس کو اثناء کرو اور بناؤ لیکن اس سے پوشیدہ رکھنے کا عہد کو کوئی نہ کرے اگر یہ راز فاش ہو گیا تو وہی فوج ہونا ہے اور آپ نے باتحہ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں آپ کی بارگاہ سے نکلا اور ابو جعفر احوال سے ملاقات کی، تو اس نے پوچھا کیا معاملہ تھا! میں نے کہا ہدایت تھی اور اس سے سارا واقعہ سنایا، راوی کہتا ہے کہ پھر ہم نے زرارہ اور ابو بصر سے ملاقات کی اور ان سے سارا واقعہ سنایا اور دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کی گفتگو سنی اور آپ سے سوالات کیے اور انہیں آپ کی امامت کا قطع و یقین پیدا ہو گیا، پھر ہم نے گروہ درگروہ لوگوں سے ملاقات کی تو جو بھی آپ کی خدمت میں جاتا اسے یقین پیدا ہوئے عمار سابی کے ٹوٹے کے۔ باقی رہا عبد اللہ بن جعفر اس کے پاس تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

(۲) مجھے خبر دی ہے ابو القاسم جعفر بن محمد بن قلوبیہ نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے جس نے اپنے باپ سے اور اس نے رافعی سے، وہ کہتا ہے کہ

میرا ایک چچا زاد بھائی تھا جسے حسن بن عبد اللہ کہتے تھے اور وہ زاہد و پرہیزگار تھا اور اس کی دین میں ید و جہد کی وجہ سے بادشاہ اس سے ڈرتا تھا اور بعض اوقات وہ بادشاہ کو اس کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا جس سے اسے قصہ تو آجاتا تھا لیکن بادشاہ اس کی صابریّت اور نیکی کی وجہ سے اسے برداشت کر لیتا پس اس کا یہی حال رہا یہاں تک کہ ایک دن وہ مجھ میں گیا کہ میں ابو الحسن بھی موجود تھے آپ نے اُسے اشارہ کیا تو وہ آپ کے پاس آگیا اور آپ نے اس سے فرمایا، کہ اے ابوعلی! مجھے تیری یہ حالت اس قدر محبوب ہے جس میں تو ہے اور مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے لیکن تجھے معرفت نہیں ہے پس معرفت کی تلاش کرو تو اس نے آپ سے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں اور یہ معرفت کیا چیز ہے! آپ نے فرمایا، جاؤ اور اسے سمجھو، اور حدیث کو تلاش کرو وہ کہنے لگا، کس سے فرمایا، اہل مدینہ کے فقہاء سے پھر اس حدیث کو میرے سامنے پیش کرو۔

راوی کہتا ہے کہ وہ گیا اور کچھ احادیث لکھ کر آپ کے پاس لایا تو آپ نے وہ سب کٹوا دیں اور پھر اس سے فرمایا، جاؤ اور معرفت حاصل کرو اور وہ شخص اپنے دین کو اہمیت دیتا تھا راوی کہتا ہے پس وہ مسلسل ابو الحسن کی تلاش میں رہتا یہاں تک کہ آپ اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے تو وہ راستہ میں آپ کو ملا اور آپ سے کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان جاؤں میں خدا کے سامنے آپ کے خلاف احتجاج کروں گا پس مجھے راہنمائی کی جائے اس چیز کی طرف کہ جس کی معرفت محمد پر واجب ہے راوی کہتا ہے پس آپ نے اس کو امیر المؤمنین کے امرا اور آپ کے قی اور جو کچھ آپ کے متعلق واجب ہے اور امام حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفر بن محمدؑ کے امرا امامت کی خبر دی اور پھر خاموش ہو گئے۔

تو وہ آپ سے لگا آپ پر قربان جاؤں پس آج کون امام ہے فرمایا اگر میں تجھے اس کی خبر دوں تو میری بات کو قبول کرے گا اس نے کہا، جی ہاں، آپ نے فرمایا کہ وہ میں ہوں، کہنے لگا کہ کوئی ایسی چیز بھی ہے کہ جسے میں دلیل قرار دوں!

فرمایا، اس درخت کے پاس جاؤ اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا ایک درخت بقیلان (بول) کی طرف اور اس سے جا کر کہو کہ تجھے موسیٰ بن جعفر کہہ رہا ہے آگے بڑھو۔

وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ زمین کو جیرتا ہوا آنحضرتؐ کے سامنے اکھڑا ہوا پھر آپؐ نے اس درخت کو واپس جانے کا اشارہ کیا تو وہ واپس چلا گیا۔

پس اس نے آج کی امامت کا اقرار کیا پھر اس نے خاموشی اور عبادت کو اپنا وسیلہ بنالیا اس کے بعد کسی نے اس کو بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(۳) احمد بن محمد بن علی سے اس نے ابو یوسف سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو الحسن موسیٰ بن جعفر سے عرض کیا۔

آپؐ پر قربان جاؤں امام کو ن چیزوں سے پہچانا جاتا ہے آپؐ نے فرمایا کہ ہر حال ان میں سے پہلی یہ ہے کہ اسے اس چیز سے پہچانا جاتا ہے، جو اس کے باپ کی طرف سے اس کے متعلق پیش ہوا اور وہ اس کی نشاندہی کرے تاکہ وہ حجت قرار پائے اور (دوسری یہ کہ) اس سے سوال کیا جائے تو وہ جواب دے اور جب اس سے خاموشی اختیار کی جائے تو وہ خود بخود بتائے اور جو کچھ کو ہونے والا ہے اس کی خبر دے اور لوگوں کے ساتھ ہر زبان میں گفتگو کر سکے،

پھر فرمایا۔

اے ابو محمد! میں تجھے یہاں سے اٹھنے سے پہلے ایک علامت دوں گا۔

پس میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ اہل فراسان میں سے ایک شخص آپؐ کی حدیث میں حاضر ہوا اور اس خراسانی نے آپؐ سے عربی میں گفتگو کی اور ابو الحسنؑ نے اسے فارسی میں جواب دیا تو خراسانی نے جو عرض کیا۔

تو اس کی قسم تجھے فارسی بولنے میں کوئی چیز مانع اور رکاوٹ نہ تھی مگر میرا یہ گمان تھا کہ آپؐ فارسی زبان اچھے طریقہ سے نہیں جانتے۔

تو آپؐ نے فرمایا

سبحان اللہ! اگر میں آپؐ کی طرح جواب نہیں دے سکتا تو پھر مجھے تم پر کیا نصیحت ہے کہ جس کی وجہ سے میں امامت کا مستحق ہوں!

پھر آپؐ نے فرمایا کہ

اے ابو محمد! امام پر لوگوں میں سے کسی کی کلام و زبان مخفی نہیں ہوتی اور نہ ہی پرندوں کی زبان اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی زبان کہ جس میں روح ہو۔

(۴) عبداللہ بن ادریس نے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ ہارون الرشید نے علی بن یقطین کی عزت و اکرام بڑھانے کے لیے ایک دن کچھ کپڑے بھیجے کہ جن میں ایک ارشم واون سے بنا ہوا سیاہ رنگ کا جیرہ بھی تھا کہ جو بادشاہوں کے لباس میں سے تھا کہ جسے سونے کے تاروں سے وزنی اور قیمتی بنایا گیا تھا تو علی بن یقطین نے وہ اکثر کپڑے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں بھیج دیئے اور ان میں وہ جیرہ بھی تھا اور ان کے ساتھ اس مال کا بھی اضافہ کیا، جو اپنے دستور کے مطابق اس نے تیار کیا تھا کہ جسے اپنے مال کے خمس میں سے بھیجا کرتا تھا، پس یہ اموال جب ابوالحسن کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے باقی مال اور کپڑے تو قبول کر لیے لیکن وہ جیرہ قاصد کے ہاتھ علی بن یقطین کو واپس بھیج دیا اور انہیں لکھا کہ اس کو حفاظت سے رکھو اور اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو کیونکہ غنقریب تم پر ایک ایسا وقت آئے گا جب تمہیں اس کی ضرورت ہوگی۔

تو علی بن یقطین اس جیرہ کے واپس کرنے پر شک میں پڑ گئے، اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کا سبب کیا ہے اور انہوں نے وہ جیرہ محفوظ کر کے رکھ دیا چند دنوں بعد علی بن یقطین اپنے ایک خاص نوکر پر باراض ہوئے اور اسے نوکر سے یہ طرف کر دیا اور اس ملازم کو پتہ تھا کہ علی بن یقطین حضرت ابوالحسن موسیٰ کی طرف مائل ہیں اور وہ اس بات سے واقف تھا جو ہر موقع پر وہ مال اور لباس اور دیگر اکرام و احترام آپ سے کرتا تھا تو اس نے ان کی چٹائی رشید کو کی اور کہا کہ یہ تو موسیٰ بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں اور ہر سال اپنے مالی کامس انہیں بھیجتے ہیں اور وہ جیرہ بھی اس نے انہیں بھیج دیا تھا جو کہ فلاح وقت «امیر المؤمنین» نے ان پر کرم فرماتے ہوئے دیا تھا تو رشید اس سے آگ بگولہ ہو گیا اور اسے سخت غصہ آیا اور رشید کہنے لگا۔

میں ضرور ان واقعات کا احتیاط کروں گا اگر معاملہ اسی طرح ہو جس طرح تو نے بیان کیا ہے تو میں اس کی جان لے لوں گا۔

اور اسی وقت کسی کو علی بن یقطین کے حاضر کرنے کے لیے بھیجا جب علی اس کے سامنے آکھڑے ہوئے تو ان سے کہنے لگا، کہ وہ جیرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں پہنایا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ

«امیر المؤمنین» وہ ایک ہر شہدہ طرف میں میرے پاس رکھا ہے اور میں نے اس کو خوشبو میں محفوظ رکھا ہوا ہے جب میں صبح کو اٹھتا ہوں تو وہ طرف کھول کر تبرک کے طور پر اسے دیکھتا ہوں اور اس کا بوسہ لیتا ہوں اور پھر اسے اس کی جگہ رکھ دیتا ہوں اور جب شام ہوتی ہے تو پھر بھی ایسا کرتا ہوں۔ رشید کہتے لگا کہ اس کو اسی وقت حاضر کرو۔

علی نے کہا، جی ہاں اسے درامیر المؤمنین،

پس انہوں نے ایک خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ

میرے گھر کے خلال کمرے کی طرف جاؤ اور میرے خزانچی سے اس کی چابی لو اور اس کو کھول کر خلال کمرے کو کھولو اور اس میں جو ہر شدہ طرف رکھا ہے اسے لے آؤ۔

پس تھوڑی دیر میں وہ خادم وہ ہر شدہ طرف لے آیا اور اسے رشید کے سامنے رکھ دیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کی مہر توڑ کر اسے کھولا جائے، پس جب کھولا گیا تو جبہ کو اس کی حالت میں دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا خوشبو میں ڈوبا ہوا ہے تو رشید کا غصہ ختم ہو گیا، پھر اس نے علی بن یقین سے کہا کہ رشید دہایت کے ساتھ واپس جاؤ آئینہ میں ہرگز تنہا ہے متعلق کسی چیل نور کی تصدیق نہیں کروں گا۔

اور حکم دیا کہ اس کے ساتھ ایک اعلیٰ قسم کا تہنیں انعام بھی دیا جائے اور یہ فرمان جاری کیا کہ اس خادم کو کہ جس نے چیل کی تحی ہزار کوڑے لگائے جائیں پس تقریباً چھ سو کوڑے اسے لگے تھے کہ وہ مر گیا۔

(۵) محمد بن اسماعیل نے محمد بن فضل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

ہمارے اصحاب کے درمیان وضو میں مسح کے بارے میں روایت میں اختلاف ہو گیا کہ کیا وہ انگلیوں سے پاؤں کے درمیان والی ابھری ہوئی جگہ تک ہے یا پاؤں کی اس ابھری ہوئی جگہ سے انگلیوں تک ہے تو علی بن یقین نے ابو موسیٰ کی حدیث میں خط لکھا کہ

کین آپ پر قربان ہاؤں ہمارے اصحاب نے دونوں پاؤں کے مسح میں اختلاف کیا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنے خط سے مجھے لکھ کر بھیجیں کہ میں پر میں عمل کروں انشاء اللہ اسی پر عمل کروں گا۔

پس ابو الحسن نے لکھا

جو کچھ تو نے وضو میں اختلاف کے بارے میں ذکر کیا میں نے سمجھ لیا ہے۔ اور وہ چیز جس کا اس بارے میں میں نہیں حکم دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم تین مرتبہ کلی کرو اور تین مرتبہ تک میں پانی دلو اور تین مرتبہ اپنا منہ دھو لو اور اپنی دائرہ کی بالوں کے درمیان خلال کرو اور اپنے ہاتھ انگلیوں سے کہنوں تک دھوؤ اور سارے سر کا مسح کرو اور کانوں کے اوپر اور اندر والے حصہ کا مسح کرو اور تین مرتبہ اپنے پاؤں کو اور پاؤں کی ابھری ہوئی جگہ تک دھوؤ اور اس کی محافلت کر کے کچھ اور ترکرنا۔

تو جب علی بن یقین کو خط ملا تو جو امام اسے اس میں لکھا تھا کہ اس سے انہیں تعجب ہوا کہ جس کے خلاف پوری جماعت شیعہ کا اجماع و اتفاق ہے پھر انہوں نے کہا کہ

میرے مولا بہتر جانتے ہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اور میں آپ کے حکم کی اطاعت کروں گا۔

لہذا وہ اسی طریقہ سے وضو کرتے تھے اور اس کی مخالفت کرتے تھے کہ جس پر تمام شیعہ ابو الحسنؑ کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اسی دوران علی بن یقین کی رشید کے ہاں چغلی اور شکایت ہوگی اور کہا گیا کہ وہ رافضی اور آپ کا مخالف ہے تو رشید نے اپنے کسی خاص ہوا رہی سے کہا کہ

میرے پاس علی بن یقین کی بہت سی شکایات آتی ہیں اور یہ اتنا کہ وہ ہمارا مخالف ہے اور وہ رافضیت کی طرف مائل ہے اور میں نے اپنی خدمت میں اس کی کوئی کوتاہی نہیں دیکھی ہے اور میں تو کئی دفعہ اس کا امتحان بھی کر چکا ہوں پس اس سے وہ چیز ظاہر نہیں ہوئی کہ جس سے اسے متہم کیا گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا امتحان اس طریقہ پر کروں کہ اسے معلوم نہ ہو اور وہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ نکال سکے۔

تو اسے کہا گیا کہ دراصل امیر المومنین، رافضی اہل سنت کے ساتھ وضو میں مخالفت ہیں اور وہ اس میں تخفیف یعنی کم دھونے اور پاؤں نہ دھونے کے قائل ہیں لہذا اس کا امتحان کیجئے، اس کے وضو پر ایسے طریقہ سے اطلاع حاصل کریں کہ اسے معلوم نہ ہوتے پائے تو رشید کہنے لگا بے شک اس طریقہ پر اس کا معاملہ رائج ہوگا۔

پھر اس کو ایک مدت تک چھوڑے رکھا پھر اپنے گھر میں کوئی کام اس کے ذمہ لگا دیا یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا تو رشید دیوار کے پیچھے ایسی جگہ کھڑا ہو گیا کہ جہاں سے رشید انہیں دیکھ سکتا تھا لیکن وہ رشید کو نہیں دیکھ سکتے تھے، تو علی نے وضو کے لیے پانی منگوایا، پس تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا اور دائرہ کلی کے بالوں میں خلائ کیا اور ہاتھ کہنتوں تک تین مرتبہ دھوئے اور پورے سر اور کانوں کا مسح کیا اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے اور رشید اسے دیکھتا رہا تو جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے اس طرح وضو کیا ہے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور ان کی اس طرح بھانجا کہ انہوں نے اسے دیکھا پھر انہیں پکار کر کہنے لگا،

اے علی بن یقین! وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تم رافضیوں میں سے ہو۔

اور ان کی حالت رشید کے ہاں درست ہو گئی اور میں اسی وقت ابو الحسن امام موسیٰ کاظمؑ کا انہیں خط ملا آب وضو کرو جس طرح خدا نے تمہیں حکم دیا ہے ایک دفعہ وضو کر کے پورے منہ دھو لو اور ایک دفعہ استنجاب کی بناؤ پورا اور ہاتھ اس طرح کہنتوں سے دھویا کرو اور سر کے اگلے حصہ کا اور پیروں کے اوپر والے حصہ کا انگلیوں کے سرے سے کہنتیں یعنی اٹھی ہوئی جگہ تک) وضو کی تری سے پیچھے ہوئے سے مسح کرو بے شک وہ مصیبت ٹل گئی ہے جس کا تجھ پر خوف تھا، ہوا السلام،

(۴) علی بن ابو حمزہ بطنی نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن موسیٰ ایک مرتبہ مدینہ سے اپنی زمین کے لیے نکلے جو مدینہ سے باہر تھی اور میں بھی ان کے ساتھ ہوا اور آپ ایک حجر پر سوار تھے اور میں اپنے گدے پر، پس جب ہم نے کچھ راستہ طے کر لیا تو ہمارے سامنے ایک شیر آگیا میں ڈر کے مارے رک گیا اور ابو الحسن بے پرواہی سے اس کی طرف آگے بڑھے پس میں نے دیکھا کہ شیر ابو الحسنؑ کے سامنے عاجزی اور ذلت کا اظہار کرتے لگا ابو الحسنؑ رک گئے جس طرح کان

لگا کر اس کی گرج کی آواز سن رہے ہوں، اور شیر نے اپنا اگلا پاؤں چھری کی گردن پر رکھ دیا اور میرا نفس اس سے محزون ہو رہا تھا اور مجھے خوف ہو رہا تھا کہ شیر پھر راستہ سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت ابوالحسنؑ نے اپنا رخ تبدیل کر کے طرف کیا، اور دعا مانگتے رہے اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے کہ جس کو میں نہیں سمجھ سکتا تھا پھر آپؑ نے شیر کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے جاؤ، تو شیر کافی دیر تک گر قبار ہا اور ابوالحسنؑ فرماتے رہے آمین آمین اور شیر واپس چلا گیا یہاں تک کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا، اور ابوالحسنؑ اپنے رخ پر چل پڑے اور میں بھی آپؑ سے جا ملا پس جب ہم اس جگہ سے دور نکل گئے تو میں نے آپؑ کے پاس جا کر عرض کیا کہ

آپؑ پر قربان جاؤں اس شیر کا کیا ماجرا تھا اور میں تو خدا کی قسم ڈر رہا تھا جو اس کی آپؑ کے ساتھ کیفیت تھی مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا تو ابوالحسنؑ نے مجھ سے فرمایا کہ

وہ میرے پاس شکایت کرنے آیا تھا کہ اس کی شیرنی پر بچہ کی ولادت ہو رہی ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں خداوند عالم سے دعا کروں کہ وہ اس کی تنگی کو دور کر دے اور میں نے اس کے لیے دعا کی ہے اور میرے دل میں اعتقاد ہوا کہ وہ نہ بچہ جنے گی پس میں نے اسے اس کی خبر دی تو وہ کہنے لگا کہ

آپؑ خدا کی امان و حفاظت میں یائیں اور خدا آپؑ پر، آپؑ کی اولاد پر اور آپؑ کے کسی شیعہ پر کسی درندے کو مسلط نہ کرے تو میں نے کہا آمین۔

اور آپؑ اس باب میں اخبار و روایات بہت ہی اور جو کچھ ہم نے ثبت و ضبط کیا ہے اس میں کفایت ہے اسی دستور کے مطابق جو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہی یہ احسان ہے۔

آپؑ کے فضائل و مناقب اور خصائل کا ذکر جس کی وجہ سے آپؑ

باقیوں سے ممتاز ہیں

ابوالحسنؑ اپنے اہل زمانہ کے لحاظ سے سب سے بڑے عابد و فقیہ سخی اور کریم النفس تھے روایت ہے کہ آپؑ نماز تہجد بڑھتے تھے تو اسے نماز صبح سے ملا دیا کرتے تھے پھر تعصبات میں مصروف رہتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا اللہ کے لیے سجدہ میں جھک جاتے، اپنا سر دُعا اور حمد و ثنا کرتے وقت نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ زوالِ شمس کا وقت ہو جاتا اور آپؑ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الرَّاحَةَ عِنْدَ النَّوْمِ وَالْعَمَلُوعِنْدَ الْحِسَابِ۔ خدا یا میں موت کے وقت راحت و آرام کا اور حساب کے وقت مہربانی کا سوال کرتا ہوں، اور اسے بار بار فرماتے تھے۔

اور آپ کی ایک یہ دعا تھی۔

”عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك“

میرے بندے سے عظیم گناہ ہوئے ہیں پس تیری طرف سے اچھی عفو و مہربانی ہو۔

اور آپ خوف خدا سے اتنا گریہ کرتے تھے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور آپ اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں میں سے سب سے زیادہ صبر جمعی کرنے والے تھے۔

رات کے وقت مدینہ کے فقراء کی دیکھ بھال کرتے ہیں ان کے لیے زمبلی (لوکری) لے جاتے کہ جس میں مونا چاندی دو تیار و درہم آٹا اور کجوریں ہوتیں پس یہ چیزیں ان کو پہنچاتے لیکن انہیں یہ پتہ نہ چلتا کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔

بچے شریف ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے خبر دی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے میرے دادا یحییٰ بن حسن بن جعفر نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے اسماعیل بن یعقوب نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن عبد اللہ بکری نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں قرض لینے کی تلاش میں آیا تو اس نے مجھے ماجر کر دیا یعنی (قرض کہیں سے نہ ملا) پس میں نے مدینہ میں کہا اگر ابو الحسن موسیٰ کے پاس جاؤں تو (بہتر ہے) تاکہ ان سے یہ شکایت کروں، پس میں آپ کے پاس مقام تھی میں گیا جہاں آپ کی زمین تھی، پس آپ میری طرف تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا تھا اور اس کے پاس ایک چھتی تھی کہ جس میں نیم پختہ گوشت کے ٹکڑے تھے اور آپ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا پس آپ نے اور میں نے مل کر وہ گوشت کھایا پھر آپ نے مجھ سے میری حاجت کے متعلق سوال کیا تو میں نے آپ سے اپنا واقعہ بیان کیا پس آپ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد باہر آئے اور اپنے غلام سے کہا تم چلے جاؤ پھر آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں تین سو دینار تھے اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس چلے گئے اور میں بھی وہاں سے اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس آ گیا۔

بچے خبر دی شریف ابو محمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے جس نے اپنے کئی اصحاب اور مشائخ (ساتھ) سے روایت کی کہ۔

ایک شخص عمر بن خطاب کی اولاد میں سے مدینہ میں رہتا تھا جو حضرت ابو الحسن موسیٰ کو اذیت پہنچاتا اور جب آپ کو دیکھتا تو گالیاں بکتا اور حضرت علیؓ کو برا بھلا کہتا تو آپ کے کچھ ہم نشینوں نے آپ سے عرض کیا ہمیں اجازت دیجئے ہم اس فاجر کو قتل کر دیتے ہیں تو آپ نے انہی سختی سے منع کیا اور بہت جھڑکا پھر آپ نے عمری کے متعلق سوال کیا تو ذکر ہوا کہ وہ مدینہ کی ایک طرف زراعت کرتا ہے پس آپ سوار ہو کر اس کی طرف گئے اور اسے اس کے کھیت میں دیکھا تو آپ گھسے پر سوار اس کے کھیت میں چلے گئے اس پر عمری پیچ دیکار کرتے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو لیکن حضرت اس کے کھیت کو روندتے ہوئے اس تک پہنچ گئے اور اس کے پاس اپنی سواری سے اتر کر بیٹھ گئے اور

اس سے کشادہ روی سے پیش آئے اور ہنستے رہے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اس زراعت پر کتنا خرچہ کیا ہے! کہنے لگا کہ تو دینار، آپ نے فرمایا کہ تجھے اس سے کتنی آمدنی کی امید ہے! وہ کہنے لگا کہ دو سو دینار حاصل ہوں گے! راوی کہتا ہے کہ ابو الحسن نے ایک تخیلی تسکلی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا یہ تیرا کھیت بھی اپنی حالت پر رہے اور خدا تجھے اس میں سے اتنا رزق دے کہ تجھنے کی تجھے امید ہے! راوی کہتا ہے کہ میں عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپ کے سر کا دوسرا لیا اور آپ سے سوال کیا کہ اس کی کوتاہی سے درگزر فرمائیں! ابو الحسن اس سے سلتے مسکراتے رہے اور واپس آگئے! راوی کہتا ہے کہ آپ مسجد میں گئے اور وہاں عمری کو بیٹھے ہوئے دیکھا جب اس نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ

خدا بہتر جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت کو قرار دیتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے ساتھ اس کی طرف کو دپڑے اور کہنے لگے کہ تو بتا تیرا کیا معاملہ ہے! تو تو اس کے علاوہ کچھ کہا کرتا تھا، راوی کہتا ہے کہ اس نے کہا، تم نے سن لیا ہے جو کچھ میں نے اب کہا ہے! اور وہ حضرت ابو الحسن کو دعائیں دینے لگا پس وہ اس سے جھگڑتے تھے اور وہ ان سے الجھتا تھا اور جب حضرت اپنے گھر واپس آئے تو آپ نے اپنے ان ہم نشینوں سے فرمایا کہ جنہوں نے آپ سے عمری کے قتل کرنے کی اجازت چاہی تھی کہ کون سی چیز بہتر تھی جو تم نے ارادہ کیا تھا یا جو میں نے ارادہ کیا میں نے اس کی اتنے مال سے اصلاح کر دی جو تمہیں معلوم ہے اور اس سے اس کے شر اور بدی کی کفایت بھی کر لی۔

اہل علم کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو الحسن دو سو سے تین سو دینار تک بخشش کرتے تھے اور "موسیٰ کی نصیبیاں" ضرب انش تھی۔

ابن عمارہ اور اس کے علاوہ دوسرے راویوں نے ذکر کیا ہے کہ جب رشید حج کے لیے گیا اور مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ کے رہنے والے بڑے بڑے لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور ان سے آگے آگے موسیٰ بن جعفر اپنے خجریہ پر سوار تھے تو آپ سے ریحہ (جو بارہ دن کا قاصد واپس تھا) نے کہا کہ یہ کسی سواری ہے جس پر آپ نے "امیر المؤمنین ہارون سے ملاقات" کی ہے اگر اس پر سوار ہو کر کسی کو تلاش کرنا چاہیں تو اسے نہیں پاسکتے اور اگر کوئی آپ کو تلاش کرنا چاہے جب آپ اس پر سوار ہوں تو نکل کر نہیں پاسکتے تو آپ نے فرمایا کہ یہ گھوڑے کی منکراتہ چال سے پست اور گدھے کی پستی سے بلند ہے اور بہترین امور درمیانہ ہوتے ہیں۔ (میانہ روی بہترین چیز ہے)

کہتے ہیں کہ جب ہارون رشید مدینہ میں داخل ہوا تو نبی کریم کی زیارت کے لیے گیا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے تو رشید رسول اللہ کی قبر مطہر کی طرف بڑھا اور کہنے لگا کہ

السلام علیک یا رسول اللہ! السلام علیک یا بنی عبد

اللہ کے رسول اور بچا کے بیٹے، تم پر سلام ہے۔

اور وہ اس سے دوسرے لوگوں کے سامنے اپنا اظہارِ فخر کرنا چاہتا تھا تو حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ قرطی شریف نے گئے اور فرمایا ”السلام عندک یا رسول اللہ! السلام عندک یا ابا“

”اللہ کے رسول! اور اے ابا جان! آپ پر سلام ہو“

تو رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس میں غیظ و غضب کے آثار ظاہر ہوتے گئے ابو زید نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے عبد الحمید نے خبر دی۔ وہ کہتا ہے کہ محمد بن حسن نے ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ سے رشید کی موجودگی میں سوال کیا اور وہ اس وقت مکہ میں تھے تو اس نے کہا کہ کیا محرم (احرام باندھتے والے) کے لیے جائز ہے کہ اس پر اس کے محل کا سایہ ہو تو حضرت موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ اختیاری صورت میں یہ جائز نہیں ہے۔

تو محمد بن حسن نے کہا کہ کیا سایہ کے نیچے اختیاری صورت میں چلنا جائز ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ ہاں، تو اس سے محمد بن حسن ہنسنے لگا تو ابوالحسن موسیٰؑ نے فرمایا کہ کیا تم رسول اللہؐ کی سنت سے تعجب کرتے ہو اور اس کا استحضار کرتے ہو، آپؑ نے احرام کی حالت میں محل کا سایہ مٹا دیا تھا اور آپؑ سایہ کے نیچے چلے جب کہ محرم تھے اور اسے محمدؑ احکام خدا میں قیاس نہیں کیا جاسکتا اور جو بعض احکام کا دوسرے احکام پر قیاس کرے وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہے۔ پس محمد بن حسن خاموش ہو گیا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

لوگوں نے ابوالحسن موسیٰؑ سے روایت کی اور بہت سی احادیث کی روایت کی ہے اور وہ جناب اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے جس طرح ہم پہلے پیش کر چکے ہیں، وہ کتابِ خدا کے زیادہ محافظ و محافظ تھے، بڑی ابھی آواز میں قرآن کی تلاوت فرماتے اور جب آپؑ قرآن پڑھتے تو سننے والے محزون ہوتے اور آپؑ کی تلاوت سے گریہ کرتے تھے اور مدینہ کے کچھ لوگ آپؑ کو زین المتجدین (نبی گزاروں کی زینت) کہا کرتے تھے۔ آپؑ کو کاظم کے لقب سے اس لیے ملقب کیا گیا کیونکہ آپؑ عقہ کو ضبط کرنے والے اور ظالموں کے ظلم پر میر کرنے والے تھے یہاں تک کہ انہیں ظالموں کی قید و بند میں رہ کر شہید ہو کر کوچ کر گئے۔

آپ کی وفات کا سبب اور اس کی کچھ

کیفیت

بارون رشید کے ابوالحسن موسیٰؑ کو گرفتار کر کے قید کرتے اور شہید کرتے کا سبب وہ ہے جسے احمد بن عبید اللہ بن عمار نے علی بن محمد نوخی سے اس نے اپنے باپ اور احمد بن محمد بن سید اور ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ سے نقل کیا ہے جنہوں نے اپنے بزرگوں سے نقل کیا اور انہوں نے کہا کہ

موسیٰ بن جعفرؑ کو گرفتار کرنے کا سبب یہ تھا کہ بارون رشید نے اپنے بیٹے کو جعفر بن محمد بن اشعث کی گود میں قرار دیا تو یحییٰ بن خالد

بن برک کو اس پر حسد آیا اور اس نے (دل میں کہا) کہا کہ اگر خلافت اس تک پہنچی تو میری اور میری اولاد کی حکومت زائل ہو جائے گی تو اس نے جعفر بن محمد کے خلاف مکرو و حیل کیا اور وہ (جعفر) امامت (ائمہ اہل بیت) کا قائل تھا یہاں تک کہ یہ جیلے نے اس تک آنا جانا شروع کیا محبت و انس کا اظہار کیا اور اکثر اس کے گھر میں آیا جایا کرتا اس طرح تمام حالات سے واقف ہو کر اسے رشید کے سامنے پیش کرتا اور اس میں کچھ اپنے پاس سے لگاتا جس سے رشید کے دل میں جرح و قدر پیدا ہوتی پھر اس نے ایک دن اپنے کسی قابل و ثوق شخص سے کہا کیا تم آل ابوطالب میں سے کسی شخص کو جانتے ہو یا جو وسعت اور خوش حالی میں نہ ہو جو مجھے وہ چیزیں بتائے کہ جن کی مجھے ضرورت ہے تو اسے علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد کی راہنمائی کی گئی تو علی بن خالد نے اس کے پاس کچھ مال بھیجا اور علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ مانوس تھے اس سے صلہ رحمی فرماتے اور اس سے نیکی و احسان کرتے تھے پھر علی بن خالد نے اس علی بن اسماعیل کی طرف کسی کو بھیجا جو انہیں رشید کے ہاں آئے کی دعوت دے اور اس سے احسان کرتے کا وعدہ کیا تو اس نے یہ ارادہ کر لیا جب اس کو جناب موسیٰ کاظمؑ نے محسوس کیا تو اسے بلایا اور اس سے فرمایا اے بھتیجے کہاں کا ارادہ ہے! وہ کہنے لگا کہ بعد ازاں، آپ نے فرمایا کہ وہاں جاکر کیا کرو گے؟ تو وہ کہنے لگے کہ مجھ پر قرض ہے، اور میں فقر و فاقہ میں بھی ہوں، تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں تیرا قرض ادا کروں گا اور تجھ سے نیکی و احسان کروں گا تو وہ اس طرف متوجہ نہ ہوا، اور اس نے جانے کا یہ نختہ ارادہ کر لیا تو ابوالحسنؑ نے اسے بلایا اور اس سے فرمایا، دیکھو بھتیجے خدا سے ڈرنا اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا اور آپ نے اس کے لیے تین ہزار دینار و تیار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا پس جب وہ آپ سے اٹھ کر چلا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا۔

خدا قسم یہ ضرور میرے خون کے بہانے میں کوشش کرے گا اور میری چغلی کرے گا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔ تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ پر قربان تو آتے ہیں یہ جاننے کے باوجود اسے دے رہے ہیں اور اس پر صلہ رحمی فرما رہے ہیں، آپ نے فرمایا۔

مجھ سے بیان کیا میرے باپ نے اپنے آبا و اجداد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب کوئی رشتہ دار قطع رحمی کرے پھر صلہ رحمی ہو اور وہ پھر قطع رحمی کر دے تو خدا اس کو توڑ دیتا ہے، تو میں یہ چاہتا تھا کہ اس سے اس موجودہ قطع رحمی کے بعد میں صلہ رحمی کروں تاکہ جب پھر وہ مجھ سے قطع رحمی کرے تو خدا بھی اس کا رشتہ توڑ دے رکھتے ہیں کہ پس علی بن اسماعیل مدینہ سے نکلا یہاں تک کہ وہ بھی علی بن خالد کے پاس پہنچا تو اس نے موسیٰ بن جعفر کے حالات معلوم کر کے ہارون رشید کو کچھ اور اپنی طرف سے اضافہ کر کے پھر ان کو رشید تک پہنچا یا تو اس نے اس کے چچا (یعنی موسیٰؑ) کے متعلق پوچھا تو اس نے رشید کے پاس آپ کی چغلیاں کہیں اور کہنے لگا کہ ان کے پاس مشرق و مغرب سے ال آتے ہیں اور انہوں نے تین ہزار دینار سے ایک

جاگیر خرید کی ہے کہ جس کا نام لیسر رکھا ہے تو ان سے اس جاگیر کے مالک نے کہا کہ میں یہ رقم نہیں لیتا اور میں تو غلام غلام نقدی لوں گا تو آپ نے حکم دیا تو وہ رقم واپس لے لی گئی اور اس کو اس نقدی میں سے بعینہ دینے گئے جس کا اس نے سوال کیا تھا پس رشید نے اس (علی بن اسماعیل) سے یہ بتا تو اس کے لیے دو لاکھ درہم کا حکم دیا کہ جس کی وصولی بعض علاقوں پر ڈالی جائے تو اس نے مشرق کے بعض علاقوں کا انتخاب کیا اس کے قاصد مال لینے کے لیے ادھر گئے خود اس نے اس مال کے پیچھے تک وہاں پر قیام کیا پس ایک دن وہ بیت الخلاء میں گیا تو اسے پیش لگی کہ جس سے اس کی ساری اترطریاں باہر آئیں اور وہ گر پڑا لوگوں نے اترطریوں کے واپس اندر جانے کی پوری کوشش کی، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے، تو حجب اسے اسی حالت میں اٹھایا گیا اور اس کے پاس مال پہنچا تو وہ نزاع کی حالت میں تھا تو کہتے لگا اب میں اسے کیا کروں گا جبکہ میں موت میں مبتلا ہوں۔

اور اس سال رشید حج کے لیے نکلا اور پہلے مدینہ گیا اور وہاں پر ابوالحسن موسیٰ کو گرفتار کر لیا یوں بتایا جاتا ہے کہ جب وہ مدینہ میں وارد ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اشرف درزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور وہ استقبال کے بعد واپس آئے تو حضرت موسیٰ حسب معمول مسجد کی طرف گئے اور رشید رات تک وہیں رہا پھر وہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا اور کہنے لگا کہ

اے اللہ کے رسول! میں ایک چیز کے سلسلہ میں معذرت خواہ ہوں کہ جسے میں کرنا چاہتا ہوں، میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں جو محروم آپ کی امت میں اختلاف ڈال کر ان کا خون بہانا چاہتے ہیں۔

پھر اس نے آپ کے بارے میں حکم دیا اور انہیں مسجد سے گرفتار کر کے اس عین کے پاس لایا گیا چنانچہ اس نے آپ کو قید کر دیا، اور دو قبے (چتر) منگوائے اور آپ کو ان میں سے ایک میں قرار دیا جو کہ ایک چتر پر رکھا گیا تھا، اور دوسرا قبہ دوسرے چتر پر رکھا گیا اور دونوں چتر اس کے گھر سے نکالے گئے کہ جن پر دو قبے تھے اور انہیں چھپا دیا گیا تھا اور ہر ایک کے ساتھ کچھ گھڑ سوار تھے پس وہ گھڑ سوار الگ الگ ہو گئے کچھ ایک قبہ کے ساتھ بصرہ کے راستے پر چلے اور کچھ دوسرے کے ساتھ کوفہ کے راستے پر چلے اور ابوالحسن اسی قبہ میں تھے جو بصرہ کے راہ پر چلا گیا تھا اور رشید نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ ابوالحسن کے بارے میں لوگ تباہی میں رہیں اور ان لوگوں کو ابوالحسن کے قبہ کے ساتھ تھے حکم دیا کہ وہ آنجناب کو عبی بن جعفر بن منصور کے سپرد کر دیں اور اس وقت وہ بصرہ کا حکم تھا پس آپ کو اس کے سپرد کیا گیا اور اس نے ایک سال تک آپ کو اپنے ہاں قید رکھا اور رشید نے اس کو آپ کا خون بہانے کے لیے لکھا تو عبی نے اپنے کچھ خواص اور قابل وثوق لوگوں کو بلا کر ان سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا جو رشید نے لکھا تھا تو انہوں نے اسے مشورہ دیا کہ اس سے اپنے آپ کو روکو اور رشید سے معافی چاہو تو عبی بن جعفر نے رشید کو لکھا او یہ کہا کہ بے شک موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا معاملہ اور ان کا قیام میری قید میں طول پکڑ گیا ہے اور میں نے ان کے حالات کا اختیار اختیار کیا ہے اور اس طویل مدت میں ان پر جاسوس مقرر کیے ہیں پس میں نے انہیں نہیں پایا کہ وہ عبادت سے تھکتے ہوں اور کچھ لوگوں کو

وہاں رکھا ہے جو نہیں کہ وہ اپنی دعائیں کیا کہتے ہیں تو نہ انہوں نے آپ کو بد و عادی ہے اور نہ ہی مجھے اور نہ ہی میں برائی سے یاد کیا ہے وہ اپنے لیے بھی صرف مغفرت اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں تو اگر آپ نے کسی کو میرے پاس بھیجا کہ جو مجھ سے انہیں اپنی پردگی میں لے جائے تو بہتر درجہ میں انہیں آزاد کروں گا کیونکہ انہیں قید میں رکھ کر مجھے زحمت محسوس ہوتی ہے (یعنی میں تنگ آ گیا ہوں) روایت ہے کہ عیسیٰ بن جعفر کے ایک باپوں نے اسے خبر دی کہ وہ اکثر انہیں یہ دعا کہتے ہوئے سنتا ہے۔

اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِي كُنْتُ اسْتَعْلِكُ اَنْ تَفْرغَنِي لِعِبَادَتِكَ وَقَدْ فَعَلْتَ ذَلِكَ الْحَمْدُ۔

خدا یا تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے سوال کیا کرتا تھا کہ تو مجھے اپنی عبادت کے لیے فراغت دے دے اور تو نے ایسا کیا ہے پس تیرے لیے حمد و تمام تعریفیں ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ رشید نے کسی کو بھیجا جس نے باکر آپ کو عیسیٰ بن منصور سے اپنی پردگی میں لیا اور آنحضرت کو بغداد کی طرف لے گیا اور انہیں فضل بن ربیع کے سپرد کر دیا تو آپ اس کے ہاں بھی طویل مدت تک رہے پس اس سے رشید نے آپ کے بارے میں چیز کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کر دیا تو رشید نے اسے لکھا کہ انہیں فضل بن ربیع کے سپرد کر دو تو اس نے اپنی پردگی میں لے کر آپ کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں رکھا اور آپ پر نگران مقرر کیے اور آپ عبادت میں مشغول رہتے آپ ساری رات نماز، قرائت قرآن، دعا اور تہجد میں گزار دیتے اور اکثر دن روزے رکھتے اور اپنا رخ محراب سے نہ مٹاتے یہ دیکھ کر فضل بن ربیع نے آپ کے ساتھ نرمی و فراخی اختیار کرتے ہوئے عزت و تکریم شروع کر دی ہارون رشید کو اس کا پتہ چل گیا اس وقت وہ مقام رقبہ میں تھا اس نے فضل بن ربیع کو خط لکھا جس میں ام موسیٰ کاظم کے ساتھ نرمی کرنے پر بُرا مانایا اور اسے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

لیکن اس نے اس میں توقف کیا اور اس کام میں اقدام نہ کیا تو اس سے رشید آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے مسرور خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ۔

اسی وقت تیز رفتار سواری پر بغداد جاؤ اور فوراً موسیٰ بن جعفر کے پاس پہنچو اگر انہیں راحت و آرام و وسعت میں پایا تو یہ خط عباس بن محمد کو پہنچا کر اس کو حکم دو جو کچھ اس خط میں ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرا خط اس نے سندی بن شاہک کے نام کا دیا جس میں سندی کو حکم دیا کہ۔

وہ عباس بن محمد کی اطاعت کرے۔

پس مسرور آیا اور وہ فضل بن ربیع کے گھر آکر اترا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا ارادہ کیا ہے پھر وہ حضرت موسیٰ کی خدمت میں گیا تو انہیں اسی طرح پایا جس طرح رشید کو خبر ملی تھی پس وہ فوراً عباس بن محمد کے پاس اور سندی بن شاہک کے ہاں گیا اور ان دونوں کو ہارون رشید کے خط دیئے پس یہ لوگ تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ عباس بن محمد کا مقصد تبری سے فضل بن ربیع کے پاس گیا اس کے ساتھ سوار ہوا اور فضل حیران و پریشان حالت میں عباس بن محمد کے پاس

یہاں اس نے کوڑے مارنے اور سزا دینے والوں کو بلایا اور فضل کا لباس آنا سننے کا حکم دیا۔ پھر سندھ کی اس کے سامنے اسے تلو کوٹ سے لے کر چنانچہ رنگت لڑی حالت میں وہ باہر آیا جو اندر جاتے ہوئے تھی اور وہ دائیں بائیں لوگوں کو سلام کرتے لگا، اور مسرور تھے اس واقعہ خبر رشید کو لکھ بھیجی جس نے حکم دیا کہ موسیٰ کو سندھ بن شاہک کے سپرد کیا جائے اور رشید ایک عمومی دربار لگا کر بیٹھا جس میں بہت سے ایک تھے اور کہا کہ

اے لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے اور میری رائے ہے کہ اس پر لعنت کروں۔ تم بھی اس پر لعنت کرو تو ہر طرف سے لوگوں نے لعنت کو نثار شروع کر دی یہاں تک کہ وہ کمرے اور گھر لعنت کی صدا سے گونجنے لگے۔

یہ خبر فضل کے والد یحییٰ بن خالد کو ملی تو وہ سواری ہو کر رشید کے پاس گیا اور عام لوگوں کے داخل ہونے والے دروازے سے گھر کے دروازے سے رشید کے پیچھے سے آیا اور رشید کو اس کا شور تک نہیں تھا پھر اس سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہر طرف لعنت ہو جائیے رشید نے گھبرا کر اس کی طرف کان دھرے تو اس نے کہا کہ

”فضل تو جوان ہے اور میں اس چیز کی کفایت کروں گا۔“ پس اس کا چہرہ کھل گیا اور خوش ہوا اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگا کہ

فضل نے کسی چیز میں میری نافرمانی کی تھی تو میں نے اسے عیب وار قرار دیا تھا اب اس نے توبہ کر لی ہے اور میری اطاعت کی طرف ہلٹ آیا ہے پس اسے دوست رکھو تو وہ کہنے لگے کہ ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہیں اور ہم اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن اور اب ہم اسے دوست رکھتے ہیں پھر یحییٰ بن خالد تیز سواری پر سوار ہو کر بغداد پہنچا جس لوگوں میں ایک ہر دور گئی اور ہر قسم کے خدشات ان کے دل میں آتے لگے اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ لشکر کے اعتدال اور عالموں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے یہاں آیا ہے اور کچھ دن ان میں سے بعض امور میں مشغول رہا۔ پھر اس نے سندھ بن شاہک کو بلا کر آنحضرت کے پاس سے اسے کوئی حکم دیا جس پر اس نے اطاعت کی۔ وہ یہ تھا کہ سندھ نے آپ کو دیئے جانے والے کھانے میں زہر دے کر مارنے کی قمر داری کی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس نے تازہ کھجوروں میں زہر دیا تو آپ نے ان میں سے کچھ کھائیں تو آپ نے زہر محسوس کیا آپ تین دن تک بخار میں مبتلا رہے پھر تیسرے دن آپ کی شہادت ہوئی۔

جب حضرت موسیٰ کی وفات ہو چکی تو سندھ بن شاہک عین آپ کے پاس تھا اور بغداد کے بڑے لوگوں کو لے گیا جس میں ہشتم بن عدی وغیرہ بھی تھے انہوں نے حضرت کے جیم کو دیکھا کہ اس پر کوئی زخم یا گندہ گھونٹنے کا کوئی اثر نہ تھا اور ان سے اس نے گواہی لی کہ آنحضرت اپنی موت سے مرے ہیں، اور انہوں نے اس پر گواہی دی اور آپ کا جنازہ نکال کر بغداد پر رکھ دیا گیا اور منادی سے ندا دی کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں جو فوت ہو گئے ہیں پس اگر انہیں دیکھو تو لوگ آپ کے چہرے کو بڑے غور

سے دیکھتے تھے اور آنحضرت فوت ہوئے پر اسے تھے اور کچھ لوگوں کا گمان حضرت موسیٰ کی زندگی میں ہی یہ تھا کہ وہ قائم منتظر ہیں اور ان کے عرصہ قید کو انہوں نے وہ غیبت سمجھا جو حضرت قائم منتظر کے لیے ہے۔

یہ یحییٰ بن خالد نے حکم دیا کہ آپ کے جنازہ پر رمتادی کرائی جائے کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں رافضیوں کا گمان ہے کہ یہ وہی قائم (آل محمد) ہیں جو فوت نہیں ہوں گے میں انہیں دیکھو تو لوگوں نے آپ کو حالت فوتیگی میں آکر دیکھا پھر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور آپ کو مقابر قریش میں یا ب القین میں دفن کیا گیا اور یہ قبرستان ہمیشہ سے بنی ہاشم اور لوگوں میں سے مشرور اور بزرگوں کے لیے تھا۔

روایت ہے کہ جب آپ کا وقت وفات آیا تو آپ نے سندی بن شاہک سے خواہش کی کہ آپ کا مدنی دوست آپ کے پاس آمو جو دہو جو عباس بن محمد کے گھر کے پاس مشرعتہ القصب میں رہتا ہے تاکہ وہ آپ کے غسل و کفن کا سامان کرے۔ سندی کہتا ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو کفن پہناؤں تو آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا کہ

ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ جن کی عورتوں کا حق ہر پہلی مرتبہ ج کرتے کا نادرہ اور ہم میں سے جو فوت ہو اس کا کفن ہمارے پاک و پاکیزہ اموال میں سے ہوتا ہے اور میرے پاس کفن موجود ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے غسل اور میری تجھیز و تراجم دوست کرے، چنانچہ یہ کام اسی کے سپرد کیا گیا تھا۔

باب

آپ کی اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

جناب ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سنیسی بیٹے بیٹیاں تھیں۔

۱۔ علی رضا بن موسیٰ کاظم علیہما السلام (ان کی والدہ ام البنین عرفہ فخرہ تھیں)

۲۔ ابراہیم ۳۔ عباس ۴۔ قاسم (یہ مختلف کنیزوں کی اولادیں ہیں)

۵۔ اسماعیل ۶۔ جعفر ۷۔ ہارون ۸۔ حسن (ان سب کی والدہ کنیز تھی)

۹۔ احمد ۱۰۔ محمد ۱۱۔ حمزہ (ان کی والدہ ایک کنیز تھی)

۱۲۔ عبداللہ ۱۳۔ اسحاق ۱۴۔ عبیداللہ ۱۵۔ زید ۱۶۔ حسن ۱۷۔ حسین

- ۱۹۔ سلیمان (یہ مختلف کینزوں سے تھے)
 ۲۰۔ فاطمہ کبریٰ ۲۱۔ فاطمہ معزی ۲۲۔ رقیہ ۲۳۔ حکیمہ ۲۴۔ ام ایمنہ ۲۵۔ رقیہ معزی
 ۲۶۔ ام جعفر ۲۷۔ لبابہ ۲۸۔ زینب ۲۹۔ خدیجہ ۳۰۔ عقیقہ ۳۱۔ آمنہ
 ۳۲۔ حسہ ۳۳۔ برہہ ۳۴۔ عائشہ ۳۵۔ ام سلمہ ۳۶۔ میمونہ ۳۷۔ ام کلثوم
 (یہ مختلف کینزوں سے تھیں)

حضرت ابوالحسن امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سب سے زیادہ فضیلت بلند یا یہ، قدر و منزلت میں بڑے صاحب علم اور جامع فضل و کمال جناب ابوالحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم علیہما السلام تھے۔

احمد بن موسیٰ کریم جلیل اور پیر ہیزگار تھے اور حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام ان سے محبت فرماتے انہیں آگے رکھتے اور انہیں اپنی شہرہ و جاگیر و سرحد بخش دی تھی اور کہا گیا ہے کہ احمد بن موسیٰ علیہ السلام نے ہزار غلام آزاد کیے۔

بچھے خردی شریف ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے کہ میں نے اسمعیل بن موسیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میرے والد ابی اولاد کے ساتھ مدینہ میں اپنے بعض جاگیر و اموال کی طرف گئے (راوی اسماعیل نے تو اس جاگیر و مال کا نام لیا لیکن ابوالحسن یحییٰ (حسن بن محمد کے دادا جو راوی حدیث ہے) بھول گیا وہ کہتا ہے کہ ہم اس جگہ موجود تھے اور احمد بن موسیٰ کے ساتھ میرے والد کے بیٹی قدم و حشم تھے اگر احمدا کھڑے ہو جاتے تو وہ بیٹی افرادان کے ساتھ کھڑے ہو جاتے اور اگر وہ بیٹھ جاتے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ جاتے اور ہمارے پدر بزرگوار انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے اور ان سے فاصلہ نہ ہوتے، اور ہم وہاں سے واپس نہیں ملے کہ احمد بن موسیٰ ہمارے سامنے چلے بسے، محمد بن موسیٰ صاحب فضیلت و دانش مندر تھے۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے خردی وہ کہتا ہے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے رقیہ بنت موسیٰ کی کینز یا شمیمہ نے بتایا وہ کہتی ہے کہ

محمد بن موسیٰ، صاحب وضو و نماز تھے اور تمام رات وضو کرتے اور نماز پڑھنے میں مشغول رہتے پس ان کے وضو کرنے پر پانی کے گرتے کی آواز سنی جاتی اور وہ ساری رات نماز پڑھتے پھر وہ تھوڑی دیر آرام کرتے اور سو جاتے پھر کھڑے ہوتے تو پانی ٹپکنے اور وضو کرنے کی آواز سنائی دیتی پھر وہ رات کو نماز پڑھتے ان کا یہی طریقہ رہتا یہاں تک کہ صبح کرتے جب بھی میں انہیں دیکھتا مجھے خدا کا ارشاد یاد آ جاتا تھا۔

”کانوا قليلا من الليل ما يهجعون“

”وہ لوگ رات کو بہت کم سو یا کرتے تھے“

ابراہیم بن موسیٰ بہادر اور سخی تھے ماموں کی زمانہ میں محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی طرف سے عین کے مقرر ہوئے محمد بن زید وہی ہیں جس نے ماموں کے زمانہ میں غزوہ کیا اور ابوسرا یا نے کو قمر میں ان کی بیعت کی تھی۔ پس ابراہیم بن علی کی خدمت گئے اور اسے فتح کر لیا وہاں ایک مدت تک قیام کیا۔ یہاں تک کہ ابوسرا یا کا معاملہ ہوا جو کچھ ہوا ان کے لیے ماموں سے آمان لی گئی۔ ابوالحسن موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے ہر ایک کے لیے مشہور منقبت و فضیلت ہے لیکن امام رضا علیہ السلام ان سب سے مقدم جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت امام علی رضا کے حالات

امام موسیٰ کاظم کے قائم مقام امام بیٹے کا ذکر تاریخ ولادت و دلائل امامت مدت عمر، مدت خلافت، وفات اور اس کا سبب، قبر مبارک، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے بعد آپ ہی کے فرزند ابوالحسن علی رضا اپنے تمام بھائیوں اور اہل بیت میں سے صاحب فضل ہوئے اپنے علم و حکم و تقویٰ و برتری گاری میں توقیت رکھنے کی بنا پر امام اور آپ کے بانشین تھے۔ سنی و شیعہ کا ان اوصاف میں ان پر ہی اتفاق و اجماع ملے نیز آپ کے والد گرامی کا اپنی تمام اولاد و اہل بیت کو چھوڑ کر امام علی رضا ہی طرف اشارہ اور اپنے بعد کے لیے انہی کی امامت پر تمس قائم کرنا ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ میں ۱۸۱ھ کے سواطرتالیس ہجری میں ہوئی، اور آپ رحلت طویل میں خراسان کی سرزمین پر ماہ صفر ۲۲۰ھ کو سوتین ہجری میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی آپ کی والدہ ایک کینز تھیں جنہیں درام البین کہا جاتا تھا آپ کی اپنے والد گرامی کے بعد مدت امامت و خلافت میں ۳۰ سال تھی۔



آپ کی امامت پر دلائل و نصوص

جناب امام علی رضا کی امامت پر آپ کے والد گرامی امام موسیٰ کاظمؑ کے جن خواص، قابلِ وثوق و اطمینان، پرہیزگار اور علماء و مفتیانِ شیعانِ امام موسیٰ کاظمؑ نے ان کی جانب سے اشارہ و نص روایت کی ہے وہ داؤد بن کثیر رقی، داؤد بن کثیر رقی، محمد بن اسحاق بن عمار علی بن یقطین، نجیم قلووسی، حسین بن مختار، زیاد بن مروان، مخزومی، داؤد بن سلیمان، نصر بن قابوس، داؤد بن زریں بن سلیط اور محمد بن سنان ہیں۔

۱۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولیہ نے محمد بن یعقوب سے خبر دی اس نے احمد بن ہرمان سے اس نے محمد بن علی سے اس نے محمد بن سنان اور اسماعیل بن عیث ثقیفی سے اکٹھی ان سب نے داؤد رقی سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالحسن امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کیا آپ پر قرآن جاؤں میرا سن زیادہ ہو گیا ہے میرا ہاتھ پکڑیے اور مجھے جہنم سے نکالیے آپ کے بعد ہمارا مانیب و مالک اکون ہے!..... راوی کہتا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے ابوالحسن علی رضا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ

میرے بعد یہ تمہارا صاحب ہے۔

۲۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب کلینی سے خبر دی اس نے حسن بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن عبد اللہ سے اس نے حسن بن ابی عمیر سے اس نے محمد بن اسحاق بن عمار سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالحسن اول (امام موسیٰ کاظمؑ) کی خدمت میں عرض کیا کیا آپ میری رہنمائی فرمائیں گے جس سے (آئندہ) میں اپنا دین لے سکوں تو آپ نے فرمایا میرا بیٹا علی رضا علیہ السلام ہے تحقیق میرے والد گرامی میرا ہاتھ پکڑ کر قبر رسول اللہؐ کے پاس لے گئے اور فرمایا اے بیٹا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (یے شک میں تجھے لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں) اور خدا جب کوئی بات کہتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔

۳۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے خبر دی کہ محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اس نے حسن بن محبوب اس نے حسین بن نعیم صحاف سے، وہ کہتا ہے کہ

* میں ہشام بن حکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے تو علی بن یقطین نے کہا کہ

میں عبد صالح علیہ السلام کے پاس موجود تھا تو آپ نے فرمایا

اے علی بن یقطین! یہ علی میری اولاد کا سید و سردار ہے، میں نے اپنی کمیت انہیں بخش دی ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ہشام نے اپنی تحصیل اپنی پیشانی پر ماری اور پھر کہا خدا آپ کا بھلا کرے کیا کہا آپ نے؛ تو علی بن نقیون نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ سے سنا جس طرح میں نے کہا ہے تو ہشام کہنے لگا خدا کی قسم امرامت آپ کے بعد انہی میں ہے۔

۴۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے ان کے چند اصحاب نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے جس نے معاویہ بن حکیم سے اس نے نعیم قابوسی سے جس نے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام سے، آپ نے فرمایا۔

یہ شک میرا بیٹا علی میری اولاد میں سے سب سے بڑا، میرے نزدیک زیادہ با اثر اور زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ جعفر بن دیکھتا ہے اور اس میں نہیں دیکھ سکتا مگر نبی یا وصی تہی۔

۵۔ اور مجھے خبر دی ہے ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے احمد بن مہران سے محمد بن علی سے علی بن محمد بن سنان اور علی بن مکہ دونوں سے انہوں نے حسین بن مختار سے وہ کہتا ہے کہ

جب ابو الحسن موسیٰ کاظم قید میں تھے تو ان کی طرف سے ہمارے پاس کچھ (لکھی ہوئی) تختیاں پہنچی کہ میرا عہد و پیمان میرے بڑے بیٹے کے ساتھ ہے کہ وہ اس طرح اس طرح کرے اور فلاں کو کوئی چیز نہ دے جب تک میں تمہیں نہ ملوں یا خدا میری موت کا فیصلہ کرے۔

۶۔ اسی اسناد کے ساتھ احمد بن مہران سے محمد بن علی سے زیاد بن مروان قندی سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ میں ابو ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پاس ان کے فرزند ابو الحسن تھے تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔
اے زیاد! میرا یہ فلاں بیٹا ہے اس کا خط میرا خط اس کا کلام میرا کلام ہے اس کا قاصد میرا قاصد ہے اور جو کچھ یہ کہے اس کا قول قابل قبول ہے۔

۷۔ اور اسی اسناد کے ساتھ احمد بن مہران نے محمد بن علی سے اس نے محمد بن فضیل سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا مخزومی نے اور اس کی ماں جعفر بن ابوطالب کی اولاد میں سے تھی وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس ابو الحسن موسیٰ نے کسی کو بھیجا اور ہمیں اکٹھا کیا اور پھر فرمایا

کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؛ تو ہم نے کہا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا
گووا رہو کہ میرا یہ بیٹا وصی ہے اور میرے امر خلافت کا نگہبان اور اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور جس کا میرے قرض کوئی قرض ہو تو وہ میرے اس بیٹے سے لے اور جس کا میرے ہاں کوئی وعدہ ہو تو وہ اس سے پورا کرانے اور جس نے مجھے مقرر ملنا ہو تو وہ اس کا خط لیکر مجھ سے ملے

۸۔ اور اسی اسناد کے ساتھ محمد بن علی نے ابو علی خزاز سے جس نے داؤد بن سلیمان سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو ابراہیم سے عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی ماوراء پیش آئے اور میں آپ سے ملاقات نہ کر سکوں

تو مجھے اپنے بعد کے امام کی خبر دیجئے، تو آپؑ نے فرمایا
”میرا فلاں بیٹا، یعنی ابوالحسن علیہ السلام امام ہے۔“

۹۔ اور اسی اسناد سے ابن ہرمان نے محمد بن علی سے اس نے سعید بن ابوالجہیم سے جس نے نصر بن قابوس سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالبرکاتؑ سے عرض کیا کہ میں نے آپؑ کے پیروگرانی سے سوال کیا کہ آپؑ کے بعد کون ہوگا؟ تو انہوں نے مجھے خبر دی تھی کہ آپؑ ہی ہیں۔

تو جب ابوعبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو لوگ دائیں بائیں ہوئے، لیکن میں اور میرے اصحاب آپؑ کی امامت کے قائل رہے تو آپؑ بھی مجھے خبر دیجئے کہ آپؑ کی اولاد میں سے کون ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ میرا فلاں بیٹا۔

۱۰۔ اور اسی اسناد سے محمد بن علی نے ضحاک بن اشعث سے اس نے داؤد بن زریں سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوالبرکاتؑ کی خدمت میں کچھ مال لے کر گیا تو آپؑ نے اس میں سے کچھ لے لیا اور کچھ چھوڑ دیا تو میں نے عرض کیا کہ یہ مال آپؑ نے میرے پاس کیوں چھوڑ دیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اس امکا صاحب تجھ سے قوم مطالبہ کرے گا۔

تو جب آنحضرتؐ کی وفات آئی تو ابوالحسن رضا علیہ السلام نے میرے پاس کسی کو بھیجا اور مجھ سے اس مال کے بارے سوال کیا تو میں نے اس کے سپرد کر دیا۔

۱۱۔ اور اسی اسناد سے احمد بن ہرمان نے محمد بن علی سے اس نے علی بن حکم سے اس نے عبداللہ بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ سے اس نے یزید بن سلط سے ایک طویل حدیث میں ابوالبرکاتؑ علیہ السلام سے (روایت کی ہے) کہ آپؑ نے اس سال فرمایا کہ جس سال آپؑ کو گرفتار کیا گیا کہ

میں اس سال گرفتار کر لیا جاؤں گا اور امر امامت میرے بیٹے علیؑ کے پاس ہوگا علیؑ کی طرف ہے جو ہمام ہے علیؑ اور علیؑ کا۔

پس پہلے علیؑ تو علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور دوسرے علیؑ، علیؑ بن الحسینؑ ہیں، اسے پہلے (علیؑ) کا ہم علم و نصرت و مودت و تقویٰ اور دین اور دوسرے (علیؑ) کے مصائب اور ان کا ناپسندیدہ امور پر صبر کرنا اسے دیا گیا ہے ایک ایسی حدیث ہے

۱۲۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمدؑ نے محمد بن یعقوبؑ سے اس نے محمد بن حسنؑ سے اور اسے سہل بن زیدؑ نے محمد بن علیؑ اور عبید اللہ بن مرزبانؑ سے اس نے ابن سنانؑ سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آپؑ کے عراق جاتے سے ایک سال پہلے حاضر ہوا اور آپؑ کے قرند علیؑ (رضاؑ) بھی ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے پس آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے محمدؑ مقترب

اس سال حرکت (سفر) ہوگی پس اس سے تم بھرانہ تو میں نے عرض کیا کہ کیا ہوگا؟ خدا مجھے آپ پر قربان کر دے آپ نے تو مجھے اضطراب میں ڈال دیا، آپ نے فرمایا میں اس سرکش کے پاس جاؤں گا لیکن مجھے اس سے اور اس کے بعد والے سے کوئی برائی نہیں پہنچے گی۔ دجلیسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے سرکش سے مراد مہدی عباسی اور دوسرے سے عباسی مقصود تھے۔

(محمد بن سنان) راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا خدا مجھے آپ کا قدیر قرار دے، اور وہ کیا ہوگا؟ فرمایا کہ خدا تلاموں کو گمراہ کرے گا اور کرے گا جو چاہے گا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا، اور وہ کیا ہوگا؟ خدا مجھے آپ کا بدلتہ قرار دے تو آپ نے فرمایا کہ جو میرے اس بیٹے کے حق میں ظلم کرے اور میرے بعد اس کی امامت کا انکار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جس طرح جس نے علیؑ بن ابی طالبؑ پر ان کی امامت میں ظلم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے حق کا انکار کیا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ اگر خدا نے میری عمر بڑھادی تو میں ضرور ان کے حق کو تسلیم اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا۔

آپ نے فرمایا کہ

تو نے سچ کہا اے محمدؐ! خدا تیری عمر کو بڑھائے گا تم ان کے حق کو تسلیم کرو گے اور جو ان کے بعد ہیں ان کی امامت کا بھی اقرار کرو گے۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ، اور وہ کون ہوں گے؟ فرمایا کہ ان کا بیٹا محمدؑ۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ، ان کے لیے بھی تسلیم خم ہے یعنی راضی ہوں اور اقرار کرتا ہوں۔

آپ کے معجزات اور واقعات کا تذکرہ

(۱) مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے محمد بن یحییٰ سے احمد بن محمد سے ابن محبوب سے ہشام بن احمد سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن اول (موسیٰ کاظمؑ) نے فرمایا کہ

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اہل مغرب میں سے کوئی آیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! فرمایا، ہاں اہل مغرب میں سے ایک مرد میری آج آیا ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو۔ آپ سوار ہوئے اور آپ کے ساتھ میں بھی سوار ہوا یہاں تک کہ ہم اس مرد کے پاس پہنچ گئے تو وہ اہل مغرب میں سے ایک شخص تھا کہ جس کے ساتھ کچھ کینزریں تھیں۔ تو میں نے اس سے کہا کہ ہمارے سامنے پیش کرو تو اس نے سات نو جوان کینزریں پیش کیں تمام کو ابو الحسن نے رد فرماتے ہوئے فرمایا ان کی ضرورت نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی اور ہے تو لاؤ تو وہ کہنے لگا کہ ہوائے ایک بیار کینز کے میرے پاس کچھ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ تھا اس کے پیش کرنے میں کیا حرج ہے تو اس نے انکار کر دیا اور آپ واپس آ گئے۔

پھر آپ نے دوسرے دن مجھے بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہنا اس میں تیرا آخری مقصد کیا ہے؟ میں جب تبجھ سے کہے کہ اتنا اتنا، تو تم اس سے کہنا کہ میں نے اسے لے لیا۔

پس میں اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اتنی اتنی رقم سے کم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو میں نے اسے کہا کہ میں نے اسے لے لیا، وہ کہنے لگا کہ یہ تمہارا مال ہے لیکن مجھے اس مرد کی خبر دو جو کل تمہارے ساتھ آیا تھا میں نے کہا کہ وہ بنی ہاشم میں سے ایک مرد ہے وہ کہنے لگا کہ بنی ہاشم کی کس شاخ سے؟ میں نے کہا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ جب میں نے اسے مغرب کے آخری علاقہ سے خرید کیا تو مجھ سے اہل کتاب میں سے ایک عورت نے ملاقات کی تو اس نے مجھے کہا کہ یہ لڑکی تیرے پاس کیسے آگئی تو میں نے اسے اپنے لیے خرید کیا ہے تو اس نے کہا کہ تیرے جیسے شخص کے پاس رہے اس لڑکی کو اہل زمین میں سے بہترین شخص کے پاس ہوتا چاہیئے پس وہ اس کے ہاں تھوڑا سا وقت ٹھہرنے کے بعد ایک ایسا لڑکا جسے کہ زمین کے مشرق و مغرب میں اس کی مثال نہیں ہوگی راوی کہتا ہے کہ میں اسے آپ کے پاس لے آیا اور وہ آپ کے پاس بہت تھوڑی مدت رہی تھی کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کو جنم دیا۔

۲۔ مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے جسے محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ جب ابو البراء ایم اس دنیا سے چلے گئے اور ابو الحسن رضا نے گفتگو شروع کی تو ہمیں اس سے آپ پر خوف ہوا، اور آپ سے کہا گیا کہ آپ ایک عظیم امر کو ظاہر کر رہے ہیں اور ہمیں اس بڑے سرکش سے آپ کے متعلق خوف ہے تو آپ نے فرمایا کہ۔

وہ پوری کوشش کرے اسے مجھ پر کوئی راہ نہیں ملے گی۔

(۳) مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے جسے علی بن محمد نے ابن جہود سے اسے ابو البراء بن عبد اللہ نے احمد بن عبد اللہ سے اسے غفاری نے وہ کہتا ہے کہ میرے ذمہ رسول اللہ کی غلام ابو رافع کی اولاد میں سے کسی مرد کا کوئی حق تھا جس کا فلاں نام تھا پس اس نے مجھ سے اس کا تقاضہ کیا اور مجھ سے امر کیا جب میں نے یہ دیکھا تو صبح کی نماز رسول اللہ

کی مسجد میں نماز پڑھی پھر میں حضرت رضا کی طرف گیا اور آپ ان دنوں مقام اعرین میں تھے جب میں آپ کے دروازے کے قریب پہنچا تو آنجناب ایک گدھے پر سوار آئے ہوئے آپ نے قمیض اور رداء پہن رکھی تھی پس جب میں نے آپ کو دیکھا تو مجھے (اپنی حاجت بیان کرنے سے) شرم و حیا آگئی پس جب آپ مجھ سے آئے اور میری طرف دیکھا تو میں نے آپ پر سلام کیا اور وہ رمضان کا مہینہ تھا۔ چنانچہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں آپ کے غلام غلام کا میرے ذمہ تھا ہے خدا کی قسم اس نے مجھے روکو کر دیا ہے خدا کی قسم میں یہ گمان رکھتا تھا کہ آپ اسے مجھ سے رک جانے کا حکم دیں گے اور خدا کی قسم میں نے آپ سے نہیں کہا کہ اس کا کتنا حق مجھ پر ہے اور کسی چیز کا میں نے نام لیا تو آپ نے مجھے اپنی دلیلی تک بیٹھنے کا حکم دیا پس میں وہیں رہا یہاں تک کہ میں نے مغرب کی نماز وہیں پڑھی اور میں روتے سے تھایں میرا سیتہ تنگ ہوا اور میں نے چاہا کہ واپس بلا جاؤں اچانک آپ میرے سامنے نمودار ہوئے اور آپ نے گود کچھ لوگ تھے اور کچھ آپ سے سوال کرنے والے بھی بیٹھے تھے اور آپ ان پر صدقہ کر رہے تھے پھر آپ چلے گئے اور گھر کے اندر داخل ہو گئے اور دوبارہ باہر آئے تو مجھے بلایا میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں گیا اور آپ کے ساتھ اندر چلا گیا پس آپ بیٹھ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گیا اور میں ان سے ابن مسیب کے متعلق باتیں کرنے لگا اور میں اکثر اوقات ان سے اس کی باتیں کیا کرتا تھا، پس جب میں باتوں سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ تو نے ابھی تک افطار کیا ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں پس آپ نے میرے لیے کانا منگوایا اور میرے سامنے رکھا گیا اور آپ نے غلام کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ کھانا کھائے پس میں نے اور غلام نے سیر ہو کر کھانا کھلایا اور جب ہم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ

تیکہ اونچا کرو اور اس کے نیچے جو کچھ ہو وہ لے لو میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے دینار تھے اور وہ لے کر میں نے اپنی آستین میں رکھ لیے اور آپ نے اپنے افراد میں سے چار افراد کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ رہیں یہاں تک کہ مجھے میرے گھر تک پہنچا دیں تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ابن مسیب کا پہریدار بیٹھا ہوتا ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھے ملے اور میرے ساتھ آپ کے غلام ہوں آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا، خدا تجھے رشد و ہدایت تک پہنچائے اور انہیں حکم دیا کہ جب میں انہیں واپس کرنا چاہوں تو وہ واپس آجائیں پس جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچ گیا اور اس جگہ سے مانوس ہوا تو میں نے انہیں واپس کر دیا اور میں اپنے گھر میں چلا گیا وہاں جا کر میں نے چراغ منگو کر دیناروں کو دیکھا تو وہ انہیں دینار تھے اور اس شخص کا حق میرے ذمہ اٹھائیں دینار تھے اور ان میں ایک دینار چمک رہا تھا جس کی غرض صورتی مجھے لگی میں نے اسے اٹھا کر چراغ کے قریب کیا تو اس پر واقع طور پر نقش تھا کہ اس شخص کا تیرے ذمہ اٹھائیں دینار کا حق ہے اور جو بچے دوتیرا مال ہے حالانکہ مجھے معین طور پر اس شخص کا حق معلوم نہیں تھا۔

۴۔ مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اسے علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اسے بعض اصحاب نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپ مدینہ سے حج کے لیے اس سال گئے جس سال ہارون نے حج کیا پس آپ میں

پہاڑ تک پہنچے جو راستہ کی بائیں جانب ہے کہ جسے فارغ کہتے ہیں پس ابو الحسنؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے فارغ اور اس کے گرانے والا ٹکڑے کر دیا جائیگا۔

پس ہم نہیں سمجھتے تھے کہ اس کا کیا معنی ہے جب ہارون اس جگہ پہنچا تو وہاں آکر گیا اور جعفر بن یحییٰ پہاڑ کے اوپر گیا اور وہاں اس کے یہی بیٹھنے کی جگہ بنائی جائے اور جب کتبے واپس آیا تو اس کے اوپر چڑھا اور حکم دیا کہ اس جگہ کو گرا دیا جائے پس جعفر بن یحییٰ جب عراق پہنچا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

۵۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمدؑ نے محمد بن یعقوب سے اسے احمد بن محمدؑ نے محمد بن حسن سے جسے محمد بن عیسیٰ نے محمد بن حمزہ بن شہیم سے اسے ابراہیم بن موسیٰ نے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے ایک چیز کا مطالبہ کرتے ہوئے اصرار کیا جو میں آپؑ سے لینا چاہتا تھا اور آپؑ مجھے وعدہ دیتے تھے پس ایک دن آپؑ والی مدینہ کا رخ کیئے ہوئے نکلے، اور میں آپؑ کے ساتھ تھا اور جب آپؑ قلال کے قہر کے قریب پہنچے تو اس کے پاس درختوں کے نیچے اترے اور میں بھی ساتھ آکر گیا اور ہمارے ساتھ تیسرا کوئی نہیں تھا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں یہ عید سر پر آگئی ہے میں ایک درہم تک نہیں رکھتا تو آپؑ نے اپنے کوڑے کے ساتھ سختی سے زمین کو تراشا اور کھودا پھر اس پر ہاتھ رکھا اور اس سے سونے کی ایک ڈلی پکڑی پھر فرمایا کہ اس سے نفع حاصل کرو اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے اسے چھپائے رکھو۔

۶۔ مجھے خبر دی ہے ابو القاسم جعفر بن محمدؑ نے محمد بن یعقوب سے اسے حسین بن محمدؑ نے علی بن محمدؑ سے اس نے مسافر سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ۔

میں ابو الحسن رضاؑ کے ساتھ مقام منیٰ میں تھا پس وہاں سے یحییٰ بن خالد گزرا اور اس نے اپنا منہ غبار سے چھپایا تو رضاؑ نے فرمایا ساکین ہیں جنہیں پتہ نہیں کہ اس سال ان پر کیا گزرتے والا ہے پھر فرمایا اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں اور ہارون مثل ان دو کے ہیں اور آپؑ نے دونوں انگلیاں ملا دیں مسافر کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اس حدیث کا معنی نہ سمجھا جب تک ہم نے آپؑ کو اس کے شرط ساتھ دفن نہیں کیا۔

آپؑ کی ولی عہدی کا واقعہ

اوراموں نے اپنا قاصد آل ابوطالبؑ کی ایک جماعت کے پاس بھیجا جو انہیں مدینہ سے اس کے پاس لے گیا کہ جن میں موسیٰ رضاؑ بھی تھے اور وہ انہیں بصرہ سے لے کر نکلیں یہاں تک کہ انہیں لے گیا اور ان کو لے جانے کا ذمہ دار ایک شخص تھا جو جلودی کے نام سے معروف تھا پس وہ انہیں کاموں کے پاس لے آیا تو انہیں ایک مکان میں اور علی بن موسیٰ کو دوسرے

مکان میں ٹھہرایا آپ کی عزت و تکریم اور آپ کے معاملہ کو عظمت دی پھر آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو خلافت سے الگ کر لوں اور خلافت آپ کے سپرد کر دوں آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ تو رضائے اس امر کا انکار کیا اور اس سے فرمایا کہ اے امیر المومنین کے امیر، میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس گفتگو سے اور اس سے کہ کوئی یہ سنے تو اس نے واپسی پیغام بھیجا کہ اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے تو اس سے چارہ نہیں کہ آپ میرے بعد ولی عہد ہوں۔

پس امام رضاؑ نے شدت سے اس کا انکار کیا، اس نے آپ کو اپنے پاس بلایا علیحدگی میں آپ سے گفتگو کی جیب کہ اس کے پاس فصل بن سہل دو الیاسین تھا، اور ان کے علاوہ اس مجلس میں کوئی نہیں تھا اور آپ سے کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ امر مسلمین آپ کے ہولے کر دوں جو کچھ میرے ذمہ ہے اسے اپنے سے ختم کر کے آپ ہی کو سونپ دوں۔

تو رضا علیہ السلام نے فرمایا

اللہ! اللہ! مجھ میں اس کی طاقت و قوت نہیں۔

تو ماموں کہتے لگا

”پھر میں آپ کو اپنے بعد کے بے ولی عہد مقرر کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے معاف رکھو۔

تو ماموں نے آپ سے ایسی گفتگو کی کہ جس میں گویا انکار کی صورت میں دھمکی تھی اور اپنی گفتگو کے دوران کہا کہ عمر بن خطابؓ نے چھ آدمیوں کی شوری قائم کی اور ان میں سے ایک آپ کے بعد امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ تھے اور شرط لگائی تھی کہ ان میں سے جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑادی جائے اور آپ کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ آپ سے میں چاہتا ہوں اس کو قبول کر لیں، کیونکہ مجھے اس سے کوئی چارہ نہیں۔

تو رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ

میں ولی عہدی کو قبول کرتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ نہ میں امر کروں گا نہ ہی اور نہ فتوے دوں گا نہ فتاوت و فیصلہ کروں گا اور نہ کسی کو ولایت و حکومت دوں گا نہ کسی کو محضول کروں گا، اور جو چیز جہاں قائم ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں کروں گا۔

پس ماموں نے ان سب چیزوں کو قبول کر لیا اس روایت میں بعض الفاظ جو کھٹکتے ہیں مثلاً بار بار ماموں کو امیر المومنین کہنا یا امیر اللہ کی پناہ میں تھے دیتا ہوں کہ یہ بات نہ کہو یا میں اس کی طاقت و قوت نہیں رکھتا تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے الفاظ کچھ کہے ہوں اور حکومت کے کارندوں نے کچھ اور بنا دیئے ہوں چونکہ ظاہر ہے کہ یہ رپورٹ تو حکومت کی طرف سے لکھی گئی تھی اور اگر حضرت نے یہی الفاظ کہے ہیں تو پھر حالات اتنے نازک تھے کہ ان الفاظ کے کہنے کے بغیر خطرات زیادہ تھے اور پھر کئی ایک روایات میں اس قسم کے الفاظ کا کوئی ذکر نہیں ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ مترجم

مجھے شریعت ابو محمد حسن بن محمد نے خبر دی وہ کہتا ہے کہ ہم سے میرے دادا نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے موسیٰ بن سلمہ نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

میں محمد بن جعفر کے ساتھ خراسان میں تھا تو میں نے سنا کہ ایک دن ذوالریاستین نکلا اور وہ کہہ رہا تھا کہ تعجب ہے میں نے عجیب چیز دیکھی ہے مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیا دیکھا ہے! تو لوگ کہنے لگے خدا آپ کی اصلاح کرے آپ نے کیا دیکھا ہے! کہنے لگا کہ میں نے ماموں امیر المومنینؑ کو دیکھا ہے کہ وہ علی بن موسیٰ سے کہتے تھے کہ میری یہ رائے ہے کہ امور مسلمین آپ کے سپرد کروں اور جو کچھ میری گردن پر ہے اتار کر آپ کی گردن پر ڈال دوں، اور میں نے علی بن موسیٰ کو دیکھا ہے وہ کہتے ہیں، اے امیر المومنین! مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور تم اس کی قوت ہے، پس میں نے تو کبھی بھی خلافت کو اتنا مانا اور برباد ہوتے نہیں دیکھا کہ امیر المومنین اس سے گویا چاہتے ہیں اور اسے علی بن موسیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور علی بن موسیٰ اسے چھوڑتے اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

(آپ نے دیکھا کہ یہ وزیر مملکت کا بیان ہے کہ جس میں بادشاہ کی تعریف بھی مقصود ہے اور منسوب بھی اسی قسم کا بتایا گیا کہ لوگوں میں ماموں کی تقدیس کا تقارہ پیدا ہوئے کہ وہ اتنا بڑا دیانت دار تھا حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت یہ باتیں قبول نہیں کریں گے کیونکہ ماموں کو ان سے بھائی آپ کو خلافت دے، وہ تو خدا کی طرف سے عقیقہ تھے اس نے تو اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کے لیے یہ ڈرامہ کھیلا تھا، مترجم)

اصحابِ اخبار اور زماۃ خلفاء کے مؤرخین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ ماموں نے جب عقد ولایت عہد کے عقد و بیاق کا امام علی بن موسیٰ رضا کے لیے ارادہ کیا اور اپنے دل میں سوچ و پچار کر چکا تو اس نے فضل بن سہل (وزیر) کو بلایا اور اس کو اپنے پختہ ارادے سے مطلع کیا اور اس سے کہا کہ تم اپنے بھائی حسن بن سہل کے ساتھ جمع ہو کر مشورہ کرو پس اس نے ایسا کیا اور دونوں ماموں کی موجودگی میں اکٹھا ہوئے تو حسن اس کو ماموں کے سامنے غلیم کر کے پیش کرتا اور اسے بتاتا کہ اس امر خلافت کے اس کے خاندان سے نکل جانے کے کیا کیا نقصانات ہیں، تو ماموں نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میں مخلوع (جسے خلافت سے اتار گیا یعنی امین، ماموں کا بھائی) پر کامیاب ہو گیا تو میں خلافت کو آلی ابو طالبؑ میں سے افضل شخص کو سونپ دوں گا اور میں روئے زمین پر اس شخص سے افضل کسی کو نہیں جانتا، پس جب حسن اور فضل نے اس معاملہ میں اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو انہوں نے ماموں سے اس سلسلہ میں معارفہ کرنا چھوڑ دیا اور اس نے ان دونوں کو امام رضا کے پاس بھیجا تو انہوں نے آپ کے سامنے یہ امر پیش کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا پس وہ مسلسل آپ سے کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے قبول کر لیا اور وہ ماموں کے پاس گئے اور اس کو بتایا کہ آپ نے قبول کر لیا ہے پس وہ اس سے خوش ہوا اور حجرت والے دن اپنے خواص کے لیے دربار نکایا اور فضل بن سہل باہر آیا اور اس نے علی بن موسیٰ کے بارے میں ماموں کی رائے لوگوں کو بتائی اور یہ کہ اس نے آپ کو وہی عہد مقرر کیا ہے رضاناام مقرر کیا ہے اور

اس نے لوگوں کو نگم دیا ہے کہ دینی عباس کا سیاہ لباس جو شعابین چکا تھا وہ آنا رکھیں، آئندہ جمعرات اگر سب ان کی بیعت کریں اور اپنے سالانہ وظیفے وصول کریں۔

پس جب وہ مقرر دن آیا تو قائدین دربان اور قاضی وغیرہ مختلف طبقات کے لوگ ستر لباس پہن کر آئے اور ماموں کو بیٹھا اور اس نے امام رضاؑ کے لیے دو بڑے گدیے رکھوائے یہاں تک کہ وہ اس کی نشست اور فرش کے برابر پہنچے اور امام رضاؑ کو ستر لباس میں ان پر بیٹھا یا جب کہ آپؑ نے عامر اور تلواریہن رکھی تھی پھر ماموں نے اپنے بیٹے عباس بن ماموں کو حکم دیا کہ وہ سب سے پہلے آپؑ کی بیعت کرے پس امام رضاؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس کی پشت اپنے چہرے کے سامنے اور تھیلی لوگوں کے چہروں کے سامنے رکھی تو ماموں نے کہا کہ اپنا ہاتھ بیعت کے لیے بڑھائیے تو امام رضاؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ اسی طرح بیعت دیتے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے ان سے بیعت لی جب کہ آپؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا اُسے اُٹھنے والوں سے بھری تھیلیاں لا کر رکھ دی گئیں اور خطباء و شعراء کھڑے ہوئے اور وہ امام رضاؑ کی فضیلت اور جو کچھ ماموں نے آپؑ کے بارے میں کیا تھا اس کا ذکر کرنا شروع ہوئے پھر ابو جعفر نے عباس بن ماموں کو بلایا اور وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کے پاس جا کر اس کا ہاتھ چوما اور اس نے اس کو بیٹھنے کا حکم دیا پھر محمد بن جعفر بن محمد (فرزند امام جعفر صادقؑ) کو بلایا اور فضل بن سہل نے کہا کھڑے ہو جاؤ۔ آپؑ اٹھ کر ماموں کے پاس تو پہنچے لیکن اس کے ہاتھ کو نہیں چوما آپؑ سے کہا گیا جا کر اپنا انعام لو اور ماموں نے کہا اے ابو جعفر اپنی جگہ نشریت رکھیں پس آپؑ اپنی جگہ پلٹ گئے۔ پھر ابو جعفر ایک علوی اور ایک عباسی کو پکارتا اور بلاتا ہوا اپنا انعام وصول کرتے یہاں تک اموال ختم ہو گئے۔

پھر ماموں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ آپؑ لوگوں کو خطبہ دیجئے اور ان کے درمیان گفتگو فرمائیے، پس آپؑ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارا ایک حق تم پر واجب و لازم ہے اور انہیں کی وجہ سے تمہارا ہم پر ایک حق ہے پس جب تم اس کو ہماری طرف ادا کرو گے تو ہم پر بھی تمہارا حق واجب ہو جائے گا۔ اس مجلس میں آپؑ سے اس سے زیادہ گفتگو ذکر نہیں ہوئی ہے۔

ماموں نے حکم دیا تو آپؑ کے لیے درہم کے سبکے ڈھلے گئے جن پر الرضا علیہ السلام کا نام درہم مبارک (کنزہ) کیا گیا اور اسحاق بن موسیٰ بن جعفرؑ کی اس کے چچا اسحاق بن جعفر بن محمدؑ کی بیٹی سے شادی کی اور انہی کو حکم دیا جس پر انہوں نے لوگوں کو حج پڑھایا (یعنی اسحاق برادر امام رضاؑ کو امیر الحج مقرر کیا گیا اور ہر شہر میں حضرت رضاؑ کی ولی عہدی کا خطبہ پڑھا گیا۔

احمد بن محمد بن سعید نے روایت کی کہ مجھے یحییٰ بن حسن علوی نے بتایا کہ مجھ سے اس شخص نے ذکر کیا جس نے عبد الحمید بن سعید کو اس سال نیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ میں یہ خطبہ دیتے سنا کہ وہ آپؑ کے لیے دعائیں کہہ رہا تھا مسلمانوں کے ولی عبد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام۔

”ستہ آبا ئہہ ما ہم افضل من یشرّب صوب الفمام“

ترجمہ: چھ آباء و اجداد میں اور وہ کیا ہیں وہ ان میں افضل ہیں جو بادل کا پانی پیتے ہیں یعنی بہترین خلق خدا ہیں۔

اور مدائنی نے اپنے رجال سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

جب امام علی بن موسیٰ رضام ولی عہد کی خلعت میں بیٹھے تو آپ کے سانسے خطباء و شعراء کھڑے ہوئے اور آپ کے سر پر چھینٹے لہرائے گئے پس ایک شخص نے ذکر کیا جو وہاں پر امام رضام کے خواص میں سے موجود تھا وہ کہتے ہیں کہ میں اس دن آپ کے سانسے تھا تو آپ نے میری طرف دیکھا اور جو نو چکا تھا میں اس سے خوش تھا تو آپ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا میں آپ کے قریب گیا تو آپ نے میرے ساتھ ایسے بات کی کہ کوئی دوسرا سن نہ سکے آپ نے فرمایا ”تم اپنے دل کو اس معاملے کی طرف متوجہ و مشغول نہ کرو اور نہ ہی اس بات سے خوش ہو یہ ایسی چیز ہے جو پوری نہ ہوگی۔“

اور شعراء آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک وکیل بن علی خزاعی رحمتہ اللہ علیہ تھے جب وہ آپ کے پاس آیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک قصیدہ کہا ہے اور میں نے اپنے آپ کو پایہ بند کر رکھا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے سانسے نہیں پڑھوں گا آپ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ آپ کی مجلس میں لوگ کچھ کم ہوں پھر ان سے فرمایا ”آؤ راوی کہتا ہے کہ میں انہوں نے وہ قصیدہ پڑھا جس کی ابتداء یہ ہے۔“

مدارس آیات خلعت من تلا وۃ و منزل وحی متخ العرصات

آیات کے درس کی جگہیں تلاوت سے خالی پڑی ہیں اور منزل وحی کے صحن خالی پڑے ہیں۔

یہاں تک کہ پورا قصیدہ تم کیا تو جب قصیدہ پڑھ چکے تو امام رضام اٹھ کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور ان کے لیے خادم کے ہاتھ ریٹم وادان کے ایک کپڑے میں پھر سودینا بھیجے اور ان سے یہ فرمایا کہ اس سے کہو کہ ان میں سے سفر میں مدد حاصل کرے اور ہمیں معذور سمجھے تو وکیل نے خادم سے کہا خدا کی قسم میرا یہ مقصد نہیں تھا اور نہ اس کے لیے میں گھر سے نکلا تھا ان کی خدمت میں عرض کرو کہ مجھے اپنے لباس میں سے کوئی کپڑا پہنائیں اور وہ دینا روایں کر دیئے پس رضائے وہ دینا روایا وہ اس کے پاس بھیجے اور ان سے کہایا ”لو اور اپنے لباس میں سے ایک جبرہ بھیجا پس وکیل وہاں سے نکلے یہاں تک کہ شہر قم میں وارد ہوئے اور اہل قم نے جب ان کے لباس جبرہ دیکھا تو اس کے بدلے ہزار دینار پیش کئے، لیکن وکیل نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم یہ جبرہ اور اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ہزار دینار پر نہیں دوں گا پھر وکیل قم سے نکلے تو لوگ ان کے پیچھے لگ گئے اور ان کا راستہ روک کر جب چھین لیا تو وکیل قم میں واپس آئے اور اس کے بارے میں ان سے بات چیت کی تو وہ کہنے لگے اب اس تک کوئی راستہ نہیں اگر چاہو تو یہ ہزار دینار حاضر ہیں تو وکیل نے کہا کہ اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ہوگا پس انہوں نے وکیل کو ایک ہزار دینار اور سب سے کا ایک ٹکڑا دیا۔“

روایت کی ہے علی بن الراسم نے خادم یا سرور ریان بن صلت سے وہ دونوں کہتے ہیں کہ

جب عید گئی اور حضرت رضاءؑ کے لیے ولی عہدی کا عقد و پیمان کا معاملہ طے ہو چکا تو مامون نے آپؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جائیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں اور خطبہ دیں تو امام رضاءؑ نے اسے پیغام بھیجا کہ تمہیں وہ شرائط یاد ہیں جو اس قسم کے معاملہ میں میرے اور تمہارے درمیان طے ہوئیں تھیں پس لوگوں کو نماز پڑھانے سے مجھے معاف رکھئے تو مامون نے کہا کہ میں اس سے یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کے دل مطمئن ہوں اور وہ آپؑ کے فضل سے آگاہ ہوں مسل ان کے درمیان قاصداً تے جاتے رہے پس جب مامون نے آپؑ پر بہت اصرار کیا تو آپؑ نے اسے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے معاف کر دو تو وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور اگر معاف نہیں کرتے ہو تو میں اس طرح نکلوں گا جس طرح رسول اللہؐ اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ جایا کرتے تھے تو مامون نے کہا کہ جس طرح آپؑ چاہیں نکلیں اور مامون نے قائلین، دریاووں اور دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ صبح سویرے امام رضاءؑ کے دروازے پر جائیں،

راوی کہتا ہے کہ

پس لوگ ابوالحسنؑ کی زیارت و استقبال کے لیے راستوں، چیتوں پر بیٹھے، عورتیں اور بچے آپؑ کے تشریف لاتے کی انتظار میں جمع ہو گئے، تمام قائلین اور لشکر آپؑ کے دروازے پر پہنچے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر کھڑے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا تو امام رضاءؑ نے غسل فرما کر اپنا لباس پہنا روئی کا سفید عمامہ سر پر یوں باندھا کہ اس کا ایک کنارہ سینہ پر اور دوسرا کندھے کے درمیان ڈالا کچھ خوشبو لگائی اپنے ہاتھیں عصا لیا جس کے نیچے پھیل لگا تھا اور اپنے غلاموں سے کہا کہ وہ بھی ایسا کریں گے جیسا آپؑ نے کیا تھا وہ آپؑ کے آگے آگے نکلے اور آجنا ب ننگے پاؤں تھے اور شلوار آدمی پنڈلی تک اور اٹھا رکھی تھی آپؑ پر ہو کر کھڑے تھے وہ سب سے پہلے تھے پس آپؑ تمہارا سا چلے اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے تکبیر کہی اور آپؑ کے ساتھ آپؑ کے غلاموں اور مولیوں نے بھی تکبیر کہی پھر آپؑ چلے یہاں تک کہ دروازے پر رک گئے تو جب قائلین اور لشکر نے آپؑ کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اپنی سواریلوں سے زمین پر کود پڑے اور ان میں سے زیادہ اچھی حالت میں وہ تھا کہ جس کے پاس چھری تھی کہ جس سے اس نے اپنے جوتے کے تسمے کاٹ دیئے اور اسے اتار کر ننگے پاؤں ہو گیا اور امام رضاءؑ نے دروازے پر تکبیر کہی تو لوگوں نے بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی پس ہمیں گمان ہوتا تھا کہ آسمان اور دیواریں آپؑ کی تکبیر کا جواب دے رہی ہیں، اور شہر مرد گریہ و بکا، اور بیچ و پکار سے لرز رہا تھا جب انہوں نے امام رضا علیہ السلام کو دیکھا اور آپؑ کی ہجرت کی آواز سنی۔

اور یہ خبر مامون تک پہنچی تو فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا کہ اے امیر المومنین! اگر امام رضا علیہ السلام اسی طرح معنیٰ تک پہنچ گئے تو لوگ ان کے فرقہ تھے ہو جائیں گے اور ہم سب کو اپنے خون کا خطرہ لاحق ہو جائے گا لہذا ان کے پاس پیغام بھیجئے کہ وہ واپس چلے جائیں مامون نے آپؑ کو پیغام بھیجا کہ

ہم نے آپؑ کو سخت قسم کی تکلیف میں ڈال کر تھکا دیا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ آپؑ کو مزید مشقت میں ڈال آپؑ واپس تشریف لے جائیں اور لوگوں کو وہی نماز پڑھانے کا جو پہلے دستور مطابق پڑھا تھا ہے۔

پس ابوالحسنؑ نے اپنے مندرجہ منگوائے اور انہیں پہن کر سوار ہو کر واپس چلے گئے اور اس دن لوگوں کے معاملہ میں اختلاف

پر گیا اور ان کی تمازت کا سلسلہ منظم نہ ہو سکا۔

مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اور اسے علی بن ابراہیم نے یا سر سے خبر دی اور وہ کہتا ہے۔ جب مامون نے خراسان سے بغداد کی طرف جانے کا بیختر ارادہ کیا تو اس کے ساتھ فضل بن سہل ذوالریاستین بھی نکلا اور ہم بھی امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کے ساتھ نیکے تو فضل بن سہل کے پاس اس کے بھائی حسن بن سہل کا خط لکھا جس میں ہم راستے کی کسی منزل پر تھے کہ میں نے تحویل سال میں نظر و فکر کی ہے اور اس میں پایا ہے کہ تم فلاں فلاں جہینے ید مد کے دن لوہے اور آگ کی گرمی کا مزہ چکھو گے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم مامون اور امام رضا علیہ السلام اس دن حمام میں جاؤ اور شاخ گواؤ (خون نکلوانا) اور اپنے بدن پر خون ڈالو تاکہ اس دن کی نحوست تم سے زائل ہو جائے تو ذوالریاستین نے مامون کو یہ لکھا اور اس سے انتہاء کی کہ امام رضا سے یہ سوال کرے کہ مامون نے امام رضا کو کبھی بھیجا اور ان سے یہ خواہش کی تو ابو الحسن نے اسے جواب دیا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا، تو اس نے دو مرتبہ رقعہ کا اعادہ کیا تو ابو الحسن نے اسے لکھا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ اے علی! کل حمام میں نہ جانا اور میں تمہارے لیے مناسب سمجھتا ہوں اور فضل کے لیے کہ تم دونوں حمام میں بیٹھیں تو آپ کی طرف مامون نے لکھا کہ اے ابو الحسن! آپ نے اور رسول اللہ نے سچ فرمایا ہے میں کل حمام نہیں جاؤں گا اور فضل خود بہتر جانتا ہے

تو یا سر کہتا ہے

پس جب ہم نے شام کی اور سورج چھپ گیا تو رقبہ نے ہم سے فرمایا کہ ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس شر سے جو اس رات کو نازل ہوتے والا ہے۔

پس ہم بار بار یہ کہتے رہے اور جب امام رضا نے صبح کی نماز پڑھی تو مجھ سے فرمایا چھت پر چڑھ جاؤ اور کان لگا کر سنتے رہیں کیا محو میں ہوتا ہے؟ پس جب میں چھت پر گیا تو پہنچ دیکھا کہ سنی اور وہ آواز فزید بڑھتی گئی لیکن ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا ہم اسی حالت میں تھے کہ مامون اس دروازے سے داخل ہوا جو اس کے مکان سے ابو الحسن کے مکان میں کھلتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا اسے میرے سردار ابو الحسن تدار آپ کو فضل کی مصیبت موت میں اچھڑے وہ حمام میں داخل ہوا اور کچھ لوگ تلواریں لے کر اس پر داخل ہوئے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا اور جو لوگ اس پر داخل ہوئے ان میں سے تین آدمی پکڑے گئے کہ جن میں سے ایک فضل کی خالہ کا لڑکا ذوالقلین کا بیٹا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ لشکر کے قائدین اور فضل کے ساتھی لوگ مامون کے دروازے پر جمع ہو کر کہنے لگے کہ مامون نے دھوکہ سے اسے قتل کیا ہے لمن و تشیع، اور اس کے خون کا مطالبہ کرنے لگے اور آگ لے کر آئے تاکہ وہ مامون کے گھر کا دروازہ جلا دیں تو مامون نے ابو الحسن سے عرض کیا کہ اے میرے سردار کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی طرف باہر جا کر

نومی سے ان سے بات چیت کریں کہ وہ متفرق ہو جائیں، آپ نے فرمایا، ہاں اور ابو الحسن سوار ہوئے اور مجھ سے فرمایا اے یاسر سوار ہو جاؤ تو میں بھی سوار ہوا جب ہم گھر کے دروازے سے نکلے تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا جو ہجوم و اثر و حاکم کیے ہوئے تھے تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں متفرق ہونے کے لیے فرمایا، یاسر کہتا ہے کہ خدا کی قسم لوگ آگے بڑھے اور وہ ایک دوسرے پر گر رہے تھے آپ نے جس کسی کی طرف اشارہ کیا وہ دوڑ پڑا اور اپنے رخ پر چلا گیا۔

اوپر مجھے خبر دی ہے کہ جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے مسافر سے وہ کہتا ہے جب ہارون بن مسیب نے محمد بن جعفر سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے ابو الحسن نے فرمایا۔

محمد کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ کل خروج نہ کرے کیونکہ اگر تم کل گئے تو شکست کھا جاؤ گے اور تمہارے ساتھی مارے جائیں گے اور اگر وہ تم سے پوچھے کہ تم یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے؛ تو کہو میں نے خواب دیکھا ہے ٹاڈی کہتا ہے کہ میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ کل خروج نہ کرو کیونکہ اگر کل نکلے تو شکست کھاؤ گے اور تمہارے ساتھی قتل ہو جائیں گے تو وہ مجھ سے کہنے لگا تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے؛ میں نے کہا کہ خواب دیکھا ہے تو وہ کہنے لگا کہ بندہ جب موتا ہے اور وہ اپنے یا کھانے کے مقام کو نہیں دھو تا اس کے باوجود وہ نکلا لیکن شکست ہوئی اور کے ساتھی قتل ہو گئے۔

امام علی رضا کی وفات اور اس کے سبب واقعات

حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام جب خلوت میں مامون کے پاس جاتے تو اسے وعظ نصیحت کرتے خوف خدا دلاتے اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں جو اس سے ارتکاب ہوتا اسے برا قرار دیتے مامون ظاہراً اسے آپ سے قبول کرتا لیکن باطن میں اسے ناپسند سمجھتا اور بوجھ محسوس کرتا، امام رضا علیہ السلام ایک دن اس کے پاس تشریف لے گئے تو اسے دیکھا کہ نماز کے لیے وضو کر رہا ہے اور غلام اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے تو آپ نے فرمایا۔

اے میرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو،

تو مامون نے غلام کو ہٹا کر خود وضو مکمل کیا لیکن اس سے اسے کافی عیش آیا۔ (دوسری طرف) جب مامون کے پاس سہل کے دونوں بیٹوں حسن اور فضل کا ذکر ہوتا تو امام رضا ان کے عجیب اور برائیاں کی وجہ سے ان کی طرف کان دھرنے سے منع فرماتے اور یہ ان دونوں بھائیوں کو بھی پتہ چل چکا تھا لہذا وہ بھی مامون کو آپ کے خلاف اکساتے اور ایسی باتوں کا ذکر کرتے لگے جو دردی و نفرت کا سبب بنیں۔ وہ مسلسل مامون کو یہ کہہ کر خوف زدہ کرتے رہے کہ لوگ تم سے دور ہو کر تمہارے مخالفت ہو جائیں گے حتیٰ کہ انہوں نے مامون کی رائے کو بدل کر دکھایا اور وہ آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا ایک دن اتفاق ہوا کہ مامون

کے ساتھ امام رضاؑ نے کھانا کھایا جس سے آپ بیمار ہو گئے تو ماموں نے بھی جھوٹ موٹ اپنے آپ کو بیمار دکھایا ماموں کی اس حرکت میں اس کی ایک سیاست باطلہ مضمحل تھی جس کا ذکر آئے گا۔

محمد بن علی بن حمزہ نے منصور بن بشیر سے اور اس نے اپنے بھائی عبداللہ بن بشیر کے حوالے سے ذکر کیا وہ کہتا ہے کہ مجھے ماموں نے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن عادت سے بڑھالوں لیکن کسی کو پتہ نہ چلے پس میں نے ایسا کیا پھر اس نے مجھے بلایا اور میرے سامنے ایک چیز نکالی تو تمرہندی سے مٹی ہلتی تھی اور کہا کہ اس تمام دوا کو اپنے ہاتھ پر ملو لہذا میں نے ایسا کیا پھر وہ مجھے وہیں پھونڈ کر خود امام رضاؑ کی خدمت میں گیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا شاید درست ہو جاؤں تو ماموں نے کہا، الحمد للہ میں تو آج درست ہو گیا ہوں، کیا آپ کے پاس آج کوئی خدمت گار آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، پس ماموں غضب ناک ہو گیا اور اپنے غلاموں پر چھینے لگا ابھی انار کا کچھ پانی لیجئے کیونکہ اس سے شستی نہیں نہیں ہوتا چاہیے یہ آپ کے لیے مفید ہے۔ پھر مجھے بلا کر کھانا لے آؤ تو جب میں انار لایا تو کہا کہ اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے چھڑو میں نے ایسے ہی کیا وہ پانی ماموں نے امام رضاؑ کو اپنے ہاتھ سے پلایا، وہی آپ کی وفات کا سبب بنا اور دو ہی دن میں گزرے تھے کہ آنحضرتؐ فوت ہو گئے۔

اور الوصلت ہر وی سے منقول ہے کہ

میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی وقت ماموں آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر گیا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے الوصلت! تمہوں نے اپنا کام کر دیا ہے اور پھر آپ خدا کی توحید و تمجید بیان کرتے لگے۔

محمد بن جهم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

امام رضاؑ کو انگور پسند تھے پس کچھ انگور آپ کے لیے لائے گئے اور کئی دن تک ان کی پیوری کی جگہ میں (زہر آلود) سوئیاں قرار دی گئیں، پھر ان کو نکال کر انگور آپ کے پاس لائے گئے آپ نے ان میں سے کچھ کھائے اور آپ کو وہی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں اور اسی نے آپ کو مار ڈالا کہا گیا ہے کہ زہر دینے کا یہ طریقہ تو کھا اور لطیف ترین تھا۔

جب امام رضاؑ علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو ماموں نے آپ کی وفات کو ایک دن اور ایک رات مخفی رکھا پھر اس نے محمد بن جعفر صادقؑ اور آل ابوطالبؑ کی ایک جماعت کے ہاں پیغام بھیجا جو اس کے ہاں قیام پذیر تھے جب وہ لوگ آئے تو انہیں موت کی خبر دے کر رونے لگا اور سخت حزن و ملال کا اظہار کیا اور انہیں دکھایا کہ آپ کا جسم صبح و سالم ہے (یعنی طبعی موت ہے) (جسم مبارک کو مخاطب کر کے کہتے لگا) اے بھائی! مجھ پر گراں گذر رہا ہے کہ میں آپ کو اس حالت میں پڑا دیکھ رہا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ آپ سے پہلے چلا جاتا لیکن خدا نے پسند کیا اور وہی کیا جو اس نے چاہا۔

پھر آپ کو غسل و کفن اور حنوط کرنے کا حکم دیا اور آپ کے جنازے کو خود اٹھا کر موجودہ مدفن تک لا کر دفن کیا۔

اور یہ بلکہ طوس کے علاقہ میں فوقان کے قریب "سناباد" بستی میں حمید بن قحطیبہ کا گھر ہے۔

امام علی رضا ابن موسی کاظمؑ نے جب دنیا سے کوچ کیا تو ہمارے علم مطابق امام ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی جن کی اس وقت عمر سات سال اور چند ماہ بھی نہ تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب

امام محمد تقیؑ کے حالات

امام علی رضاؑ کے بعد اے امام کا ذکر ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت،

مدت عمر، وفات و سبب وفات، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کے بعد آپ کی تعین اور اشارہ مطابق آپ ہی کے بیٹے محمد بن علی رضاؑ امام ہیں جو تمام فضائل کے مالک تھے۔ آپ کی ولادت ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں مدینہ میں ہوئی اور رحلت ماہ ذی قعدہ ۲۲۰ھ بغداد میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ آپ کے بعد آپ کی مدت خلافت و امامت سترہ سال تھی۔

آپ کی مادر محترمہ کا نام سبیکہ تھا جو کنیز تھیں اور توہمیتہ (افریقہ کا شہر ہے) کی رہنے والی تھیں۔

آپ کی امامت پر نصوص و اشارات

جین لوگوں نے امام ابو الحسن علی رضاؑ سے ان کے فرزند ابو جعفر (محمد تقیؑ) کی امامت پر تعین نقل کی ہے وہ ہیں۔

علی بن جعفر صادق، صفوان بن یحییٰ، عمر بن غلاط، حسین بن بشیر، ابن نصر بن تلی، ابن قیام و اسطی، حسن بن جهم، ابو یحییٰ صفانی

نیراتی، یحییٰ بن حبیب، زریات اور دوسرے بہت سے لوگ کہ جن کے ذکر سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

۱۔ مجھے ابوالقاسم نے جعفر بن محمد سے خبر دی، اسے محمد بن یعقوب نے، علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ اور علی بن محمد قاسانی سے سنا، سنا کہ یہ بیان ہے اس نے کہا میں نے علی بن جعفر بن محمد کو حسن بن حسین بن علی بن الحسین سے بیان کرتے سنا، انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران کہا۔

(علی بن جعفر بن محمد قرا رہے تھے)

قد اتے ابوالحسن رضا کی اس وقت مدد فرمائی جب ان کے بھائی اور بچوں نے ان کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

پھر طویل واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنے اس قول تک پہنچے

”پس میں کھڑا ہو گیا اور میں نے ابو جعفر محمد تقی بن علی رضا کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی طرف سے میرے امام ہیں۔ تو امام رضا نے روتے ہوئے فرمایا: ”اے چچا کیا آپ نے میرے والد گرامی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

”بہترین دُعا کینہ کنیز زبیرہ کے بیٹے پر میرا باپ قربان ہو جس کی اولاد میں سے وہ ہو گا جو جلا وطن و مگر سے دور کیا جائے گا اپنے باپ دادا کے خون کا بدلہ لے گا صاحبِ نبیت و غائب ہو گا۔ کہا جائے گا یا تو وہ ختم ہو گیا یا ہلاک ہو چکا یا کسی وادی میں چلا گیا ہے۔“

تو میں (علی بن جعفر) نے عرض کیا آپ نے یہ فرمایا میں آپ پر قربان جاؤں،

۲۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے خبر دی اس نے احمد بن محمد سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے وہ کہتا ہے۔

کہ میں نے امام رضا کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم آپ سے پوچھا کرتے تھے دائرہ والے امام کے بارے میں (یعنی آئندہ کون امام ہو گا) قبل اس کے کہ خدا آپ کو ابو جعفر عطا کرتا تو آپ دہارے جواب میں یوں فرماتے تھے کہ خدا مجھے ایک لڑکا دے گا۔ پھر تکہ اس وقت خدا نے آپ کو ایک بیٹا بھی دے دیا ہے جس نے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی ہے۔

پس خدا ہمیں آپ کا دین دکھائے اور اگر کچھ ہو گیا تو پھر کس کی طرف (امامت میں رجوع کریں)؟ اس پر آپ نے حضرت ابو جعفر کی طرف اشارہ کیا جو ان کے سامنے کھڑے تھے تو میں نے عرض کیا آپ قربان یہ تو تین سال کے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اس سے کیا ہوتا ہے حضرت علیؑ تین سال سے کم کے تھے جب حجتہ وینمیری کے ساتھ قیام کیا۔

۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن علی سے اس نے محمد بن خالد سے کہ

میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا اور آپ نے (امامت کے سلسلہ میں) کچھ بات کہی پھر ارشاد فرمایا تمہیں اس سے کیا عرض؟

یہ ابو جعفر بن کہ نہیں میں نے اپنی جگہ پر بٹھایا اور اپنی جگہ پر قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ ہمارے چھوٹے ہمارے بڑوں کے وارث ہوتے ہیں جس طرح تیر کا ایک بڑ دوسرے بڑ کے ساتھ ہے۔

۴۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے ہمارے ایک گروہ اصحاب سے انہوں نے جعفر بن محمد سے اس نے مالک بن اشیم سے اس نے حسین بن بشار سے وہ کہتا ہے کہ ابن قیاما واسطی نے ابو الحسن رضا کے طرف خط لکھا جس میں اس نے کہا کہ آپ کیسے امام میں جب کہ آپ کا بیٹا نہیں ہے تو ابو الحسن نے اسے جواب دیا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میرا بیٹا نہیں ہوگا؟ خدا کی قسم دن اور راتیں نہیں گزریں گے کہ خدایہ تجھے ایک فرزند عطا کرے گا جو حق و باطل کے درمیان تفریق کرے گا۔

۵۔ مجھ سے بیان کیا ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے اپنے بعض اصحاب سے اس نے محمد بن علی سے اس نے معاویہ بن حکیم سے اس نے ابن ابی نصر بن علی سے وہ کہتا ہے کہ

مجھ سے ابن نجاشی نے کہا کہ تمہارے صاحب کے بعد امام کون ہے؟ میں دوست رکھتا ہوں کہ تم ان سے سوال کرو تا کہ مجھے معلوم ہو۔

پس میں حضرت امام رضا کی بارگاہ میں گیا اور ان کو خبر دی۔

راوی کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا میرا بیٹا امام ہوگا، پھر فرمایا کیا جس کا ہاں بیٹا نہ ہو وہ عورت کر سکتا ہے کہ کہے میرا بیٹا! (یعنی جب میرے بیٹے نہیں ہے تو پھر میں کہہ رہا ہوں کہ میرا بیٹا ہو گا میری صداقت یہی کافی ہے یعنی آئندہ دیکھو) (جس وقت آپ فرما رہے تھے) اس وقت تک ابو جعفر (محمد بن قاسم) پیدا نہیں ہوئے تھے پس کچھ دن بعد آپ پیدا ہوئے۔

۶۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن مہران سے اس نے ابن قیاما واسطی سے اور وہ واقعی مذہب رکھتا تھا (یعنی حضرت موسیٰ کاظم کے بعد امام رضا کی امامت میں تو حق کا قائل تھا) وہ کہتا ہے کہ۔

میں حضرت علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے کہا، کیا دو امام ہو سکتے ہیں؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ ایک خاموش رہتا ہے تو میں نے آپ سے عرض کیا، آپ تو امام ہیں آپ کا خاموش رہتے والا کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا، ان خدا کی قسم سے خدا ضرور ایسے شخص کو قرار دے گا جس سے حق اور باطل کی کثبات و دوام دے گا اور باطل و اہل باطل کو اس کے ذریعہ مٹا دے گا۔

اور اس وقت تک آپ کی کوئی اولاد نہ تھی پھر ایک سال بعد ابو جعفر آپ کے ہاں پیدا ہوئے۔

۷۔ مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن مہران سے اس نے محمد بن علی سے اس نے حسن بن جہم سے وہ کہتا ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے پاس موجود تھا آپ نے اپنے بیٹے کو جب کہ وہ بہت چھوٹے تھے بلکہ اپنی گود میں بٹھایا اور مجھ سے فرمایا اس بچے کے جہم سے قیض ہٹا کر دیکھو میں نے جب ایسا کیا تو آپ

نے فرمایا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھو تو میں نے دیکھا کہ گوشت میں بہت سی کوئی چیز تھی پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اسی جگہ میرے پدر گرامی کے ہال بھی یہ تھی۔

۸۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن ہرآن سے اس نے محمد بن علی سے اس ابو یحییٰ صغانی سے جس نے کہا کہ میں ابوالحسن رضاؑ کے پاس موجود تھا کہ ان کے چھوٹے سے بچے ابو جعفر کو لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا ہمارے شیعوں کے لیے اس مولود سے بڑھ کر کوئی بابرکت بچہ پیدا نہیں ہوا۔

۹۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسن بن محمد سے اس نے خیرانی سے اور اس نے اپنے باپ سے خبر دی ہے جس نے کہا کہ میں خراسان میں ابوالحسن امام رضاؑ کے پاس کھڑا تھا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ اگر (مذلت خواستہ) کوئی (ایسا واقعہ) ہو گیا تو پھر (ہمارا رجوع) کس کی طرف ہو گا؟ تو آپؑ نے فرمایا میرے بیٹے ابو جعفر (محمد تقی) کی طرف تو فائل نے آپ کو کم عمر سمجھا جس پر ابوالحسن نے فرمایا خداوند کریم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو نبی، رسول اور اور نئے سرے سے صاحب شریعت بنا کر بھیجا جب کہ ان کی عمر حضرت ابو جعفر کی موجودہ عمر سے کہیں کم تھی۔

۱۰۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے خبر دی اس نے ہبل بن زیاد سے اس نے محمد بن ولید سے اس نے ابو یحییٰ بن حبیب نے کہا مجھے اس نے خبر دی کہ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔

کہ جب لوگ آپ کی مجلس سے درخواست ہوتے گئے تو آپ ابوالحسن رضا علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا (اؤ) ابو جعفر (محمد تقی) سے ملو انہیں سلام کہو اور ان سے تجدید عہد کرو۔ پھر لوگوں کے جانے کے بعد میری طرف توجہ ہوئے اور فرمایا اللہ مفضل پر رحم کرے وہ اس سے کم پرفاعت کر لیتا تھا۔

حضرت ابو جعفر محمد تقیؑ کے مختصر فضائل

اماموں نے جب حضرت ابو جعفر کے باوجود صغیر سی کے فضل، علم و حکمت و ادب میں بالغ نظری اور کمال عقل کو اس مقام پر دیکھا جہاں اہل زمانہ کے بڑے بڑے مشائخ ان کی برابری نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے آپ پر فریفتہ ہو گیا اور اس نے آپ سے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کر کے اسے آپ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا اور وہ آپؑ کی بہت عزت و تکریم اور تعظیم اور آپؑ کی قدر و منزلت کی جلیل کرتا تھا۔

۱۔ حسن بن محمد بن سلیمان نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ سے جس نے ریان ابن شہید سے روایت کی ہے کہ

جب امون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے کرنے کا ارادہ کیا تو عباسیوں کو یہ ناگوار گذرا، انہوں نے برا سمجھا اور ڈرے کہ کہیں آپ کے ساتھ بھی معاملہ وہاں تک نہ پہنچ جائے جہاں تک امام رضاؑ کے

ساتھ بچا تھا اور اس میں کافی غور و خوض کیا پھر ماموں کے خاندان کے قریب ترین لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین! آپ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ جس کا ارادہ این رضا علیہ السلام کی شادی کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اس سے رک جائیں کیونکہ ہمیں یہ خوف ہے کہ آپ اس امر خلافت کو نکال دیں کہ جس کا خدائے میں مالک بنایا ہے اور وہ عزت کا لباس اتار دیں جو اللہ نے ہمیں پہنایا ہے حالانکہ آپ اس چیز کو خوب جانتے ہیں جو اس قوم اور ہمارے درمیان گذشتہ اور موجودہ زمانہ میں ہے اور جس پر آپ سے پہلے خلفاء راشدین قائم تھے اور وہ ان کو دور رکھنا چھوڑا اور حقیر سمجھنا ہے ہم تو علی رضا والے معاملہ میں بھی گنہگار ہوئے تھے لیکن خدائے اس ہم کو حل کر دیا لہذا ہم جب اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ اس غم و دکھ میں مبتلا نہ کیجئے جو ہم سے دور ہو چکا ہے اور دام الفضل کے رشتہ کے سلسلہ میں این رضا سے رائے پھیر کر اس رشتہ کو اس کی طرف موڑ دیجئے جس کو آپ اپنے خاندان میں اس کا لائق سمجھیں نہ کہ کسی اور کی طرف تو ماموں نے کہا کہ۔

جو کچھ تمہارے اور آل ابوطالیب کے درمیان ہے اس کا تم ہی تو سبب ہو اور اگر تم اس قوم سے انصاف کرو تو وہ تم سے زیادہ خدار ہیں، اور جو کچھ مجھ سے پہلے والے ان سے سلوک کرتے رہے وہ قطع رحیمی ہے اور میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں خدایا قسم میں اس پر نادم نہیں ہوں میں نے رضا کو غلیظہ بنانا چاہا تھا اور میں نے تو ان سے یہ التجا بھی کی تھی کہ وہ امر خلافت کے ساتھ ہی قیام کریں اور میں اس لباس کو اپنے سے اتارنے کے لئے تیار ہوں لیکن انہوں نے انکار کیا اور اللہ کا حکم مقدر ہو چکا تھا اور باقی رہے ابو جعفرین محمد بن علی علیہما السلام تو میں نے انہیں اس لیے انتخاب کیا ہے کیونکہ وہ تمام اہل فضل سے علم و فضل میں چھوٹا مسن ہونے کے باوجود آگے ہیں اور اس میں ان پر تعجب ہوتا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ لوگوں پر وہ کچھ ظاہر ہو جو میں ان سے جان چکا ہوں تاکہ انہیں بھی علم ہو کہ میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ مناسب ہے تو وہ یہ کہنے لگے کہ یہ تو جوان اگرچہ اس کی سیرت و ہیئت آپ کو بخوبی معلوم ہوئی ہے پھر بھی وہ بچہ ہے اور اسے نہ معرفت ہے نہ سمجھ پس اس کو جہلت دیجئے کہ وہ آداب سیکھ لے اور دین کو سمجھ لے پھر اس کے بعد جو آپ کی رائے ہو اس پر عمل کریں تو وہ کہنے لگا تمہارا بھلا ہو میں اس کو جو ان کو تم سے بہتر جانتا ہوں اور وہ اس خاندان سے ہے کہ جس کا علم خدایا کی طرف سے ہے اور اس کا دیا ہوا عطیہ و الہام ہے ہمیشہ ان کے آباء و اجداد علم دیں اور ادب میں ان لوگوں سے بے پرواہ رہے ہیں جو حد کمال سے ناقص ہیں پس اگر تم چاہو تو ابو جعفر کا امتحان کر لو جس سے میری تعریف صداقت تم پر واضح ہو جائے گا تو وہ کہنے لگے اے امیر المومنین! ہم آپ کے اور اپنے لیے امتحان کرنے پر راضی ہیں پس ہمارے اور ان کے درمیان آپ رات نہ کھول دیجئے تاکہ ہم اس شخص کو معین کریں جو اس سے آپ کی موجودگی میں فقہ و شریعت میں سے کچھ پوچھے اگر تو انہوں نے درست جواب دیا تو پھر اس کے معاملے میں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اور خواص و عام کے سامنے امیر المومنین کی درست رائے ظاہر ہو جائے گی اور اگر وہ عاجز رہے تو ہماری مصیبت کی کفایت ہوگی تو ماموں نے کہا کہ اس میں تمہیں پورا اختیار ہے جب تم چاہو پس وہ اس کے ہاں سے نکلے اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ وہ یحییٰ بن اکثم اس وقت کے قاضی زمان سے استمداد کریں کہ وہ ہی ان سے ایسا

مسئلہ پوچھے کہ جن کا وہ جواب نہ دے سکیں اور اس کو اس سلسلہ میں تفتیش اور عمدہ اموال دیتے کا وعدہ کیا اور وہ ماموں کے پاس لوٹ کر آئے اور اس سے التجاء کی کہ ان کے لیے جمع ہونے کا ایک دن مقرر کرے تو اس نے ان کی بات قبول کر لی پس سب لوگ اس دن جمع ہو گئے کہ جس پر ان سب کا اتفاق تھا اور ان کے ساتھ بیٹے بن اکثم بھی تھے، تو ماموں نے حکم دیا کہ ابو جعفر کے لیے ایک گدی لے چھایا جائے اور اس میں آپ کے لیے دو چمڑے کے تیکے رکھے جائیں چنانچہ ایسا کیا گیا اور ابو جعفر باہر تشریف لائے اور اس وقت آپ کی عمر نو سال اور چند ماہ تھی پس آپ ان دونوں تیکوں کے درمیان بیٹھ گئے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور ماموں اس گدی پر بیٹھا تھا جو آپ کے گدی لے سے متصل تھا اور یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے آکر بیٹھا تھا تو ماموں نے کہا کہ اس سلسلہ میں ہمیں سے اجازت لو تو یحییٰ بن اکثم آپ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، آپ مجھے کوئی سوال کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر چاہو تو سوال کرو، تو یحییٰ کہنے لگا "میں آپ پر قربان جاؤں" کیا فرماتے ہیں آپ اس مجرم میں جو شکار کو قتل کر دے۔

تو ابو جعفر نے فرمایا۔

اس نے صلیٰ قتل کیا یا بحر میں وہ مجرم عالم تھا یا جہاں عمدہ قتل کیا یا خطا و غلطی سے، وہ مجرم مرتح یا غلام وہ چھوٹا تھا یا بڑا پہلی دفعہ قتل کیا ہے یا دوبارہ، وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا ان کے علاوہ، چھوٹا شکار تھا یا بڑا جو کچھ اس نے کیا اس پر غرض تھا یا نادم پریشان، ارات کو اس نے شکار کیا یا دن کو، اس مجرم نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا جب شکار کو قتل کیا یا حج کا؟ پس یحییٰ بن اکثم حیران و پریشان ہو گیا اور اس کے چہرے پر عجز و انکسار اور لا جواب ہونے کے آثار نمایاں ظاہر ہو گئے اور اس کی زبان بڑھڑانے لگی، یہاں تک کہ اہل مجلس نے اس کی حالت کو بھانپ لیا اور اس کے معاملہ کو پہچان لیا تو ماموں نے کہا قابل تعریف ہے خدا جس نے احسان فرمایا اور مجھے اچھی رائے کی توفیق دی پھر اس نے اپنے خاندان کے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اب تمہیں اس کی پہچان ہو چکی ہو گی جس کا تمہیں انکار تھا پھر ماموں ابو جعفر کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ اے ابو جعفر! کیا آپ خواستگاری کرینگے آپ نے فرمایا، ہاں "امیر المؤمنین"۔

تو آپ سے ماموں نے کہا کہ میں آپ پر قربان! آپ اپنے لیے خواستگاری کریں۔ میں اپنے لیے آپ کو پسند کرتے ہوئے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی آپ سے کرتا ہوں اگرچہ اس سے ایک قوم کی ناک کٹ جائیگی تو ابو جعفر نے فرمایا۔

الحمد لله اقراراً بنعمته ولا اله الا الله اخلاصاً لواحدانيته صلى الله عليه
محمد سيد بريته و الاصفياء من عترته اما بعد فقد كان من
فضل الله على الانام ان اغناهم بالحلل عن الحرمان فقدال سبحانه
"وانكحوا الاياهي منكم والصالحين من عبادكم واما انكم ان يكونوا
فقراً يغتهم الله من فضله والله واسع عليم"

سب تعریف ہے اللہ کے لیے اس کی نعمت کا اقرار کرتے ہوئے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی وحدانیت کے اعلان کو ظاہر کرتے ہوئے، اور اللہ کی رحمت ہو اس کی مخلوق کے سردار محمد اور ان کی برگزیدہ عسرت پر، انا بعد بے شک لوگوں پر اللہ کا فضل و کرم ہے حلال کے ذریعہ اس نے حرام سے بچایا ہے پس اللہ سبحانہ فرماتا ہے تم اپنی قوم کی بیوہ عورتوں اور نیک قلاموں اور کینڑوں کا نکاح کرو یا اگر وہ قیصر و محتاج ہوئے، تو خدا اپنے فضل و کرم سے غنی اور تو نیکو بنائے گا اور اللہ وسعت دیتے والا اور جاننے والا ہے۔

آپ نے پھر اس کے بعد فرمایا، محمد بن علی بن موسیٰ، خواستگاری کرتا ہے ام الفضل دختر عبداللہ مامون کی اور اس کے لیے مہر اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت محمد علیہما السلام والا دیتا ہے محمد اور وہ قاصین یا پنج سو درہم ہیں تو کیا اسے «امیر» آپ اُس سے اس کی شادی ہر مذکورہ پر کرتے ہیں تو مامون نے کہا، ہاں میں آپ سے اسے ابو جعفر زین العابدین علیہ السلام کی ہر مذکورہ پر تزویج اور نکاح کرتا ہوں تو کیا آپ نکاح کو قبول کرتے ہیں تو ابو جعفر نے فرمایا میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اس پر راضی ہوں پس مامون نے قاص و عام کو حکم دیا کہ وہ اپنے مراتب پر بیٹھ جائیں۔

ربان کہتا ہے کہ ہم وہاں ٹھہرے ہی تھے کہ ہم نے ملاحوں کی زبان سے شاید آوازیں سنیں۔ ایسا ایک تمام ایک کشتی کو کھینچتے ہوئے لائے جو چاندی سے بنی ہوئی تھی اور ریشم کی ایک رسی سے ایک گاڑی کے ساتھ بندھی ہوئی تھی جو خوشبو سے بڑھی تھی تو مامون نے حکم دیا کہ خواص کی دائرہبیاں اس خوشبو سے خضاب کی جائیں پھر اس کشتی کو عوام کی جگہ تک لے جایا گیا اور انہوں نے اس سے خوشبو لگائی اور دسترخوان پھیلے گئے اور لوگوں نے کھانا کھایا اور ہر ایک کو اس کی قدر و منزلت کے مطابق انعامات دیئے گئے پس جب لوگ چلے گئے اور قاص لوگ رہ گئے تو مامون نے ابو جعفر کی خدمت میں عرض کیا کہ

میں آپ قربان جائوں اگر مناسب خیال کریں تو محرم کے شکار کو قتل کرنے کی جو آپ نے تفصیل سے صورتیں بیان فرمائی ہیں ان کے فقہی مسائل و حل بھی ذکر فرمائیں تاکہ ہم بھی جان لیں اور فائدہ حاصل کریں۔

تو ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ بہت اچھا!

اگر احرام باندھنے کے بعد مدہل میں (مد و دم سے باہر) شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور وہ بڑا بھی ہو تو اس کا کنارہ ایک بکری اور اگر ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں۔

اور اگر کسی چھوٹے پرندہ کو مدہل میں، شکار کرے تو اس پر دینے کا ایک۔ پھر جو اینٹ یاں کا دو دو چھوٹے چکا ہو کنارہ ہو گا۔

اور اگر شکار جو یا یہ ہو (تو کئی قسمیں ہوں گی) اگر وہ وحشی جانوروں میں سے وحشی گدھا ہے تو اس پر ایک لگے، اور شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ اور اگر گھبراہٹ ہے تو ایک بکری کفارہ دے گا یہ کفارہ تو جب ہے جب شکار مدہل میں ہو۔

لیکن اگر ایسی شکار کو حرم میں قتل کرے تو کفارہ دگن ہوگا اور وہ جانور جو کفارہ میں دے گا نہیں خانہ کعبہ تک پہنچائے اگر
احرام عمرہ کا تھا اور اگر احرام حج کا تھا تو قریائی مٹی میں کرے گا۔

ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں۔

جان بوجھ کر عمدہ شکار کرنے میں کفارہ دینے کے ساتھ گناہگار بھی ہے ہاں غلطی سے بھولے سے کرنے میں گناہگار
نہیں ہوگا۔

آزاد شخص اپنا کفارہ خود دے گا اور غلام کا کفارہ اس کے آقا پر ہوگا۔ چھوٹے بچے پر کفارہ نہیں ہے اور بالغ پر دینا
واجب ہے۔

اگر اپنے قتل پر تادم و پشیمان ہو آؤ آخرت کے عذاب سے ندامت کی وجہ سے بیچ جائے گا لیکن اگر مصر ہوگا تو آخرت میں بھی عذاب
کا بھی ہوگا ماموں نے دیکھ کر آپ سے کہا۔

اے ابو جعفر خدا آپ پر احسان فرمائے (کیا خوب وضاحت فرمائی ہے) اب اگر آپ مناسب خیال کریں تو بیچنے سے بھی
سوال کریں جس طرح اس نے آپ سے سوال کیا تو ابو جعفر نے یہ بجلی سے کہا کہ میں تم سے سوال کروں تو وہ کہتے لگا آپ پر قربان
جاؤں، یہ آپ کے اختیار میں ہے، پس اگر اس سوال کا جواب جانتا ہوں گا تو عرض کروں گا، ورنہ آپ سے استفادہ کروں گا
تو ابو جعفر نے اس سے فرمایا کہ

مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو کہ جس نے صبح کے وقت ایک عورت کی طرف دیکھا تو دیکھنا اس کے لیے حرام تھا پس جب دن
چڑھ آیا تو وہ عورت اس کے لیے حلال ہو گئی، جب زوال شمس ہوا تو وہ اس کے لیے حرام ہو گئی، اور عصر کا وقت ہوا تو وہ اس
کے لیے حلال ہو گئی، غروب شمس ہوا تو حرام عشاء کا وقت ہوا تو حلال جب آدمی رات ہوئی تو حرام ہو گئی اور جب فجر طلوع
ہوئی تو وہ حلال ہو گئی یہ کسی عورت ہے یا اور کس وجہ سے وہ عورت اس پر حلال ہوئی اور حرام ہوئی؟

تو بیچے بن اکثم نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس سوال کے جواب دینے کی راہ نہیں پاتا رہے تھے نہیں معلوم، اور نہ ہی اس کی وجہ جان
سکا ہوں، پس اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں اس سے مستفید فرمائیں،

تو ابو جعفر نے فرمایا کہ

یہ لوگوں میں سے کسی مرد کی کینہ ہے ایک انہی شخص نے دن کے پہلے حصہ میں دیکھا تو اس کا دیکھنا اس پر حرام ہے دن چڑھا
تو اس انہی نے اسے اس کے مولا سے خرید کر لیا تو وہ اس پر حلال ہو گئی، جب ظہر کا وقت ہوا تو اس نے اسے آزاد کر دیا
تو وہ اس پر حرام ہو گئی، عصر کا وقت ہوا تو اس سے نکاح کر لیا تو حلال ہو گئی جب مغرب کا وقت آیا تو اس سے ظہار
کر لی دیکھا کہ تیری پشت میری ماں بہن کی طرح ہے تو اس پر حرام ہو گئی اور جب عشاء کا وقت آیا تو ظہار کا کفارہ ادا
کر دیا تو حلال ہو گئی پس جب آدمی رات کا وقت آیا تو اس کو ایک طلاق دی تو حرام ہو گئی اور جب صبح صادق کا وقت

کہا تو رجوع کر لیا، تو وہ اس کے لیے حلال ہو گئی۔

راوی کہتا ہے کہ

پس مامون اپنے خاندان کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو وہاں موجود تھے اور ان سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے سکے یا گذشتہ سوال میں عمدہ سا کوئی قول پیش کر سکے تو وہ کہنے لگے، نہیں، خدا کی قسم امیر المؤمنین بہتر جانتے ہیں جو اسے انہوں نے قائم کی ہے تو مامون کہنے لگا خدا تمہارا بھلا کہ یہے شک مخلوق میں سے جو فضیلت تم نے ان کی دیکھی ہے اس گمراہی والے ہی اس سے مخصوص ہیں عمر کا ان میں کوئی لحاظ نہیں ان کا چھوٹا اور صغیر الحسن ہونان کے لیے کمال سے مانع نہیں کیا تمہیں کلام نہیں کہ رسول اللہ نے اپنی دعوت کا آغاز امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کو دعوت دے کر کیا جب کہ وہ دن برس کے تھے ان کے اسلام کو قبول کیا اور ان کے اسلام کا ان پر حکم کیا، اور آپ کے علاوہ کسی آپ کے مہن کو دعوت نہیں دی اور حسن و حسین سے بیعت لی اور حالانکہ ان کی عمریں چھ سال سے کم تھیں اور ان کے علاوہ کسی بچے سے بیعت نہیں لی تو کیا تمہیں بھی اس چیز کا علم نہیں ہو کہ میں سے خدا نے اس قوم کو مخصوص کیا ہے، اور یہ ذریت ہیں جو بعض حص سے ہیں ان کے آخری کے لیے وہ کچھ جاری ہوتا ہے جو ان کے پہلے کی طرف جاری ہوتا ہے، وہ کہنے لگے۔

اے امیر المؤمنین آپ نے سچ کہا پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے جب دوسرا دن ہوا تو لوگ حاضر ہوئے اور ابو جعفر بھی تشریف لائے اور خاص و عام قائدین و دربان سب مامون اور حضرت ابو جعفر کو مبارک باد دینے چلے تو تین طبقہ بندی کے لائے گئے کہ بن میں گوندھی ہوئی مشک و زعفران کی گولیاں تھیں کہ جن گولیوں کے اندر رقتے تھے جن میں بڑے بڑے مال اور بلند عیضے اور جاگیریں لکھی ہوئی تھیں، پس مامون نے حکم دیا کہ خواص میں ان کو تقسیم کیا جائے تو جس کسی کے ہاتھ میں کوئی گولی آجاتی تو اس میں جو رقم ہوتا وہ اس کو نکالتا اور جا کر اس تمام کا سوال کرتا جو اسے آرام سے لی جاتا اور تھیلیاں لاکر ان میں جو کچھ تھا اسے قائدین و غیرہ پر شائع کیا گیا اور لوگ اس حالت میں واپس آئے کہ وہ انعامات و عطیات سے تو نگر ہو چکے تھے، مامون نے سب مساکین کو صدقہ دیا اور ہمیشہ ابو جعفر کے مقامات و منزلت کی عزت و توقیر کرتا اور انہیں اپنی اولاد اور خاندان کے افراد پر ترجیح دیتا رہا۔

کچھ لوگوں نے روایت کی ہے کہ امام الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کی طرف خط لکھا جس میں ابو جعفر کی شکایت کی کہ وہ کیرنوں کے ساتھ رات بسر کرتے ہیں اور دوسری عورتوں سے شادی کرتے ہیں تو مامون نے اسے لکھا کہ۔
اے بیٹی ماہم تیری شادی ابو جعفر سے اس لیے نہیں کی کہ ہم ان کے لیے حلال کو حرام کر دیں پس جو چیزیں تم نے ذکر کی ہیں وہ دوبارہ نہ کرنا۔

۲۔ جب ابو جعفر بغداد سے مامون کے ہاں سیام الفضل کو ساتھ لے کر واپس مدینہ کی طرف چلے اور اباب الکوفہ والی سڑک پر آئے تو آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ کی شایعت کر رہے تھے آپ دارالمیثاق تک پہنچے تو اتر کر مسجد میں گئے مسجد کے

محسن میں ایک بیرری کا درخت تھا جس میں ابھی تک پھل نہیں لگا تھا،

آپؐ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور بیرری کے درخت کی جڑ میں وضو کیا، پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی پہلی رکعت میں الحمد اور آخر الحمد، دوسری میں الحمد اور قل ہو اللہ اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا اور تیسری رکعت پڑھی شہد و سلام کہا پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر ذکر خدا کرتے رہے اور تعقیبات کے بغیر کھڑے ہو گئے اور چار رکعت نوافل پڑھے اور ان کے بعد کچھ تعقیبات پڑھے اور پھر دو شکر کے سجدے کئے پھر وہاں سے باہر نکلے جب لوگ بیرری کے درخت کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اس پر بہترین پھل آپؐ کا ہے تو انہیں اس سے تعجب ہوا اور اس کے پیر کھائے پس اس میں میٹھے بیر تھے کہ جس میں گٹھلی نہیں تھی پھر لوگ آپؐ سے الوداع ہوئے اور آپؐ مدینہ کی طرف تشریف لے گئے پھر آپؐ وہاں مدینہ ہی میں رہے یہاں تک کہ ۲۲ھ کی ابتداء میں متعمم نے آپؐ کو بغداد میں طلب کیا جہاں سے آپؐ کو پلٹنا نصیب نہ ہوا یہاں تک کہ اسی سال کے ماہ ذیقعد کے آخر میں آپؐ کی وفات ہوئی اور آپؐ اپنے جد بزرگوار کی پشت والی زمین میں دفن ہوئے۔

۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن ادریس سے اس نے محمد بن حسان سے علی بن خالد

سے وہ کہتا ہے کہ

میں مقام مسکر (سامروہ) میں تھا تو مجھے خبر پہنچی کہ وہاں پر ایک شخص قید ہے جسے شام کے علاقہ سے قید کیے لایا گیا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ میں وہاں آیا اور دریاؤں سے سارے باندھ کر کے میں اس تک پہنچ گیا وہ مرد مسجدار اور عقل مند تھا میں نے اس سے کہا کہ اے شخص! تمہارا کیا واقعہ ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں ایک شخص ہوں جو شام میں اللہ کی عبادت اس جگہ کیا کرتا تھا جس جگہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سر امام حسینؑ دفن کیا گیا تھا ایک رات اپنی جگہ خراب کے رخ پر بیٹھا ذکر خدا کرتا تھا کہ اچانک میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جب میں نے اس کی طرف نگاہ کی تو اس نے مجھ سے کہا کہ کھڑا ہو جائیں اٹھ کھڑا ہوا تو وہ مجھے نے کھٹوڑا سا ہی چلا تو اچانک میں مسجد کوفہ میں تھا اس نے مجھ سے کہا کہ کیا اس مسجد کو پہنچا سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یہ مسجد کوفہ ہے پس اس شخص نے وہاں نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی پھر وہ مڑا اور اس کے ساتھ میں بھی مڑا پھر وہ میرے سامنے تھوڑا سا چلا تو اچانک ہم مسجد رسولؐ میں تھے تو اس شخص نے رسول اللہؐ پر سلام کیا اور نماز پڑھی میں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی پھر وہ نکلا اور اس کے ساتھ میں بھی وہاں سے نکلا تھوڑا سا چلا تو اچانک میں مکہ میں تھا اور اس نے غائبہ کے کاٹواٹ کیا میں نے بھی اس کے ساتھ ہی غائبہ کے کاٹواٹ کیا پھر نکلا اور تھوڑا چلا تو اچانک میں اپنی اسی جگہ پر تھا کہ جہاں شام کے علاقہ میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اور وہ شخص میری آنکھوں سے غائب ہو گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا میں سال بھر اس پر تعجب کرتا رہا پس جب اگلا سال آیا تو پھر میں نے اسی شخص کو دیکھا اور خوش ہوا اس نے مجھے بلایا تو میں نے اس کی دعوت قبول کر لی اس نے گزشتہ سال کی مانند سب کچھ کیا۔ جب وہ شام میں مجھ سے جدا ہوتے

لگائیں نے اس سے کہا تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے یہ قدرت دی ہے جو میں نے دیکھی ہے مجھے خبر
 دیکھے کہ آپ کون ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام ہوں، بعد میں میں نے یہ خبر ہر اس
 شخص سے بیان کی جو میرے پاس آتا اس طرح یہ خبر محمد بن عبد الملک زیات تک بچا پہنچی تو اس نے مجھے زنجیروں سے قید
 کروا کر عراق بھیج کر یہاں مجھے قید کر دیا ہے جس طرح تم دیکھ رہے ہو اور میرے خلاف ایک محال چیز کا دعویٰ کیا گیا کہ میں
 نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں تو میں نے اس سے کہا کہ میں تیرا معاملہ محمد بن عبد الملک زیات کے سامنے کہوں تو اس نے کہا کہ کچھ
 پس میں نے اس کی طرف یہ واقعہ لکھتے ہوئے معاملہ کی تشریح کی اور اسے محمد بن عبد الملک زیات کے پاس بھیجا تو اس نے
 اس خط کی پشت پر لکھا جس نے مجھے شام سے کوثر، کوثر سے مدینہ، مدینہ سے مکہ کی طرف لے گیا اور مجھے مکہ سے شام پہنچا
 دیا اس سے کہو کہ وہ تجھے اس قید سے نکالے جائے علی بن خالد کہتا ہے کہ اس سے مجھے دکھ ہوا مجھ پر رقت طاری ہوئی اور
 میں معنوم وایس لوٹ آیا پس جب میں دوسرے دن صبح سویرے قید خانے کی طرف گیا تاکہ اسے واقعہ بتاتے ہوئے
 صبر و تسلی کا حکم دوں تو میں نے لشکر اور نگہبانی کرتے والوں اور دار و قہم اور بہت سے لوگوں کو دیکھا جو کہ بڑی دودھویا
 کر رہے ہیں جب میں نے ان کی حالت کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ جس شخص کو شام سے لایا گیا تھا جو دعویٰ نبوت
 کرتا تھا وہ آج رات قید خانہ سے گم ہو گیا ہے پس یہیں یہ ہیں جلتا کہ زمین اسے نکل گئی ہے یا کوئی پزندہ اسے اٹھا
 کر لے گیا ہے اور یہ شخص یعنی علی بن خالد سے پہلے زیدی مذہب تھا بعد میں وہ امامت (اثنا عشریہ) کا قائل ہو چکا
 ہوا تھا جب یہ کچھ دیکھا تو، اور اس کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔

۴ - مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے علی ابن محمد سے اس نے محمد
 بن علی سے اس نے محمد بن حمزہ سے اس نے محمد بن علی ہاشمی سے وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام کی خدمت میں اس صبح کو گیا جس روز ماموں کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی، میں نے
 رات دوا کھائی تھی اور سب سے پہلے صبح کے وقت میں آپ کے پاس گیا تو مجھے پیاس لگی لیکن اچھا نہ لگا کہ میں پانی مانگوں
 پس ابو جعفر نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں تجھے پیاسا دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں
 تو آپ نے غلام سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ آپ کو زہر آلود پانی لاکر دینگے اس سے
 میں تم زندہ ہو گیا، تو غلام پانی لے کر آیا تو آپ میرے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا اسے غلام مجھے پانی
 دو پس آپ نے پانی لے کر کچھ پی کر مجھے دیا تو میں نے پانی پیا اور میں کافی دیر تک آپ کے پاس بیٹھا رہا مجھے میری پیاس
 لگی تو آپ نے پانی منگوایا اور اسی طرح کیا جس طرح پہلی مرتبہ کیا تھا پس آپ نے پانی پی کر پھر مجھے دیا اور مسکرائے
 محمد بن حمزہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن علی ہاشمی نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ابو جعفر، دلوں کے حالات جانتے ہیں جس
 طرح کہ راقی کہتے ہیں۔

۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے اپنے اصحاب کے ایک گروہ سے انہوں نے احمد بن محمد سے اس نے جمال اور عمرو بن عثمان سے انہوں نے اہل مدینہ میں سے ایک مرد سے اس نے طرفی سے جس نے کہا کہ۔

حضرت ابوالحسن چلے بسے اور میرے آپ کے ذمہ چار ہزار درہم تھے کوئین میرے اور ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا پس میری طرف ابو جعفر نے پیغام بھیجا کہ کل میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں دوسرے دن آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا ابوالحسن قبول لے بسے بی اور تیرے آپ کے چار ہزار درہم قرض ہیں، میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، تو آپ نے وہ مٹھی اٹھایا، جو آپ کے نیچے تھا تو اچانک اس کے نیچے دینار تھے پس آپ نے وہ مجھے دیئے تو ان کی قیمت اس وقت چار ہزار درہم تھی۔

۶۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے وہ کہتا ہے کہ۔

آپ کے والد کی وفات کے اوائل میں میرے سامنے ابو جعفر (محمد تقی) باہر تشریف لائے تو میں غور سے آپ کی تدفینات کو دیکھنے لگا تاکہ میں اپنے اصحاب کو آپ کی قامت بتا سکوں تو آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اے علی! یہ شک خدا تعالیٰ قامت میں اسی طرح حجت قرار دی ہے جس طرح نبوت میں قرار دی ہے، پس خدا دھرت بھیجی کی نبوت کے بارے میں) فرماتا ہے۔

والتیناہ الحکمہ صبیحا ، اور ہم نے اسے حکم دیا بچپن میں۔

۷۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے سہل بن زیاد سے اس نے ابو ہاشم وادد بن قاسم جعفری سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابو جعفر کی خدمت میں گیا تو میرے پاس تین رقعے بغیر عنوان کے تھے اور وہ مجھ پر منشیہ ہو گئے تھے پس میں غم ناک ہوا تو آپ نے ایک کو اٹھایا اور فرمایا کہ یہ زبان بن سبیب کا رقعہ ہے پھر دوسرے کو اٹھایا اور فرمایا یہ فلاں کا رقعہ ہے تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اور میں بہوت ہو گیا اور آپ کی طرف دیکھ رہا تھا تو آپ مسکرائے اور تیسرا رقعہ اٹھایا اور فرمایا یہ فلاں کا رقعہ ہے تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ پر قربان جاؤں، پھر آپ نے مجھے تین سو دینار دیئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے فلاں عزیز کو پہنچا دوں۔ اور فرمایا یاد رکھو وہ تجھ سے بے گاہک مجھے کسی اہل حرفت کی راہنمائی کرو جو اس رقم سے میرے لیے مال و متاع خرید کرے تو اسے راہنمائی کر دینا، وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس دینار لے کر گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اے ابو ہاشم! میری کسی اہل حرفت تک راہنمائی کرو جو میرے لیے سامان و مال خرید کرے تو میں نے کہا بہت اچھا کروں گا آپ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں مجھ سے شتر بان نے گفتگو کی اور مجھ سے التجاء کی کہ میں آنحضرت سے عرض کروں کہ وہ اسے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ اپنے معاملات میں داخل کر لیں پس میں آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے گفتگو کروں تو میں نے آپ کو کھانا کھاتے دیکھا اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے لہذا میں آپ سے گفتگو نہ کر سکا تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔

اے ابو ہاشم کھانا کھا لو اور میرے سامنے کھانا رکھا گیا پھر آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر اپنے ملازم سے فرمایا اے لڑکے اچھو ذرا اس شتریان کو جیسے ابو ہاشم لے کر آیا ہے اور اسے اپنے ساتھ شامل کر لو۔

۹۔ ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ ایک دن باغ میں گیا تو میں نے آپ سے عرض کیا میں آپ پر قربان ہاؤں میں مٹی کھانے کا بہت زیادہ دلدلہ ہوں میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے تو آپ خاموش رہے اور پھر کچھ دنوں کے بعد ملتے ہی کہتے لگے اے ابو ہاشم خدا نے مٹی کا کھانا تجھ سے ختم کر دیا ہے ابو ہاشم کہتا ہے واقعاً (جس روز دعا کی تھی) اس دن سے میرے نزدیک اس مٹی کھانے سے زیادہ کوئی چیز مینغوض نہیں تھی اس سلسلہ میں روایت بہت ہی لیکن جو کچھ ہم تحریر کر چکے ہیں وہ انشاء اللہ ہمارے مقصود کے لیے کافی ہیں۔

ابو جعفر محمد تقی کی وفات اس کا سبب قبر اور تذکرہ اولاد

ابو جعفر علیہ السلام کی ولادت کا بیان پہلے گذر چکا ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ مدینہ میں پیدا ہوئے آپ کی رحلت بغداد میں ہوئی اور آپ کے بغداد میں جاتے کا سبب معتصم کا آپ کو مدینہ سے بلوانا اور حاضر کرنا تھا آپ ۲ محرم ۲۲۳ھ میں بغداد پہنچے اور اسی سال ماہ ذیقعد میں آپ کی وفات ہوئی اور کہا گیا ہے کہ آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا ہے لیکن میرے ہاں یہ خبر ثابت نہیں ہو سکی تا کہ میں اسے شاہد بناؤں (ائمہ اہل بیت سے یہ روایت کتب معتبرہ میں منقول و موجود ہے کہ ما مننا الا مقتول او مسموم و ہم میں سے ہر شخص کو قتل کیا گیا یا زہر دی گئی) اور پھر ہر امام کے حالات زندگی میں یہاں تک کہ بعض اہل سنت کی کتب سے بھی نقل ہوا کہ انہیں فلان بادشاہ نے زہر دی جیسا کہ ابو جعفر کے متعلق منقول ہے کہ معتصم نے ام الفضل کے ذریعہ آپ کو زہر دیا اور اس کا آپ کو بغداد بلاتا بھی اسی کی غماری کرتا ہے چونکہ اس زمانہ میں کتب تک رسائی کم تھی ہو سکتا کہ جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ان روایات تک پہنچی نہ ہو (مترجم)

آپ کو مقابر قریش میں آپ کے جد بزرگوار ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کی پشت کی طرف دفن کیا گیا اور جس دن آپ کی وفات ہوئی آپ کی عمر پچیس برس اور کچھ ماہ تھی اور آپ کے انقاب متحجب اور مرتضیٰ تھے (جیسا کہ آپ کے مشہور انقاب تقی اور جواد بھی ہیں، مترجم)

آپ نے اپنے بعد جو اولاد چھوڑی وہ یہ ہیں۔

۱۔ علی جو آپ کے بیٹے اور آپ کے بعد امام ہیں۔ ۲۔ موسیٰ اور دو بیٹیاں فاطمہ اور امامہ اور میں دو لڑکوں کا ہم نے ذکر کیا

ہے ان کے علاوہ آپ کا کوئی اور اولاد کا نہیں تھا آپ کی ایک صاحبزادی جناب حکیم خاتون ہیں جن کا تذکرہ امام زمانہؑ کے حالات اور دوسرے کئی مقامات پر موجود ہے اور ان کی قبر بھی سامرہ میں امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے ساتھ موجود ہے جس کی تیاریت کی جاتی ہے مترجم

باب

امام علی نقیؑ کے حالات

امام ابو جعفر محمد تقیؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت و لائل امامت مدت خلافت، عمر، وفات اور اس کا سبب، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے

مختصر حالات

امام ابو جعفرؑ کے بعد ان کے فرزند ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام امام تھے کیونکہ آپؑ میں صفات امامت جمع تھیں اور آپؑ کا فضل کمال تھا اور آپؑ کے علاوہ آپؑ کے پدر بزرگوار کے مقام کا کوئی وارث نہ تھا امامت کی نص اور خلافت کا اشارہ ان کے پدر گرامی کی طرف سے ان کے لیے ثابت ہے اور آپؑ کی ولادت ۱۲ مادی الحج ۱۲۰ مقام صُریا میں ہوئی جو مدینہ رسولؐ کے قریب ہے اور آپؑ کی وفات سترتن رازی (سامرہ) میں رجب ۲۵۰ھ و دو سو چوبیس ہجری میں ہوئی اس وقت آپؑ کی عمر اکتالیس برس اور کچھ ماہ تھی اور متوکل نے آپؑ کو یحییٰ بن عمر ثمر بن ابی بن کے ذریعہ مدینہ سے سرزمین رازی (سامرہ) کی طرف بلایا تھا پس آپؑ کو وہیں رکھا گیا اور وہیں وفات پائی اور آپؑ کی مدت امامت تینتیس سال تھی اور آپؑ کی والدہ کثیرہ تھیں جنہیں سمانہ کہا جاتا ہے۔

آپؑ کی امامت پر نصوص و دلائل

۱۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اسماعیل بن مہران سے وہ کہتا ہے کہ،

جب ابو جعفرؑ مدینہ سے اپنی دونوں مسافرتوں میں سے پہلی دفعہ بغداد کی طرف گئے تو میں نے آپؑ سے چلتے وقت

عرض کیا، آپ پر قریان جاؤں، مجھے آپ کے وہاں باتے میں خوف سا محسوس ہوتا ہے۔ ہم آپ کے بعد امیر امامت میں کس کی طرف (رجوع کریں)!

راوی کا بیان ہے کہ

آپ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف خود سے دیکھا اور فرمایا۔
ابھی تیرے خدشہ کے مطابق وہ وقت نہیں آیا۔

پھر آپ کو جب معتصم کے حکم پر دوبارہ بلایا گیا تو میں امامؑ پھر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔
میں آپ پر قریان جاؤں آپ تو جا رہے ہیں تو آپ کے بعد یہ امیر امامت یہ امر کس کی طرف ہے؟ تو آپ رو پڑے یہاں تک کہ
لش مبارک تر ہو گئی پھر آپ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اس دفعہ خطرہ ہے۔ امیر امامت میرے بعد میرے بیٹے علیؑ
کے بعد ہے۔

۲۔ مجھے خبر دی ہے ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے خیرانی سے اس نے اپنے باپ
سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنی ملازمت کی وجہ سے جس پر مامور تھا۔

ہمیشہ ابو جعفر محمد تقیؑ کے دروازے پر رہتا تھا اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری ہر رات کے آخر میں سحری کے وقت آتا تھا تاکہ
ابو جعفر کی بیماری کی خبر معلوم کرے اور جو قاصد ابو جعفر اور خیرانی کے درمیان آتا جاتا رہتا تھا جب وہ آتا تو احمد کھڑا ہو جاتا
اور قاصد علیحدگی میں اس سے ملتا خیرانی کہتا ہے کہ قاصد ایک دن نکلا اور احمد بن محمد بن عیسیٰ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور قاصد
میلحدگی میں مجھے ملا اور احمد کھڑے لگانے لگا اور وہ ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں سے گفتگو سن سکتا تھا تو قاصد نے کہا کہ آپ کے مولا آپ
کو سلام کہہ رہے تھے اور آپ سے کہہ رہے تھے میں جانے والا ہوں، اور میرے بعد میرا بیٹا علی تقیؑ امام ہے۔ اور تم پر میرے
اس بیٹے کے لیے میرے بعد وہی کچھ فرض و لازم ہے جو میرے لیے میرے پدر گرامی کے بعد تم پر لازم و فرض ہے۔
پھر وہ قاصد لوٹ گیا۔ تو احمد اپنی جگہ پر آکر غصہ سے کہنے لگا اس خادم نے تمہیں کیا کہا ہے!
میں نے کہا۔ خیر خبریت ہے تو وہ کہنے لگا جو کچھ تم دونوں کی آپس میں گفتگو ہوئی ہے میں نے سن لیا ہے اور پھر بھاری
طرف بات و مرادی۔

تو میں نے اسے کہا اس طرح تیرا چھپ کر سننا تیرے خدا کی طرف سے حرام تھا کیونکہ ارشاد خداوندی ہے
کسی کے پوشیدہ محلات کے لیے تجسس نہ کرو۔

اب اگر تو نے سن ہی لیا ہے تو اس کی حفاظت کرو شاید کسی دن اس کی ضرورت پڑے اور وقت سے پہلے کسی کو بلانے سے
گریز نہ کرنا۔

میں نے صبح اٹھ کر یہ پیغام دس دفعوں میں لکھ کر ان پر مہر لگائی اور اپنے دس معتبر ساتھیوں کو دے کر کہا کہ اگر میں ان

کاتم سے مطالبہ کرنے سے پہلے مرحاؤں تو پھر ان رقعوں کو کھول کر ان پر عمل کرنا۔

امام ابو جعفر محمد تقیؑ رعلت فرما گئے تو ان کی رعلت کے بعد میرا آنا جانا کہیں نہ تھا، اور ایک دن پتہ چلا کہ سرگردہ شیعہ حضرت محمد بن فرج کے پاس اکٹھے ہوئے ہیں اور آپس میں امر امامت میں بات چیت کر رہے ہیں تو مجھے محمد بن فرج نے خط لکھا جس میں مجھے بتایا کہ وہ لوگ اُس کے پاس جمع ہیں اور اس نے مجھے کہا کہ اگر شہرت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں لے کر آپ کے پاس آتا لہذا میں چاہتا ہوں کہ آپ سوار ہو کر میرے پاس آئیں چنانچہ میں سوار ہو کر اس کے ہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ قوم اس کے پاس جمع ہے پس اس سلسلہ امامت کے بارے باتیں کرتے رہے تو میں نے اکثر کو تردد و شک کی حالت میں پایا تو جن لوگوں کے پاس رقعے تھے میں نے ان سے کہا کہ رقعے نکالو، تو انہوں نے وہ رقعے نکالے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ ہے وہ کچھ جس کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم دوست رکھتے تھے کہ آپ کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی دوسرا بھی ہوتا تاکہ اس بات کی تاکید و تائید ہو جاتی تو میں نے کہا کہ خدا نے تمہاری پسند کا انتظام کر دیا ہے یہ ابو جعفر اشعری ہے جو اس پیغام کے سننے میں میری گواہی دیتا ہے سوال کرو، ان لوگوں نے اس سے سوال کیا تو اس نے گواہی دیتے میں تو حقت کیا تو میں نے اسے مباہلہ کی دعوت دی جس سے وہ ڈر گیا اور کہتے لگا کہ میں نے یہ سنا ہے اور یہ ایسی عزت اور تکریم ہے کہ میں دوست رکھتا تھا کہ عرب میں سے کسی کے لیے ہوتی تو اب اگر مباہلہ کی تو بیت ہے تو پھر اس گواہی کے چھپنے کا کوئی راستہ نہیں چنانچہ وہ قوم اس جگہ سے نہیں گئی یہاں تک کہ انہوں نے ابو الحسن کے لیے امر امامت کو تسلیم کر لیا۔

اجبار اس باب میں بہت زیادہ ہیں اور اگر ہم ان کو تحریر کرنے لگیں تو کتاب طویل ہو جائے گی پوری جماعت شیعہ کا ابو الحسن کی امامت پر اتفاق کر لینا اور آپ کے زمانہ میں کسی اور کا آپ کے سوا مدعی امامت نہ ہونا جس سے معاملہ میں اشتباہ پڑ جائے یہ چیزیں اس سے بے پرواہ کر دیتی ہیں کہ ہم تفصیل سے تصویب اخبار کو تحریر کریں۔

حضرت امام علی نقیؑ کے مختصر فضائل

۱۔ مجھے تبروی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے مسلم بن محمد سے وشل سے اس نے خیران اسباطی سے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تیرے پاس واثق کی کیا خبر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ پر قرآن ہماؤں میں نے اسے خیر و عافیت میں چھوڑا ہے میں نے قریب ترین وقت میں اس سے ملاقات کی ہے راوی کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا تو جس وقت آپ نے فرمایا کہ لوگ یہ کہتے ہیں تو میں نے سمجھا کہ لوگ تو نہیں بلکہ لوگ سے مراد آپ کی اپنی ذات ہے پھر آپ نے پوچھا جعفر دن مقسم نے کیا کہا؟ میں نے کہا کہ جب میں چلا تو وہ قید میں بدترین حالت میں تھا راوی کہتا ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یاد رکھو کہ وہ تو اب حکومت کا مالک

ہے پھر فرمایا کہ ابن زبیر (وزیر واثق) کا کیا بنا؟ تو میں نے کہا کہ لوگ اس کے ساتھ ہیں اور اس کا حکم چلتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو یہ حکومت اس کے لیے بد بختی کا سبب بن گئی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ

پھر آپؐ خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ اے خیران! اللہ کی تقدیریں اور اس کے احکام جاری ہو کر رہتے ہیں خیران! واثق مرچکا، جعفر متوکل تحت حکومت پر بیٹھ گیا اور ابن زبیر مارا گیا ہے میں نے عرض کیا، کب! میں آپؐ پر قربان جاؤں، آپؐ نے فرمایا کہ تیرے وہاں سے خارج ہونے کے بعد۔

۲۔ مجھے نیردی ابوالقاسم جعفر بن محمدؒ نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے ابن نعیم بن محمدؒ ظاہری سے وہ کہتا ہے کہ

متوکل ایک پھوڑے کی وجہ سے بیمار ہو کر موت کے کنارے پہنچ گیا کسی شخص میں حوصلہ پیدا نہیں ہوتا تھا کہ علیؑ جراج کے لیے لوہا اس کے قریب کر سکے (سب ڈرتے تھے) دیہ حالت دیکھ کر متوکل کی ماں نے تذرا مانی کہ اگر یہ شفا یاب ہو گیا تو اپنا بہت سامان جناب ابوالحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت پیش کرے گی۔

ادھر متوکل سے اس کے قریبی قح بن عاقان نے کہا (کیا حرج ہے) اگر آپ اس شخص یعنی ابوالحسنؑ کے پاس کسی کو بھیجیں اور اس بارے میں دریافت کریں ان کے پاس ایسے کمال ہی جن کی وجہ سے خدا تمہیں اس پھوڑے سے نجات دے دے۔

تو اس نے ہو پھر کسی کو بھیجو پس قاصد گیا اور واپس آیا اور کہنے لگا کہ بھڑکری کی مینگیاں لوا اور انہیں گلاب کے پانی میں جھگوڑ پھوڑے کے اوپر لگا دو تو حکم خدا سے یہ نفع مند ہو گا جو لوگ متوکل کے پاس تھے وہ آپؐ کے قول کا مذاق اڑاتے لگے تو

نفع نے ان سے کہا کہ بولنہ آپؐ نے بتایا ہے اس کا تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ اس سے درست ہو جائے گا پس مینگیاں لائی گئیں اور انہیں گلاب کے پانی میں جھگوڑ پھوڑے پر لگایا گیا تو پھوڑے کا مہ کھل گیا

اور جو کچھ اس میں مواد تھا بہر گیا ادھر متوکل کی ماں کو متوکل کی عاقبت کی خوشخبری دی گئی تو اس نے دس ہزار دینار اپنی مہر سے لگا کر ابوالحسنؑ کی خدمت میں بھیجے اور متوکل کی بیماری جاتی رہی۔

چند دن گزرے تو بطحائی نے ابوالحسنؑ کے خلاف متوکل سے جنگی کی اور کہا کہ ان کے پاس مال اور ہتھیار ہیں تو متوکل نے سجدہ عاجب کو حکم دیا کہ وہ اپنا تک رات کے وقت حضرت کے مکان میں گھس جائے اور جو اموال و ہتھیار وہاں پر ہیں اٹھا

کر لے آئے ابراہیم بن محمدؒ کہتا ہے کہ مجھ سے سجدہ عاجب نے کہا کہ میں رات کے وقت ابوالحسنؑ کے گھر گیا، اور میرے ساتھ بیڑھی تھی کہ جن کی مدد سے میں چھپ کے اوپر چڑھا اور تاجیکی میں مکان کی کچھ سیڑھیاں نیچے اتاری

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں گھر کے اندر تک کیسے پہنچوں تو اتنے میں ابوالحسنؑ نے گھر کے اندر سے پکار کر فرمایا اے سجدہ! اپنی ہنگامہ دہیاں تک کہ تمہارا دے پاس شمع لائی جائے، پس تھوڑی دیر میں میرے پاس شمع لے

آئے اور مکان میں اتر گیا تو میں نے آپ کے اوپر پشیم کا ایک بیتہ اور اسی کی ایک ٹوپی دیکھی آپ کا سجادہ ایک چٹائی کے اوپر تھا جو آپ کے سامنے تھی، اور آنجناب قید رنج بیٹھے ہوئے تھے فرمایا گھر کے کمرے تیرے سامنے ہیں پس میں ان کے اندر گیا اور دھڑک دیکھا تو مجھے وہاں کوئی چیز نہ ملی اور میں نے ایک دس ہزار درہم کی تھیلی دیکھی جس پر توکل کی ماں کی ہر لگی ہوئی تھی، اور اس کے ساتھ ایک اور ہر شدہ تھیلی تھی تو مجھ سے ابوالحسن نے فرمایا کہ تھیلی بھی دیکھ لو تو میں نے اسے اٹھایا تو ایک تلوار دیکھی جو کپڑے کے نیام میں تھی تو میں وہ سب کچھ توکل کے پاس لے گیا جب اس نے دس ہزار کی تھیلی پر اپنی ماں کی ہر لگی ہوئی دیکھی تو اس کی طرف کسی کو بھیجا اور وہ اس کے پاس آئی اور اس نے تھیلی کے بارے سوال کیا تو ایک خادم کا کہنا ہے کہ توکل کی ماں نے کہا کہ میں نے تیری بیماری میں نذر کی تھی کہ اگر تجھے شفا ہوگئی تو میں اپنے مال میں سے دس ہزار دینار حضرت کو دوں گی لہذا میں نے ان کو بھیجے تھے اور یہ میری ہی ہر اس پر لگی ہوئی ہے ابھی تک انہوں نے اسے چھپا رکھا بھی نہیں ہے، تو اس نے دوسری تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اس میں چار سو دینار تھے تو توکل نے حکم دیا کہ اس تھیلی کو دوسری تھیلی کے ساتھ ملا دو اور مجھ سے کہا کہ اسے ابوالحسن کے پاس لے جاؤ اور انہیں تلوار اور وہ تھیلی چار سو درہم والی اس رقم کے ساتھ جو اس میں ہے واپس کر آؤ اور میں وہ اٹھا کر ان کے پاس لے گیا اور مجھے آپ سے شرم آئی تو میں نے عرض کیا اسے میرے سر و در آئے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بازگشت کدھر ہے۔

۳۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی ہے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن محمد بن عبد اللہ سے اس نے علی بن محمد نوٹلی سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن قروح رنجی نے کہا کہ حضرت ہادی امام علی نقی نے مجھے لکھا کہ اے محمد! اپنے معاملات کو سمیٹ لے اور اپنا بیجا و کر لے، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے معاملے کو سینے میں مشغول ہو گیا لیکن میں جانتا تھا کہ جو کچھ آپ نے مجھے لکھا ہے اس سے آپ کی مراد کیا ہے یہاں تک کہ میرے پاس د حکومت کا فرستادہ قاصد آیا جو مجھے مصر سے بیڑوں میں قید کر کے لے گیا اور میرے سامنے مال کو گر کی کر لیا اور میں آٹھ سال قید میں رہا، پھر قید خانے میں میرے پاس آپ کا خط آیا، اسے احمد بن قروح مغربی جاتیب میں (بغداد میں) قیام کرتا میں نے خط پڑھا تو اپنے دل میں کہا کہ ابوالحسن مجھے یہ لکھ رہے ہیں جب کہ میں قید میں ہوں یہ بیڑی عجیب بات ہے پس میں تھوڑے ہی دن اور قید میں رہا کہ مجھے رہائی ملی گئی میری بیڑیاں نکال دی گئی اور میرا راس نہ کھول دیا گیا، محمد کہتا ہے کہ قید سے نکلنے کے بعد میں نے آپ کو خط لکھا جس میں آپ سے التجاء کی کہ آپ خلافت عالم سے دعا کریں کہ میرا مال و اسباب مجھے واپس کر دے تو آپ نے لکھا کہ عنقریب وہ تیرا مال و اسباب واپس کر دے گا اور اگر وہ واپس نہ کرے تو بھی تمہارا سے یہی نقصان وہ نہیں ہے علی بن محمد نوٹلی کہتا ہے کہ۔

جب محمد بن قروح رنجی، سامرہ کی طرف واپس آیا تو اس کے یہی لکھ دیا گیا کہ اس کا مال و اسباب اس کو واپس کیا جائے

لیکن ابھی خط نہیں ملا تھا کہ وہ فوت ہو گیا۔

۴۔ علی بن محمد نو قل کا کہنا ہے کہ احمد بن حنبل نے محمد بن فرج کو سامرہ کی طرف جانے کا لکھا تو محمد بن فرج نے حضرت امام علی نقیؑ کو بطور مشورہ خط لکھا آپ نے جواب میں فرمایا جاؤ۔ انشاء اللہ اسی شہر میں تمہارا سے یہیے دنیا سے نجات و کشائش ہے پس وہ وہاں چلا گیا تھوڑے دن وہاں چھہ کر اس دنیا سے مل بسا (دنیا کی تکالیف سے نجات پا گیا)

۵۔ احمد بن عیسیٰ کی روایت ہے کہ مجھے ابو یعقوب نے بتایا کہ میں نے سامرہ میں محمد بن فرج کو ایک شام دیکھا جو حضرت ابو الحسن علی نقیؑ کے سامنے آیا آپ نے (حسرت کے ساتھ) اسے غور سے دیکھا۔ اگلے دن وہ بیمار ہوا چند روز بعد میں اس کی عیادت کے لیے گیا تو اس نے مجھے ایک پار چھو اس کے سر ہاتے تہ شدہ رکھا تھا دکھایا اور کہا کہ حضرت امام علی نقیؑ نے اس کی طرف بھیجا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم اسے اسی میں کفن دیا گیا۔

۶۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ذکر کیا کہ مجھ سے ابو یعقوب نے بیان کیا کہ میں نے ابو الحسن امام علی نقیؑ کو احمد بن حنبل (متوکل کی طرف سے ایک افسر تھا پھر مفسد کا وزیر بنا اور پھر مستعین نے اپنے زمانہ میں اسے قتل کروا دیا) کے ساتھ دیکھا دونوں (ایک ہی طرف) جا رہے تھے امام کی رفتار کم تھی تو ابن حنبل نے دھچک دے کہہ آپ پر قرآن قدم پڑھاؤ آپ نے فرمایا تم آگے جانے والو ہو پھر ہی دن گذرے تھے کہ ابن حنبل کی پٹری پر تکبیر رکھ کر قتل کر دیا گیا،

۷۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن حنبل نے آپ سے اس گھر کے بارے میں کہ جس میں آپ رہتے تھے سختی سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سے منتقل ہو جائیں اور خالی کر کے اس کے پھر ذکر دیں تو امام ابو الحسن علی نقیؑ نے اسے بتایا بھیجا میں اللہ سے تیرے بارے میں شکایت کروں گا جس سے تیرا کچھ نہیں رہے گا چنانچہ خدا نے انہی دنوں سے اپنی گرفت میں لے لیا۔

۸۔ حسین بن حسن حسنی نے روایت کی کہ مجھ سے ابو یوسف یعقوب بن یاسر نے بیان کیا کہ متوکل (اپنے ارد گرد والے لوگوں سے) کہا کرتا تھا تم سب پر افسوس ہے کہ امام علی نقیؑ کے سلسلہ میں میرا ساتھ نہیں دیتے مجھے تو رتھ کے بیٹے (امام علی نقیؑ) کے معاملہ نے عاجز کر دیا ہے۔ میں نے کوشش کی کہ وہ شراب پینے میں میرے ساتھ نہ لیں نہیں تو انہوں نے انکار کیا۔ میں نے اپنی بوٹی کا زور لگایا کہ کوئی موقع ملے مگر ایسا نہ ہو سکا (جس سے میں انہیں لوگوں میں رسوا کر سکوں) حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اگر ان سے تمہارا مقصد نہیں نکلتا تو ان کے بھائی موسیٰ بن محمد نقیؑ سے اس کام کو حاصل کرو۔ جو ابوہو

وعلب، گاتے بچانے، عشق بازی اور بہت کام کا رسیا و دلدارہ ہے اس کو منگو کر اسے شہرت دو۔ اس طرح ابن رفاعی خیر مشہور ہو جائے گی اور لوگوں کو کیا پتہ چلے گا کہ کون سا بیٹا مراد ہے۔ اور اگر وہ بچانے کا تو اس کے بھائی کو بھی ان کاموں سے متہم کرے گا جس پر متوکل نے کہا کہ لکھو کہ اسے نہایت احترام سے سامرہ بھیجا جائے چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ متوکل نے حکم جاری کیا کہ تمام بنی ہاشم قاصدین لشکر اور باقی لوگ اس کا استقبال کریں اور یہ ارادہ کیا کہ جب موسیٰ پہنچے گا تو جاگیر دے کر اس میں اس کو مکان بنوا کر دے گا اور شرابی اور گانے والی عورتیں اس میں منتقل کر دے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پیشگی صلہ دینے کا وعدہ

سلوک کرنے اور ایسا عمدہ مکان عالی گراں لے کا حکم دیا جس میں خود متوکل بھی اس کی ملاقات کے لیے جاسکے۔

حضرت ابوالحسن علی نقیؑ جو اس وقت سامرہ میں تھے، تے پُل وصیفت وجہاں سے سامرہ میں داخل ہوا جاتا ہے پر اپنے بھائی موسیٰ کی ملاقات کی۔ آپ نے اس کے درجہ مطابق اسے سلام کیا پس اس سے کہا کہ اس شخص (متوکل) نے تجھے رسوا و ذلیل کرتے کے لیے بلوایا ہے لہذا اس کے سامنے کبھی شراب پینے کا اقرار نہ کرتا، اور اسے بھائی قداسے ڈر اس سے پہلے کہ کسی فعل حرام کا ارتکاب کرو۔

تو موسیٰ نے کہا کہ جب اس نے مجھے بلایا ہی اس لیے سے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میرے لیے راہ ہی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا، اپنی قدر و منزلت کو نہ گراؤ اپنے پروردگار کی ناقزاتی نہ کرو اور ایسا کام نہ کرو جو تمہارے لیے عیب کا باعث بنے کیونکہ اس کا مقصد تمہاری ہتک کے علاوہ کچھ نہیں موسیٰ نے انکار کیا تو ابوالحسن علی نقیؑ نے یار یا اس سے بات کی اور اسے وعظ و نصیحت کی لیکن وہ آپ کی مخالفت پر قائم رہا پس جب آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی بات قبول نہیں کرتا تو فرمایا کہ اس قسم کی محفل میں تم اس کے ساتھ ملنا چاہتے ہو اس میں تم اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکو گے۔

راوی کہتا ہے کہ

موسیٰ تین سال تک سامرہ میں رہا ہر دن صبح سویرے متوکل کے دروازے پر جاتا تو اس سے کہا جاتا کہ وہ آج کام میں مشغول ہے پس شام کو جاتا تو اس سے کہا جاتا کہ وہ نشتے میں ہے پس صبح کو جاتا تو اس سے کہا جاتا کہ اس نے دوا پی ہے پتہ تین سال تک اسی طرح رہا یہاں تک کہ متوکل مارا گیا اور وہ شراب میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو سکا۔

۹۔ محمد بن علی نے روایت کی ہے کہ مجھے زید بن علی بن حسین نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ

میں بیمار تھا اور مدت کو میرے پاس طبیب آیا اور اس نے مجھے ایک دوا بتاتے ہوئے کہا کہ حکم کو اس طرح اور دن کو اس طرح استعمال کروں رات ہوتے کی وجہ سے میرے لیے اس کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا اور طبیب ابھی دروازے سے نکلا ہی تھا کہ ابوالحسن کا ایک ساتھی اسی وقت وارد ہوا اور اس کے پاس ایک تھلی تھی اس میں بیضہ وہی دوا تھی اور اس نے کہا کہ ابوالحسن یہ تھے سلام کہہ رہے ہیں اور قرا رہے ہیں کہ یہ دوا ہر روز ایسے ایسے استعمال کرو۔ پس میں نے وہ دوا لی اور اس کو پتیا رکھتی کہ تندرست ہو گیا محمد بن علی کہتا ہے مجھ سے زید بن علی نے کہا، اے محمد! کہاں ہیں عالی اس واقعہ کے سننے سے!

امام علی نقیؑ کا مدینہ سے سامرہ آنا

وفات اور آپ کی اولاد

آپ کا مدینہ سے سامرہ کوچ کرنے کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں امور جنگ اور نمازیں پڑھانے پر حکومت کی طرف سے

عبداللہ بن محمد مامور تھا، اسی نے حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ کو اذیت پہنچانے کے قصد سے متوکل کے پاس چلی کی۔ جناب ابوالحسن کو اس کے چغلی کرنے کا پتہ چل گیا تو آپؑ نے متوکل کو خط لکھا جس میں عبداللہ بن محمد کے آپ پر ظلم کرنے اور جھوٹی چغلی کا ذکر کیا۔ متوکل نے جواب دیا اور بہترین قول و فعل کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؑ کو سامرہ آنے کی دعوت دی خط کا کلام ہر ی متن یوں تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابابعد بے شک «امیر المومنین»، آپؑ کی قدر و منزلت کو جانتے اور قربت کی رعایت کرتے ہیں اور آپؑ کے حق کو ثابت سمجھتے اور آپؑ کے اہل بیت کے حالات کا جائزہ دیتے ہیں کہ جس سے خدا ان کے اور آپؑ کے حالات کی اصلاح فرمائے اور اس سے آپؑ کی اور ان کی عزت پر قرار رہے گی اور آپؑ اور ان پر امن و امان کو داخل کرے گا کہ جس سے اس کا مقصد اپنے پروردگار کی رضا اور اس چیز کو ادا کرتا ہے، جو آپؑ کے اور ان کے واسطے ہے اس پر فرض کی گئی ہے اور «امیر المومنین» نے مناسب سمجھا ہے کہ عبداللہ بن محمد کو ان ذمہ والوں سے ہٹا دیا جائے جنہیں وہ مدینہ رسولؐ میں امور جنگ اور نماز کے متعلق ادا کرتا تھا کہ چونکہ جیسا کہ آپؑ نے ذکر فرمایا کہ وہ آپؑ کے حق سے باہل اور آپؑ کی قدر و منزلت کو حقیقت سمجھتا ہے اور جس وقت کہ اس نے آپؑ کو متمم قرار دیا اور آپؑ کی طرف اس چیز کی نسبت دی کہ «امیر المومنین»، جس سے آپؑ کی کبریا کی بھی نسبت نئی اور قول (کی صداقت) کو جانتے ہیں اور یہ کہ آپؑ اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتے کہ جس کے طلب کرتے کے لیے آپؑ کو متمم کیا گیا ہے اور «امیر المومنین»، نے محمد بن فضل کو اس کی جگہ ذمہ داری سونپی ہے اور اسے آپؑ کی تعظیم کرنے اور آپؑ کی رائے کو تسلیم کرنے کی تاکید کی ہے اور اس سے اسے اللہ اور امیر المومنین کا قرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور «امیر المومنین»، آپؑ سے تجدید عہد کرنے کے مشتاق اور آپؑ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں پس اگر آپؑ جو جی ان سے ملنا چاہیں اور ان کے پاس جتنی دیر رہنا پسند کریں تو ضرور کوچ فرمائیے اور اپنے اہل بیت اور نواہی اور حشم و خدم میں سے جسے انتخاب کو پس آرام و اطمینان سے ساتھ لائیے جب چاہیں کوچ کریں اور جب چاہیں تشریف لائیں فرمائیں اور جس طرح چاہیں چلیں اور اگر آپؑ پسند فرمائیں تو «امیر المومنین»، کا غلام ایچے بن ہرثمہ اور اس کے ساتھ جو شکر ہے یہ آپؑ کے کوچ کے ساتھ کوچ اور آپؑ کے چلنے کے ساتھ چلے ہیں یہ سارا معاملہ آپؑ کے ہاتھ میں ہے اور ہم نے اسے آپؑ کی اطاعت کا حکم دے دیا ہے پس اللہ سے استخارہ کر کے «امیر المومنین»، کے پاس پہنچ جائیے پس ان کے بھائیوں، اولاد، اہل خانہ اور خواص میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس پر قدر و منزلت میں ان کا زیادہ لطف و کرم ہو اور نہ کوئی آثار میں زیادہ لائق تعریف ہے، اور نہ وہ اس کی نگرانی کرتے ہیں اور نہ ان پر زیادہ شفیق و مہربان ہیں اور نہ ان سے زیادہ نیکی کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں نسبت آپؑ کے ان سے زیادہ سکون ملتا ہے

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابراہیم بن عباس نے فلاں مہینہ دیا جمادی الاخریٰ ۲۴۳ھ دو سو تینتالیس ہجری میں یہ خط لکھا ہے پس جب یہ خط ابوالحسنؑ کو ملا تو آپؑ نے کوچ کی تیاری کی اور آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی نکلا یہاں تک کہ آپؑ سامرہ میں پہنچ گئے اور جب وہاں پہنچے تو متوکل نے پہلا کام یہ کیا کہ اس دن وہ آپؑ سے یوشیدہ رہا اور آپؑ وہاں ایسی سرائے میں ٹھہرایا گیا خان معایک (چور و تھور کی سرائے) کہتے تھے آپؑ اس میں اس دن رہے پھر متوکل نے حکم دیا کہ ان کو علیحدہ مکان دیا جائے، اور آپؑ

اس میں متعلق ہو گئے۔

مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے علی بن محمد سے اس نے احمد بن محمد سے عید اللہ نے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے صالح بن سعید سے وہ کہتا ہے کہ

جس دن حضرت ابوالحسن سامرہ تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ انہوں نے تمام امور میں آپ کے نوکر کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ کے حق میں کوتاہی کی ہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کی اس بیعت ترین سرانے میں اتارا ہے جو خان صعلیک (چور گلوں کی سرانے) ہے تو آپ نے فرمایا تم یہاں کہتے ہو اے فرزند سعید پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو اچانک مجھے بہترین باقات، جاری نہریں اور ایسے جنات و گلستان نظر آئے کہ جن میں بہترین معطر بوئیں اور خدمت گار تھے کہ گویا وہ چھپے ہوئے موتی ہیں کہ جن کی وجہ سے میری آنکھیں حیران ہو گئیں اور مجھے بہت تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا جہاں کہیں ہم ہوں تو یہ سب کچھ ہمارے لیے موجود ہے اے سعید کے بیٹے! ہم خان صعلیک میں نہیں ہیں۔

اور سامرہ میں ابوالحسن جنتی مدت رہے ظاہر حالت میں آپ کرم و معظم تھے اور توکل پوری کوشش کرتا تھا کہ کوئی جلیلہانہ اسے مل جائے لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکا اور آپ کے متوکل کے ساتھ کئی واقعات ہیں کہ جن سے کتاب طویل ہو جائے گی ان میں آپ کے ایسے معجزات اور بیانات ہیں کہ اگر ان کو ذکر کرنا چاہیں تو ہم اپنے مقصود سے نکل جائیں گے۔

ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی آپ کو اپنے گھر ہی میں دفن کیا گیا جو سامرہ میں تھا، اور آپ نے اپنے بعد ایک تو اپنے فرزند ابوالخیر محمد حسن علیہ السلام چھوڑے اور جو کہ آپ کے بعد امام ہیں، اور حسین، محمد و جعفر اور اپنی بیٹی عائشہ چھوڑی اور سامرہ میں آپ کا قیام وفات تک دس سال اور کچھ ماہ تھا اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا آپ کا سر مبارک اکتالیس برس تھا۔

باب

امام حسن عسکریؑ کے حالات

امام علی نقیؑ کے بعد والے امام کا تذکرہ ان کی تاریخ ولادت و دلائل امامت

مدت خلافت، وفات، قبر

بناب ابو الحسن علی نقی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند ابو محمد حسن عسکری بن علی امام تھے آپ میں وہ تمام صفات توفیق و جہتیں جو سبب امامت ہیں اور علم و زہد، کمال عقل و عصمت و شجاعت، بزرگی اور تقویٰ و کثرت اعمال جو قریب خداوند کا سبب ہیں ان تمام میں آپ کو اہل زمانہ پر تقدم حاصل تھا جو ریاست عامہ کو چاہتے ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ کے والد گرامی کا آپ کے امام و ولیف ہونے پر اشارہ و نص قائم کرنا ہے اور آپ کی ولادت مدینہ میں ماہ ربیع الثانی میں ۳۲۲ھ و دو سو تیس ہجری میں ہوئی اور آپ کی رحلت جمعہ کے دن آٹھ ربیع الاول ۳۸۴ھ و دو سو ساٹھ ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس برس تھی اور آپ سامروہ میں اپنے ہی گھر کے اسی کمرے میں دفن ہوئے جس میں آپ کے پدر گرامی دفن ہوئے تھے اور آپ کی مادر گرامی ایک کنیز تھیں جنہیں مدینہ کہا جاتا تھا اور آپ کی مدت خلافت پھر بری تھی۔

آپ کی امامت پر نصوص و دلائل

۱۔ مجھے خبر دی کہ ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن احمد نندی سے اس نے یحییٰ بن یسار حنیری سے کہ ابو الحسن علی بن محمدؑ نے اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کو اپنی وفات سے چار ماہ پہلے، اپنا وصی مقرر کیا اور اپنے بعد امر امامت کا اشارہ اہمی کی طرف کیا اور اس پر مجھے اور دوستوں کی ایک جماعت کو گواہ بنایا۔

۲۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جعفر بن محمد کوئی سے اس نے یسار بن احمد بصری سے اس نے علی بن عمرو ثقفی سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسن علی نقیؑ کے ساتھ آپ کے گھر کے صحن میں موجود تھا اور ہمارے قریب سے آپ کے فرزند محمد گزرے تو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بعد یہ ہمارے صاحب ہیں؛ فرمایا نہیں، تمہارے صاحب میرے بعد حسن ہیں۔

۳۔ اسی اسناد کے ساتھ بشار بن احمد سے اس نے عبداللہ بن محمد اصفہانی سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ تمہارا صاحب میرے بعد وہ ہے کہ جو میری نماز جنازہ پڑھائے وہ کہتا ہے کہ اس سے پہلے ہم ابو محمدؑ کو نہیں پہنچاتے تھے وہ کہتا ہے کہ

”پس ابو محمدؑ نے ان کی وفات کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی“

۴۔ اسی اسناد کے ساتھ بشار بن احمد سے اس نے موسیٰ بن جعفر بن وہب سے اس نے علی بن جعفر سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسنؑ کے پاس حاضر تھا جب ان کے بیٹے محمدؑ کی وفات ہوئی تو آپ نے حسنؑ سے فرمایا، بیٹا! اللہ کا شکر ادا کرو پس خدا نے تم میں ایک امیر ایجاد کیا ہے۔ (بعض لوگ جناب محمدؑ کو دیکھ کر گمان کیا کرتے تھے کہ وہ امام ہیں ان کی وفات سے امام حسنؑ عسکریؑ متعین ہو گئے یاد رکھیں امام مقصود من اللہ ہوتا ہے مترجم)

۵۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معی بن محمد سے اس نے احمد بن محمد بن عبداللہ بن مروان انباری سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابو جعفر محمد بن علیؑ کی وفات کے وقت حاضر تھا پس ابوالحسنؑ آئے اور آپ کے لیے کرسی رکھی گئی اور آپ اس پر بیٹھ گئے اور ان کے گردان کے اہل خاندان تھے اور ان کے فرزند ابو محمد حسنؑ عسکریؑ ایک طرف کھڑے تھے پس جب آنحضرتؑ مجھیز و کفین سے فارغ ہوئے تو ابو محمدؑ کی طرف ملقت ہوئے اور فرمایا، اے بیٹا! اللہ کا شکر کرو کہ اس نے تم میں ایک امیر پیدا کیا ہے۔

۶۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن احمد قلافسی سے اس نے علی بن ہزیر سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالحسنؑ سے کہا کہ اگر کچھ ہو گیا اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں تو کس کی طرف؛ آپ نے فرمایا میرا عہد میرے بیٹے کی طرف ہے اور مراد حسن عسکریؑ لیے۔

۷۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ابو محمد استرآبادی سے اس نے علی بن عمرو عطار سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسنؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے فرزند ابو جعفر محمدؑ یقید حیات تھے اور میں یہ گمان کرتا تھا کہ آپ کے بعد

وہی نلیفہ و جانشین میں، تو میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں آپ کی اولاد میں سے (امرا امت سے) کون مخصوص ہے؟ تو آپ نے فرمایا کسی کو مخصوص نہ کرو جب تک تمہاری طرف میرا حکم نہ آئے وہ کہتا ہے کہ اس کے بعد بھی سید محمد کی وفات کے بعد میں نے آپ کی طرف لکھا کہ آئندہ یہ امرا امت کس میں ہوگا؟ راوی کہتا ہے کہ آپ نے میری طرف لکھا کہ اس میں جو میری اولاد میں سے سب سے بڑے ہیں،

راوی کہتا ہے کہ

حضرت ابو محمد حسن علیہ السلام، ابو جعفر محمد بن علی سے بڑے تھے

۸۔ مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ وغیرہ انہوں نے سعد بن عبد اللہ سے اس نے بنی ہاشم کی ایک جماعت سے کہ جن میں حسن بن حسین افسس بھی تھا، کہ جس دن محمد بن علی بن محمد کی وفات ہوئی وہ تمام ابوالحسن کے گھر میں حاضر ہوئے اور آپ کے لیے گھر کے صحن میں فرش بچایا گیا اور لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اندازہ لگایا کہ دوستوں اور دوسرے لوگوں کے علاوہ آل ابوطالب بنی عباس اور قریش میں سے دیگر مشہور و معروف تھے اپنا ٹک میری طرف حسن بن علی نے دیکھا اور آپ اس حالت میں آئے کہ آپ کا گریبان چاک تھا یہاں تک کہ وہ آنحضرت کی دائیں طرف آکر کھڑے ہو گئے اور ہم انہیں نہیں پہچانتے تھے پس ابوالحسن نے کچھ وقفے کے بعد ان کی طرف دیکھا پھر ان سے فرمایا۔

اے بیٹا خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہارے لیے ایک امر کو پیدا کیا ہے۔

پس حسن روتے لگے اور انا لڑ پڑھا اور فرمایا کہ محمد ہے اللہ کے لیے جو عاملین کا بزرگ و رکار ہے اور اسی سے ہم اس کی نعمت کی تکمیل چاہتے ہیں! اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے، پس ہم نے ان کے متعلق دریافت کیا تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ حسن بن علی آنحضرت کے فرزند ہیں اور ہم نے اس وقت اندازہ لگایا کہ ان کی عمر بیس سال ہے پس اسی دن انہیں پہچانا اور جاتا کہ آپ نے ان کی طرف امامت کا اشارہ کیا اور انہیں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔

۹۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اسحاق بن محمد سے اس نے محمد بن یحییٰ سے وہ کہتا ہے کہ۔

میں ابوالحسن کی خدمت میں ان کے بیٹے ابو جعفر کی وفات کے بعد گیا اور انہیں ان کی تعزیت کی اور ابو محمد بھی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ روتے لگے تو امام علی نقی ابوالحسن ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے شک اللہ نے تم میں اس کو جانشین قرار دیا ہے پس اللہ کی حمد کرو۔

۱۰۔ مجھے خبر دی ہے ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اسحاق بن محمد سے اس نے ابو ہاشم جعفری سے وہ کہتا ہے کہ

یہیں ابوالحسنؑ کے فرزند ابو جعفر کی وفات کے بعد ان کے پاس تھا اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا میں چاہتا تھا کہ یہ کہوں کہ گویا یہ دونوں (میری مراد ہے ابو جعفرؑ اور ابو محمدؑ) اس وقت ابوالحسنؑ ہوئے اور اسماعیل جعفر بن محمد علیہما السلام کے دونوں بیٹوں کی طرح ہیں اور ان دونوں کا واقعہ ان دونوں کی طرح ہے، تو ابوالحسنؑ میری طرف توجہ ہوئے اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا آپؑ نے فرمایا ہاں ابوالحسنؑ میری طرف اشارہ کیا اور ابو جعفرؑ کے بعد وہ ہے جو پہلے سے نہیں پہچانی گئی جس طرح اسماعیلؑ کی وفات کے بعد اس کی بدامنی کے متعلق تھی کہ جس سے اس کی حالت منکشف ہو گئی اور وہ اسی طرح ہے کہ جس طرح تیرا نفس تجھ سے کہہ رہا تھا اگرچہ باطل پرست اس کو ناپسند کرتے ہیں ابوالحسنؑ میرا بیٹا میرے بعد میرا خلیفہ و جانشین ہے، اس کے پاس ان تمام چیزوں کا علم ہے کہ جس کی ضرورت ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی امر امامت ہے۔

۱۱۔ اس اسناد کے ساتھ اسحاق بن محمدؑ سے اس نے محمد بن یحییٰ بن رباب سے اس نے ابوبکر فہرکی سے وہ کہتا ہے کہ میری طرف ابوالحسنؑ نے لکھا، ابوالحسنؑ میرا بیٹا ہے محمد بن سب سے زیادہ صحیح طبیعت و مزاج قابل و ثوق و حجت اور وہ میری اولاد میں سے سب سے بڑا ہے وہی خلیفہ ہے اور اس تک رشتہ امامت اور ہمارے احکام پہنچتے ہیں پس جن چیزوں کے متعلق تم سوال کرنا چاہو ان سے کہو کیونکہ اس کے پاس وہ سب کچھ موجود ہے کہ جس کی تمہیں ضرورت ہے۔

۱۲۔ اسی اسناد کے ساتھ اسحاق بن محمدؑ سے اس نے شاہ ابو یمن عبد اللہ سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ تو نے ابو جعفرؑ کے بعد خلیفہ کے متعلق سوال کرنا چاہا ہے اور تجھے اس میں قلق و اضطراب ہے تو تجھے کوئی قلق و پریشانی نہیں ہوتا چاہئے کیونکہ خدا کسی قوم کو ان کی ہدایت کرنے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں کرتا جب تک ان کے لیے وہ کچھ واضح نہ کر دے کہ جس سے وہ متقی و پرہیزگار بن سکیں تمہارے صاحب میرے بعد میرے بیٹے ابوالحسنؑ ہیں ان کے پاس وہ کچھ ہے کہ جس کی تم لوگوں کو ضرورت ہے، خدا جسے چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مؤخر کرتا ہے جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا حافطے سے محو کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں تو اس میں بیدار مغزو والوں کے لیے بیان اور قناعت ہے۔

۱۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمدؑ نے محمد بن یعقوبؑ سے اس نے علی بن محمدؑ سے اس نے اس مرد سے جس نے محمد بن احمد طوسی کے حوالے سے نقل کیا کہ اس نے داؤد بن قاسم جعفری سے اس نے کہا میں نے ابوالحسنؑ علی نقی سے سنا وہ فرما ہے تجھے کہ میرے بعد خلیفہ حسنؑ ہے پس خلفت کے بعد والے خلفت کے ساتھ کیا حال ہوگا۔ یعنی اس خلیفہ کے بعد والے خلیفہ کے وقت تمہارا کیا عالم ہوگا، مترجم میں نے عرض کیا، کس لیے خدا مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم ان کو دیکھ نہیں سکو گے اور نام لے کر ان کا ذکر تمہارے لیے حلال نہیں ہوگا، تو میں نے عرض کیا کچھ نام ان کا ذکر کس طرح کریں، تو آپؑ نے فرمایا کہ کہنا، «حجت آل محمد علیہ السلام»، اور اس باب میں اخبار و روایات بہت ہیں کہ جس سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

امام حسن عسکری کے فضائل

۱۔ مجھے خبر دی کہ ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسن بن محمد اشعری اور محمد بن محبی وغیرہ سے وہ کہتے ہیں کہ احمد بن عیسیٰ الشہرستانی قفقاز میں قتل ہو گیا اور خراج پر نگران تھا تو ایک دن اس کی مجلس میں اولاد علیؑ، اور ان کے مذاہب کا ذکر چھیڑا اور وہ سخت ناہمی اور اہل بیتؑ سے منحرف تھا وہ کہتے لگا کہ میں علویوں میں حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام کی مانند دیکھا اور یہی اس جیسے کو جانتا ہوں جو وقار و سکینہ، پاکدامنی، شرافت اور اہل بیت اور تمام نبی ہاشم میں ان جیسی بزرگی کا مالک ہو وہ اپنے خاندان کے بولے اور صاحبان قدر بلکہ قائدین و ترادع اور عامۃ الناس ان کو اپنے سے مقدم جانتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے پاس کھڑا تھا اور وہ ان کا نام لوگوں میں بیٹھنے کا دن تھا ابانک و زبان نے اگر اطلاع دی کہ ابو محمدؑ ابن رضاؑ اور بزرگ تشریف لائے ہیں تو میرے والد نے بلند آواز سے کہا، انہیں اجازت دو تو مجھے اس پر تعجب ہوا جو کچھ میں نے ان سے سنا اور ان کے جبارت کرنے پر کما نہیں تھے میرے باپ کے سامنے کسی شخص کی کینیت کا ذکر کیا حالانکہ ان کے سامنے خلیفہ ولی عہد یا جس کے متعلق بادشاہ اجازت دیتا کسی دوسرے شخص کی کینیت کو ذکر نہیں کیا جاتا تھا پس ایک گندم گول بہترین قدر و قاعدت خوب صورت عمدہ بدن والا تو جوان داخل ہوا کہ میں میں غفلت و خیالات ہو رہا اور دلکش وضع قطع تھی پس جو نہی ان کو میرے باپ نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے، اور آگے بڑھ کر ان کی طرف چلے میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ سلوک نبی ہاشم کے کسی فرد یا قائم دین میں سے کسی کے ساتھ کیا جب وہ قریب آئے تو میرے باپ نے انہیں بیٹھنے سے لگا کر چہرے اور سینے کا بوسہ لیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے منہ سے بوسہ لیا اور خود ان کے پہلو میں ان کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے کبھی آپ سے کمال ادب کے ساتھ بات کہتے اور تھوڑی تھوڑی دیر کہتے میں آپ پر قربان جاؤں جو کچھ میں دیکھ رہا تھا اس پر مجھے تعجب تھا۔ اسی اثنا میں دربان نے آکر اطلاع دی کہ موقوفہ خلیفہ معتمد کا بھائی آیا ہے۔ اور دستور یہ تھا کہ جب موقوف میرے والد کے پاس آتا تو اس کے دربان اور خاص فوجی دستہ پہلے آتا اور دو صفوں میں وہ میرے والد کی مجلس سے گھر کے دروازے تک اس وقت تک سب صف بستہ کھڑے رہتے جب تک موقوف آکر چلا نہ جاتا۔ لیکن میرے والد سلسلہ ابو محمدؑ کی طرف متوجہ رہے اور دربانوں کے کہنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ محض موقوف باؤسی گارڈ (محافظ) دیکھے تو اس وقت ان سے کہا جب آپ چاہیں خدا بھی آپ کا فدیہ قرار دے اور پھر میرے والد نے اپنے دربانوں سے کہا کہ انہیں دو صفوں کے عقب میں لے جاؤ تا کہ موقوف انہیں نہ دیکھے پس وہ جناب اٹھے کو میرے والد بھی کھڑے ہو گئے ان سے معاف کر دیا اور وہ چلے گئے، تو میں نے اپنے باپ کے دربانوں اور غلاموں سے پوچھا تمہارا بھلا ہو یہ کون شخص ہے کہ جن کی کینیت تم نے میرے باپ کے سامنے ذکر کی ہے اور میرے بابا نے ان کی اتنی عزت کی؟ وہ کہتے لگے، یہ اولاد علیؑ میں سے ہے حسن عسکری

۲۔ اُن نقی کہا جاتا ہے اور ان رضا سے شہور میں پسیرا تعجب بڑھا اور یہ سارا دن بر تعلق واضطرار میں گذرا، ان کے اور اپنے والد کے معاملہ میں اور جو کچھ میرے باپ نے ان سے سلوک کیا ہے میں نے دیکھا تھا اس میں غور و فکر کرتا رہا یہاں تک کہ رات آگئی اور ان کی عادت یہ تھی کہ وہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ جاتے تھے اور ان چیزوں میں غور و فکر کرتے جن کی انہیں مشوروں اور ان امور میں ضرورت ہوتی جو انہیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے ہوتے ہیں جب انہوں نے نماز پڑھ لی اور بیٹھ گئے تو میں آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اس وقت کوئی دوسرا نہیں تھا مجھ سے کہنے لگے اے احمد! تجھے کوئی کام ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں بابا جان اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کے بارے عرض کروں تو انہوں نے کہا کہ اجازت دیتا ہوں میں نے کہا اے بابا جان! یہ کون شخص تھا جنہیں میں نے صبح آپ کے پاس دیکھا تھا اور آپ نے ان کا ادب و احترام اور اکرام و تعظیم میں سے کیا جو کچھ کیا اور ان پر اپنے آپ اور اپنے والدین کو قربان کرتے رہے یہ رافضیوں کے امام حسن عسکری بن علی نقی ہیں جو ان رضا کے لقب سے مشہور ہیں پھر کچھ دیر خاموش رہے اور میں بھی خاموش رہا پھر انہوں نے کہا کہ اے بیٹا! اگر خلافت ہمارے خلفائے نبی عباس سے زائل ہو جائے تو نبی ہاشم میں سے کوئی شخص ان کے علاوہ ان کے فضل پاکدامنی، حفاظت نفس، زہد و تقویٰ عبادت بہترین اخلاق اور درستگی کی وجہ سے اس کا متحمل نہیں ہے اور اگر تم ان کے والد کو دیکھتے تو ایک عظیم شریف اور صاحب فضیلت شخص کو دیکھتے ہیں تے اپنے باپ سے جو کچھ ان کے بارے میں سنا اور جو کچھ انہوں نے میرے سامنے ان سے سلوک کیا اس پر مجھے اپنے والد پر بہت زیادہ غصہ و طیش آیا اور اس کے بعد میرا کوئی مقصد نہیں تھا مگر ان کے بارے سوال کرتا اور ان کے معاملہ کی جستجو کرتا تو میں نے نبی ہاشم کے قائمین لکھنے والوں قاصیوں فقہاء اور دوسرے لوگوں میں سے جس کسی سے سوال کیا تو میں نے انہیں ان کے ہاں اتہائی بلیل القدر عظیم مقام رفیع اور قول جمیل کا مالک اور ان کے تمام اہل بیت اور بزرگوں سے مقدم پایا تو ان کی قدر و منزلت میرے نزدیک بہت بڑھ گئی کیونکہ میں نے ان کا کوئی دوست اور دشمن ایسا نہیں دیکھا کہ جو انہیں اچھے الفاظ میں یاد اور ان کی توصیف و تعریف نہ کرتا ہو تو احمد سے ”اشعرین“ میں سے بعض اہل مجلس نے سوال کیا کہ ان کے بھائی جعفر کو کیسا سمجھتے ہو؟ اور وہ ان کے حسن کے ساتھ کیا مقام رکھتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ کون ہے، جعفر کہ جس کی خبر پوچھی جائے یا اسے حسن سے ملایا جائے جعفر تو علی الاعلان قاصی، فاجر اور شراب کا رتیا مردوں میں سے اس کی جیسے بہت کم ہیں جو اپنے آپ کی زیادہ ہنسک کرنے والا ہو وہ اپنے معاملہ میں کمزور ہے اور وہ حسن بن علی کی وفات کے وقت بادشاہ اور اس کے حواریوں کے پاس اس طرح وارد ہوا کہ مجھے اس سے تعجب ہوا اور مجھے ایسا لگتا نہیں تھا کہ ایسا ہو گا اور یہ اس طرح ہوا جب آنحضرت بیمار ہوئے تو میرے باپ کے ہاں پیغام آیا کہ ابن رضا دس عسکری بیمار ہیں تو میرے باپ اسی وقت دارالخلافت میں گئے اور جلدی سے واپس آئے اور ان کے ساتھ ثقافت و خواص میں سے ”امیر المومنین“ کے پانچ مخصوص خادم تھے جن میں تحریر بھی شامل تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہر وقت حضرت حسن کے گھر پر رہیں اور ان کی خبر و حالات کو معلوم کریں اور چند اہلواء کو بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے ہاں آتے جاتے رہیں اور ان کی صبح و شام دیکھ بھال کریں پس جب دو یا تین دن گذر گئے تو انہیں خبر دی گئی کہ وہ کمزور ہو گئے

ہیں اور اطباء کو حکم دیا کہ ہر وقت ان کے گھر میں اور قاضی القضاۃ (جیٹ جسٹس) کو پیغام بھیج کر اپنی مجلس میں بلایا جائے۔ بعد ازاں
دش افراد کو انتخاب کرے جن کی دینداری، پیریزگاری اور امانت پر اسے وثوق ہو، انہیں حافر کر کے جناب جو اس وقت کے گھر
کی طرف بھیجا گیا اور سات دن انہیں وہاں رہنے کا حکم دیا اور وہ وہیں رہے یہاں تک آنجنائٹ کی وفات ہوئی پس جب آپ
کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو پورے سامرہ میں ہنچ و پکار تھی، بازار بند ہو گئے اور سنی ہاشم قائدین و فقیہ قاضی عدالتوں کی
طرف رجوع کرنے والے اور باقی لوگ سوار ہو کر آپ کے جنازے کی طرف گئے اور اس دن سامرہ قیامت کی مانند بنا ہوا
تھایں جب ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو بادشاہ تے ابو عیسیٰ بن سوکل کی طرف بھیجا اور انہیں نماز جنازہ پڑھانے کا
حکم دیا اور جب جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ اس کے قریب گئے اور ان کے چہرہ اور سے کفن ہٹایا اور انہیں سنی ہاشم
کے علیاں اور عباسیوں قائدین، و فقیہوں اور قاضیوں علیہ والوں کو دکھایا اور کہا کہ یہ ہیں حسن بن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام
جو اپنے لیتے پھر اپنی موت مرے ہیں اور امیر المؤمنین کے خدام اور ثقات میں سے خلال خلال اور قاضیوں میں سے قلال قلال
اور اطباء میں سے فلاں فلاں ان کے پاس رہے ہیں پھر اس نے آپ کے چہرہ پر کپڑا ڈال دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی
اور ان کا جنازہ اٹھاتے کا حکم دیا اور جب آپ دفن ہو چکے (یہ سب کچھ حکومت وقت نے اپنی بیگناہی ثابت کرنے کے لیے
کیا اور ثابت کرتا چاہا کہ حضرت امام حسن عسکری کی موت طبعی تھی جس زمانہ میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب لکھی اس وقت شاہد ان
کی رسائی ایسی کتابوں تک نہ تھی ورنہ شیعہ علماء و مورخین کے قریب یہ بات ثابت ہے کہ محمد نے طرح طرح کی تکالیف دینے کے
بعد آپ کو زہر دے دیا تھا جس سے آپ کی شہادت ہوئی اور آپ کا نماز بھی امام ہمدی علیہ السلام نے پڑھائی مترجم) تو جو جعفر
بن علی آپ کا بھائی میرے والد کے پاس آیا، اور انہیں کہا کہ میرے بھائی کا مرتبہ میرے لیے قرار دو اور میں ہر سال آپ تک
بیس ہزار دینار پہنچایا کروں گا تو میرے والد نے اسے جھڑک کر وہ باتیں سنائیں جو اسے بری لگیں اور اس سے کہا اے احمق!
بادشاہ اہل اللہ بقائے تے ان لوگوں کے لیے تلوار ننگی کی ہوئی ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ تمہارے باپ اور بھائی امام ہیں تاکہ
وہ انہیں اس عقیدہ سے پلٹا دیں لیکن اس سے یہ کام نہیں ہو سکا (یعنی معتمد تو شیو مسلک کا سخت دشمن ہے) تم نے اگر اپنے
باپ اور بھائی کے شیعوں کے نزدیک امام ہو تو مجھے بادشاہ اور کسی دوسرے کی ضرورت نہیں کہ وہ تجھے ان کا مرتبہ دے اور اگر
تم ان کے ہاں اس منزل و مرتبہ کے اہل نہیں ہو تو ہماری دیر سے اسے حاصل نہیں کر سکتے ہو (کیونکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہی نہیں) تو
اس وقت میرے والد نے اسے کم مرتبہ اور کمزور عقل سمجھا اور حکم دیا کہ اس سے بچو اور پھر اسے اپنے ہاں آتے سے رک دیا۔
یہاں تک کہ والد کا انتقال ہو گیا، اور ہم نے سامرہ چھوڑ دیا لیکن وہ اسی حالت میں تھا بادشاہ نے حسن بن علی کے بیٹے کے آثار
کی سخت تلاش میں رہے اور اسے اس سلسلہ میں کوئی راستہ نہیں ملتا وہ آپ کو ان کے باپ کی طرح قتل کرنا چاہتا ہے) اور
شیعہ اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ حضرت حسن عسکری کی وفات ہوئی تو وہ اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑ گئے ہیں جو امامت میں ان کا قائم
مقام ہے۔

۲۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے وہ کہتا ہے کہ

حضرت ابو محمد سمری نے ابوالقاسم اسحاق بن جعفر زہری کو معتز کی موت سے تقریباً بیس دن پہلے خط لکھا کہ اپنے گھر میں رہو یہاں تک کہ حادثہ واقع ہو جائے۔ پس جب یہ خبر قتل ہو گیا تو اس نے آپ کو خط لکھا کہ ایک حادثہ تو واقع ہو چکا ہے اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، تو آپ نے اسے لکھا کہ یہ حادثہ نہیں بلکہ ایک اور حادثہ ہے، پس معتز کا معاملہ ہوا جو کچھ ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ

آپ نے ایک اور شخص کو لکھا کہ محمد بن داؤد اس کے قتل سے دس دن بیشتر قتل ہوگا، پس جب دسواں دن آیا تو وہ قتل ہو گیا۔ ۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد بن ابراہیم سے جو ان کو دی سے شہور تھا اس نے محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے، وہ کہتا ہے کہ ہمارا معاملہ تنگ ہو گیا تو مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ چلو اس مرد خدا یعنی ابوالقاسم کے پاس لا کیونکہ ان کی سخاوت کی تعریف سنی ہے، تو میں نے باپ سے کہا کہ کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ، نہ تو میں انہیں پہچانتا ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی انہیں دیکھا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ

پس ہم نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور چلے تو میرے باپ نے راہ میں مجھ سے کہا کہ، ہمیں بہت ضرورت ہے کہ وہ ہمارے لیے پانچ سو درہم کا حکم دیں، دو سو درہم کپڑوں کے لیے اور دو سو درہم آٹے کے لیے اور ایک سو درہم خرچہ کے لیے، اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ، کاش وہ میرے لیے تین سو درہم کا حکم دیں ایک سو سے میں گدھا خرید کر دوں اور ایک سو خرچہ کے لیے اور ایک سو لباس کے لیے اور پھر میں پہاڑ کی طرف چلا جاؤں دہقان کے پہاڑوں کی طرف چلا جاؤں) وہ کہتا ہے کہ

جب ہم دروازے پر پہنچے تو ہماری طرف ان کا غلام آیا اور اس نے کہا کہ علی بن ابراہیم اور ان کا بیٹا اندر آئیں، پس جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے میرے والد سے فرمایا کہ اے علی! تمہیں کس چیز نے اس وقت تک ہم سے پیچھے رکھا تو انہوں نے کہا کہ اے سردار مجھے شرم آتی تھی کہ اس حالت میں آپ سے ملوں پس جب ہم آپ کی بارگاہ سے باہر نکلے تو آپ کا غلام ہمارے پاس آیا اور میرے باپ کو ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ پانچ سو درہم ہیں دو سو لباس کے لیے دو سو آٹے کے لیے اور ایک سو خرچہ کے لیے اور مجھے بھی ایک تھیلی دی، اور کہا کہ یہ تین سو درہم ہیں ان میں سے ایک سو گدھے کے لیے قرار دے اور ایک سو لباس کے لیے اور ایک سو خرچہ کا لیکن چل کی طرف نہ جانا اور سوراخ کی طرف جانا (سوراء بغداد کے پاس ایک شہر ہے)

راوی کہتا ہے کہ وہ سوراء کی طرف گیا اور وہاں ایک عورت سے شادی کی اور اس وقت وہ دو ہزار دینار کی مالیت

رکھتا ہے اور باوجود اس کے وہ واقعی مذاہب کا قائل ہے ”جو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر رک کر بیعت امامی کیلئے ہیں
بلکہ انہی کی امامت کے قائل نہیں ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ زندہ اور قائل ہیں)

محمد بن ابراہیم کو دی کہتا ہے کہ

میں نے اس سے کہا افسوس ہے تم پر اس سے زیادہ واضح امامت کی علامت کیا چاہتے ہو؟ تو راوی کہتا ہے کہ
اس نے کہا کہ تم صحیح کہتے ہو لیکن ہم ایک ایسے امر پر ہیں جس پر امت سے چل رہے ہیں۔

۴۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمدؑ نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمدؑ سے اس نے محمد بن علی بن ابراہیم سے وہ کہتا ہے
مجھ سے بیان کیا احمد بن عمارث قزوینی نے وہ کہتا ہے کہ

میں اپنے باپ کے ساتھ سامرہ میں تھا اور میرا باپ امام ابو محمدؑ حسن عسکریؑ کے اصطل میں گھوڑوں کی نعل بندی کیا کرتا تھا،
کہ مستعین کے پاس ایک خچر تھا خوبصورت اور درازی قد میں اس جیسا جانور نہیں دیکھا گیا تھا لیکن وہ زین اور لگام کسی کو نہیں لگاتے
دیتا تھا اور اس پر تمام سائیں اور گھڑسواری کے ماہر جمع ہوئے لیکن کسی طریقہ سے اس پر کوئی سوار نہ ہو سکا، راوی کہتا ہے کہ
مستعین سے اس کے کسی ندیم (شرابی دوست) نے کہا ”ایر المومنین“ آپ حسن بن رقیقؑ کے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیجتے تاکہ وہ
آئیں تو یہ وہ اس پر گوار ہو جائیں گے اور یہ انہیں قتل کر دے گا، راوی کہتا ہے کہ

پس اس نے ابو محمدؑ کے پاس کسی کو بھیجا اور آپ کے ساتھ ہی میرا باپ بھی گیا وہ کہتا ہے کہ جب ابو محمدؑ گھر کے اندر داخل
ہوئے تو میں بھی اپنے باپ کے ساتھ ہو گیا تھا تو ابو محمدؑ نے اس خچر کی طرف دیکھا کہ وہ پسینہ پسینہ ہو گیا تھا، یہاں تک کہ اس سے
پسینہ بہنے لگا، پھر آپ مستعین کے پاس تشریف لے گئے، تو اس نے آپ کو سلام کیا اور مرعبا کہا اور اپنے پاس انہیں بٹھایا
اور کہنے لگے ابو محمدؑ اس خچر کو لگام دے دیجئے تو ابو محمدؑ نے میرے باپ سے کہا کہ اے لڑکے اس کو لگام دے دو تو مستعین
نے آپ سے کہا کہ آپ ہی اسے لگام چڑھائیں، تو ابو محمدؑ نے اپنی بیسر داء اتار کر رکھ دی پھر کھڑے ہوئے اور اس کو لگام دے دی
پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے تو مستعین نے آپ سے کہا کہ اس پر لڑکی بھی چڑھا دیں تو آپ نے میرے باپ سے کہا اے لڑکے
اس پر زین کس دو، تو مستعین نے کہا کہ آپ خود ہی زین کس دیں تو آپ دوبارہ اٹھے اور زین کس کو واپس آگئے تو اس نے کہا کہ کیا
آپ مناسب سمجھیں گے کہ اس پر سوار ہوں، ابو محمدؑ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں تو آپ اس پر زین کسی فراحت کے سوار ہوئے
پھر آپ نے گھر کے اندر سے تیز دوڑایا پھر اسے ہلیو (تیز رفتاری کے ساتھ نرم چالی چلنا) چال پر چلایا تو وہ بہت اچھا
چلا پھر آپ واپس آکر اس کی زین سے اتر آئے تو آپ سے مستعین نے کہا، اے ابو محمدؑ آپ نے اسے کیسا پایا یا قرآن نے
فرمایا کہ میں نے ایسا خوبصورت اور بہترین چلتے والا جانور نہیں دیکھا تو مستعین کہنے لگا ”ایر المومنین“ آپ کی سوار کی
پیلے اسے دیتے ہیں، تو ابو محمدؑ نے میرے باپ سے کہا کہ اے لڑکے اسے لے لو، پس میرے باپ نے اسے لے لیا اور
کھینچ کر لے آیا۔

۵۔ ابو محمد بن راشد نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام سے ایک حاجت کی شکایت کی تو آپ نے اپنے چایک سے زمین کو کھودا اور اس میں سے سونے کا ایک ڈھیلا نکالا جو تقریباً پانچ سو دینار کا ہوگا اور فرمایا اسے لے لو اور میں معذور سمجھو۔

۶۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ابو عبد اللہ بن صالح سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو علی مطہری سے کہ اس نے آنحضرتؐ کو قادیسیہ سے خط لکھا اور انہیں بتایا کہ لوگ (شدت پیاس و گرنی کی وجہ سے) حج کے ارادہ سے نکل کر راستے سے واپس آ رہے ہیں اور اگر وہ خود گیتا تو اسے بھی پیاس کا خطرہ ہے تو آپؐ نے اسے تحریر فرمایا کہ تم لوگ جاؤ اور انشاء اللہ تم پر کوئی خوف و خطرہ نہیں تو جو لوگ موجود تھے وہ صحیح و سالم گئے اور انہیں کہیں پیاس سے دوچار نہ ہونا پڑا۔

۷۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے علی بن حسن بن فضل بیانی سے وہ کہتا ہے کہ آل جعفریوں سے جعفری نامی شخص کے مقابلہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور اس سے میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی تو اس نے ابو محمدؑ کو یہ شکایت لکھ بھیجی تو آپؑ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تم لوگ ان کے لیے کافی ہو جاؤ گے۔

راوی کہتا ہے کہ جعفری تھوڑے سے آدمی لے کر ان کے مقابلہ میں نکلا جب کہ دشمن وہ بینل ہزار نفوس سے بھی زیادہ تھا اور اس کے ساتھ ہزار آدمی سے بھی کم تھے لیکن انہوں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

۸۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن اسماعیل علوی سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ ابو محمد کو علی بن اقتاش کے پاس قید کر دیا گیا اور اُسے آل محمدؑ سے سخت دشمنی تھی اور آل ابو طالبؑ پر تو وہ زیادہ سخت تھا اور اس سے کہا گیا کہ ان سے جو مرضی آئے کرو، راوی کہتا ہے کہ

اس نے ایک ہی دن گزارا تھا کہ اپنے رخسار آپ کے سامنے رکھ دیئے اور آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر آپ کی عیالات اور عظمت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا تھا اور آپ جب اس کے ہاں سے نکلے تو وہ سب لوگوں سے زیادہ آپ کی معرفت و بصیرت رکھنے والا اور آپ کے متعلق خوشی عقیدہ اور عمدہ باتیں کرنے والا انسان تھا۔

۹۔ اسحاق بن محمد نخعی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابو ہاشم جعفری نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو محمدؑ سے قید کی تنگی اور بیڑوں کی سختی کی شکایت کی تو آپؑ نے مجھے لکھا کہ آج ظہر کی نماز تم اپنے گھر میں پڑھو گے پس مجھے ظہر کے وقت قید سے رہائی مل گئی اور میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر میں جا کر پڑھی جس طرح آپؑ نے تحریر فرمایا تھا اور میں معاشی تنگی میں تھا اور میں نے چاہا کہ جو خط میں آپؑ کی طرف لکھ رہا تھا اس میں مدد کی خواہش کروں گا پھر مجھے شرم آگیا تو جب میں گھر پہنچا تو آپؑ نے میری طرف سودینا بھیجی، اور مجھے لکھا کہ جب کوئی حاجت ہو تو شرم و توبہ نہیں اور نہ دل تنگ ہو اور

اس کی خواہش اور مطالبہ کرو وہ تیرے پاس تیری خواہش کے مطابق انشاء اللہ آئے گی۔

۱۰۔ اسی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد اقرع سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ مجھ سے خادم ابو حمزہ نصیر نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

میں نے کئی مرتبہ ابو محمد عسکریؑ کو سنا کہ وہ اپنے غلاموں سے ان کی زبان میں گفتگو کر رہے ہوتے اور ان میں ترک و روم اور مقابلہ تھے پس مجھے اس سے تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور ابو الحسنؑ امام نقیؑ کی وفات سے پہلے کسی کے گناہ سے نہیں آئے اور نہ کسی نے آپؑ کو دیکھا ہے تو یہ کیا معاملہ ہے میں اپنے دل میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی محبت کو تمام مخلوق سے ممتاز و جدا کر دیا اور اسے ہر چیز کی معرفت عطا فرمائی ہے لہذا وہ زبانوں انساب اور ہوتے والے واقعات کو جانتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو ہجرت میں اور جس پر وہ حجت ہے فرق باقی نہیں رہے گا ۱۱۔ اسی اسناد کے ساتھ راوی کہتا ہے کہ مجھ سے حسین بن ظریف نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میرے سینے میں دوسرے کھلتے تھے میں نے چاہا کہ میں اس سلسلہ میں ابو محمد حسن عسکریؑ کی خدمت میں خط لکھوں، پس میں نے آپؑ کو لکھا کہ قائم آل محمدؑ حجب قیام کریں گے تو کس چیز کے ذریعہ فیصلہ کریں گے، اور آپؑ کی مجلس اور دربار کہاں ہوگا جس میں بیٹھ کر لوگوں کے درمیان فیصلے کریں گے اور میں نے چاہا کہ باری کے بخار کے متعلق سوال کروں تو بخار کا ذکر بچے بھول گیا، چنانچہ آپؑ کا جواب آیا، تو نے قائم کے متعلق سوال کیا ہے تو جب وہ قیام کریں گے تو اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کریں گے جس طرح حضرت داؤدؑ فیصلہ کرتے تھے اور گواہوں سے نہیں پوچھیں گے اور تو نے باری کے بخار کے متعلق سوال کرتا چاہا ہے تو بھول گیا تو ایک رقعہ لکھ کر بخار والے کے گلے میں ڈال دو یا ناس کھونی بودا و سلاما علی ابراہیم، پس میں نے یہ آیت لکھی اور بخار والے کے گلے میں ڈال دی تو اسے آفاقہ ہوا اور وہ تندرست ہو گیا۔

۱۲۔ مجھے خبر دی الباقی احمد بن محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اسحاق بن محمد نخعی سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا اسمعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی عبد اللہ بن عباس نے، وہ کہتا ہے کہ

میں ابو محمدؑ کے لینے راستہ پر بیٹھ گیا تو جب آپؑ میرے قریب سے گذرے تو میں نے اپنی حاجت کی شکایت کی اور آپؑ کے لیے قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی چیز درہم یا اس سے اور نہیں ہے اور نہ صبح یا شام کا کھانا کھایا، وہ کہتا ہے یہی حضرت نے فرمایا کہ تو نے اللہ کی قسم چھوٹی کھائی ہے حالانکہ تو نے دو سو دینار دین کر رکھے ہیں اور میں تجھے علیہ سے روکنے کے لیے نہیں کہہ رہا، اے غلام! جو کچھ تیرے پاس ہے اسے دے دے تو آپؑ کے غلام نے مجھے سو دینار دیئے گئے پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو ان دیناروں سے حرم ہو جائے گا جو تو نے دین کیئے ہوئے ہیں جب کہ تجھے ان کی بہت سخت ضرورت ہوگی اور حضرت نے یہ فرمایا اور یہ اس طرح ہوا کہ جو کچھ آپؑ نے مجھے دیا وہ میں نے خرچ کر لیا اور کسی چیز کی مجھے سخت ضرورت پڑی کہ مجھے میں خرچ کرتا اور مجھ پر رزق کے دروازے بند ہو گئے تو میں نے زمین کھدائی۔

وہ دینار نکالنے چاہے جو میں نے دفن کیے ہوئے تھے لیکن مجھے وہ نہ ملے پس میں نے اس میں نظر و فکر کی تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے کو ان کی جگہ کا علم ہو گیا تھا اور وہ انہیں لے کر بھاگ گیا تھا۔ پس مجھے ان میں سے کوئی چیز نہ مل سکی۔

۱۳۔ اسی اسناد کے ساتھ اسحاق بن محمد نخعی سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ ہم سے بیان کیا علی بن زید بن علی الحسینی نے کہ میرا ایک گھوڑا تھا کہ جو مجھے بڑا اچھا لگتا تھا اور میں اپنی مجالس میں اس کا بہت ذکر کیا کرتا تھا میں ایک دن ابو محمد کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ تیرے گھوڑے کا کیا بنا؟ تو میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے اور اس وقت آپ کے دروازے پر کھڑا ہے جس سے میں اترا ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری قدرت میں کوئی خریدار ہو تو شام سے پہلے پہلے اسے تبدیل کر لو اور اس میں تاخیر نہ کرو اور کوئی ہمارے پاس آگیا اور ہماری گفتگو درمیان میں رہ گئی پس میں اسی فکر میں کھڑا ہو گیا اور اپنے گھر گیا اور اپنے بھائی کو بتایا، تو وہ کہتے لگائیں نہیں جانتا کہ اس میں کیا کہوں اور میں نے اس میں نقل کیا اور لوگوں کو اس کی خریداری کا ہل نہ پایا، اور ہمیں شام گھنٹی پڑی جب میں نے عشاء کی نماز پڑھی تو سائیس میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے سردار! آپ کا گھوڑا تو ابھی مر گیا، تو مجھے بہت غم ہوا اور میں نے جانا کہ آپ کے اس ارشاد سے وہی مراد تھی، پھر میں ابو محمد کے پاس کچھ دنوں کے بعد گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش آپ اس کی جگہ پر مجھے کوئی گھوڑا دیدیتے پس جس میں جا کر بیٹھ گیا کہ اس سے پہلے کہ میں کوئی بات کرنا آپ نے فرمایا، ہاں ہم تجھے اس کی جگہ پر دیں گے، اے غلام! اس کو میرا کمینہ گھوڑا دے دو، پھر فرمایا، یہ تیرے گھوڑے سے بہتر ہے اور سواری کے زیادہ لائق ہے اور طویل عمر کا ہے (امام حسن مسکئی نے علی بن زید کو گھوڑا جلدی بیچنے کا مشورہ دیا اس پر گمان نہیں ہوتا چاہئے کہ امام علی بن زید کا قائمہ سوچ کر کسی دوسرے کا نقصان کرتے بلکہ عین ممکن ہے کہ اگر وہ بیچ دیتا تو دوسرے کے پاس جا کر نہ مرنے پایا یہ کہ امام جانتے تھے کہ یہ نہیں بیچ سکے گا جیسا کہ ظاہر علی بن زید بیچ ہی نہیں سکا صرف مقصود اس کی موت کی ضرورت یہ ہے جیسا کہ ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب)

۱۴۔ اسی اسناد کے ساتھ راوی کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن شعمون نے اس سے احمد بن محمد نے وہ کہتا ہے کہ جب ہمدانی نے موایوں کو قتل کرنا شروع کیا تو میں نے ابو محمد کو لکھا اے میرے آقا و سردار! محمد ہے اس ذات کی (خدا کی) جس نے اسے ہم سے مشغول رکھا ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے آپ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے کہ خدا کی قسم میں انہیں روئے زمین سے ختم کر دوں گا پس ابو محمد نے اپنے ہاتھ سے لکھا، یہی چیز اس کی عمر کو زیادہ کوتاہ کرتے والی ہے اپنے اسی دن سے پانچ دن شمار کرو اور وہ چھٹے دن ذات و رسولی اور بے عزتی کے ساتھ جو اس پر گذرے گی قتل کر دیا جائے گا، اور وہی، ہوا جو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔

۱۵۔ ابھی خبر دی الباقی محمد بن جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے وہ کہتا ہے کہ

ابو جہاس، صالح بن وصیف کے پاس گئے جب ابو محمدؑ اس کے پاس قید تھے اور وہ اس سے کہنے لگے کہ ان پر تنگی کرو اور

اور انہیں وسعت و کشائش نہ دو تو مصالح ان سے کہنے لگا کہ میں کیا کروں میں نے ان پر اپنے دو خاص بدترین مخلوق شخص مقرر کئے تھے پس وہ دونوں عبادت اور روزہ میں عظیم مالت کو پہنچ گئے ہیں بھراس نے حکم دیا ان دو توکلوں کو حاضر کرنے کا تو اس نے ان دونوں سے کہا کہ انصوں ہے تم پر اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وہ کہنے لگے اس مرد خدا کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں جو دن کو روزے رکھتا اور ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے نہ کسی سے بات کرتا اور نہ عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے پس جب ہماری طرف دیکھتا ہے تو ہمارے کندھے کا پٹنہ لگ جاتے ہیں اور ہم میں اتنا رعب و دبدبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمیں اپنے نفسوں پر قابو نہیں رہتا پس جب جنابیوں نے یہ سنا تو اتنا ابد ہو کر واپس چلے گئے۔

۱۶۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت سے وہ کہتے ہیں کہ

امام ابو محمد عسکریؑ کو نحریر کے سپرد کیا گیا اور وہ آپ کو تنگی میں رکھتا اور اذیت و تکلیف پہنچاتا تھا تو اس کی بیوی اس سے کہنے لگی کہ اللہ سے ڈرو تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارے گھر میں کون ہے اور اس نے آپ کی نیکی اور عبادت کا اس سے تذکرہ کیا اور کہنے لگی میں تمہیں پران سے خوف زدہ ہوں تو وہ یقین کہنے لگا کہ میں تو خدا کی قسم انہیں روزوں کے درمیان پھینکوں گا پھر اس نے اس سلسلہ میں بادشاہ سے اجازت لی اور اسے اجازت لی گئی تو اس نے آنحضرتؐ کو روزوں میں پھینک ہی دیا اور انہیں شک بھی نہیں تھا کہ وہ آنحضرتؐ کو نہیں کھائیں گے اور جب انہوں نے اس جگہ دیکھا تا کہ انہیں حالات معلوم ہوں تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپ کے ارد گرد ہیں پس حکم دیا کہ انہیں نکال کر ان کے گھر بھیج دیا جائے اور اس سلسلہ میں روایات بہت زیادہ ہیں اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے مقصد کو پورے گا۔

امام حسن عسکریؑ کی وفات

آپ کی قبر اور آپ کے فرزند کا تذکرہ

حضرت ابو محمد حسن عسکریؑ یکم ربیع الاول ۳۲۰ھ و دو سو ساٹھ ہجری میں بیمار ہوئے ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد ربیع الاول جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی اور وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی اور آپ سامرہ میں اپنے گھر کے اسی کمرے میں دفن ہوئے جس میں آپ کے والد گرامی حضرت علی نقیؑ دفن ہیں اور آپ نے اپنا خلیفہ و جانشین اپنے فرزند امام منظر کو چھوڑا جو حکومت حق کے منتظر ہیں۔

امام حسن عسکریؑ نے اپنے بیٹے کی دلاوت کو مخفی اور ان کے معاملہ کو پردہ رازی رکھا کیونکہ اس وقت نہایت سختی ہو

رہی تھی اور بادشاہ وقت اس مولود کی شدت سے تلاش اور ان کے معاملہ کی چھان بین میں ننگا ہوا تھا جب کہ مذہبِ نبیہ امایم میں آپ کی آمد و ولادت شہور ہو چکی تھی اور معرفت و معلوم تھا کہ سب شیعہ آپ کے ظہور کی انتظار میں ہیں لہذا آپ کے فرزند گرامی حضرت قائم آل محمدؑ نہ تو والد کی زندگی میں لوگوں کے سامنے آئے اور نہ ہی ان کی وفات کے بعد جمہورِ مسلمین انہیں پہچان سکے۔

اور اسی لیے ابو محمد حسن عسکریؑ کا بھائی جعفر بن علی اپنے بھائی ابو محمدؑ کی رحلت کے بعد آپ کے ترکہ کا وارث بن کھڑا اور ابو محمدؑ کی کینزوں کو قید اور آپ کی ازواج کو پابند کرنے کی کوشش کی اور جعفر نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے اصحاب پر آنحضرت کے فرزند (قائم آل محمدؑ) کے انتظار کرنے اور آپ کے وجود کے یقینی سمجھنے اور آپؑ کی امامت کے قائل ہونے پر لعن و تشنیع کی۔ اور ان لوگوں کے خلاف حکومت کو اکسایا یہاں تک کہ انہیں ڈرایا دھمکیاں دی گئیں اور حقیر و ذلیل کیا گیا لیکن بادشاہ کو ان سے کوئی فائدہ نہ مل سکا اور جعفر نے ظاہر ابو محمدؑ کے ترکہ کو سمیٹ لیا، اور کوشش کی کہ وہ شیعوں کے نزدیک ان کا قائم مقام بنے لیکن ان میں سے کسی نے اسے قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کی امامت کا اعتقاد رکھا پس وہ سلطان وقت کے پاس اپنے بھائی کا مرتبہ مانگنے گیا اور بہت سامان دینے کا وعدہ کیا اور اس نے قرب حاصل کرنے کی اس طرح سے کوشش کی جو اس کے گمان میں قرب کا ذریعہ بن سکتا تھا لیکن ان میں سے کسی چیز سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اور اس سلسلہ میں جعفر کی بہت سی روایات ہیں۔

لیکن

میں نے کئی اسباب کی وجہ سے کہ کتاب جن کی شرح کی متحمل نہیں ان سے روگردانی اختیار کی ہے۔

اور وہ

امایمہ اور عامہ میں سے ان لوگوں کے نزدیک بھی جو لوگوں کے حالات و اخبار سے واقف ہیں ہشہور ہیں۔

اور اللہ سے ہم امانت و مدد چاہتے ہیں۔

امام منتظر (مہدی) کے حالات

حضرت امام حسن عسکری کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت،
دلائل امامت، کچھ حالات، ان کی غیبت، قیام کے وقت سیرت

اور حکومت و سلطنت

ابو محمد کے بعد ان کے فرزند ارجمند امام ہیں جو رسول اللہ کے ہمام اور ہم کنیت ہیں اور ان کے علاوہ ان کے پدر گرامی تنہا ہر باطن میں کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور انہیں بھی پوشیدہ و عائب چھوڑا ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور آپ کی ولادت پندرہ شعبان کی رات ۵۵۰ھ دوثوئچین ہجری میں ہوئی۔

اور آپ کی مادر گرامی ایک کینز ہیں جنہیں ترجمہ (قاتون) کہا جاتا ہے اور آپ کا سن مبارک اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال تھا اور اسی سن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت اور فضل خطاب دیا اور آپ کو عالمین کے لیے آیت و نشانی قرار دیا حکمت و دانائی عطا کی، جس طرح حضرت یحییٰ کو بچپن میں دی تھی اور انہیں ظاہر اچپن کی حالت میں امام قرار دیا جس طرح عیسیٰ بن مریم کو گھوڑے میں بیٹھا قرار دیا تھا۔

بلدت اسلام میں آپ کے لیے پہلے سے بنی ہادی کی طرف سے پھر امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی طرف سے نص ابلیجے اور تمام ائمہ کے بعد دیگرے ان کے والد گرامی امام حسن عسکریؑ تک نے ان پر نص قائم کی ہے اور ان کے والد نے اپنے قابل و ثوق اور خاص شیعوں کے سامنے آپ پر نص قائم کی ہے۔

آپ کی غیبت اور آپ کی حکومت کی خبر آپ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور عائب ہونے سے پہلے موجود و مشہور اور مستفیض تھی اور ائمہ ہدی سے آنجناب ہی صاحب سیف حق کو قائم کرتے والے اور حکومت ایامی کے لیے منتظر ہیں۔

آپ کی حکومت قائم ہونے سے پہلے آپ کے لیے دو غیبتیں ہیں اور ان میں سے ایک دوسری سے بہت طویل ہے جس طرح کہ اس سلسلہ میں اخبار و روایات آئی ہیں ان میں سے غیبت مغری تو آپ کی ولادت سے لے کر آپ کے شیعوں کے

درمیان سفارت کے منقطع ہوتے اور آخری سفیر کی وفات کے بعد تک ہے اور غیبت کبریٰ اس غیبت مغربی کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور اس غیبت کبریٰ کے آخر میں آپؐ تلوار کے ساتھ قیام کریں گے اللہ کا ارشاد ہے »

”وَنَجْعَلُهَا اٰمَةً وَنَجْعَلُهَا الْوَارِثِيْنَ • وَنَمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيْ فِرْعَوْنَ دَهَامًا وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ“

اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے اور انہیں ہم امام بنائیں گے وارث قرار دیں گے اور زمین پر قدرت دیں گے، اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان سے وہ کچھ دکھائیں گے کہ جس سے وہ ڈرے تھے۔

اور خدائے عز و جہ کا ارشاد ہے۔

”وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الْاِنْجِيلِ اَنْ يَّجِيْءَ مِنْ بَعْدِ الْاٰلِ الْاَوَّلِ اَنْ يَّرِثَهُمْ اَعْبَادِي الصّٰلِحُوْنَ“
اور ہم نے زبور میں فکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک اور صالح بندے ہوں گے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

دن اور راتیں ہرگز ختم نہیں ہوں گی یہاں تک کہ خدا میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کو مبعوث فرمائے گا جو میرا نام ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔
اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اگر اتنا باقی نہ رہے مگر دنیا میں سے ایک ہی دن تو خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا یہاں تک کہ میری اولاد سے ایک شخص کو اس میں مبعوث کرے گا جو میرا ہمنام ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

ہر زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے

ان دلائل میں سے ایک وہ دلیل ہے جن کا عقل، استدلال صحیح کے ساتھ تقاضا کرتی ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسے معصوم امام کا ہونا ضروری ہے جو تمام احکام اور جملہ علوم میں کامل و مکمل ہوتے ہوئے اپنی رعایا سے مستغنی ہو۔ کیونکہ مکلفین دین کو عدالت تکلیف شرعی دی اور احکام الہی کی فہم داری ڈالی ہے کہ ایک ایسے سلطان (عادل و معصوم) کے بغیر رہنا محال ہے جس کے وجود سے وہ اصلاح و درستگی کے زیادہ قریب اور فساد و خوارجی سے دور رہیں۔

اس کی سب ناقص لوگوں کی ضرورت ہے جو مجرموں کو ادب سکھائے اور نافرمانوں کو سیدھا کرے۔
 اور وہ ایسا ہو جو گمراہوں کو راہ دکھائے والا، جاہلوں کو تعلیم دینے والا، غافلوں کو تہیہ و خبردار کرنے والا، بھٹکنے والوں کو
 ہدایت کرنے والا، سدو والہی کو قائم کرنے والا احکام خداوندی کو نافذ کرنے والا، اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا
 حکام کو مقرر و متعین کرنے والا، سرحدوں کا محافظ، اموال کا نگہبان، مرکز اسلامی کا حامی اور جہد اور عید کے اجتماعات میں سب کو
 ایک جمع کرنے والا ہو۔

اور اس پر بھی دلائل قائم ہیں کہ مذکورہ دلیل کے مطابق سلطان عادل ایسا ہو جو غلغلیوں اور غلطیوں سے معصوم ہو۔ کیونکہ بالاتفاق
 وہ کسی دوسرے امام سے مستغنی ہو گا۔ (ورنہ اگر اس سے بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں اور غلطیاں کرتا ہے تو اس امام کے لیے پھر کسی
 اور رہنمائی و امام کی ضرورت ہوگی) اور یہ چیز بلا شک و شبہ عصمت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور عصمت کا علم بغیر رہنمائی و نشان دہی خداوند
 کے پتہ نہیں چل سکتا لہذا معصوم کے لیے نص کا ہونا ضروری ہے یا اس سے مجزہ کا ظہور ہو جو اسے دوسروں سے ممتاز و جدا کرے
 اور معلوم ہو کہ یہی معصوم ہے (مجزہ میں خرق عادت اور فوق العادۃ کام کر کے دکھانے کے ساتھ ساتھ دعوی امامت بھی ہو گا)
 اور یہ صفات (مذکورہ) کسی میں نہیں پائی جاتیں سوائے اس میں جس کی امامت کو امام حسن عسکری بن علی نقی علیہما السلام کے
 کے اصحاب ثابت کرتے ہیں اور ہمارے بیان کے مطابق وہ امام حسن عسکری کے فرزند امام مہدی ہیں۔

اور یہ ایک ایسی اصل و بنیاد ہے جس میں امامت کے بارے میں (کہ کیا امامت ان شرائط سے ہوتی چاہئے؟) وہ مخصوص
 اور وہ اختیار و روایات جو اس سلسلہ میں منقول ہیں ان کے درج کرنے کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ اس امامت کا خود
 عقل تقاضا کرتی ہے اور ثابت شدہ استدلال اس کے درست و صحیح ہونا پر موجود ہے۔

پھر امام مہدی فرزند امام حسن عسکری پر نص قائم ہونے کے بارے میں اتنی روایات موجود ہیں جس سے ہر قسم کا غور
 ختم ہو جاتا ہے۔

میں انشاء اللہ اپنے سابقہ طریقہ پر اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ روایات پیش کرتا ہوں۔

امام مہدی کی امامت پر نصوص و دلائل

- ۱۔ مجھے خبر دی ہے (و القام جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب کلینی سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے
 محمد بن فضل سے اس نے ابو حمزہ ثمالی سے اس نے ابو جعفر ریان قرظی سے کہ آپ نے فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن و انس کی طرف بھیجا اور ان کے بعد باقی بارگاہ و می قرار دیئے
 ان میں سے کچھ گزر چکے اور کچھ باقی ہیں اور ہر وحی کے ساتھ سنت جاری ہے،

پس وہ اوصیاء جو محمد کے بعد ہیں وہ حضرت عیسیٰ کے اوصیاء کی سنت پر ہیں اور وہ بارہ ہیں اور حضرت امیر المومنینؑ وہ مسیح کی سنت پر ہیں (یعنی امیر المومنین کے بارے میں تین قسم کے گروہ ہیں) (مجلسی)

۲۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن محمد بن علی اور محمد بن عبد اللہ اور محمد بن حسین سے ان سب نے ہل بن زیاد سے اس نے حسن بن عباس سے اس نے ابو جعفر ثانی (امام محمد تقیؑ) سے انہیں نے پتے آباؤ اجداد کے حوالہ سے جناب امیر المومنین سے (روایت کہہئے) آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا لیلتہ القدر پر ایمان لے آؤ کیونکہ اس میں سال بھر کا امر و حکم نازل ہوتا ہے اور میرے بعد اس امر کے دالیاں امر علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد سے گیارہ فرزند ہیں۔

۳۔ اسی اسناد کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس سے فرمایا تھا کہ لیلتہ القدر ہر سال ہوتی ہے اور اسی رات سال بھر کا امر نازل ہوتا ہے اور رسول اللہؐ کے بعد اس امر کے کچھ

والی ہیں،

تو ابن عباس نے آپ سے عرض کیا کہ

وہ کون ہیں؟

فرمایا

میں اور جو میری صلب میں سے گیارہ افراد جو امام ہیں اور جن سے ملائکہ گفتگو کرتے ہیں۔

۴۔ مجھے خبر دی ابو القاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے محمد بن حسن سے اس نے ابن محبوب سے اس نے ابو جابر و د سے اس نے ابو جعفر محمد بن علی (باقی) سے انہوں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے وہ کہتے ہیں کہ

میں حضرت فاطمہ دختر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کے سامنے ایک تختی تھی اور اس میں اوصیاء اور ان محمدہ کی اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام کے نام تھے پس میں نے انہیں شمار کیا تو وہ نام بارہ تھے، اور ان کے آخری قارئ تھے جو اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں ان میں سے تین محمد بن اوترین علی ہیں (یا چار علی ہیں)

دعا ہر روایت سے کچھ الفاظ ساقط ہیں کیونکہ جناب سیدہ علیہ السلام کی اولاد سے گیارہ امام ہیں، اسی طرح ایک نسخہ میں تین علی ہیں، کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اولاد جناب سیدہ علیہ السلام میں تین علی ہیں ورنہ کلی آئمہ میں چار علی ہیں، مترجم

۵۔ مجھے ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے ابو علی اشعری سے خبر دی اس نے حسن بن عبید اللہ سے جس نے حسن بن موسیٰ شباب سے اس نے علی بن سماعہ سے اس نے علی بن حسن بن رباط سے اس نے ابن اذینہ سے اس نے زرارہ سے وہ کہتے ہیں میں نے جناب ابو جعفر باقر علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ آل محمد میں سے بارہ امام ہو گئے سب کے سب محدث

(یعنی جن کے حضور ملائکہ گفتگو کرتے ہیں) اور وہ علی بن ابی طالب اور گیارہ فرزند ان کی اولاد میں سے ہیں جناب رسول اللہؐ اور علیؑ وہ دونوں تو سب کے والد ہیں۔

۶۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابیہم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن ابی عمیر سے اس نے سعید بن غزوٰں سے ابو بصیر سے اس نے ابو جعفر (باقری علیہ السلام) سے آپ نے فرمایا کہ
 ”حسین کے بعد نو امام ہیں اور ان کے نویس ان کے قائم ہیں“

۷۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معی بن محمد سے اس نے وشاء سے اس نے ابان سے اس نے زرارہ سے وہ کہتے ہیں میں نے ابو جعفر امام محمد باقرؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ
 آئمہ بارہ ہیں کہ جن میں سے حسن اور حسین ہیں پھر باقی آئمہ اولاد حسین علیہ السلام سے ہیں۔

۸۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن علی بن بلال سے وہ کہتا ہے کہ ابو محمد حسنؑ بن علیؑ عسکریؑ کی طرف سے ان کی وفات سے دو سال پہلے حکم صادر ہوا کہ جس میں آپؑ مجھے اپنے بعد کے جانشین کی خبر دے رہے تھے پھر آپؑ کی وفات سے تین ماہ پہلے پیغام آیا جس میں آپؑ نے مجھے اپنے بعد کے خلیفہ کی خبر دی۔

۹۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن جحلی سے اس نے احمد بن اسحاق سے اس نے ابو ہاشم جعفری سے اس نے کہا کہ میں نے ابو محمد حسنؑ عسکریؑ بن علیؑ نقیؑ سے عرض کیا کہ مجھے آپؑ کی بارات و عطرت آپؑ سے سوال کرنے سے روکتی ہے کیا آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپؑ سے سوال کروں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ سوال کرو، تو میں نے عرض کیا اے میرے آقا و سردار کیا آپؑ کا کوئی فرزند ہے؟ فرمایا ہاں، تو میں نے عرض کیا، اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو میں نے ان کے متعلق کہاں سے سوال کروں؟ فرمایا، مدینہ میں۔

۱۰۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جعفر بن محمد کوئی سے اس نے جعفر بن محمد مکتوف سے اس نے عمرو ہوازی سے وہ کہتا ہے کہ ابو محمد حسن عسکریؑ نے مجھے اپنا بیٹا دکھایا اور فرمایا کہ، میرے بعد یہ تمہارا صاحب ہے۔

۱۱۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے حمدان قلانی سے اس نے عمری سے وہ کہتا ہے کہ

امام ابو محمد عسکریؑ جیلے اور اپنے بیٹے کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔

۱۲۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معی بن محمد سے اس نے احمد بن محمد بن عبد اللہ سے وہ کہتا ہے کہ

حضرت ابو محمدؑ کی طرف سے حکم نامہ صادر ہوا جب زبیری مارا گیا، یہ جزاء ہے اس کی جو اللہ پر حیرات

کرے گا اللہ کے اولیاء کے سلسلہ میں، وہ گمان کرتا تھا کہ وہ تجھے قتل کرے گا اور میری کوئی اولاد نہیں، تو اس نے اپنے
میں اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت دیکھی ہے، محمد بن عبد اللہ کہتا ہے کہ
پھر آپ کے فرزند ارجمند پیدا ہوئے۔

۱۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جس نے اسے بتایا اس نے محمد بن احمد علوی
سے اس نے داؤد بن قاسم جعفری سے وہ کہتا ہے کہ
میں نے ابوالحسن علی نقی بن محمد کو کہتے ہوئے سنا کہ
میرے بعد خلف صالح حسنی مکرری ہے پس کیا حالت ہوگی تمہاری خلف کے بعد خلف کے ساتھ۔
تو میں نے عرض کیا، کیوں! خدا مجھے آپ کا فدیہ قرار دے۔

تو آپ نے فرمایا

تم لوگ ان کو دیکھ نہیں سکو گے اور تمہارے لیے ان کا نام لے کر ان کو یاد کرنا حلال و جائز نہیں ہوگا۔
تو میں نے عرض کیا کہ پھر ہم کس طرح ان کا ذکر کریں گے فرمایا کہنا
”حجۃ آل محمد“

یہ وہ مختصر نصوص ہیں جو بارہویں امام کے متعلق قائم ہوئی ہیں۔ ورنہ اس سلسلہ میں روایات بہت زیادہ ہیں جن کو محدثین
کے ایک گروہ نے تدوین کیا اور اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔
اور جس شخص نے ان روایات کو پوری شرح و تفصیل سے اپنی اس کتاب میں درج کیا ہے جو غیبت کے سلسلہ میں تصنیف
کی ان کا نام محمد بن ابراہیم ہے جن کی کنیت ابو عبد اللہ نعمانی ہے۔
جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے بعد اس بلکہ ان تفصیلی روایات کو درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کے دیدار سے مشرف ہونے والے

۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر
سے اور وہ عراق میں اولاد رسول اللہ میں سے معمر ترین شخص تھے فرماتے ہیں کہ میں نے حسن عسکری بن علی نقی بن محمد نقی
علیہم السلام کے فرزند کو دونوں مسجدوں کے درمیان دیکھا ہے جب کہ وہ نوخیز لڑکے تھے۔

۲۔ مجھے ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے خبر دی اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے حسن بن رزق اللہ سے اس نے موسیٰ

بن محمد بن ابوالقاسم بن حمزہ بن موسیٰ بن جعفر نے اس نے کہا کہ مجھ سے حکیم بن محمد بن علی رضاؑ اور وہ حضرت حسن عسکریؑ کی چھوٹی بیوی تھے۔ بیان کیا کہ انہوں نے حضرت قائم آل محمدؑ کو ان کی ولادت کی رات بھی اور اس کے بعد بھی دیکھا۔

۳۔ مجھے ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن حمدان قناسی سے جس نے کہا۔

میں نے ابو عمرو عمری سے کہا کہ حضرت ابو محمد حسن عسکریؑ چلے گئے، تو وہ کہنے لگا کہ وہ چلے گئے ہیں لیکن تم میں اپنا خلیفہ اسے بنا گئے ہیں جن کی گردن اس طرح ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (اپنے ہاتھ کی کلائی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ گردن اس طرح نازک سی ہے مراد یہ ہے کہ بہت پھوٹے ہیں۔)

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے زراری کے غلام فتح سے وہ کہتا ہے کہ ”میں نے ابو علی بن مطہر سے سنا وہ ذکر کرتا تھا کہ اس نے آنجناب (امام مہدیؑ) کو دیکھا ہے اور اس نے آپؑ کی قد و قفا بھی بیان کی۔“

۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن شاذان بن نعیم سے اس نے ابراہیم بن عبدہ نیشاپوری کی خادمہ سے اور وہ نیک و صالحہ عورتوں میں سے تھی وہ کہتی ہے کہ میں ابراہیم کے ساتھ صفائیں کھڑی تھی تو صاحب الامر تشریف لائے یہاں تک کہ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ابراہیم کی کتاب مناسک پکڑ لی اور کئی چیزوں کے متعلق اس سے باتیں کیں۔

۶۔ مجھے ابوالقاسم نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد بن علی بن ابراہیم سے اس نے ابو عبد اللہ بن صالح سے کہ نے آنحضرتؐ کو حجر اسود کے سامنے دیکھا جب کہ لوگ حجر اسود پر ایک دوسرے کو کھینچ رہے تھے اور حضرتؐ فرما رہے تھے کہ انہیں یہ حکم نہیں دیا گیا ہے۔

۷۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے احمد بن ابراہیم بن اور لیس سے اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ

”میں نے آنحضرتؐ کو ابو محمدؑ کی وفات کے بعد دیکھا جب کہ وہ بڑے ہو گئے تھے اور میں نے آپؑ کے ہاتھ اور سر کا بوسہ لیا،

۸۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ابو عبد اللہ بن صالح اور احمد بن نصر سے وہ قبری سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

جعفر بن علی تقیؑ کی بات شروع ہو گئی پس انہوں نے اس کی خدمت کی تو میں نے کہا کہ اس کے علاوہ تو کوئی نہیں تو انہوں نے کہا، کیوں نہیں، تو میں نے کہا کہ کیا آپؑ نے انہیں دیکھا ہے وہ کہتے لگے میں نے تو نہیں دیکھا لیکن میرے علاوہ لوگوں نے دیکھا ہے میں نے کہا کہ آپؑ کے علاوہ کس نے دیکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ خود جعفرؑ نے دوسرے دیکھا ہے

۹۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جعفر بن محمد کوئی سے اس نے جعفر بن محمد کوفہ سے اس نے عمرو ابو ازی سے وہ کہتا ہے کہ ابو محمد امام حسن عسکری نے مجھے آنحضرت کی زیارت کرائی اور فرمایا یہ ہیں تمہارے صاحب
۱۰۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یحییٰ سے اس نے حسن بن علی نیشاپوری سے اس نے ابراہیم بن محمد سے اس نے ابو نصر طریقت خادم سے کہ اس نے آنحضرت کو دیکھا۔

اسی قسم کے اخبار جو ہم نے ذکر کیا ہے بہت زیادہ ہیں لیکن جن پر ہم نے اکتفاء کیا ہے یہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہیں اور اس کے بعد جو آئیں گی وہ مزید تاکید کے لیے ہیں اور اگر ہم انہیں نہ بھی لکھیں تو اس میں کوئی خلل و نقص نظر نہیں آتا جس کی ہم نے تشریح کی ہے اور اللہ کا ہی احسان ہے۔

آپ کے فضائل و دلائل

۱۔ مجھے ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولیہ نے محمد بن یعقوب سے خبر دی اس نے علی بن محمد اس نے محمد بن حمویہ اس نے محمد بن ابراہیم بن ہزیر سے وہ کہتا ہے۔

کہ ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے جب رحلت فرمائی تو ان کے بعد امام کے بارے میں مجھے شک سا پڑ گیا۔ ادھر میرے باپ (ابراہیم بن ہزیر) کے پاس بہت زیادہ مال درو امام کے ساتھ مربوط تھا (جمع ہو گیا تھا میرا باپ اس مال کو لے کر کشتی میں سوار ہوا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا راہ میں انہیں سخت بخار نے آگھیرا تو میرے بابا نے کہا مجھے واپس لے چلو یہ بیماری موت لگتی ہے اور مجھے اس مال کے بارے میں خدا سے ڈرتے (اس کی حفاظت کرتے اور امام زمان تک پہنچاتے) کی وصیت کی اور خود تین دن کے بعد فوت ہو گیا تو اس وقت میں نے اپنے (اس مال کے بارے) دل میں کہا کہ میرا باپ کسی نامناسب چیز کی وصیت کرنے والا نہیں تھا میں یہ مال اٹھا کر عراق لے جا کر دریا کے کنارے ایک مکان کرایہ پر لے لیتا ہوں اور کسی کو کسی چیز کی خبر نہیں دوں گا اگر کوئی چیز واضح ہو گئی جس طرح ابو محمد کے زمانہ میں واضح تھی تو یہ مال وہاں خرچ کروں گا ورنہ اپنی ضروریات اور خواہشات میں صرف کروں گا پس میں نے عراق میں آیا کر دریا کے کنارے ایک مکان کرایہ پر لیا اور کچھ دن وہاں رہا کہ اچانک ایک قاصد رقعہ لے کر آیا جس میں تحریر تھا کہ اے محمد تمہارے پاس یہ مال ہے یہاں تک کہ تمام اس مال کو جو میرے پاس تھا اور بیان کیا اور اس کے ضمن میں کچھ ایسی چیزیں بھی بیان کیں جن کا مجھے علم نہیں تھا پس میں نے وہ قاصد کے سپرد کر دیا اور رقیہ امام وہیں رہا لیکن میرے پاس کوئی نہ آیا جس سے میں غمزدہ ہو گیا پس میری طرف رقعہ آیا کہ ہم نے تجھے تیرے باپ کا قائم مقام کیا پس اللہ کی حمد و تعریف کو ۲۔ محمد بن ابو عبد اللہ سیاری نے روایت کی ہے کہ میں نے ہزیر بانی عارفی کی اشیاء (ناجیہ مقدسہ) پہنچائیں جن میں سونے کا کنگن بھی تھا۔

پس وہ قبول کر لیں گئیں اور لیکن مجھے واپس کیا گیا اور مجھے اسے توڑنے کا حکم دیا گیا پس میں نے اسے توڑا تو اس کے اندر چند ایک شفا لوبہ تانا اور پتیل تھا پس میں نے کھوٹ نکال لیا اور خالص سونا دویارہ بھیج دیا تو وہ قبول ہوا۔

۳۔ علی بن محمد سے روایت ہے کہ اہل سواد (اہل عراق) میں سے ایک شخص نے کچھ مال جناب الزمان کی خدمت میں بھیجا تو واپس کر دیا اور کہا گیا کہ اپنے چچا کی اولاد کا حق اس میں سے نکالو اور وہ چار سو درہم ہیں۔ اس شخص کے پاس زمین تھی جس میں اس کے چچا کی اولاد بھی شریک تھی لیکن اس نے ان سے روک رکھی تھی پس اس نے غور و فکر کیا تو اتفاقاً اس کے چچا کی اولاد کا چار سو درہم حق بنتا تھا اس نے وہ نکال کر باقی مال بھیجا تو وہ قبول کر لیا گیا۔

۴۔ قاسم بن علقمہ سے روایت ہے کہ میرے ہاں چند لوگ پیدا ہوئے ہیں امام زمان کی خدمت میں خط لکھتا اور ان کے لیے دعا کا سوال کرتا لیکن آپ ان کے متعلق کچھ بھی نہ لکھتے پس وہ سب مر گئے اور جب میرا بیٹا حسین پیدا ہوا تو میں نے دعا کرنے کے لیے خط لکھا تو مجھے جواب دیا گیا کہ الحمد للہ وہ زندگی والا ہے۔

۵۔ علی بن محمد نے ابو عبد اللہ بن صالح سے روایت کی ہے کہ ایک سال میں بغداد گیا اور جب وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو تاخیر مقدمہ (امام زمان) سے اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی (چنانچہ قافلہ سے پچھڑ کر رکن پڑا) اور میں قافلہ کے نہروان کی طرف جاتے کے بائیس دن بعد تک وہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد مجھے جانے کی اجازت ملی اور کہا گیا کہ بدھ کو چلتا۔ لہذا میں چل پڑا قافلہ سے جانے کی تو کوئی امید نہ تھی۔ میں نہروان پہنچا تو دیکھا قافلہ ابھی تک وہیں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے وہاں جا کر اپنے اونٹ کو چارہ کھلایا تاکہ اتنی دیر میں قافلہ نہ کوچ کیا اور میں بھی چل پڑا اور یہ سب کچھ اس طفیل ہوا کہ امام نے میرے لیے سلامتی کی دعا کی تھی۔ الحمد للہ جملہ تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

۶۔ علی بن محمد نے نصر بن صہب بلخی سے اس نے محمد بن یوسف شاشی سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ میرے ایک ناسور نکل آیا میں نے اطباء کو دکھایا اور اس پر مال خرچ کیا لیکن دوائے کوئی اثر نہ کیا تو میں نے آپ کی طرف ایک رقعہ لکھا جس میں دعا کا سوال کیا تو میری طرف تحریر ہو کر آیا کہ خدا تجھے عافیت کا لباس پہنائے اور تجھے دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے پس ایک جمعہ نہیں گذرا تھا کہ مجھے عافیت و شفا نصیب ہوئی اور وہ جگہ تھیلی کی طرح صاف و شفاف ہو گئی تو میں نے اپنے ایک واقف حبیب کو بلا کر زخم کی جگہ والا نشان دکھایا تو وہ کہنے لگا ہم تو اس کی دوا نہیں جانتے۔ (اور نہ ہی ہمارے پاس علاج ہے) بغیر کسی دہم و گمان کے یہ اللہ ہی نے تجھے شفا بخشی ہے۔

۷۔ علی بن محمد نے علی بن حسین یمانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں بغداد میں تھا تو میانوں کا قافلہ تیار ہوا اور میں نے بھی چاہا کہ ان کے ساتھ چلا جاؤں چنانچہ میں نے آپ کی جانب لکھ کر اس بارے میں اجازت چاہی جواب آیا ان کے ساتھ نہ جاؤ کیونکہ تمہارے ان کے ساتھ جاتے میں کوئی اچھائی اور خیر نہیں ہے اور کو تو میں قیام کرو۔

وہ کہتا ہے کہ

میں وہیں مقیم رہا اور قافلہ چلا گیا پس تو غلطی سے ان کے خلاف خروج کیا اور انہیں ہلاک و تباہ کیا۔
وہ کہتا ہے کہ

میں نے پھر خط لکھا اور پانی کے راستہ جاننے کی اجازت چاہی تو اس کی بھی مجھے اجازت نہ ملی تو میں نے ان کشتیوں کے متعلق لوگوں سے پوچھا جو اس سال سمندر کے راستے گئیں تھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ کوئی کشتی بھی صحیح و سالم نہیں پہنچی ان کے خلاف ایک قوم نے فروع کیا جنہیں بوارج کہتے ہیں اور انہیں لوٹ لیا۔

۸۔ علی بن حسین کہتا ہے کہ

میں سامرہ گیا اور غروب کے وقت میں دروازے پر پہنچا میں نے کسی سے بات نہیں کی اور نہ میں نے کسی سے جان پہچان پیدا کی ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد میں مسجد میں نماز پڑھنے لگا اچانک ایک خادم میرے پاس آکر کہنے لگا کہ اٹھو میں نے کہا کہ کہاں وہ کہنے لگا گھر کی طرف ہیں کہنے لگا کہ میں کون ہوں شاید تجھے میرے علاوہ کسی کے پاس بھیجا گیا ہے تو وہ کہنے لگا نہیں میں تو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور تم علی بن حسین ہو، اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا پس اس نے اس سے کوئی لڑکی بات کہی جسے میں نہ سمجھ سکا یہاں تک کہ میرے پاس وہ تمام چیزیں لے کر آیا کہ جن کی ضرورت تھی میں تین دن تک اس کے پاس رہا اور میں نے اس سے گھر کے اندر زیارت کرنے کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت ملی اور میں نے رات کو زیارت کی۔

۹۔ حسن بن فضل ہمانی نے کہاہے کہ

میرے باپ نے اپنے ہاتھ سے خط لکھا تو اس کا جواب آیا پھر اس نے اپنے اصحاب کے تقہاؤ میں سے ایک بڑے شخص کے ہاتھ سے خط لکھو آکر بھیجا تو اس کا جواب نہ آیا پس ہم نے دیکھ بھال کی تو وہ شخص قرامطہ (ایک خارجی فرقہ) کی طرف بدل گیا تھا۔

۱۰۔ اور حسن بن فضل نے ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ

میں عراق گیا اور پکا ارادہ کیا کہ میں اس وقت تک وہاں سے نہیں نکلوں گا جب تک معاملہ (امامت ہمدی) مجھ پر پوری طرح واضح نہیں ہو جاتا میں بیتہ اور دلیل نہ پالوں اور میری تمام حاجات پوری نہ ہوں اگرچہ مجھے اتنا رہنا پڑے کہ میں صدقہ لے کر گزارا کروں۔

وہ کہتا ہے کہ

اس دوران میرا سینہ تنگ ہو گیا اور مجھے خوف ہوا حج کے فوت ہونے کا۔

تو وہ کہتا ہے کہ

میں ایک دن محمد بن احمد کے پاس آیا اور ان دنوں وہ سفر تھا اور اس سے تقاضا کیا تو وہ کہنے لگا کہ فلاں فلاں

مسجد کی طرف جاؤ تو وہاں تجھے ایک مرد ملے گا۔

وہ کہتا ہے کہ

میں وہاں گیا تو میرے پاس ایک مرد آیا اور جب اس نے میری طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا تو غم گین نہ ہو میں تو عنقریب اسی سال حج کرے گا اور صحیح و سالم اپنے اہل خانہ اور اولاد کی طرف واپس جائے گا پس میں مطمئن ہو گیا اور میرے دل میں سکون آ گیا اور میں نے کہا کہ یہی اس کا مصداق ہے (جو واضح دلیل میں چاہتا تھا وہ مل گئی ہے مترجم)

وہ کہتا ہے کہ پھر میں سامرہ گیا تو میری طرف ایک تھیلی بھیجی گئی جس میں کچھ دینار اور ایک کپڑا تھا تو اس سے مجھے دیکھ بوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم کے نزدیک میری یہ جزا اور بدلہ ہے (یعنی میں نے آنحضرت کی ملاقات کے لیے سفر کی معیوبتیں جھیلی ہیں تو وہ مجھے یہ کچھ دے رہے ہیں جس طرح ہمارے طور طریقے بھی یہی ہیں کہ اگر کوئی حاجت پوری نہ ہوئی تو خدا، رسول اور ائمہ اہل بیت سے ناراض ہو جاتے ہیں گویا ہم نے ان کو مان کر انہیں احسان مندا کیا ہے اور اگر ہم نہ مانتے تو ان کی شان میں فرق آجاتا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہمارا مقصد ان کو ماننے سے حصول دینا کے علاوہ کچھ نہیں، حالانکہ دنیا اور اس کی نعمات کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، اصل مقصد تو نعمات اللہ کی حصول ہے خداوند عالم ہمیں ان کی صحیح معرفت عطا کرے اور ہم راضی برقرار رہیں اور ان کے صدقہ میں دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوں، مترجم) اور میں نے جہالت سے کام لیا اور انہیں واپس کر دیا پھر اس کے بعد میں سخت نادم و پشیمان ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے اپنے مولا کے عطیہ کو رو کر کے کفرانِ نعمت کیا ہے اور میں نے ایک رقم لکھا جس میں اپنے فعلِ بد کی معذرت چاہی اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنی لغزش سے استغفار کی اور وہ خط بھیج دیا اور میں تازہ کے لیے وضو کرنے کی خاطر اٹھا اس حالت میں اپنے دل میں سوچتا، اور کہتا تھا کہ اگر مجھے دینار واپس کیئے گئے تو میں ان کی گرہ کو نہیں کھولوں گا اور ان میں کوئی تصرف نہیں کروں گا یہاں تک کہ انہیں اپنے باپ کے پاس لے جاؤں گا کیونکہ وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے پس میری طرف ہی قاصد آیا جو جھیلی لے کر آیا اور اس نے اُکڑ بتایا کہ مجھے (قاصد کو) کہا گیا کہ تو نے اچھا نہیں کیا تو نے اس مرد کو نہیں جزایا یعنی حسنِ جنِ فضل کو کہ ہم با اوقات ابتدا اپنے دوستوں کے ساتھ اور بعض اوقات وہ خود ہم سے ان چیزوں کا تبرک کے طور پر سوال کرتے ہیں دآنے والوں کا مقصد مال دینا نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ان کی صورتوں اور منتھوں کے بھیلنے کا بدلہ ہے (میرے نام ایک رقم بھی تھا تو نے ہماری نیکی کو رو کر کے غلطی کی ہے اب پھر نہ تو نے اللہ سے استغفار کیا ہے تو اللہ تجھے بخش دے گا اور اب جب تیرا ارادہ اور نیری نیت اس پر ہے کہ جو ہم تجھے دے رہے تھے اگر اب واپس کر دیں تو تم اس میں کوئی تصرف نہیں کرو گے اور راستہ میں اس سے فائدہ و نفع نہیں اٹھاؤ گے تو ہم نے تجھ سے صرف نظر کرتے ہوئے رقم روک لی ہے البتہ کپڑا لے لو تا کہ حج کے لیے اس میں احرام باندھ سکو وہ کہتا ہے میں نے دو مقصد کیئے تھے تیسرا بھی لکھتا چاہتا تھا پھر اس خوف سے نہیں لکھا کہ کہیں ناپسند نہ فرمائیں تو ان دونوں کا جواب آیا اور تیسری چیز ہے جسے میں نے نہیں لکھا تھا اس کا بھی تفسیر و تشریح کے ساتھ جواب آیا واللہ الحمد

راوی (حسن بن فضل) کہتا ہے کہ

میں نے جعفر بن ابراہیم نیشاپوری سے نیشاپور میں اتفاق کر لیا تھا کہ میں اس کے ساتھ حج کے لیے سوار ہوں گا اور میں اس کے ساتھ محل کی ایک جانب اس کے برابر بیٹھوں گا تو جب میں بغداد پہنچا تو میرا راہ تبدیل ہو گیا اور ایسے ساتھی کی تلاش میں نکلا جو اونٹ کی دوسری جانب میرے بمقابلہ بیٹھے کہ مجھ سے این و جاء ملا اور میں آج اس کے ملنے سے پہلے ایک دفعہ اس کے ہاں آیا تھا اور اس سے خواہش کی تھی کہ وہ میرے لیے کرایہ پر سواری لے تو میں نے اسے بھیجا کہ وہ اسے تاپسند کر رہا ہے پس چپ (اس دفعہ) اس کی ملاقات ہوئی تو وہ مجھے کہنے لگا کہ میں نے تجھے تلاش کر رہا تھا اور مجھے امام کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ جائے گا اس سے اچھا معاشرت و سلوک کرنا اور اس کے لیے عدیل (اونٹ کی دوسری طرف پر بیٹھنے والا) تلاش کرو اور اس کے لیے کرایہ کی سواری بھی لو۔

۱۱۔ علی بن محمد بن حسن بن عبد الحمید سے (روایت کی) وہ کہتا ہے کہ مجھے حاجز (امام کے غیر معروف پیغمبر) کے پاس سے میں شک ہوا (شک ہوا کہ وہ بھی آپ کا سفیر ہے یا نہیں) پس میں نے کچھ چیزیں جمع کیں پھر میں سامرہ کی طرف گیا تو میری طرف جواب آیا کہ ہم میں کوئی شک نہیں اور تم اس میں جو ہمارے حکم سے ہمارے قائم مقام ہیں جو کچھ تمہارے پاس ال ہے وہ حاجز بن یزید کو جا کر دے دو۔

۱۲۔ علی بن محمد بن محمد بن صالح سے (روایت کی) وہ کہتا ہے کہ

جب میرا باپ فوت ہو گیا تو حیلہ ذمہ دار باپان مجھ پر آن پڑیں تو میرے باپ کے لوگوں کے ذمہ کچھ مفادیر کے اموال تھے جو اموال مال غریم یعنی صاحب الامر علیہ السلام کے مال میں سے تھے۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ عزم ایک رمز تھی جو کہ قدیم نصیحوں میں معروف تھی اور اس کا خطاب آنحضرتؐ پر بطور تنقیہ ہوتا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے آنحضرتؐ کو لکھا اور انہیں بتایا تو آپ نے مجھے بتایا کہ ان لوگوں سے مطالبہ کرو اور ان سے ادا کرنے کا اتفاق کرو چنانچہ سوائے ایک شخص کے سب نے ویدے اور اس کے ذمہ مال مقدار (کسی کو مال دیا جائے کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں) کے چار نو دینار تھے تو میں نے اس کے پاس آیا اور اس سے مطالبہ کیا اور وہ مال ٹولی کرتے کرتے لگا اور اس کے بیٹے نے میری توہین کی مجھے برا بھلا کہا اور بوقوفی کا لہجہ دیا تو میں نے اس کی شکایت اس کے باپ سے کی تو وہ کہنے لگا کہ پھر کیا ہوا اور تم کیا چاہتے ہو پس میں نے اس کی وارسی پکڑ لی اور اس کی لاناگ پکڑ کر گھسیٹ کے اسے صحن میں لے آیا تو اس کا بیٹا نکل کر اہل بغداد کو اپنی مدد کے لیے پکارنے لگا اور وہ کہتا تھا لوگوں ایک قبی رافضی نے میرے باپ کو قتل کر دیا تو ان میں سے بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے تو میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے کہا آفریں خوب اسے اہل بغداد تم مسافر مظلوم کے مقابلہ میں ظالم کا ساتھ دیتے ہو میں مہمان

کارہنے والا ایک اہل سنت شخص ہوں اور یہ مجھے قلم کے ساتھ منسوب کرتا ہے اور مجھے رفیع (رافعی) کے ساتھ تہمت لگاتا ہے تاکہ میرا حق اور میرا مال لے جائے وہ کہتا ہے کہ

پس لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ وہ اس کی دکان میں گھس جائیں یہاں تک کہ میں نے اُن کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور سکون میں لے آیا اور اس صاحب مضاربہ نے مجھ سے خواہش کی کہ میں مضاربہ کا مال لے لو۔ اور اس نے طلاق کی قسم کھلائی کہ وہ اسی وقت میرا مال ادا کرے گا پس میں نے اس سے اپنا پورا مال لے لیا۔

۱۳۔ علی بن محمد نے ہمارے اصحاب میں سے چند افراد سے جنہوں نے احمد بن حسن اور علاء بن رزق اللہ سے انہوں نے احمد بن حسن کے غلام بدر سے اس نے اپنے آقا احمد سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ میں مقام جبل (بند و آذربایجان کے درمیان ایک جگہ ہے)

میں گیا اور میں امامت کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی میں ان میں سے کسی کو دوست رکھتا تھا جہاں تک کہ زید بن عبد اللہ فوت ہو گیا تو اس نے اپنی بیماری میں یہ وصیت کی تھی کہ اس کا گھوڑا تلوار اور اس کا کرند یا ندھتے کا ٹپکا اس کے مولا (امام جعفری) کی طرف بھیجا جائے پس میں فوت میں مبتلا ہوا کہ اگر میں نے گھوڑا اذکو تکین (یہ حکومت عباسی میں ایک ترکی امیر کا نام ہے) کو نہ دیا تو وہ مجھے ذیل کرے گا پس میں نے گھوڑا ٹپکا اور تلوار کی قیمت اپنے دل میں سات سو دینار لگائی اور یہ کسی کو نہ بتایا اور گھوڑا اذکو تکین کو دے دیا اور اچانک عراق کی طرف سے مجھے خط ملا کہ گھوڑا، تلوار اور ٹپکا بیچ کر جو قیمت سات سو دینار تمہارے پاس ہیں وہ ہمارے ہیں ہمیں بھیج دو۔

۱۴۔ علی بن محمد کہتا ہے کہ مجھ سے میرے ایک دوست نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

میرا ایک لڑکا پیدا ہوا اور میں نے امام کی خدمت میں خط لکھا اور اس میں ساتویں دن اس کا ختمہ کرنے کی اجازت چاہی تو جواب آیا کہ نہ کہ و پس وہ پچھ ساتویں یا آٹھویں دن مر گیا پھر میں نے اس کی فونیگی کا خط لکھا تو جواب آیا کہ عنقریب اس کو جگہ پر دوسرا اور اس کے بعد ایک اور بیچ ہو گا پہلے کا نام احمد اور احمد کے بعد والے کا جعفر نام رکھنا اسی طرح ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں حج کے لیے تیار ہوا، لوگوں سے الوداع ہوا اور میں نے خط لکھ کر آپ سے جانے کے لیے اجازت چاہی تو جواب آیا کہ ہم ناپسند کرتے ہیں باقی آگے تیری مرضی۔

راوی کہتا ہے کہ

اس سے میرا سینہ تنگ ہو گیا اور میں غمگین ہوا اور میں نے لکھا کہ میں آپ کے ارشاد کو سن کر اطاعت کرتے ہوئے ٹھہر رہا ہوں ورنہ حج سے رہ جلتے کا غم اور دکھ ہے تو جواب آیا کہ تیرا سینہ تنگ نہ ہو تم عنقریب اگلے سال حج کر دو گے پس

جب اگلا سال آیا تو میں نے دیکھا اور اجازت چاہی تو اجازت اگنی اور میں نے لکھا کہ میں محمد بن عباس کو اپنا عدیل (دوڑنے کا ساتھی) بنا رہا ہوں مجھے اس کی دیانت و صدیانت پر وثوق ہے تو جواب آیا کہ اسدی اچھا عدیل ہے اگر وہ آئے تو اس پر کسی کو ترجیح نہ دینا پس وہ آیا تو میں نے اسے اپنا عدیل بنالیا۔

۱۵۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے حسن بن علی بن مریضی سے وہ کہتا ہے کہ مجھے ابو محمد حسن عسکری بن علی علیہما السلام چلے بسے تو اہل مصر میں سے ایک شخص کچھ مال صاحب الامر علیہ السلام کے پیٹے لے کر آیا تو لوگوں نے اس کے سامنے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ابو محمد بغیر خلیفہ کے اس دنیا سے گئے ہیں، بعض نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ کا خلیفہ آپ ہی کا بھائی جعفر سے اور بعض نے کہا کہ ان کے بعد ان کا فرزند امام مہدیؑ ہے پس ایک شخص کو جس کی کینیت ابوطالب تھی سامروہ کی طرف بھیجا گیا کہ وہ اس معاملہ امامت اور اس کی صحت میں جستجو کرے اور اس کے ساتھ ایک خط تھا پس وہ جعفر کے پاس گیا اور اس سے دلیل و برہان کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ اس وقت میرے پاس دلیل موجود نہیں۔ پھر وہ شخص امام زمانہؑ کے دروازہ پر گیا اور ان اصحاب کی طرف خط بھیجا جو سفارت پر اور پہنچاتے پر معین تھے تو اسے جواب آیا خدا تجھے تیرے ساتھی کا اجر دے، وہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے اس مال کی جو اس کے ہمراہ تھا ایک قابل وثوق شخص کو دے کر وہ وصیت کی ہے کہ جس طرح چاہے کرے اور اس کے خط کا جواب آیا گیا اور فوت ہونے اور وصیت کی خبر ویسے ہی نکلی جس طرح کہ کہا گیا تھا۔

۱۶۔ اور اسی اسناد کے ساتھ علی بن محمد سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ اہل آہ میں سے ایک شخص کوئی چیز لے کر آپ کے لیے آیا تا کہ اسے پہنچائے اور تلوار آہ میں بھجول آیا کہ میں کو لاتا چاہتا تھا تو جب وہ شئی پہنچ گئی تو اسے اس چیز کے موصول ہونے کی اطلاع کرتے ہوئے خط میں لکھا گیا کہ اس تلوار کی قبر ہے جو تو بھجول آیا ہے!

۱۷۔ اور اسی اسناد کے ساتھ علی بن محمد سے محمد بن شاذان نیشاپوری سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ میرے پاس چار سواہی درہم ہم امام علیہ السلام جمع ہو گئے۔ میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ ناقص بھیجوں لہذا اپنی طرف سے بیس درہم کا وزن کر کے اسدی کو بھیج دیئے اور اس میں میں نے اپنا مال لکھا تو جواب آیا کہ پانچ سو درہم مل گئے ہیں جن میں سے بیس تیرے ہیں۔

۱۸۔ حسن بن محمد اشعری نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں آپ (امام حسن عسکریؑ) کا خط آتا تھا کہ قارس بن حاتم بن مامون کے قابل بنید۔

اور ابوالحسن اور ایک دوسرے شخص کو ان کا حساب دے دیا جائے اور جب ابو محمد چلے بسے تو حضرت صاحب الامرؑ کا نئے مرے سے خط آیا کہ ابوالحسن اور اس کے ساتھی کا حساب جاری رکھا جائے لیکن بنید کے بارے میں کچھ نہیں تھا۔

سے اس نے علی بن محمد بن قتیہ سے اس نے فضل بن شاذان سے اس نے اسماعیل بن صباح سے وہ کہتا ہے کہ
میں نے اپنے اصحاب میں سے شیخ بزرگ سے سنا جو سیف بن عمیرہ کے حوالہ سے ذکر کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ میں ابو جعفر
منصور کے پاس تھا کہ اس نے مجھ سے بغیر تمہید کے ابتداء کہا۔ اے سیف بن عمیرہ! آسمان سے لازمی طور پر ایک ندا
دینے والا ابوطالب کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام لے کر ندا کرے گا۔

میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں اسے امیر یا یہ حدیث آپ کرتے ہیں کہتے لگا ہاں قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
یہ تو میرے دونوں کانوں سے سنی ہے تو میں نے اس سے کہا اے امیر یہ حدیث تو میں نے اس وقت سے پہلے نہیں سنی تو تصور
تے کہا اے سیف یہ حدیث حق ہے پس جب وہ ندا ہو گئی تو ہم سب سے پہلے لبیک کہیں کہ قبول کریں گے لیکن یہ ندا
ہمارے چچا زاد بھائیوں میں سے ایک کے نام ہو گئی تو میں نے کہا وہ مرد اولاد فاطمہ میں سے ہے تو اس نے کہا ہاں
اے سیف! اگر میں نے یہ حدیث ابو جعفر محمد باقر بن علی زین العابدین سے نہ سنی ہوتی اور تمام اہل زمین مجھ سے بیان کرتے
تو میں ان سے قبول نہ کرتا لیکن وہ تو محمد بن علی علیہما السلام ہیں

۲۔ یحییٰ بن ابوطالب نے علی بن عاصم سے اس نے عطاء بن کسائب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت
کی ہے وہ کہتا ہے کہ

رسول اللہ نے فرمایا، اس وقت قیامت نہیں ہوگی جب تک میری اولاد میں سے ہمدانی ظہور نہ کرے اور ہمدانی ظہور نہیں
کرے گا جب تک ساٹھ چھوٹے شخص خروج نہ کریں گے جن میں سے ہر ایک کہے گا کہ ”میں نبی ہوں“

۳۔ مجھ سے فضل بن شاذان نے اس نے آکے جس سے روایت کی ہے اور اس شخص نے ابو حمزہ ثمالی سے وہ کہتا ہے کہ
میں نے ابو جعفر سے عرض کیا کیا سفینی کا خروج حقیقی علامات میں سے ہے فرمایا ہاں ندائے آسمانی، اور سورج کا مغرب
سے طلوع کرنا یہی عباس کا حکومت میں اختلاف، نفس زکیہ کا قتل اور خروج قائم آل محمد یہ سب کی سب حقیقی ہیں تو میں نے
عرض کیا کہ ندا کی طرح ہوگی تو آپ نے فرمایا دن کے پہلے حصہ میں آسمان سے ندا آئے گی یا در کھوکھو کہ بے شک حق علی اور
اس کے شیعوں کے ساتھ ہے پھر ابیس دن کے آخری حصہ میں زمین سے پکارے گا یا در کھوکھو بے شک حق عثمان اور اس کے
شیعوں کے ساتھ ہے تو اس وقت باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے۔

۴۔ حسن بن علی وشارح نے احمد بن حنبلہ سے اس نے ابو قتیبہ سے اس نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے (روایت کی ہے) کہ آپ نے
فرمایا کہ

اس وقت تک قائم خروج نہیں کریں گے جب تک ان سے پہلے نبی ہاشم میں سے بارہ افراد خروج نہ کریں کہ جن میں سے
ہر ایک اپنی طرف دعوت دے گا۔

۵۔ محمد بن ابوالبلاد نے علی بن محمد ازدی سے اس نے اپنے باپ سے جس نے اپنے دادا سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ

تمام علیہ السلام سے پہلے سرخ موت اور سفید موت ہے اور ٹڈی دل کا وقت دیے وقت آتا جو خون کے رنگ کی طرح ہوگی پس سرخ موت سے مراد تو تلوار ہے اور سفید موت سے مراد ملاعون و وباء ہے۔

۷۔ حسن بن محبوب نے عمرو بن ابو المقدام سے اس نے جابر حنفی سے اس نے ابو جعفرؑ سے (روایت ہے آپؑ نے فرمایا زمین سے پلٹے ہو اور ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دو جب تک کہ وہ علامات نہ دیکھ لو جنہیں تمہارے لیے ذکر کرتا ہوں اور میں نہیں دیکھتا کہ تم انہیں پاسکو جی عباس کا اختلاف، منادی جو آسمان سے ندا کرے اور شام کی ایک بستی کا زمین میں دھنس جانا جیسے جابہ کہیں گے، ترکول کا جزیرہ میں، روم کا رملہ میں نزول اور اس وقت ہر خطہ زمین میں زیادہ اختلاف ہو تا یہاں تک کہ شام برباد ہو جائے گا اور اس کے برباد ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس میں تین بھنڈے جمع ہو جائیں گے سفید سرخی مائل چھنڈا مختلف رنگوں والا چھنڈ اور سفیانی کا چھنڈا۔

۸۔ علی بن حمزہ نے ابو الحسن موثق سے (روایت کی ہے) خدا کے اس ارشاد کے بارے میں آیاتنا فی الافاق وفي انفسهم حق یتبین لام انہ الحق۔ عنقریب ہم اطراف عالم میں اور ان کے وجود میں اپنی آیات و نشانیاں انہیں دکھائیں گے تاکہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا آفاق میں فتنے اور دشمنان حق میں مسخ ہونا ہوگا۔

۹۔ وہب بن ابو حفص نے ابو بصیر سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا خدا کے اس قول میں ان نشا تنزل علیہم من السماء آیة فظننت احبائهم لها خاضعين۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی ان کی طرف نازل کریں کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں، فرمایا۔

عنقریب خدا ان کے لیے ایسا کسے گا میں نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا تو امیر اور ان کے شیعہ تو میں نے عرض کیا وہ کیت کیا ہے فرمایا کہ زوال سے لے کر عصر کے وقت تک سورج کا ایک جگہ رک جانا اور ایک مرد کے سینہ اور چہرے کا سورج کی ٹیکہ میں ظاہر ہونا جو اپنے حب و نسب سے پہچانا جائے گا اور یہ سفیانی کے زمانہ میں ہوگا اور اس وقت اس کی اور کی قوم کی ہلاکت و تباہی ہوگی۔

۱۰۔ عبد اللہ بن بکر نے عبد المالك بن اسماعیل سے اس نے اپنے باپ سے اس نے سعید بن جبیر سے (روایت کی ہے) ا

تے کہا کہ وہ سال جس میں مہدی علیہ السلام قیام و ظہور فرمائیں گے جو میں دن زمین پر بارش ہوگی کہ جس کے آثار و برکات دیکھے جائیں گے۔

۱۰۔ فضل بن شاذان نے احمد بن محمد بن ابونصر سے اس نے ثعلبہ ازدی سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ ابو جعفر نے فرمایا دو نشانیاں قیام قائم سے پہلے ہوں گی، پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور آخر رمضان میں چاند گرہن (تلافی عادت ہوگا)

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا فرزند رسول! کیا سورج گرہن آخر ہیت میں اور چاند گرہن پندرہ کو! تو ابو جعفر نے فرمایا میں بہتر جانتا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے یہ دونوں ایسی نشانیاں ہیں کہ آدم کے زمین پر اترنے کے وقت سے اب تک نہیں ہوئیں۔

۱۱۔ ثعلبہ بن میمون نے شعیب عدا سے اس نے صالح بن میثم سے وہ کہتا ہے میں نے ابو جعفر کو کہتے ہوئے سنا قیام قائم اور نفس زکیہ کے قتل ہونے کے درمیان پندرہ راتوں سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

۱۲۔ عمرو بن شمر نے جابر سے (روایت کی ہے)

کہ میں نے ابو جعفر سے عرض کیا یہ معاملہ کب ہوگا، فرمایا کب ہوگا، اے جابر! جب ہجرہ اور کوفہ کے درمیان کثرت سے لوگ قتل ہوں گے۔

۱۳۔ محمد بن سنان نے حسین بن مختار اس نے ابو عبد اللہ سے (روایت کی ہے) آپ نے فرمایا کہ جب مسجد کوفہ کی دیوار عبداللہ بن مسعود کے گھر والی طرف سے گر جائے گی تو اس وقت اس قوم کا ملک و سلطنت زائل ہو جائیں گے اور جب ان کا زوال ہوگا اس وقت قائم کا خروج (متوقع) ہے۔

۱۴۔ سیف بن عمیر نے بکر بن محمد سے اس نے ابو عبد اللہ سے (روایت کی ہے) آپ نے فرمایا۔ تین کا خروج سیفانی، خراسانی اور یامانی ایک سال ایک ماہ اور ایک ہی دن میں ہوگا اور ان میں کوئی جھڑپ ایمانی کے جھنڈے سے زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہے کیونکہ وہ حق کی طرف دعوت دے گا۔

۱۵۔ فضل بن شاذان نے احمد بن محمد بن ابونصر سے اس نے جناب ابوالحسن رضا سے (روایت کی ہے) آپ نے فرمایا کہ جس کی طرف تم اپنی گردنیں بڑھاتے ہو (انتظار مہدی اور ظہور حکومت حق) وہ نہیں ہوگا جب تک تمہیں خنجر و خنجر اور تہارہ امتحان نہیں کیا جائے گا اور تم میں سے باقی نہیں بچیں گے مگر تھوڑے سے پھر آپ نے یہ آیات بڑھیں۔

اَلَمْ اَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يَتَّبِعُوْكَ اِنْ يَتَّبِعُوْكَ اَمْ اَمْثَلُ وَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ

کیا لوگوں کا یہ گمان ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا اس بات پر کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا! پھر آپ نے فرمایا کثائنات و فرج (ظہور امام مہدی) کی علامات میں سے دو مسجدوں کے درمیان کا حادثہ ہے (یعنی مسجد مکہ اور مدینہ یا مسجد کوفہ مسجد ہبلہ اور ایک روایت میں "بین الحرمین" لیکن پہلا مستحکم قریب ہے) اور غلام کی اولاد میں سے پندرہ دلاور عرب کو

فلاہ قتل کرے گا۔

۱۶۔ فضل بن شاذان نے عمران غلام سے اس نے ابوالحسن رضا سے (روایت کی ہے) آپ نے فرمایا گویا میں مصر کی طرف سے آگے بڑھتے والے سبز رنگ کے جھنڈے (دیکھ رہا ہوں)

یہاں تک کہ وہ شامات (سوریہ) میں آئیں گے اور صاحبِ وصیات کے بیٹے کو ہدایت و رہبری کریں گے۔

۱۷۔ حماد بن عیسیٰ نے ابراہیم بن عمر میانی سے اس نے ابویصیر سے اس نے ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے (روایت کی ہے) وہ فرماتے ہیں کہ

اس وقت تک ان کی حکومت ختم نہیں ہوگی جب تک لوگ کو فریں روزِ جمعہ ان کے درپے نہیں ہوں گے گویا میں بابِ الفیل (مسجدِ کوفہ) اور اصحابِ مابلون کے درمیان سرگرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

۱۸۔ علی بن اسباط نے ابوالحسن بن جہم سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے ابوالحسن رضا سے کشائش و فرج (ظہورِ امام) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا تفصیل چاہتے ہو یا تیرے جیسے اجمال کرو تو اس نے کہا کہ مجھ سے مجملاً فرمائیے (تو فرمایا) جب قمین کے جھنڈے مصر میں اور کندہ کے جھنڈے عراق میں گر جائیں (تب ظہورِ قائم آل محمدؑ ہوگا)

۱۹۔ حسین بن ابی عطاء نے ابویصیر سے اس نے جناب ابو عبد اللہؑ سے (روایت کی ہے) فرمایا

فلاں (یعنی عباس) کی اولاد کے ساتھ تنہا رہی مسجد (یعنی مسجدِ کوفہ) کے پاس ایک واقعہ جمعہ کے دن ہوگا جس میں بابِ الفیل اور اصحابِ مابلون کے درمیان چار ہزار افراد قتل ہوں گے پس تم اس راستہ سے بچو اور اجتناب کرو اور زیادہ ابھی حالت میں وہ ہوگا جو انصاف کے دروازے والا راستہ اختیار کرے گا۔

۲۰۔ علی بن ابی حمزہ نے ابویصیر سے اس نے ابو عبد اللہؑ سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا ظہورِ قائمؑ سے پہلے والا سال زیادہ بارشوں کا ہے کہ جن میں پھل اور کھجوریں درختوں پر تباہ و برباد و خراب ہو جائیں گے تو اس میں شک نہ کرتا۔

۲۱۔ ابراہیم بن محمد نے جعفر بن سعد سے اس نے اپنے باپ سے اس نے جناب ابو عبد اللہؑ سے (روایت کی) آپؑ نے فرمایا قح و نصرت کے سال (ظہور کے سال) اچانک فرات کا پانی پھوٹ پڑے گا یہاں تک کہ کوفہ کے گلی کو چوں میں داخل ہو جائے گا۔

۲۲۔ اور محمد بن مسلم کی حدیث میں ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ قائمؑ سے پہلے اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے میں نے کہا

آپؑ پر قرآنِ جاؤں وہ کیا ہے تو آپؑ نے پڑھا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ

الاموال والاقتصاد والنفقات وبشر الصابرين اور البذر ضرور ہم تمہاری آزمائش کریں گے خوف و بھوک میں سے کسی چیز سے اور مال و جان و پھلوں کے نقصان کے ذریعہ اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیدو۔

پھر آپؐ نے فرمایا تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

خوف ہی قلال کے بادشاہوں سے، بھوک زخوں کی مہنگائی سے اموال کا نقصان تجارتوں کی کساد بازاری سے اور ان میں کم بخت سے نفوس کی کمی تاگہانی اموات سے اور پھلوں کی کمی زراعت کے کم پیداوار دینے اور پھلوں میں برکت کم ہونے سے ہے۔

پھر فرمایا ”و بشر الصابرين“

اس وقت (جب گذشتہ باتیں ہو جائیں گی) تو جلدی ہی قائم آلِ حمزہ کا ظہور ہوگا۔

۲۳۔ حسین بن سعید نے منذر جوزی سے اس نے ابو عبد اللہؑ سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو ان کے گناہوں سے قائم کے قیام سے پہلے ایک آگ کے ذریعہ روکا اور حمزہ کا جلنے کا جو آسمان میں ظاہر ہوگی اور سرتی جو آسمان میں عام ہوگی، یغداد و بصرہ کے شہر میں زمین اندر کی طرف دھنس جائے گی، اور وہاں خون بہیں گے اور اس کے گھر تہاب ہوں گے اور اس کے رہنے والوں میں فتاوہ ربا دی ہوگی اور اہل عراق کو خوف و ہراس نے گھیر رکھا ہوگا کہ جس کی وجہ سے انہیں قرار دین نہیں ہوگا۔

ظہور امام مہدیؑ کا سال اور دن

اس سال اور دن کے بارے میں جس میں قائم آلِ محمد علیہ علیہ السلام قیام و ظہور فرمائیں گے اس سلسلہ میں آئمہ طاہرین و صافیین علیہم السلام کی روایت ہیں۔

۱۔ روایت کی ہے حسن بن محبوب نے علی بن حمزہ سے اس نے ابو بصیر سے اس نے ابو عبد اللہؑ سے آپؐ نے فرمایا کہ قائم علیہ السلام خروج و ظہور نہیں فرمائیں گے مگر طاق سال میں ایک تین پانچ سات یا نویں۔

۲۔ فضل بن شاذان نے محمد بن علی کو قمر سے اس نے دہب بن حفص سے اس نے ابو بصیر سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ ابو عبد اللہؑ نے فرمایا کہ

قائم کے نام کی منادی اور پکار تو تیسویں رات ہوگی اور آپؐ ماثورہ کے دن قیام کریں گے اور یہ وہی دن ہے کہ جس میں حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے گویا میں ہفتہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ کو رکن و مقام کے درمیان تہیں دیکھ رہا ہوں کہ جبرائیل وائیں طرف پکار رہے ہیں اللہ کے یہ بیعت کرو پس اطراف زمین سے شیعہ ان

کی طرف آئیں گے اور زمین ان کے لیے پھیل دی جائے گی یہاں تک کہ وہ اگر آپ کی بیعت کریں گے پس خدا ان کے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

امام آخر الزمان مکہ سے کوفہ تک

روایات میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ مکہ سے چل کر کوفہ کی طرف آئیں گے اور نجات میں نزول اعلان فرمائیں گے پھر وہاں سے لشکر مختلف شہروں میں پھیل جائیں گے۔

۱۔ مجال تے روایت کی ہے تعلیم سے اس نے ابو بکر صغریٰ سے اس نے ابو جعفرؑ سے آپؐ نے فرمایا کہ گویا میں نجات کو قریب قائم کے ساتھ ساتھ ہوں (یعنی میں انہیں دیکھ رہا ہوں) مکہ سے آپؐ کی ہمراہی میں پانچ ہزار ملائکہ چلے ہیں جو راتوں آپؐ کے دائیں طرف، میکائیلؑ بائیں طرف، موسیٰؑ آپؐ کے آگے آگے ہیں اور آپؐ لشکروں کو مختلف شہروں کے لیے تقسیم کر رہے ہیں۔

۲۔ عمرو بن شمر کی روایت میں ابو جعفرؑ سے مروی ہے

راوی کہتا ہے کہ آپؐ نے ہمدی کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپؐ کو قرین داخل ہوں گے اور اس میں تین جھنڈے ہواضطراب میں ہوں گے آپؐ کے لیے مخلص ہو جائیں گے اور آپؐ اس میں داخل ہوں گے میاں تک کہ میر کے پاس آئیں گے اور خطبہ دیں گے لیکن گریہ و زاری کی وجہ سے لوگ نہیں سمجھ سکیں گے کہ آپؐ نے کیا فرمایا ہے تو جب دوسرا جمعہ آئے گا تو لوگ آپؐ سے سوال کریں گے کہ آپؐ انہیں نماز جمعہ پڑھائیں گے تو آپؐ حکم دیں گے کہ آپؐ کے لیے غری نجات میں ایک مسجد کا نقشہ کھینچا جائے اور وہاں آپؐ نماز پڑھائیں گے پھر حکم دیں گے اسے جو مشہد امام حسینؑ کی پشت کی طرف سے ایک تہرہ کھود کر غریب تک جاری کرے گا یہاں تک کہ پانی نجات میں اتر پڑے گا اور اس نہر کے وصل نے پکٹی پل اور چکیاں بتائی جائیں گی، گویا میں ایک بڑھیا کو دیکھ رہا ہوں جس کے سرو پر گندم بھری ایک ٹوکری ہے وہ ان چکیوں کے پاس آئے گی اور بغیر مزد ووری کے اٹا پھوٹائیگی۔

۳۔ صالح بن ابوالاسود کی روایت میں ابو عبد اللہؑ سے (منقول ہے) وہ کہتا ہے۔

میں نے مسجد سہلہ کا ذکر کیا تو فرمایا، یاد رکھو یہ ہمارے صاحب الزمانؑ کی منزل اور قیام گاہ ہے جب وہ اپنے خال و خیال کے ساتھ آئیں گے۔

۴۔ متفضل بن عمر کی روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

میں نے حضرت ابو عبد اللہؑ کو یہ کہتے سنا کہ جب ہمارے قائم قیام کریں گے تو کوفہ کی پشت پر ایک مسجد تعمیر کریں گے

جس کے ہزار دروازہ ہوں گے اور اہل کوفہ کے گھر کہ ہلاکی دونوں تہوں سے متصل ہوں گے۔

آپ کی مدت حکومت

حضرت قائم علیہ السلام کی سلطنت و حکومت کی مدت، اُن ایام کی کیفیت اس زمانہ میں شیعوں کے حالات اور زمین اور اس میں ہو لوگ ہوں گے ان کے حالات کے بارے میں کچھ اخبار وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ بعد الکریم ختمی (حقیقی) نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہؑ سے عرض کیا کہ کتنی مدت تک حضرت قائم حکومت کریں گے تو آپؑ نے فرمایا کہ سات سال کہ جن کے دن اتنے طویل ہوں گے کہ ان میں سے ایک سال تمہارے دس سالوں کے برابر ہوگا تو ان کی حکومت کے سال تمہارے سالوں کی نسبت سے گنت سال ہوں گے، اور جب ان کے قیام کا وقت قریب ہوگا، تو لوگوں پر جہادی الثانی اور رجب کے دس دنوں تک اتنی بارش ہوگی کہ جیسی بارش مخلوقات نے کبھی دیکھی نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مومنین کے گوشت اور ان کے بدن ان کی قبروں میں اگائے گا تو گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ مقام جہینہ کی طرف وہ آگے بڑھ رہے ہیں اور وہ اپنے بالوں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں (زندہ ہو کر اٹھ رہے ہیں)۔

۲۔ مفصل بن عمر نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہؑ کو یہ کہتے سنا کہ جب ہمارے قائم قیام کریں گے تو زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور بندے سورج کی روشنی سے مستغنی ہو جائیں گے اور تاریکی دور ہو جائیگی، ایک ایک مردان کی حکومت میں اتنی عمر گزارے گا کہ اس کے ہاں ایک ہزار لڑکا پیدا ہوگا کہ جن میں کوئی لڑکی نہیں ہوگی، زمین اپنے خدائے ظاہر کے گے گی یہاں تک کہ لوگ انہیں زمین کے اوپر دیکھیں گے، تم میں سے ایک ایک شخص اسے تلاش کرتا پھرے گا جس پر اپنے مال کی بخشش کرے گا اور اس کے مال کی زکوٰۃ لے کر تو اسے کوئی نہیں لے گا جو اس سے زکوٰۃ وصول کرے اور سب لوگ خدا کے فضل و کرم کی بدولت اس کے رزق کے ساتھ تو نگر و مستغنی ہو جائیں گے۔

آنجناب کا علیہ مبارک

قائم علیہ السلام کی صفت اور ان کے علیہ کے متعلق عربین و شمر نے جابر صنفی سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حضرت ابو جعفر امام باقرؑ کو کہتے سنا جب عمر بن خطابؓ نے امیر المومنینؑ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مہدی

کے متعلق خبر دیئے کہ ان کا نام کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے حبیب نے یہ عہد لیا ہے کہ میں ان کا نام کسی کو نہ بتاؤں جب تک خدا انہیں نہ بھیجے تو اس نے کہا کہ اچھا ان کی صفت و صلیہ کی خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ میانہ قد و فرو و تو بوان ہوں گے اور آپ کے گیسو مبارک خوب صورت اور شانوں تک دراز ہوں گے اور ان کے چہرہ کا نور ان کی ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر حاوی ہوگا میرا آپ پر قربان ہو بہترین کینز کے بیٹے پر۔

آپ کی سیرت و روش

آپ کی سیرت قیام کے وقت آپ کے احکام کا طریقہ اور جو آپ کی آیات و نشانیاں خدا واضح کرے گا تو اس کے متعلق بھی روایات آئی ہیں جیسا کہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں، اس مفصل بن عمر جعفی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کو یہ کہتے سنا کہ جب خدا قائم آل محمد کو خروج و ظہور کی اجازت دے گا تو وہ نمبر پر تشریف لے جائے گا کہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے کر اپنے حق کی طرف بلائیں گے اور وہ ان میں سنت رسول اور ان کے عمل کے مطابق عمل کریں گے پس خداوند عالم جبرائیل کو بھیجے گا یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس آکر کہیں گے ہاتھ بڑھائیے میں سب سے پہلے آپ کی بیعت کرتا ہوں پس جبرائیل آپ کے ہاتھ کو مسح کریں گے اور آپ کے پاس تین سو درہم اور تین توبیرہ) مردہ سچیں گے اور وہ آپ کی بیعت کریں گے اور آپ مکہ میں ہی ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ آپ کے اصحاب کی تعداد دس ہزار ہو جائے گی اور پھر آپ وہاں سے مدینہ جائیں گے۔

۲۔ محمد بن عجلان نے ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے۔

جب تک قائم قیام فرمائیں گے تو تھے اسلام کی دعوت دیں گے (یعنی لوگوں کو اسلام یا معلوم ہوگا چونکہ وہ اہل اسلام سے نابلد ہو چکے ہوں گے) اور انہیں ایک ایسی چیز کی طرف ہدایت کریں گے جو پرانی ہو چکی ہوگی اور لوگوں کی اکثریت اس سے گمراہ ہو چکی ہوگی اور قائم کو مدد بھی اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ ایسے امر کی ہدایت کریں گے کہ جس سے لوگ گمراہ ہو چکے ہوں گے اور انہیں قائم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حق کے ساتھ قیام کریں گے۔

۳۔ روایت کی ہے عبد اللہ بن مغیرہ نے ابو عبد اللہ سے آپ نے فرمایا کہ

جب قائم آل محمد صلوات اللہ علیہم قیام فرمائیں گے تو قریش میں سے پانچ سواقراد کو کھڑا کر کے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی یہاں تک کہ آپ چھ مرتبہ ایسا کریں گے تو میں نے عرض کیا کہ ان کی تعداد اتنی ہو جائے گی فرمایا ہاں ان میں سے اور ان کے موالیوں میں سے (ہو جائے گی)

۴۔ اور ابو بصیر نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ

ابو عبد اللہؓ نے فرمایا کہ جب قائم قیام کریں گے تو مسجد الحرام کو گرا دیں گے یہاں تک کہ اسے اس کی اصلی بنیادوں پر واپس لے آئیں گے اور مقلد ابراہیمؑ کو اسی جگہ پر لے آئیں گے جہاں وہ تھا اور بنی نبیہہ کے ہاتھ کاٹ کر انہیں کعبہ کے ساتھ لٹکا کر ان پر لکھیں گے یہ کعبہ کے چور ہیں۔“

۵۔ ابو جادو نے ابو جعفرؑ سے طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جب قائم قیام فرمائیں گے تو وہ کوفہ کی طرف جائیں گے جہاں سے دشمن ہزار اور کچھ لوگ نکلیں گے جہنیں جہنم کا بلعے گا اور وہ ہتھیاروں سے لیس ہوں گے اور وہ آپؑ سے کہیں گے جدھر سے آئے ہو وہیں واپس لوٹ جاؤ ہمیں اولاد قاطبہ کی ضرورت نہیں ہے پس آپ ان میں تلوار رکھیں گے یہاں تک کہ آخر تک ان سب کو ختم کر دیں گے پھر کوفہ میں داخل ہوں گے اور اس میں ہر منافق و شاک کرتے والے کو ختم کر دیں گے اور اس کے قصور و محلات کو گرائیں گے اور ان میں سے جنگ کرتے والوں کو قتل کریں گے جہاں تک کہ اللہ کی رضا ہوگی۔

۶۔ ابو عبد اللہؓ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب قائم قیام کریں گے تو ایک نئی چیز لے کر آئیں گے جیسا کہ رسول اللہؐ نے ابتداء اسلام میں ایک نئی چیز کی دعوت دی تھی۔

۷۔ علی بن عقیبہؒ نے اپنے بایں سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب قائم قیام کریں گے تو عدل کے مطابق حکم کریں گے ظلم و جور اٹھ جائے گا راستے مامون و محفوظ ہوں گے زمین اپنی برکتیں باہر نکالے گی ہر اس کا حق صاحب حق کو واپس دیا جائے گا، تمام ادیان کے دین اسلام کا اظہار اور ایمان کا اعتراف کر لیں گے کیا تو نے نہیں سنا خدا فرماتا ہے کہ وَلَهُ اسْلَمَ مِنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا دَالِیَةً ثُمَّ جَعَلْنَا اور اسی کے لیے اسلام لے آیا کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اطاعت کرتے ہوئے یا ناپسند کرتے ہوئے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

لوگوں کے درمیان حضرت داؤدؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم جاری کریں گے اور اس وقت زمین اپنے خزانے اور اپنی برکتیں ظاہر کرے گی اور اس وقت تم میں سے کسی مرد کو صدقہ دینے اور نیکی کرنے کی جگہ نہیں ملے گی چونکہ تمام مومنین خوش حال و توفیق ہوں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ہماری حکومت آخری حکومت ہے اور کوئی خاندان نہیں بچے گا کہ جن کے لیے حکومت ہے مگر وہ ہم سے پہلے حکومت کر لے گا تاکہ وہ ہماری سیرت کو دیکھ کر یہ نہ کہیں کہ جب ہمیں حکومت ملے گی تو ہم بھی ان جیسی سیرت پر چلیں گے اور اسی پر دلالت کرتا ہے خدا کا یہ قول و

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ اور انجام متقیوں کے لیے ہے۔

۸۔ ابو بصیر نے جو ابو جعفر سے طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب قائم قیام کریں گے تو وہ کوفہ کی طرف جائیں گے اور وہاں کی چار ساجد کو گرا دیں گے، روئے زمین پر کوئی ایسی مسجد نہیں ہوگی جس کے کنگرے ہوں گے مگر یہ کہ انہیں گرا کر کنگروں کے بغیر قرار دیں گے راستہ وسیع کر دیں گے اور ہر چھوڑا اور شہید (پروں کی طرح کا) جو راستہ کی طرف نکلا ہو گا اسے توڑ دیں گے اور دروازوں کے چھبے اور پرزائے جو راستے کی طرف ہیں انہیں ختم کر دیں گے اور ہر بدعت کو زائل اور ہر سنت کو قائم کر کے رہیں گے، قسطنطنیہ و چین اور وِیلیم کے کوہستانی علاقے فتح کر لیں گے اور آپ اسی عالم میں سات سال رہیں گے کہ جس کا ہر سال تمہارے ان سالوں میں سے دس سال کے برابر ہو گا پھر خدا جو چاہے گا کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے آپؐ سے عرض کیا میں آپ پر قرآن جاؤں، سال کس طرح ایسے اور طویل ہو جائیں گے تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا آسمان کو سُست رِقاری اور کم حرکت کرنے کا حکم دے گا تو اس سے دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ لوگ کہتے ہیں کہ کہ اگر آسمان میں تغیر آجائے تو وہ فاسد و خراب ہو جائے آپؐ نے فرمایا کہ یہ زندہ بقوں اور منکرین خدا کا قول ہے لیکن مسلمانوں کے لیے یہ کہنے کا کوئی راستہ نہیں حالانکہ خدا نے اپنے نبیؐ کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا آپؐ اور آپؐ سے پہلے یوشع بن نون کے لیے سورج کو پٹایا گیا نیز قیامت کے طویل ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ وہاں ایک روز ہزار سال کے برابر ہے کہ جنہیں تم شمار کرتے ہو۔

۹۔ اور جابر نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب قائم آل محمدؑ قیام فرمائیں گے تو آپؐ خیمے نصب کریں گے لوگوں کو قرآن کی اس طرح تعلیم دیں گے کہ جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو وہ آج کے طریقہ پر یاد اور حفظ کرنے والے کے لیے بہت گراں ہو گا کیونکہ وہ اس تالیف و ترکیب سے مختلف ہو گا۔

۱۰۔ اور فضل بن عمر نے ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوفہ کی پشت سے ستائیس مرد قائم کے ساتھ خروج کریں گے جن میں پندرہ آدمی موئی کی قوم میں سے ہوں گے جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

اور موسیٰ کی قوم کے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق بات کی ہدایت بھی کرتے ہیں اور (معاملات) میں حق ہی کے ساتھ انصاف بھی کرنے میں قوم حضرت موسیٰ کے یہ پندرہ آدمی اور توشع بن نون سلمان فارسی و دلو و دجائہ النزاری و مقداد و مالک

اشتر رضوان اللہ علیہم یہ حضرات آپ کے مددگار ہوں گے اور انہیں حکام مقرر کیا جائے گا۔

۱۱۔ عبداللہ بن مجلان نے ابو عبد اللہؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

جب قائم آل محمد قیام فرمائیں گے تو آپ لوگوں کے درمیان حضرت داؤدؑ کی طرح حکم دیں گے وہ گواہوں کے محتاج نہیں ہوں گے خدا انہیں الہام کرے گا اور وہ اپنے علم کے مطابق حکم کریں گے اور ہر قوم کو وہ کچھ بتائیں گے جو وہ چھپائے ہوئے ہوں گے اور علامت کے ذریعہ اپنے دوست کو دشمن سے پہچان لیں گے خداوند عالم فرماتا ہے۔

بیٹھ اس میں تاثر جاتے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور وہ ہمیشہ کے راستہ پر ہے۔

۱۲۔ روایت ہے کہ حضرت قائم آل محمدؑ کی حکومت کی مدت سترہ سال ہے جس کے دن اور مہینے طویل ہو جائیں گے جیسا کہ ہم پہلے پیش کر آئے ہیں اور یہ چیز ہماری نظر سے غائب و اوچھل ہے اور ہماری طرف تو اس میں سے وہ کچھ اتفاق کیا گیا ہے جو خدا کرے والا ہے اس شرط کے ساتھ جس کے متعلق اسے معلوم ہے کہ اس میں معلوم مضامین سے کوئی مصلحت ہے لہذا ہم کسی ایک چیز پر قطع و یقین نہیں رکھ سکتے اگرچہ سات سال کے ذکر والی روایت زیادہ ظاہر اور اس کا ذکر زیادہ ہوا ہے اور حضرت قائمؑ کی حکومت کے بعد کسی کی حکومت مگر وہ جو روایات آئی ہیں کہ ان کی اولاد ان اللہ اس میں قیام کرے گی لیکن یہ یقینی طور پر وارد نہیں ہوئی اور اکثر روایات میں ہے کہ مہدیؑ امت ہرگز اس دنیا سے نہیں جائیں گے مگر قیامت سے چالیس دن پہلے جن دنوں میں قیامت واقع ہوتی ہے اور وہی توفیق و درستگی کا کام و والی ہے اور اس کے ذریعہ ہم گمراہی سے محفوظ رہنا اور رشد و ہدایت کے راستہ کی طرف ہدایت چاہتے ہیں اور خدائی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی آل طاہرین پر رحمت نازل فرمائے۔ شیخ سید رفیع محمد بن محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ و حشرہ مع الصادقین فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کے ہر باب میں کچھ روایات پیش کی ہیں جتنے کی حالت متحمل تھی اور مختصر کرتے ہوئے ہر مقصد میں تمام وہ روایات نہیں لائے جو اس سلسلہ میں آئی ہیں اور ہم نے قائم مہدیؑ کے متعلق بھی جو اخبار تحریر کی ہیں وہ بھی گزشتہ بیان کی مانند اختصار کے ساتھ ہیں اور جیسے ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کو چھوڑ دیا ہے لہذا ہماری طرف کسی کو یہ نسبت نہیں دینا چاہیے کہ ہم نے انہیں مہمل قرار دیا ہے یا ہمیں ان کا علم نہیں یا ہم انہیں بھول چکے ہیں اور ان سے غافل ہیں اور چونکہ ہم نے مختصر اولہ ائمہؑ کی امامت پر قائم کی ہے اور مختصر ان کے واقعات لکھے ہیں یہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہیں خدا ہی توفیق دیتے والا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی اور بہترین وکیل و نگران ہے۔



قارئین کی خدمت میں پیش پیش امامیہ پبلیکیشنز لاہور

قرآن پاک معرا

• ہدیہ انتہائی کم • گھر گھر پہنچانے کا عزم

ہدیہ 250 روپے

عمدہ سینچری پیپر

صفحات 1000

ہدیہ 225 روپے

آفسٹ پیپر

صفحا 1000

دینی، اخلاقی، نظریاتی کتب کے مطالعہ کے لیے ہماری کتب طلب فرمائیں

العصر اسلامک بک سنٹر

35- حیدر روڈ اسلامپورہ لاہور پاکستان

فون نمبر 7158717-042:7119027

مطبوعات امامیہ پبلیکیشنز

35۔ حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور فون نمبر: 042-7119027, 042-7248642

[illegible]

اعلیٰ طباعت

پختہ جلد

عمدہ کتابت

آئینہ حقوق

• شرح رسالۃ الحقوق (امام زین العابدین علیہ السلام)

قیمت

250/- روپے

تالیف قدرت اللہ مشائخی

ترجمہ

نثار زین پوری

ترجمہ

اخلاقیات پر مبنی کتاب نئی طباعت بہترین سخی پیپر پختہ جلد میں محفوظ

دینی، اخلاقی، نظریاتی کتب کے مطالعہ کے لیے ہماری کتب طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ

العصر اسلامک بک سنٹر

35- حیدر روڈ اسلامپورہ لاہور پاکستان

فون نمبر 7158717-042:7119027